تذکرہ حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب

مناظر ختم نبوت، حضرت مولانا

اللہ وسایا صاحب مدظلہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

www.amtkn.com 061 4783486 www.emaktaba.info

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب	:	تذکرۂ حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ (حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ)
مرتب	:	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ
صفحات	:	۳۷۶
قیمت	:	۲۰۰ روپے
مطبع	:	ناصر زین پریس لاہور
طبع اوّل	:	جولائی ۲۰۱۶ء
ناشر	:	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی

نابغہ روزگار، نامور عالم ربانی، استاذ الاساتذہ، شیخ الشیوخ، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ یکم رفروری ۲۰۱۵ء بروز اتوار سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔ ۲رفروری کو کہروڑپکا میں آپ کا مثالی جنازہ ہوا۔

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ تھے۔ اس لئے ہمارا فرض منصبی بنتا تھا کہ آپ کی گرانقدر، سنہری خدمات کو مرتب کر کے آنے والی نسلوں کو منتقل کریں، تاکہ وہ بھی حضرت مرحوم کی تعلیمات، نظریات اور خدمات سے اپنے قلوب کو منور کر سکیں اور مزید یہ کہ ان سے رہنمائی حاصل کر کے اپنی منزل کو پاسکیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری مدظلہ کی اجازت سے جنازے کے موقعہ پر اعلان کر دیا گیا تھا کہ شیخ الحدث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ترجمان ماہنامہ ''لولاک'' ملتان کا ضخیم نمبر ''حکیم العصر'' شائع کیا جائے گا۔ چنانچہ بعد میں اس کے مضامین کو بھجوانے کے لئے مولانا عزیزالرحمٰن ثانی (لاہور)، مولانا عبداللہ معتصم (ملتان)، مولانا حافظ محمد انس (ملتان)، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ (کراچی) کے رابطہ نمبر اور پتے دیئے گئے کہ یہاں مضمون جمع کرائے جائیں۔ اللہ رب العزت نے کرم کا معاملہ فرمایا۔ دوستوں نے مضامین بھجوائے اور بہت ہی آسانی کے ساتھ وسط مئی ۲۰۱۵ء میں ہی گویا حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ساڑھے تین ماہ کے قلیل عرصہ میں بڑے سائز کا ایک ہزار آٹھ صفحات پر مشتمل نمبر شائع ہوگیا۔ جس کا ملک بھر میں بھرپور خیر مقدم کیا گیا اور بہت مناسب مدت میں دوستوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

اس نمبر میں اعلان کیا تھا:

''امید ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی بہت

سارے دوست قلم اٹھائیں گے۔ ان کی سوانح پر کتابیں مارکیٹ میں آئیں گی۔ اللہ رب العزت کو منظور ہے تو ان شاء اللہ العزیز! بہت جلد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھی اپنے حضرت الامیر رحمۃ اللہ علیہ کی جامع اور شایان شان، سوانح حیات پر مشتمل کتاب مرتب کرنے کی سعادت حاصل کرے گی۔ اس لئے کہ مضامین جمع کر کے کتابیں بنانے کی بجائے بھرپور محنت سے شاندار کتاب مرتب کرنے کی شاندار روایات کو زندہ رکھنا تاریخی تسلسل برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے۔'' (ماہنامہ ''لولاک'' ملتان، حضرت حکیم العصر نمبر ص۱۶)

چنانچہ اس اعلان کے مطابق نمبر شائع ہوتے ہی ازخود حضرت مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی (شیخ الحدیث جامعہ دارالقرآن فیصل آباد) نے پیشکش فرمائی کہ یہ کتاب میں لکھوں گا۔ فقیر راقم نے عرض کیا کہ آپ صاحب صلاحیت ہیں۔ حضرت مرحوم کے منظور نظر شاگرد ہیں۔ آپ کا حق فائق ہے۔ اگر آپ کتاب لکھیں تو عالمی مجلس اسے شائع کرے گی۔ اس پر انہوں نے بھرپور خوشی کا اظہار فرمایا۔ سوانح مرتب کرنے کے لئے مشاورت اور کچھ ابتدائی خطوط طے ہوئے۔ ماہنامہ لولاک نمبر اور پھر مولانا منیر احمد ریحان، مولانا محمد عمیر شاہین کی حضرت مرحوم پر کتابیں، حضرت مولانا منیر احمد منور اور خود مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کا اپنا مضمون اگر ان کو سامنے رکھ کر کام کا آغاز کیا جاتا تو کتاب کی واضح شکل بن سکتی تھی۔

لیکن مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی کا عمرہ کا سفر، شوال سے افتتاح بخاری کے اسفار، پھر سفر حج، اس کے بعد بخاری شریف اور دیگر امہات الکتب کی سال بھر کی بھرپور تدریسی مصروفیات، وہ ایسے پھنسے کہ چھ ماہ گزر گئے۔ ایک ملاقات کے دوران فرمایا کہ کام کے آغاز کا خاکہ تو مرتب ہے، اب کام آگے بڑھانا ہے۔ امید ہے کہ نئے تعلیمی سال کے آغاز تک کتاب آجائے گی۔ اس پر خوشی ہوئی۔ پھر کچھ عرصہ بعد حضرت الاستاذ مولانا قاری محمد یٰسین مدظلہ کی مزاج پرسی کے لئے فقیر کا فیصل آباد جانا ہوا تو حضرت مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی نے فرمایا کہ اختتام بخاری کی تقاریب، مدرسہ کا سالانہ جلسہ، وفاق المدارس کا لاہور کا مجوزہ جلسہ عام اور اس کی مصروفیات نے ایسے گھیرے رکھا کہ کام کو ہاتھ بھی نہ لگا سکا۔ اب سالانہ امتحانات پھر رمضان المبارک پھر وہی تدریسی مصروفیات۔ لگتا یہ ہے کہ یہ کام شدید خواہش کے باوجود مجھ سے نہ ہو پائے گا۔ آپ کسی اور دوست سے فرمادیں۔ مجھ سے جو تعاون ہوگا میں حاضر ہوں۔ اس پر ایک بار تو چکرا گیا۔ اس لئے کہ مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی کے بعد میرے سامنے اس کام کے لئے موزوں دوسرے شخص مولانا

عبداللہ معتصم ہو سکتے تھے۔ ان کو فقیر نے تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء سے آگے کے کام کا عرض کیا ہوا ہے۔ وہ اس پر خاصہ کام کر بھی چکے ہیں۔ نئے کام کے لئے عرض کرنا غیر موزوں سمجھا۔ فقیر خود ''چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگا رنگ'' کے کام میں پھنسا ہوا تھا۔ عزیز مکرم مولانا حافظ محمد انس نے اس صورتحال میں اصرار کیا کہ ہمارے استاذ مرحوم پر آپ ہی کتاب مرتب کریں۔ خیال ہوا کہ حضرت ''حکیم العصر'' پر فقیر تو مضمون بھی نہیں لکھ سکا۔ چلو کتاب کے کام کو شروع کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت کو منظور ہے تو اس طرح حضرت مولانا مرحوم سے ایک نسبت قائم ہو جائے گی۔ ایک فرض وقرض کی ادائیگی سے بھی سبکدوش ہو جائیں گے۔

لیجئے! ۱۳/مئی ۲۰۱۶ء، مطابق ۵/شعبان ۱۴۳۷ھ بروز جمعہ ساڑھے ۹ بجے صبح کو آغاز کیا۔ شعبان المبارک کی ۲۵ تاریخ تک سالانہ ردقادیانیت کورس چناب نگر میں تدریسی و تنظیمی مصروفیات، پھر قرب وجوار کے جلسے۔ خطبات جمعہ، سے جو وقت ملتا اس کام کو آگے بڑھاتے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد وسیم اسلم میرے ساتھ شانہ بشانہ رہے۔ انہوں نے بھرپور محنت کی۔ کورس کے بعد ہم دونوں کو گھر جانا تھا۔ ایک ہفتہ کام رکا رہا۔ آغاز رمضان المبارک سے ایک آدھ دن پہلے پھر کام شروع کیا۔ اللہ رب العزت نے فضل فرمایا کہ آج ۱۶/رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ، مطابق ۲۲/جون ۲۰۱۶ء کو اس کام سے فارغ ہوگئے۔ اللہ رب العزت بہت جزائے خیر دیں۔ محمد عدنان کو وہ ساتھ ساتھ کمپوز کرتے رہے۔ آج ان سطور کی تحریر کے وقت کتاب کی مکمل ترتیب، کمپوزنگ، پروف ریڈنگ سے فارغ ہوگئے ہیں۔ اب حرف آغاز اور پھر سیٹنگ کا کام باقی رہ جائے گا۔ وہ بھی چند دنوں کی بات ہے۔ گویا یوں کتاب کامل ومکمل ہوگئی اور قریباً ایک سال جو پہلے وعدہ کیا تھا وہ پورا ہوگیا ہے۔

کتاب کی ترتیب میں پہلے جن مآخذ کا ذکر کیا ہے ان کو سامنے رکھا ہے۔ عنوان قائم کر کے لولاک کے نمبر یا مذکورہ دو کتب سے جو واقعہ جس عنوان کے متعلق تھا اسے وہاں جمع کر دیا اور کوشش کی کہ جنہوں نے واقعہ تحریر کیا ان کے الفاظ اور ان کے نام کے ساتھ ہی واقعات کو جمع کیا جائے۔ گویا یہ تالیف نہیں بلکہ جمع وترتیب ہے۔

ہاں! البتہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی حالات، مجلس تحفظ ختم نبوت اور حضرت مرحوم کا کردار اور سفر آخرت یہ حرفاً حرفاً فقیر کے مرتب کردہ ہیں۔ کوشش کی ہے کہ کوئی چیز رہنے بھی نہ پائے اور تکرار بھی نہ ہو۔ اس کا کہیں کہیں خلاف ناگزیر تھا۔ قارئین بھی نظرانداز کریں۔

مجھے اپنے رفیق کار مولانا محمد وسیم اسلم کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ وہ بہت ہی قابل رشک محنت کی حد تک اس کتاب کی تکمیل میں شامل عمل رہے۔ لولاک نمبر سے بہت زیادہ مواد جمع ہوا۔ مولانا منیر احمد منور مدظلہ اور مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی مدظلہ کے مضامین سے بھرپور استفادہ کیا گیا۔ بہت ساری چیزیں جمع ہوگئی ہیں۔ بہت حد تک اطمینان ہے کہ ایک جامع چیز تیار ہوگئی ہے اور ساری چیزیں جو پہلے کسی کتاب یا نمبر میں نہ تھیں وہ اس کتاب میں جمع ہوگئیں ہیں۔ یہ محض اللہ رب العزت کا فضل واحسان ہے یا حضرت مرحوم کی کرامت کہ اتنی جلدی یہ کتاب تیار ہوگئی۔

راقم کی عادت کا دوستوں کو معلوم ہے کہ میں اپنی کتابوں کا کسی سے انتساب نہیں کرتا۔ بہت کم اس کا کہیں خلاف ہوا ہو تو وہ استثنائیات پر محمول کی جائیں۔ اگر انتساب کرنا ہوتا تو اس کتاب کو:۱...... حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہ:۲...... حضرت مولانا مفتی محمد ظفر اقبال مدظلہ: ۳...... حضرت حافظ عبدالرشید کراچی مدظلہ میں سے کسی کے نام منسوب کرتا۔ اس لئے کہ اوّل الذکر درس وتدریس کی مسند سے میرے حضرت مرحوم کے علوم کو عام کررہے ہیں اور ثانی الذکر نے خطبات حکیم العصر اور تفسیر تبیان القرآن کے منصوبوں کا آغاز کر کے حضرت مرحوم کے علوم کو آنے والی نسلوں کے لئے بھی محفوظ کردیا ہے اور تفسیر کو شائع کرنے کا بیڑا مؤخر الذکر نے اٹھایا ہے۔

اس کتاب میں واقعات تو سب کے لئے، حضرت کی سوانح پر مضمون کسی کا بھی من وعن شامل نہیں کیا۔ البتہ حضرت مولانا ظفر احمد قاسم مدظلہ کا مضمون ''یادیاراں'' چونکہ لولاک نمبر میں خلط ملط ہوگیا تھا۔ اسے اب بالکل آخر میں شائع کر کے صاحب مضمون کے سامنے سرخرو ہونے کا اللہ رب العزت نے موقعہ نصیب فرمادیا ہے۔ مجھے یہاں پہنچ کر خوشی ہورہی ہے کہ عزیز از جان حافظ محمد انس طول عمرہ کے حکم کی تعمیل اور خواہش کی تکمیل ہوگئی ہے۔

بہت ہی شکریہ ہر دوست کا جس نے اس سلسلہ میں تھوڑے یا زیادہ تعاون سے ممنون فرمایا۔ بہت ہی شکریہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہم العالی کا کہ تمام کاموں سے فارغ کر کے اس کام کی تکمیل کا موقعہ مرحمت فرمایا۔ حق تعالیٰ تمام حضرات کو بہت ہی جزائے خیر نصیب فرمائیں۔ اب مولانا عزیز الرحمٰن ثانی جانیں جنہوں نے چھپوانی ہے یا یوسف ہارون جانیں جنہوں نے پریس بھجوانی ہے۔ ہم تو کل پرسوں چلے مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تربت پر ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کے لئے۔ چلو اجازت ہوگئی۔ والسلام!

محتاج دعاء: فقیر اللہ وسایا (ملتان)

۱۶؍رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ، مطابق ۲۲؍جون ۲۰۱۶ء

فہرست

وطن مالوف ---------- ۱۹
مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا تذکرہ ---------- ۲۱
مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ---------- ۲۲
تعلیم ---------- ۲۲
سلیم پور کے دو واقعات ---------- ۲۲
پاکستان آمد کے حالات ---------- ۲۴
دارالعلوم ربانیہ پھلور میں تعلیم ---------- ۲۵
شادی خانہ آبادی ---------- ۲۶
جامعہ اشرف الرشید روشن والا میں داخلہ ---------- ۲۹
بزرگوں کی زیارت کا شوق ---------- ۳۰
جامعہ قاسم العلوم ملتان میں داخلہ ---------- ۳۱
جامعہ قاسم العلوم میں آپ کے اساتذہ ---------- ۳۲
سالانہ امتحان میں نمایاں پوزیشن ---------- ۳۲
رفقائے دورۂ حدیث شریف ---------- ۳۳
قاسم العلوم ملتان تعلیم کے دوران کے چند واقعات ---------- ۳۳
جامعہ نعمانیہ کمالیہ میں تدریس کا آغاز ---------- ۳۴
قاسم العلوم ملتان میں تدریس ---------- ۳۵
قاسم العلوم کے زمانہ تدریس کے حالات ---------- ۳۶
قاسم العلوم سے استعفیٰ ---------- ۳۸
دارالعلوم کبیر والا میں تدریس ---------- ۳۹
دارالعلوم کبیر والا کے پینتیس واقعات ۴۰
مولانا عبدالمجید کی قوت حافظہ ---------- ۴۲
سر پر کپڑے کی ٹوپی ---------- ۴۹

باب العلوم کی قسمت جاگ اٹھی ۵۵

باب العلوم کے زمانہ کے چھبیس اہم واقعات ۵۷

کمال احتیاط ---------- ۵۸

افرادسازی ---------- ۶۲

باب العلوم میں دورۂ حدیث شریف ---------- ۶۳

جامعہ باب العلوم میں دورۂ حدیث شریف کے ابتدائی اساتذہ ---------- ۶۳

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا ورود مسعود ---------- ۶۳

آپ کے نامور شاگردان گرامی ---------- ۶۶

جامعہ ترقی کی طرف ---------- ۶۹

شعبہ تعلیم النساء کا اجراء ---------- ۶۹

سلسلہ درس قرآن کریم ---------- ۷۰

یکتائے روزگار استاذ، اور اس پر پینتیس شہادتیں ۷۲

نظریاتی تدریس ---------- ۷۴

حکیم العصر کا لقب ---------- ۷۵

ذوق حدیث ---------- ۷۶

کثیر المطالعہ ---------- ۷۶

مطالعہ کی اہمیت ---------- ۷۷

اشارۂ غیبی اور دورۂ حدیث شریف ---------- ۷۸

درس مشکوٰۃ شریف ---------- ۷۸

مطالعہ میں انہماک ---------- ۷۹

حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۸۰

اٹھارہ گھنٹوں کی مصروفیت ---------- ۸۱

پیش گوئی ---------- ۸۲

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا انداز تدریس ---------- ۸۵

جلالت علمی ---------- ۸۶

دس تدریسی خوبیاں ---------- ۸۸

شاگردوں سے غایت درجہ شفقت ومحبت کے چھتیس واقعات ۹۲

کرم فرمائی ---------- ۹۳

مجلس ختم نبوت کی امارت ---------- ۱۰۱

مدارس کی سرپرستی ۱۱۲

۱-دارالعلوم مدنیہ بہاولپور ---------- ۱۱۲

۲-دارالعلوم کبیر والا ---------- ۱۱۲

۳-جامعہ قادریہ حنفیہ ملتان ---------- ۱۱۳

۴-دارالعلوم رحیمیہ ملتان ---------- ۱۱۳

۵-جامعہ خالد بن ولید وہاڑی ---------- ۱۱۵

۶-جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام چوک سرور شہید ودیگر مدارس کے نام ---------- ۱۱۵

۷-جامعہ خیر العلوم خیر پور ---------- ۱۱۶

۸-دارالعلوم اسلامی مشن بہاولپور ---------- ۱۱۶

۹-مدرسہ علوم القرآن للبنات کوٹ قیصرانی ---------- ۱۱۷

۱۰-جامعہ مفتاح العلوم کوئٹہ ---------- ۱۱۸

۱۱-جامعہ دارالقرآن فیصل آباد ---------- ۱۱۸

۱۲-حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ اور جامعہ اشرفیہ مانکوٹ کا دورۂ حدیث ---------- ۱۱۹

۱۳-جامعہ ابوہریرہ قاسم آباد ضلع نوشہرہ ---------- ۱۲۰

استقامت وحق گوئی کے سات واقعات ۱۲۰

فوٹو کا مسئلہ ---------- ۱۲۰

ملاشور بازار کا ذکر ---------- ۱۲۰

مبالغہ سے منع کردیا ---------- ۱۲۱

صندل بابا ---------- ۱۲۱

فضول خرچی سے منع کر دیا ---------- ۱۲۶
سکھر کے قریب صحابہ رضی اللہ عنہم کا مزار ---------- ۱۲۷
ایک مکّار کی مرمت ---------- ۱۲۹
اتباع سنت ۱۳۰
مصافحہ میں سنت پر عمل ---------- ۱۳۱
رسومات سے پرہیز ---------- ۱۳۱
آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ۱۳۳
جان قربان ---------- ۱۳۵
مدینہ طیبہ کی حاضری ---------- ۱۳۵
طواف میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت ---------- ۱۳۵
بدر و خیبر کی حاضری ---------- ۱۳۶
تبرک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ---------- ۱۳۶
حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ---------- ۱۳۶
مختلف حضرات سے سند حدیث کا حصول ---------- ۱۳۷
حضرت مرحوم کے بیرون ملک کے اسفار ---------- ۱۴۰
حضرت حکیم العصر نور اللہ مرقدہ کے اسفار حرمین پر اجمالی نظر ---------- ۱۴۰
اکابر رحمۃ اللہ علیہم سے محبت ۱۴۲
حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۱۴۳
حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۱۴۵
حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۱۴۶
حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۱۴۶
حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۱۴۷
مولانا عزیر گل رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۱۴۷
حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۱۴۸

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ---------- ۱۴۸
مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۱۴۹
مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۱۴۹
مولانا محمد ابراہیم تونسوی رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۱۴۹
حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۱۵۰
دیوبندیت پر اعتماد کامل ---------- ۱۵۴
مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۱۵۴
مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کا احترام ---------- ۱۵۴
حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت ---------- ۱۵۷
حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۱۵۷
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۱۵۸
حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۱۵۸
حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۱۵۸
حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۱۵۹
مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور تصوف ۱۵۹
پہلی بیعت ---------- ۱۵۹
شیخ عبدالعزیز سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تعلق ---------- ۱۶۲
حضرت سید نفیس شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تعلق ---------- ۱۶۳
حضرت سید نفیس شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خلافت ---------- ۱۶۴
شیخ جمیل احمد میواتی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خلافت ---------- ۱۶۴
شہادت الحرمین کی مصدقہ روحانی نسبت ---------- ۱۶۴
سلام کی سنت ---------- ۱۶۶
معمولات میں پکے ---------- ۱۶۸
حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے مجازین کی فہرست ---------- ۱۶۸

متصوف اور غیر متصوف میں فرق ----------------------	۱۶۹
معمولات یومیہ ----------------------------	۱۶۹
معمولات مبارکہ ----------------------------	۱۷۰
متفرقات	۱۷۳
سیاست اور تعلیم ----------------------------	۱۷۳
خورشید علی عباسی کا وصال ----------------------------	۱۷۴
حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ----------------------	۱۷۴
مولانا عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ----------------------	۱۷۴
دعاء کرب ----------------------------	۱۷۴
خالق ارض وسماء سے مانگنا چاہئے ----------------------	۱۷۵
غفلت کی زندگی ایک خواب ہے ----------------------	۱۷۵
تعلیم و تربیت کے اصول ----------------------------	۱۷۵
تربیتی اصول ----------------------------	۱۷۵
مولانا مشتاق احمد مخدوم رشید کا وصال ----------------------	۱۷۶
سفر امروٹ شریف ----------------------------	۱۷۷
۱-عمل برائے تحفظ من الاعداء ----------------------	۱۷۷
۲-برائے قضاء حاجات ----------------------------	۱۷۷
درد گردہ کا علاج، سانپ کا بھگانا، مکھی، مچھر کا مارنا ----------------	۱۷۷
حادثہ آگ ----------------------------	۱۷۸
اہلیہ کا سفر آخرت ----------------------------	۱۷۸
جلسہ ختم بخاری ----------------------------	۱۷۸
پہلا سفر ہندوستان ----------------------------	۱۷۸
مولانا عبد المجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	۱۷۹
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا پیغام تیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے شرکاء کے نام	۱۸۳

آل پارٹیز تحفظ ختم نبوت کانفرنس اسلام آباد ----------------	۱۸۵
کل جماعتی تحفظ ناموس رسالت ﷺ کانفرنس ...... احوال واثرات!----------	۱۸۹
آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت ﷺ کانفرنس کی تفصیلی رپورٹ ----------	۱۹۵
دعوت نامہ ------------------------------	۱۹۷
ملاقاتوں کا آغاز ------------------------------	۱۹۸
گوجرانوالہ، جہلم، راولپنڈی ------------------------	۲۰۰
حضرت مولانا فضل الرحمٰن سے ملاقات ------------------------	۲۰۰
جمعیۃ علمائے اسلام (س) کی کانفرنس ------------------------	۲۰۳
آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت ﷺ کانفرنس اسلام آباد ----------	۲۰۴
امیر مرکزیہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی ؒ کی طرف سے حضرات علماء کرام کی خدمت میں ضروری گذارش	۲۱۳
خیبر پختونخواہ اسمبلی میں مفتی کفایت اللہ کی قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ میں ترمیم نہ کرنے کی متفقہ قرارداد منظور	۲۱۵
گرامی قدر ممبرانِ صوبائی وقومی اسمبلی کی خدمت میں ضروری گزارش ----------	۲۱۶
تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے قانون کو نہیں چھیڑا جائے گا...وزیراعظم کا اعلان ---	۲۱۷
سید یوسف رضا گیلانی نے سمری پر دستخط کر دیئے ----------------	۲۱۸
الحمدللہ! تحریک ناموس رسالت سو فیصد کامیاب ہوگئی	۲۱۹
اجلاس کے فیصلوں پر عمل درآمد ------------------------	۲۲۱
۳۰/جنوری کی ریلی ------------------------------	۲۲۲
پیدل مارچ ------------------------------	۲۲۳
خانقاہ سراجیہ ------------------------------	۲۲۵
حکومت پاکستان کی طرف سے ’’تحفظ ناموس رسالت ﷺ‘‘ قانون سے متعلق تازہ فیصلہ کا مکمل ترجمہ	۲۲۶
ناموس رسالت قوانین کا مختلف حوالوں سے ایک مکمل جائزہ (انبیاء علیہم السلام کے متعلق قوانین کا جائزہ)	۲۲۶
پاکستان میں قوانین رسالت کے متعلق سوالات کا تفصیلی جائزہ ----------	۲۲۶
شریعت کورٹ کے آئینی حدود واختیارات ----------------	۲۲۸
۲۹۵-سی قانون کی تشریح گستاخانہ الفاظ کا استعمال (نبی کریم ﷺ یا انبیاء علیہم السلام کے متعلق)	۲۳۴

توہین رسالت کے مرتکب مجرم پر قانونی عدالتی چارج ---------------- ۲۳۴
پرائم منسٹر آف پاکستان ------------------------------ ۲۳۹
ایک ناخوشگوار حادثہ ------------------------------ ۲۷۴
جماعت کی امارت ------------------------------ ۲۷۶
مجلس کے دستور اساسی میں ترمیم ---------------------- ۲۷۷
ختم نبوت کانفرنسز ------------------------------ ۲۷۷
ختم نبوت کانفرنس کا خطاب ------------------------------ ۲۷۸
ختم نبوت کانفرنس برطانیہ میں شرکت ---------------------- ۲۸۱
ختام المسک ------------------------------ ۲۹۰
علمی جواہر پارے ۲۹۱
قلعہ ڈراور اور علیؓ اصحاب ------------------------------ ۲۹۱
مشرک ہونے کا حکم ------------------------------ ۲۹۲
بندوں کو گمراہی پر مجبور نہیں کیا گیا ---------------------- ۲۹۳
قتل سنگین جرم ہے ------------------------------ ۲۹۳
شہد کا تذکرہ ------------------------------ ۲۹۴
عصا مبارک سنت ہے ------------------------------ ۲۹۴
دشمن کو شکست دینے کے طریقے ---------------------- ۲۹۴
شیخ سے بڑھ کر کسی کو نہ سمجھے ------------------------------ ۲۹۴
لالچی حافظ کے قرآن سننے سے، نہ سننا بہتر ہے ---------------- ۲۹۵
طالب خدا باش، طالب لذت مباش ---------------------- ۲۹۵
تراویح کے بعد دعا کا حکم ------------------------------ ۲۹۶
رمضان میں شیاطین قید کر دیئے جانے کا مطلب ---------------- ۲۹۶
سیاست معاویہ رضی اللہ عنہ کا نعرہ لگانے کی تفصیل ---------------- ۲۹۶
۷۰ فرقے کیسے بن گئے؟ ------------------------------ ۲۹۷

قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے ذکر اور حضور ﷺ کی والدہ کے عدم ذکر کی وجہ ۲۹۸
حضرت خضر علیہ السلام کی حقیقت ---------------------- ۲۹۸
دورۂ حدیث کو ''دورہ'' کیوں کہتے ہیں ---------------------- ۲۹۹
چکی کے چلنے کا مدار لٹھ پر ہوتا ہے ---------------------- ۲۹۹
قرأت فاتحہ کا مسئلہ ---------------------- ۲۹۹
علماء پر مشکل وقت ---------------------- ۳۰۰
مزاج شناسی ---------------------- ۳۰۱
مستجاب الدعوات ---------------------- ۳۰۲
حکیم العصر بحیثیت خطیب ۳۰۵
کبیر والا کی نور مسجد میں خطابت ---------------------- ۳۰۵
خصوصیات خطبات ---------------------- ۳۰۶
خطبات حکیم العصر میں شامل بیانات میں سے چند کے عنوانات ---------- ۳۰۷
بشارات ۳۰۸
حضرت کی زندگی کا آخری خطاب ۳۱۱
حضرت مرحوم کا سفر آخرت ۳۱۵
تعزیتی پیغامات وخراج تحسین ۳۲۵
حضرت مولانا سلیم اللہ خان ---------------------- ۳۲۵
شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ---------------------- ۳۲۵
ممنون حسین (صدر مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان) ---------------- ۳۲۶
میاں محمد نواز شریف (وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان) ---------- ۳۲۶
امیر مرکزیہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر ---------------- ۳۲۶
حضرت مولانا فضل الرحمٰن (امیر جمعیۃ علماء اسلام) ---------------- ۳۲۷
حضرت حافظ پیر ناصر الدین خاکوانی (نائب امیر، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) --- ۳۲۷
حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری (ناظم اعلیٰ! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) --- ۳۲۸

حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد (نائب امیر، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) --- ٣٢٩

حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد (سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ) ---------- ٣٣٠

حضرت مولانا سمیع الحق (امیر جمعیۃ علماء اسلام) ---------------- ٣٣١

حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری (نائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت) --- ٣٣١

حضرت مولانا ربیع الحسن (صدر مجلس تحفظ ختم نبوت ساؤتھ دہلی) ---------- ٣٣١

مولانا سید جاوید حسین شاہ (فیصل آباد) ---------------------- ٣٣٢

مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی (خانقاہ مالکیہ خانیوال) --------------- ٣٣٢

حضرت مولانا حکیم محمد مظہر (کراچی) ---------------------- ٣٣٢

مولانا اعجاز مصطفیٰ (کراچی) ---------------------- ٣٣٢

مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی (فیصل آباد) ---------------------- ٣٣٢

حافظ عبدالرشید (کراچی) --------------------------- ٣٣٢

مولانا مفتی خالد محمود (کراچی) ---------------------- ٣٣٣

مولانا غلام رسول دین پوری ------------------------------ ٣٣٣

مولانا محمد احمد بہاولپوری (مدرس باب العلوم کہروڑپکا) --------------- ٣٣٣

مولانا محمد امجد خان (لاہور) ------------------------------ ٣٣٣

ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں --------------------------- ٣٣٣

مولانا عبدالواحد (بلوچستان) ---------------------- ٣٣٣

مولانا انوار الحق حقانی (کوئٹہ) ---------------------- ٣٣٣

مولانا محمد احمد لدھیانوی (کمالیہ) ---------------------- ٣٣٤

مولانا زاہد الراشدی --------------------------- ٣٣٤

مولانا محمد ازہر (ملتان) --------------------------- ٣٣٤

مولانا ڈاکٹر محمود الحسن عارف ---------------------- ٣٣٤

ڈاکٹر فاروق احمد قریشی --------------------------- ٣٣٤

سید محمد معاویہ امجد شاہ (خانیوال) ---------------------- ٣٣٤

مفتی عظمت اللہ سعدی (بنوں) ---------------------- ۳۳۵
مولانا مفتی سید عدنان کاکاخیل ---------------------- ۳۳۵
علامہ خالد محمود (پی.ایچ.ڈی، لندن) ---------------------- ۳۳۵
مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی ---------------------- ۳۳۵
مفتی عبدالواحد (تربت) ---------------------- ۳۳۵
قاری محمد حنیف جالندھری ---------------------- ۳۳۵
مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی ---------------------- ۳۳۶
مولانا مفتی ظفر اقبال (چیچہ وطنی) ---------------------- ۳۳۶
حافظ فیروز الدین (کراچی) ---------------------- ۳۳۶
چوہدری شجاعت حسین (صدر پاکستان مسلم لیگ ق) ---------------------- ۳۳۷
مولانا محمد عبید اللہ اشرفی (مہتمم واستاذ حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور) ---------- ۳۳۷
مولانا محمد عبداللہ، بھکر (مرکزی سرپرست جمعیۃ علمائے اسلام) ---------- ۳۳۷
مفتی محمد نعیم (مہتمم جامعہ بنوریہ عالمیہ سائٹ ایریا کراچی) ---------- ۳۳۷
لیاقت بلوچ (سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی پاکستان) ---------------------- ۳۳۷
پرویز خٹک (وزیراعلیٰ صوبہ خیبر پختونخواہ) ---------------------- ۳۳۷
سید عطاء المہیمن شاہ بخاری (امیر مرکزیہ مجلس احرار اسلام پاکستان) ---------- ۳۳۸
مولانا ملک عبدالحفیظ مکی ---------------------- ۳۳۸
مولانا قاری حق نواز (مہتمم جامعہ دارالعلوم الصفہ، بلدیہ ٹاؤن کراچی) ---------- ۳۳۸
مولانا ڈاکٹر نصیر الدین سواتی (کراچی) ---------------------- ۳۳۸
مولانا محمد زاہد (نائب رئیس واستاذ حدیث جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد) -- ۳۳۸
مولانا مفتی سید مظہر اسعدی ---------------------- ۳۳۸
مولانا طارق علی شاہ (ویکفیلڈ، برطانیہ) ---------------------- ۳۳۹
مولانا محمد اکرم (ہیڈرسفیلڈ، برطانیہ) ---------------------- ۳۳۹
سید جمال بادشاہ (برمنگھم، برطانیہ) ---------------------- ۳۳۹

جمعیۃ علماء برطانیہ کا تعزیتی پیغام ---------- ۳۳۹
محمد امداد اللہ قاسمی (نائب امیر جمعیۃ علماء برطانیہ) ---------- ۳۴۰
مفتی عبدالحنان (خطیب مرکزی جامع مسجد لوٹن) ---------- ۳۴۰
دینی جرائد کا خراج تحسین ۳۴۰
ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک ---------- ۳۴۰
ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی ---------- ۳۴۱
ماہنامہ ''الخیر'' ملتان ---------- ۳۴۲
ماہنامہ ''الحقانیہ'' سرگودھا ---------- ۳۴۵
ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' گوجرانوالہ ---------- ۳۵۳
ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ ---------- ۳۵۶
ماہنامہ ''تجلیات حبیب'' ---------- ۳۵۸
ماہنامہ ''القاسم'' ڈیرہ غازیخان ---------- ۳۶۰
ماہنامہ ''صدائے اسلام'' ---------- ۳۶۱
منظوم خراج عقیدت ۳۶۲
آپ تھے اس دور میں ختم نبوت کے نقیب ---------- ۳۶۲
الرثاء علیٰ وفات شیخ عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۳۶۳
آتے نہیں ہیں ایسے محدث تو بار بار ---------- ۳۶۵
شیخ عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ اُٹھے ---------- ۳۶۷
آفتابِ علم وحکمت ---------- ۳۶۷
علم وعمل کا آفتاب ---------- ۳۶۸
حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ---------- ۳۶۰
ملی لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ تجھ کو حیات جاودانی ہے ---------- ۳۷۰
یادیاراں ۳۷۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفٰی و سلام علٰے عبادہ الذین اصطفٰی. اما بعد!

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی کا سلسلہ نسب اس طرح ہے:

مولانا عبدالمجید بن حافظ محمد یوسف بن چوہدری ہیرا بن چوہدری فتح دین بن چوہدری الٰہی بخش بن بابا بانی بن ملاں رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

مولانا عبدالمجید بھارتی پنجاب کی معروف زمیندار ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد متوسط طبقہ کے زمیندار تھے۔ مولانا عبدالمجید کے والد چوہدری حافظ محمد یوسف کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹے اور تین بیٹیوں سے نوازا تھا۔ آپ کی اولاد کی ترتیب یوں تھی:

۱......	حافظ امیر علی۔	۲......	نذیر احمد۔
۳......	بیٹی۔	۴......	بیٹی۔
۵......	مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ۔	۶......	عبدالحمید۔
۷......	بیٹی۔		

گویا چار بھائیوں اور تین بہنوں میں سے مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ سے دو بھائی اور دو بہنیں بڑیں اور ایک بھائی اور ایک بہن آپ سے چھوٹی تھیں۔ یہ سب بہن بھائی صحیح العقیدہ تھے۔ دیندار خاندان ہونے کے باعث سب گھرانہ مذہبی شمار ہوتا تھا۔ ان میں اکثر کا بیعت کا تعلق خانقاہ سراجیہ کے خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام بہن بھائیوں سے لمبی عمر پائی اور پورے خاندان میں صرف آپ عالم، نہ صرف عالم بلکہ عالم ربّانی بنے۔ آپ کے بھتیجوں، بھانجوں میں سے حافظ ہوئے۔ ایک بھتیجا عالم بھی بنا جو اس وقت افریقہ میں ہوتے ہیں۔

وطن مالوف

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سلیم پور تحصیل جگرانواں ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا آبائی گاؤں علی گڑھ متصل جگرانواں ضلع لدھیانہ ہے۔ سلیم پور کا یہ علاقہ جہاں حضرت شیخ کی ولادت ہوئی اور بچپن اسی جگہ گذرا۔ یہ سلیم پور اہل اللہ کا مسکن تھا۔ یہاں بڑے

بڑے اہل اللہ اور اہل علم کی آمدورفت کثرت سے رہتی تھی۔ جس کی وجہ سے اس علاقہ کا ماحول ایک دینی ماحول تھا۔ اس علاقہ کے مشرقی جانب خانقاہ سراجیہ کے بانی حضرت مولانا احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (حضرت ثانی) کا گھر تھا اور مغربی جانب حضرت مولانا محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ رہائش پذیر تھے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو فرمایا: سلیم پور والو! تم دو بزرگوں کے سائے میں محفوظ ہو۔ مولانا محمد عبداللہ المعروف حضرت ثانی خانقاہ سراجیہ کے شیخ ثانی، دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ آپ اس سلیم پور کے باسی تھے۔ تقسیم کے بعد آپ کی اولاد اور خاندان بستی سراجیہ خانیوال میں آ کر رہائش پذیر ہوئے۔ مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔

سلیم پور میں ایک اور بزرگ رہنما اور معروف پیر طریقت حضرت مولانا محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ تھے آپ بھی دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ تقسیم کے بعد میاں چنوں میں تشریف لائے۔ دینی مدرسہ و جامع مسجد قائم فرمائی۔ وہاں پر آپ کا مزار مبارک ہے۔ اسی طرح سلیم پور میں ایک اور دینی شخصیت تھی۔ جامعۃ الرشید کراچی کے بانی حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ بھی سلیم پور کے تھے اور ان کے والدگرامی حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ تقسیم کے بعد یہ خاندان خیر پور سندھ ٹھیڑی کے قریب آباد ہوئے۔ پھر مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کراچی تشریف لائے تو آپ نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔

سلیم پور میں ماسٹر منظور احمد جو حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے، تقسیم کے بعد گوجرہ میں آ کر تشریف فرما ہوئے۔ یہ سلیم پور کے سکول میں ٹیچر تھے۔ جس زمانہ میں مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں پڑھا۔

ان چاروں حضرات کے بعد پانچویں شخصیت جن کا تذکرہ آج بھی سلیم پور لدھیانہ کے جھومر کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ ہمارے مخدوم حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے فقیری میں بادشاہی کی اور ایک جہاں کو اپنا گرویدہ کیا۔ حق تعالیٰ آپ کی قبر مبارک پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ آمین!

مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا تذکرہ

گزشتہ صفحات میں گزر چکا کہ مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا اسم مبارک حافظ محمد یوسف تھا۔ تقسیم سے قبل حضرت حافظ محمد یوسف سلیم پور کی ایک مسجد میں چار پانچ سال امامت کراتے رہے۔ آپ متوسط درجہ کے زمیندار بھی تھے۔ خاندانی پیشہ زراعت تھا۔ مشرقی پنجاب کی سونا اگلنے والی زمین ارائیں ذمہ دار کے ہاتھوں اور زیادہ زرخیز ثابت ہوتی ہے۔ حافظ صاحب نے تقسیم کے بعد جب شورکوٹ کے قریب رہائش رکھی تب بھی خدمت قرآن مجید سے اپنے آپ کو جوڑے رکھا۔

شورکوٹ سے جھنگ ریلوے لائن پر ایک اسٹیشن ’’وریام‘‘ ہے۔ آپ یہاں بچوں کو قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے۔ مشہور ہے کہ آپ کے پاس کچھ جنّات بھی پڑھتے تھے۔ کئی مرتبہ یہ جنّات انسانی شکل میں آ کر مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کو اٹھائے پھرتے، کھلاتے پلاتے۔ ایک مرتبہ ایک جن مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کو اٹھا کر دکان سے چیز دلانے لے گیا۔ وہاں جا کر ساری چیزیں سمیٹ لیں تو دکاندار بیچارہ ڈر گیا۔ اس کے بعد حافظ محمد یوسف نے اس کو کہہ دیا کہ اب تم یہاں سے چلے جاؤ اور ان کو رخصت کر دیا۔ لیکن پھر بھی کبھی کبھار وہ ان کے پاس ملنے کے لئے آتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کمالیہ کی ایک مسجد میں دوپہر کے وقت آ کر لیٹے تو وہ جن آ کر کبھی ادھر سے کبھی ادھر سے کروٹیں دینے لگا۔ مولانا جب کچھ تنگ ہوئے تو چت لیٹ کر اس کو کہا کہ اچھا اب لگا لو جتنا زور لگا سکتے ہو۔ پھر وہ چلا گیا۔

حافظ محمد یوسف سادہ مزاج اتنے کہ ایک مرتبہ گھر سے ’’وریام والا‘‘ جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ اسٹیشن پر پہنچے تو جو ٹرین مخالف سمت رخ کر کے کھڑی تھی، اسی پر سوار ہو گئے۔ چلنے لگی تو معلوم ہوا، اور چلتی ٹرین سے اترنے لگے تو گرنے کی وجہ سے ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اعزہ نے پہنچ کر سنبھالا۔ اس دور کے مطابق ہڈی باندھنے والے کے پاس لے جا کر ہڈی کو بندھوانا چاہا اور اسی دوران ہارٹ اٹیک ہوا تو خالق حقیقی سے جا ملے۔ یہ ۲۶/ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۱/اپریل ۱۹۶۳ء کی بات تھی۔ جب مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ ابھی تدریسی زندگی کے آٹھویں سال میں تھے اور آپ کی زندگی کا یہ دوسرا بڑا سانحہ تھا۔ اس سے قبل ۱۳۷۳ھ، مطابق ۱۹۵۴ء میں چھوٹی ہمشیرہ داغ مفارقت دے چکی تھیں۔

حضرت حافظ محمد یوسف خانقاہ سراجیہ کے شیخ ثانی حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سلیم پوری لدھیانوی سے بیعت تھے۔ حافظ صاحب انتہائی مرنجاں مرنج، منکسر المزاج شخصیت تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو سراپا خیر بنایا تھا۔ وہ ہمارے مخدوم مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد تھے۔

مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش

مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۵؍جون ۱۹۳۴ء، مطابق ۲۱؍صفر ۱۳۵۳ھ بروز منگل کو ہوئی۔

تعلیم

حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کو چھ سال کی عمر میں علاقے اور برادری کے رسم و رواج کے مطابق سلیم پور کے گورنمنٹ ہائی سکول میں داخل کروادیا گیا۔ سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ سلیم پور کی ایک چھوٹی سی مسجد جس میں مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ بچوں کو پڑھاتے تھے ان سے چند پارے قرآن مجید کے ناظرہ پڑھے۔ یہ ہونہار، ذہین طالبعلم، شوروشغب، لہو ولعب سے دور رہ کر اپنی تعلیم میں ہر جماعت میں اعلیٰ نمبروں سے امتیازی پوزیشن لے رہا تھا۔ آپ کے ایک رفیق درس جو خانیوال شہر میں مقیم ہیں، جن کا نام ماسٹر حبیب اللہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مولانا عبدالمجید سلیم پور کے ہائی سکول میں ہمارے ساتھ پڑھتے تھے۔ آپ بچپن سے شریف الطبع تھے۔ اپنے کام سے کام رکھتے تھے۔ روزانہ سبق انہیں یاد ہوتا تھا۔ ہر امتحان میں پوزیشن ہولڈر رہتے تھے۔ ہندو اساتذہ بھی آپ کی قابلیت کی وجہ سے آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ آپ کبڈی کے بڑے ماہر تھے اور بڑے شوق سے کھیلتے تھے۔ اس کھیل میں وہ دوستوں سے ہمیشہ بازی لے جاتے تھے۔ مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ مشرقی پنجاب میں اپنی ابتدائی تعلیم کے دوران میں دو واقعات بڑی اہمیت سے بیان فرماتے تھے:

سلیم پور کے دو واقعات

۱...... ’’ایک مرتبہ سلیم پور میں ہمارے ایک بزرگ حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ تشریف لائے۔ ہم اس وقت چھوٹے بچے تھے۔ ہم کئی سارے بچے مل کر کھیل رہے تھے کہ اچانک ہماری نظر ان پر پڑی تو ہمارے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت کے ساتھ مصافحہ کرنا چاہئے۔ لیکن ہمارے لئے مشکل یہ تھی ہم نے اس وقت صرف نکریں پہنی ہوئی تھیں اور قمیص

نہیں پہن رکھی تھی۔ اس حالت میں مصافحہ کرنے میں ہم نے شرم محسوس کی۔ لیکن ہم میں سے ایک بچے نے قمیص پہنی ہوئی تھی تو ہم نے یہ ترتیب بنائی کہ باری باری اس قمیص کو پہن کر حضرت سے مصافحہ کرتے ہیں۔ آخر کار ہم سب نے باری باری حضرت سے مصافحہ کر ہی لیا۔“

مولانا محمد عبداللہ المعروف حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ اسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ خانقاہ سراجیہ کے بانی مولانا احمد خان رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز اور جانشین تھے۔ مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے وطن مالوف سلیم پور تشریف لاتے تو علاقہ کے مسلمان بہار کے پھولوں کی طرح شگفتہ ہو جاتے تھے۔“

۲...... اسی طرح اپنی ابتدائی تعلیم کے دوران کا یہ واقعہ بھی بیان فرماتے تھے کہ آپ جب سکول میں پڑھتے تھے تب ہندوستان میں آزادی کی تحریک زوروں پر تھی۔ اس کے آخر میں تحریک پاکستان نے ہندوستان کے مسلمانوں کی اپنی طرف توجہ مبذول کرائی۔ اس زمانہ میں ایک دینی جلسہ میں شرکت کے لئے شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے سلیم پور تشریف لانا تھا۔ آپ کی تشریف آوری کے دن مولانا عبدالمجید نے سکول سے غیر حاضری کی۔ جلسہ میں گئے لیکن حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف نہ لائے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، دوسرے حضرات تشریف لائے۔ اگلے روز ایک آنہ سکول سے غیر حاضری کا جرمانہ ادا کیا۔ تعلیم کے دوران ہی پھر اطلاع ملی کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں۔ مولانا عبدالمجید فرماتے تھے کہ یہ سنتے ہی سکول سے سیدھا جلسہ گاہ گیا۔ حضرت تشریف لائے۔ بیان فرمایا۔ چونکہ مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن کا دور تھا۔ فرماتے تھے کہ یہ تو یاد نہیں کہ آپ نے کیا بیان فرمایا، تاہم زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا اور آپ سے ملاقات کا نقش بھی دماغ میں محفوظ ہوا۔ جلسہ کے بعد حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ تانگہ کے ذریعہ گاؤں کے مختلف دوستوں کے ہاں تشریف لے گئے تو مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ بھی تانگے کے ساتھ ساتھ دوڑتے جاتے تھے۔ یہ غیر شعوری محبت تھی جس نے دل میں گھر کیا۔ اگلے روز سکول گئے تو غیر حاضری کا پھر ایک آنہ جرمانہ ادا کیا۔ فرماتے تھے کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بچپن کی ملاقات سے جو محبانہ تعلق قائم ہوا اس کا آخیر عمر تک سرور نہ صرف برقرار رہا بلکہ روز افزوں رہا۔

۳...... سلیم پور کے اسی سکول میں ماسٹر منظور احمد بھی ٹیچر تھے۔ مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۹ء، ۱۹۴۰ء میں سلیم پور کے سکول میں داخل ہوئے۔ ابھی ساتویں پاس کی یا مڈل تک پہنچے کہ ہندوستان کی تقسیم ہوگئی اور پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔

پاکستان آمد کے حالات

ضلع لدھیانہ میں بکثرت مسلمان آباد تھے۔ یہ مشرقی پنجاب کا ایک ضلع تھا۔ یہ ہندوستان کے حصہ میں آیا تھا۔ مسلمانوں نے یہاں سے ہجرت کی تو سلیم پور کے مسلمانوں اور آپ کی برادری اور خاندان کے حضرات نے بھی پاکستان کے لئے قافلہ کے ہمراہ سفر کیا۔ اس وقت آپ کی عمر بارہ تیرہ سال تھی۔ ۱۰ر ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ، مطابق ۲۶ر اکتوبر ۱۹۴۷ء بروز ہفتہ عیدالاضحیٰ کے دن یہ قافلہ مہاجرین فیروز پور سے چل کر گنڈا سنگھ عبور کر کے دن کے ۲ر بجے عین ظہر کے وقت پاکستان کی سرحد میں داخل ہوا۔ یہ قافلہ چلتا چلاتا آخر بوقت عشاء قصور کیمپ پہنچا۔ تین سے چار روز تک اس تھکے ماندے قافلے نے آرام کیا۔ یہاں سے یہ قافلہ لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ لاہور میں ہیضہ پھیلنے کی وجہ سے قافلے کا رخ نہر کے کنارے رائیونڈ کی طرف پھیر دیا گیا۔ رائیونڈ کچے راستہ سے لاہور ملتان روڈ پر آئے۔ بھائی پھیرو سے ہیڈ بلوکی ہوتے ہوئے چیچکی پہنچے۔ یہاں تک یہ سارا سفر پیدل ہوا۔ آگے چیچکی سے جڑانوالہ تانگے پر اور جڑانوالہ سے فیصل آباد تک کا سفر بس کے ذریعہ ہوا۔ اس قافلہ نے جس میں مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے اس نے بیرون ریل بازار پوسٹ آفس کے سامنے سڑک پر رات بسر کی۔ دوسرے دن بس کے ذریعے گوجرہ پہنچے۔ دو تین یوم غلہ منڈی کے باہر اسٹیشن کی طرف سڑک پر گزارے۔ پھر ۲۵۷ گ.ب چیتھے روانہ ہوگئے۔ کیونکہ آپ کے اہل قرابت ننہال خاندان جگرانواں سے براستہ امرتسر یہیں منتقل ہوگئے تھے۔ آپ نے اپنے گھر والوں کے ساتھ یہاں دو ماہ تک قیام فرمایا۔ بعدازاں چک ۱۶۳ گ.ب جامارا منتقل ہوگئے۔ کیونکہ سلیم پور ہندوستان کے اکثر لوگ یہیں آباد ہوگئے تھے۔

مریدوالا کے قریب ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں معروف گاؤں موروثی پور ہے۔ پاکستان میں آنے کے بعد آپ کے والدین نے آپ کو ایم. بی ہائی سکول موروثی میں ۱۹۴۸ء میں داخل کرایا۔ آپ کو مڈل کلاس میں داخلہ ملا۔ آپ نے یہاں سے مارچ ۱۹۴۹ء، مطابق جمادی الاوّل ۱۳۶۸ھ میں مڈل کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کرلیا۔ یہاں ہیڈ ماسٹر اللہ دتہ تھے جو دارالعلوم ربانیہ پھلور کے مہتمم بھی تھے۔ ان کے ساتھ بانی جامعہ ربانیہ مولانا فضل کریم انگلش کے استاذ اور مولانا عبدالغفور عربی ٹیچر تھے۔ ان حضرات نے آپ کے جذبہ حصول علم دین کو مزید نکھارا۔ ظاہری اسباب کچھ بھی ہوں کیونکہ اسباب اللہ تعالیٰ پیدا کر دیا کرتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ قدرت نے اپنے دین متین کی خدمت اور اشاعت قرآن وحدیث کا اعلیٰ ترین حصہ احقاق حق اور

ابطال باطل کی جدوجہد اور احیاء سنت کا درد وغم جو آپ کے حصہ میں رکھ چھوڑا تھا، اس کے لئے آپ کے دل کا پلٹ کر اس دین کے راستے پر ہو لینا ایک لازمی اور قدرتی بات تھی جس نے ہر صورت میں پورا ہو کر رہنا تھا۔

دارالعلوم ربانیہ پھلور میں تعلیم

دارالعلوم ربانیہ پھلور میں آپ نے دینی تعلیم کے لئے داخلہ تو لے لیا لیکن خاندان کے بہت سارے قریبیوں نے بھی اس کو مستحسن نہ سمجھا۔ بعض نے تو یہاں تک بھی فرمایا کہ ملاں بن کر کھائے گا کہاں سے؟ غرض آپ کے دینی تعلیم پڑھنے کے فیصلہ پر برادری سے شدید منفی ردعمل سامنے آیا۔ اس ردعمل کا یہ بھی اثر ہوا کہ اپنے حضرات سے مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ گویا کٹ کر رہ گئے۔ ان نامساعد حالات کے باوجود آپ نے جو راستہ اختیار کیا استقامت کے ساتھ اس پر رواں دواں رہے۔ یمین و یسار کی پرواہ کئے بغیر دینی علم کے حصول کے لئے مکمل یکسوئی سے عمل پیرا رہے۔

یہاں بے جا نہ ہوگا کہ اس بات کا تذکرہ کر دیا جائے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے عالم ربانی بنایا۔ آپ کے علم نافع کے باعث پوری دنیا میں آپ کے شاگردوں کی جماعت پھیل گئی۔ پاکستان کے ایک دینی ادارہ کے سربراہ اور مہتمم بنے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت پر فائز ہوئے تو اپنے طلباء سے کبھی کبھار فرماتے کہ دیکھو میرے جسم پر جو سوٹ ہے یہ برطانیہ کا ہے۔ اس کی قیمت پاکستانی روپیوں میں اتنے ہزار ہے۔ میرے برادری کے بھائی زندہ ہوتے تو میں انہیں کہتا کہ یہ عزت اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو دی ہے جس کے متعلق آپ کہتے تھے کہ ملاں بن کر کھائے گا کہاں سے؟ یہ تو فتوحات کے دور کی باتیں ہیں۔

جب آپ دارالعلوم ربانیہ پھلور میں زیر تعلیم تھے۔ تب آپ کے استاذ شیخ الحدیث مولانا محمد رفیق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمایا کہ کل میرے ساتھ سفر پر جانا ہے۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ استاذ صاحب کو تعجب ہوا۔ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم کلاس مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ نے استاذ صاحب سے عرض کیا کہ تن بدن پر ملبوس کپڑوں کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی لباس نہیں۔ جو لباس زیب تن ہے اس کی خستہ حالت آپ کے سامنے ہے۔ استاذ محترم نے اپنا کرتا عنایت کیا جسے پہن کر آپ نے استاذ صاحب کے ساتھ سفر کیا۔ صرف ایک واقعہ سے اندازہ فرمائیں کہ آپ نے کن نامساعد حالات میں تعلیم کے سفر کو جاری رکھا۔

مدرسہ ربانیہ میں آپ کی تعلیم کا پہلا سال تھا کہ آپ نے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اعمال قرآنی سوا روپے کی خریدی اور پڑھا۔ تعویذ وغیرہ کے ساتھ تو زندگی بھر آپ کو مناسبت پیدا نہیں ہوئی۔ اعمال قرآنی میں ایک وظیفہ لکھا تھا کہ: ”جمعہ کے دن بعد نماز عصر جو آدمی چالیس مرتبہ آیت الکرسی ایک جگہ بیٹھ کر پڑھے تو اس سے دل میں ایک رقت کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کیفیت کے ساتھ جو دعا مانگی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔“ چنانچہ آپ عصر کے بعد مدرسہ سے باہر چلے گئے۔ مدرسہ کے اردگرد ریتلے ٹیلے اور جھاڑیاں وغیرہ تھیں۔ اس زمانہ میں آبادی بالکل نہ تھی۔ نفل پڑھنے کا تو وقت مکروہ تھا۔ لہٰذا نہیں پڑھے۔ ایک جھاڑی کے ساتھ بیٹھ کر آپ نے یہ وظیفہ پڑھا اور مغرب تک اپنے اللہ سے پوری توجہ اور انہماک سے یہ دعا مانگتے رہے۔ ”**اللھم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعہ وارنی الباطل باطلاً وارزقنی اجتنابہ**“ اے اللہ مجھے حق کی پہچان کروا۔ اس کی پیروی کرنے کی توفیق عطاء فرما اور باطل کی پہچان کروا۔ اس سے بچنے کی توفیق عطاء فرما۔ صرف یہی نہیں بلکہ قبولیت دعا کے ہر موقع پر آپ نے عقل سلیم اور طبع مستقیم کی دعا مانگی ہے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ عقل سلیم اور طبع مستقیم اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ کیونکہ عقل سلیم مل گئی تو حق و باطل میں فرق کرنا، دوست و دشمن کی تمیز کرنا، اچھے برے میں تفریق کرنا آسان ہو جاتا ہے اور طبع مستقیم مل گئی تو حق کو قبول کرے گی اور باطل سے دور بھاگے گی۔

حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی اساتذہ جن سے آپ نے جامعہ ربانیہ میں تعلیم حاصل کی وہ یہ ہیں۔ نائب مہتمم مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ تھے ان سے گلستان، بوستان، مالابدمنہ اور مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نشر الطیب اور مولانا محمد رفیق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے سورۃ یونس سے سورۃ حج کے اختتام تک ترجمہ قرآن کریم پڑھا اور ساتھ ہی صغریٰ، کبریٰ اور منطق کے دیگر رسائل بھی پڑھے۔ علاوہ ازیں مولانا محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ، حافظ نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے مختلف اسباق کا درس لیا۔

شادی خانہ آبادی

مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ ابھی آغاز تعلیم کے سفر پر تھے کہ کمالیہ کے ایک کھاتے پیتے گھرانے کو اللہ تعالیٰ نے آپ پر مہربان کر دیا۔ اس قصہ کی تفصیل خود حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی پڑھئے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ:

’’میں جامعہ ربانیہ میں پڑھتا تھا کہ اسی عرصہ میں ایک نیک سیرت خوبصورت شخصیت محترم جناب ماسٹر محمد رمضان تشریف لائے اور مجھ سے مختلف باتیں کرتے رہے۔ دوران گفتگو مجھ سے پوچھنے لگے کہ آپ دین تو پڑھ رہے ہیں لیکن آپ اپنے روزگار کا بعد میں کیا بندوبست کریں گے؟ حضرت شیخ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں جواب دیا کہ ہم نے تو یہ پڑھا ہے کہ آدمی اتنا رزق کو تلاش نہیں کرتا جتنا کہ رزق آدمی کو تلاش کرتا ہے۔ وہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد انہی کے ہاں میرا رشتہ طے ہوگیا۔‘‘

چنانچہ ۲۲؍صفر المظفر ۱۳۷۱ھ، مطابق ۲۳؍نومبر ۱۹۵۱ء جمعہ کو اسی خاندان کی ایک پارسا، زاہدہ، عابدہ، اطاعت شعار، علم دوست، ہم مزاج، سلیقہ مند، وفادار خاتون کے ساتھ آپ کا نکاح ہوگیا۔ یہ نیک طینت خاتون آپ کے لئے یقیناً **خیر متاع الدنیا المرئۃ الصالحۃ** کا مصداق تھیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم کا یہ دوسرا سال تھا۔ ایسے حالات میں اکثر طلباء اپنی تعلیم چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ مگر شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس آزمائش پر بھی پورے اترے اور اپنی تعلیم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور اس کے ساتھ ساتھ سسرالی خاندان کے لوگوں نے نہ صرف اپنی دختر کو اپنے گھر میں رکھا۔ بلکہ جہاں تک ان سے ہوسکا انہوں نے ہمیشہ تعاون برقرار رکھا۔

مولانا کی اہلیہ محترمہ صابرہ شاکرہ خاتون تھیں۔ اپنے والدین کے گھر پر ہی کڑھائی، سلائی کا کام کرتیں اور یوں مولانا عبدالمجید کی تعلیم کی تکمیل کے لئے خرچہ کا انتظام کرتیں۔ اگر آپ کی اہلیہ محترمہ نے آپ سے بہت ہی اکرام واحترام کا معاملہ کیا تو تعلیم مکمل ہونے کے بعد جب آپ نے تدریس کا آغاز کیا اور آگے چل کر وسعتوں اور فتوحات کا دور شروع ہوا تو پھر مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے بحکم قرآنی **ھل جزاء الاحسان الاالاحسان** اور بحکم حدیث شریف **خیر کم خیر لاھلہ** کا مکمل نمونہ پیش فرمایا۔ آپ نے جہاں تدریس کی، اہلیہ کو ساتھ رکھا۔ گھر کے تمام معاملات پر اہلیہ کی رائے کو فوقیت دی۔ زندگی میں رائے کا اختلاف تو فطرتی امر ہے۔ لیکن تو تکرار، تھوکا فضیحتی، کدورت، کبیدگی یا نفرت تک کبھی معاملہ نہیں کیا۔ حسن معاشرت کی بہترین مثال حضرت مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی اہلیہ محترمہ کا وجود تھا۔ کھانے، پکانے، اشیاء ضروریات وکپڑوں کی خریداری میں اہلیہ محترمہ کی رائے کو حتمی درجہ حاصل تھا۔ غرض وہ گھر کی چاردیواری کی صحیح معنوں میں ملکہ تھیں۔

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ جہاں رہے طلباء ان پر جان چھڑکتے تھے اور آپ بھی طالب علموں پر پدرانہ شفقت فرماتے تھے۔ گھر پر جو چیز پکی ہوتی جو ساتھی آجاتے وہ اپنا

حصہ وصول کر جاتے۔ اہلیہ محترمہ پر مولانا کی فیاضی ومہمان داری کبھی گراں نہیں گزری۔ بلکہ واقف کار دوستوں کی شہادت ہے کہ ان طلباء عزیز کے لئے مولانا عبدالمجید بمنزلہ باپ کے تھے تو آپ کی اہلیہ محترمہ بمنزلہ مادر مہربان کے طلباء کے لئے سایہ رحمت تھیں۔ مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کے تمام شاگردوں میں محترمہ کو خالہ جی کے نام سے یاد کیا جاتا۔ اللہ رب العزت کی شان بے نیازی کہ مولانا عبدالمجید کی صلبی اولاد نہ تھی۔ اس پر دوستوں نے مولانا سے عرض کیا کہ آپ عقد ثانی کر لیں۔ مگر آپ فرمادیتے کہ عقد ثانی سے بھی اولاد نہ ہوئی تو پھر؟ کیا آپ مجھے تقدیر سے مقابلہ کا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد دینی ہے تو اس گھر میں سے ہو جائے گی۔ نہیں دینی تو اس کی تقدیر پر راضی ہوں۔ میڈیکل لحاظ سے میاں بیوی فٹ تھے لیکن تقدیر غالب رہی کہ آخر تک اولاد نہ ہوئی۔ فطرتی طور پر مرحومہ کی طبیعت پر اس کا اثر رہا۔ وہ خاندان کی قریبی بچیاں لاتیں، انہیں تعلیم سے آراستہ کرتیں۔ بچیوں کی طرح ان کو پالتی پوستی تھیں۔ لیکن آخر وقت تک طبعی طور پر اولاد کے نہ ہونے کا قلق رہا۔ کسی خاتون کا سنا کہ وہ لاولد تھیں فوت ہوگئیں تو انہیں صدمہ ہوا کہ ان کی وفات پر کوئی چار آنسو بہانے والا بھی نہ تھا۔ حضرت مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلتا آپ انہیں تسلی دیتے کہ بھلی لوگ! کیوں فکر کرتی ہو۔ آپ کا میرا جب بھی جنازہ اٹھا، اتنے رونے والے ہوں گے کہ کسی میت پر ہمارے زمانہ میں اتنے کسی کے ورثاء رونے والے نہ ہوں گے۔

یہی ہوا محترمہ کا مولانا مرحوم کے وصال سے چند سال قبل ۳۰؍شوال ۱۴۲۷ھ، ۲۲؍نومبر ۲۰۰۶ء کو وصال ہوا۔ اگلے دن عظیم الشان مثالی جنازہ ہوا۔ کہروڑپکا، قرب وجوار کے متعلقین، طلباء سے، مدرسہ کا گراؤنڈ بھر گیا۔ مرحومہ کے جنازہ کو کمالیہ لے جایا گیا۔ وہاں جنازہ ہوا جم غفیر جنازہ پر اُمڈ آیا۔ باب العلوم میں مولانا مرحوم کے ہاں اہلیہ کی تعزیت کے لئے لوگوں کا تانتا بندھا رہا۔ مرحومہ کے ساتھ حضرت مولانا عبدالمجید مرحوم کا حسن سلوک کیسے تھا، قارئین اندازہ کریں کہ آپ پوری رقم مشاہرہ کی لا کر ان کے سپرد کر دیتے۔ ضرورت کے مطابق دونوں کا خرچہ چلتا رہتا۔ قناعت شعار اہلیہ نے پسماندہ سے اپنی پسند کے زیورات بنوائے یا جو سسرال سے ملے وہ بھی تھے۔ عمر بھر ان کے زیر استعمال رہے۔ مرحومہ کے وصال کے بعد مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے تمام زیورات فروخت کر کے جامعہ اسلامیہ باب العلوم کے بنات کے مدرسہ کا ایک دارالحدیث تیار کرادیا۔ جہاں وہ مدتوں مرحومہ کے لئے ذخیرہ آخرت کے طور پر کام آئے گا، وہاں ان کی یاد بھی قائم رہے گی۔ زہے نصیب!

مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پسماندہ سے رقم اکٹھی کرکے اپنے والدین کے ایصال ثواب کے لئے بھی باب العلوم میں کمرے تعمیر کرائے۔ والدین کی جانب سے جو جائیداد یا دمولانا مرحوم کو وراثت میں ملی اس کو فروخت کرکے وہ رقم بھی باب العلوم پر خرچ کرڈالی۔

اہلیہ کے وصال کے بعد تو مولانا نے جامعہ اسلامیہ باب العلوم سے تنخواہ لینا بھی بند کردی۔ فرمایا کہ صرف مرحومہ کے نان ونفقہ کی شرعاً مجھ پر ذمہ داری تھی۔ مرحومہ کے جانے کے بعد اب وہ بھی نہیں رہی تو تنخواہ لے کر کیا کریں گے؟ رفقاء شاگرد ہدیہ دیتے جو خرچ ہوتا رہتا جو بچ رہتا وہ بھی طلباء کی اعانت فرمادیتے۔ نہ معلوم کتنے طلباء ہوں گے جن کے مصارف کا آپ اہتمام فرماتے تھے۔ یہ چیزیں ارتجالاً نوک قلم پر آگئیں۔ ورنہ تو واقعات کی ترتیب سے اتنا عرض کرنا مقصود تھا کہ دارالعلوم ربانیہ پھلور میں تعلیم کے دوران آپ کی شادی ہوگئی۔

پہلے شاید گزر چکا کہ جامعہ امدادیہ اسلامیہ فیصل آباد کے بانی مولانا نذیر احمد اور مولانا عبدالمجید نہ صرف ایک ساتھ ربانیہ میں پڑھتے رہے بلکہ کمرہ بھی ایک تھا۔ دونوں میں برادرانہ، محبانہ تعلقات تھے۔ مولانا نذیر احمد کا خاندان تقسیم کے بعد فیصل آباد کے قریب سمندری روڈ پر چک روشن والا میں قیام پذیر تھا۔ آپ کے چچا حاجی محمد طفیل نے اشرف الرشید کے نام پر روشن والا میں مدرسہ قائم کررکھا تھا۔ مولانا نذیر احمد دارالعلوم ربانیہ سے اپنے ٹاؤن روشن والا اشرف الرشید میں پڑھنے کے لئے چلے آئے۔ ان کو سڑک پر الوداع کہنے کے لئے مولانا عبدالمجید ہمراہ تھے۔ بس پر سوار کرایا۔ مولانا عبدالمجید واپس کمرہ میں آئے تو مولانا نذیر احمد کے تشریف لے جانے پر سخت دل گرفتہ ہوگئے۔ بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔ طبیعت اچاٹ ہوگئی۔ دارالعلوم ربانیہ کے اساتذہ کی محبت کے باعث کچھ عرصہ رہے۔ لیکن مولانا نذیر احمد سے برادرانہ محبت کے باعث جدائی نے گہرا طبیعت پر اثر کیا۔ چنانچہ نئے تعلیمی سال سے آپ بھی ربانیہ سے روشن والا پڑھنے کے لئے آگئے۔

جامعہ اشرف الرشید روشن والا میں داخلہ

حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ شوال ۱۳۷۰ھ، بمطابق جولائی ۱۹۵۱ء میں روشن والا فیصل آباد جامعہ اشرف الرشید جس کی بنیاد حاجی محمد طفیل مرحوم، حاجی علی احمد نمبردار اور ماسٹر ہدایت اللہ مرحوم نے رکھی تھی۔ یہاں مزید حصول تعلیم کے لئے تشریف لائے۔ اس ادارہ میں ۱۳۷۹ھ ذوالحجہ

تک مولانا حمید الرحمٰن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ مدرس رہے۔ پھر یہاں مولانا مہابت خان کیمبل پوری رحمۃ اللہ علیہ[1] تشریف لائے۔ انہی دو حضرات سے حضرت شیخ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے متوسط درجہ کی کتب پڑھیں اور یہاں آپ کے ہم سبق ساتھیوں میں شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد اور شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید انور رحمۃ اللہ علیہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

بزرگوں کی زیارت کا شوق

سلیم پور لدھیانہ میں سکول کی تعلیم کے دوران:

۱...... حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے سکول سے دو دن ناغہ کرنا۔

۲...... حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ سراجیہ والوں کی زیارت کے واقعات پہلے گزر چکے۔ ایک اسی طرح کا واقعہ دار العلوم ربانیہ کی تعلیم کے دوران بھی پیش آیا۔

۳...... چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ:

''جب میں جامعہ ربانیہ ٹوبہ میں پڑھتا تھا، تو اس وقت امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت اور تقریر سننے کے لئے ٹوبہ سے کمالیہ تک پیدل آیا تھا۔ یہ کم از کم اٹھارہ، انیس میل کا فاصلہ ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں کہ ان بزرگوں کے ساتھ تعلق کی بناء پر یہ ایک کشش تھی۔ اللہ کا شکر ہے جیسے ان کو دیکھا جی چاہتا ہے کہ اللہ ویسا بننے کی توفیق دے۔ جو کچھ ہوگا اللہ کی توفیق سے ہوگا۔ لیکن کم از کم اتنا تو کہہ سکتا ہوں کہ ہم نے دیکھا ہے کہ انسان کیسے ہوتے ہیں؟ ان کو دیکھنے کے ساتھ اتنا طبیعت پر اثر ہوگیا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ حقیقت میں انسان یہ لوگ تھے اور اللہ نے ان کو انسانیت کے شرف سے نوازا تھا۔ ان کے دن کیسے تھے؟ ان کی راتیں کیسی تھیں؟ یہ خدا سے کیسے ڈرتے تھے؟ اللہ کی عبادت کیسے کرتے تھے؟ ان کے سامنے آنے سے پتہ چلتا ہے کہ انسان ایسا ہوتا ہے اور انسانوں کو ایسا رہنا چاہئے۔''

---

[1] مولانا مہابت خان چھچھ کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔ روشن والا پھر فیصل آباد اشرف المدارس پڑھاتے رہے۔ باغ والی مسجد فیصل آباد میں امام وخطیب رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ممتاز مرکزی رہنما مولانا ریاض احمد خان درانی، مولانا مہابت خان کے صاحبزادہ اور جانشین ہیں۔ مولانا مہابت خان بڑے وجیہہ، دراز قد، رعب وداب والی شخصیت تھے۔ طرّہ والی پگڑی باندھتے تو آپ کی شخصیت کے جلال میں اور اضافہ ہوجاتا۔

۴...... اسی طرح روشن والا میں پڑھائی کے دوران کا ایک واقعہ خود سناتے تھے:

’’میں چک روشن والا میں پڑھتا تھا جو فیصل آباد شہر سے تقریباً آٹھ، نو میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس دوران فیصل آباد میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم دارالعلوم دیوبند انڈیا) تشریف لائے تو میں بھی ان کی زیارت کے لئے روشن والا سے فیصل آباد تک پیدل چل کر گیا۔ کیونکہ میں ان اکابرین کی زیارت وصحبت میں اپنے لئے بڑا قیمتی سرمایہ سمجھتا تھا۔‘‘

جامعہ قاسم العلوم ملتان میں داخلہ

جامعہ قاسم العلوم ملتان اس وقت پاکستان کی معروف دینی ومعیاری درسگاہ تھی۔ جس کی علمی شہرت شہرۂ آفاق تھی۔ اس درسگاہ میں درس دینے والی شخصیات، جن کے علم وعمل، زہد وتقویٰ اور اخلاص وللّٰہیت کی جہان میں ایک دھوم مچی ہوئی تھی۔ حدیث کی مجلسوں سے یہاں کے اساتذہ کی زندگیوں کا چمن آباد تھا۔ منقولات ومعقولات کے بے تاج بادشاہوں کے اس ادارہ میں حلقے لگتے تھے۔ فخر المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز شاگرد رشید شیخ المعقول والمنقول علامہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ سابق مدرس دارالعلوم دیوبند اور مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ جیسے فہم وفراست کے تاجدار موجود تھے۔ بہرحال حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ نے جن حضرات کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ وہ اپنے وقت کے جبال علم اور اخلاص واخلاق کے پیکر ومجسمہ تھے۔

۱۰ر شوال ۱۳۷۳ھ، بمطابق ۱۲ر جون ۱۹۵۴ء ہفتہ کے دن حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ اس عظیم ادارہ میں حصول علم کے لئے داخل ہوئے۔ یہاں آپ نے بڑی محنت کے ساتھ علم حاصل کیا۔ ہر وقت کتب بینی، اساتذہ کی علمی مجالس میں شرکت، بزرگوں کی صحبت اور علمی بحث ومباحثے میں آپ پورے انہماک کے ساتھ مشغول رہے۔ گویا کہ علم آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ علم آپ کے لئے سامان راحت تھا۔ جس کے لئے آپ نے زندگی کی ہر راحت کو قربان کیا۔ آپ کے ایک رفیق درس مولانا عبدالحق کا بیان ہے کہ:

’’مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ پورے ادارہ میں سب سے زیادہ لائق فائق، ذہین فطین تھے اور محنتی طلباء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ اس دوران متقی پرہیزگار تھے۔ مستقل مزاج تھے۔ لہو ولعب سے کوسوں دور رہتے تھے۔ اساتذہ کی ان پر شفقتیں بے پناہ تھیں اور یہ اساتذہ کا سب سے زیادہ احترام کرتے تھے اور اس وقت یہ اعلیٰ درجہ کے خطیب بھی تھے۔‘‘

جامعہ قاسم العلوم میں آپ کے اساتذہ

حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ قاسم العلوم ملتان میں سال اوّل کے اسباق میں مشکوٰۃ المصابیح کا ابتدائی حصہ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ سے اور باقی حصہ کی تکمیل حضرت مولانا محمد ابراہیم تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ حسامی، مسلم الثبوت، جلالین حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ مہتمم جامعہ قاسم العلوم سے اور سلم العلوم حضرت مولانا محمد ابراہیم تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ سال دوم شوال ۱۳۷۴ھ تا شعبان ۱۳۷۵ھ، مطابق مئی ۱۹۵۵ء تا اپریل ۱۹۵۶ء تک دورۂ حدیث شریف کے اسباق میں صحیح البخاری اور جامع الترمذی صدر مدرس جامعہ قاسم العلوم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح مسلم اور مؤطا امام مالک ومؤطا امام محمد مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ سے۔ سنن ابی داؤد، شمائل الترمذی حضرت مولانا علی محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اور سنن نسائی اور آثار المعانی للطحاوی حضرت مولانا محمد ابراہیم تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، ابن ماجہ مولانا عبدالقادر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔

حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے کہ:

”میں جن اساتذہ سے بہت زیادہ متأثر ہوا اور جن کی تربیت کا مجھ پر بہت گہرا اثر ہوا اور سفر وحضر کا میں ساتھی رہا، ان میں میرے تین اساتذہ ہیں۔ (۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ، بانی دارالعلوم کبیر والا۔ (۲) مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام پاکستان۔ (۳) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رفیق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کی اک اک ادا کو میں نے دیکھا اور ان کو اپنانے کی کوشش میں ساعی رہا۔“

سالانہ امتحان میں نمایاں پوزیشن

حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھ پڑھنے والے طلباء کی تعداد ۲۷ تھی۔ اپنے تمام ساتھیوں میں حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے زیادہ نمبر حاصل کئے۔ جس کی تفصیل جامعہ قاسم العلوم ملتان کے ریکارڈ کے مطابق مندرجہ ذیل ہے۔ یاد رہے اس وقت مدارس میں ہر کتاب کے لئے کل نمبر ۵۰ ہوتے تھے۔ لیکن حضرت شیخ نے ہر کتاب میں اعزازی نمبر حاصل کئے۔

نام کتاب	بخاری	مسلم	ترمذی	ابوداؤد	نسائی	ابن ماجہ	شمائل ترمذی	مؤطاامام محمد	مؤطاامام مالک
کل نمبر	50	50	50	50	50	50	50	50	50
حاصل کردہ نمبر	53	51	52	51	50	50	50	51	52
اعزازی نمبر	3	1	2	1	--	--	--	1	2

حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ، مطابق ۱۹۵۶ء کو جامعہ قاسم العلوم ملتان سے فارغ التحصیل ہوئے۔ جامعہ قاسم العلوم کے فاضلین میں آپ کا شمار ۷۰ویں نمبر پر ہے۔ ۲۴رصفر المظفر ۱۳۷۶ھ، بمطابق ۳۰ر ستمبر ۱۹۵۶ء کو بدست اقدس قطب الاقطاب امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کی دستار بندی ہوئی۔ اس تقریب سعید میں جبال علم اور مشاہیرین امت موجود تھے۔

رفقائے دورۂ حدیث شریف

(۱)مولانا عبدالفتاح بلوچستانی۔ (۲)مولانا نورالحسن (مظفر گڑھ)۔ (۳)مولانا محمد حسن۔ (۴)مولانا عبدالکریم (مظفر گڑھ)۔ (۵)مولانا بشیر احمد (فاضل پور، ڈیرہ غازیخان، مبلغ ختم نبوت)۔ (۶)مولانا محمد ظریف (فیصل آباد)۔ (۷)خطیب اسلام حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ (فیصل آباد)۔ (۸)مولانا محمد احمد (فیصل آباد)۔ (۹)مولانا رحمت اللہ (کھرڑیانوالہ)۔ (۱۰)مولانا محمد مسلم (فیصل آباد)۔ (۱۱)مولانا محمد عمر (برما)۔ (۱۲)مولانا قادر بخش (مظفر گڑھ)۔ (۱۳)مولانا خیر محمد (ستگنگ)۔ (۱۴)مولانا عبداللہ جان (بلوچستان)۔ (۱۵)مولانا عبدالحق (خانیوال)۔ (۱۶)مولانا محمد اشرف (جھنگ)۔ (۱۷)حضرت مولانا خلیل الرحمٰن (خانیوال)۔ (۱۸)مولانا نذیر احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)۔ (۱۹)مولانا غلام احمد (آزاد کشمیر)۔ (۲۰)مولانا اکبر شاہ (بنوں)۔ (۲۱)مولانا حسین احمد (جھنگ)۔ (۲۲)مولانا خان محمد۔ (۲۳)مولانا قاری محمد حنیف ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (نابینا معروف خطیب)۔ (۲۴)مولانا محمد نواز (بنوں)۔ (۲۵)مولانا سعید احمد (ملتان)۔ (۲۶)مولانا حاجی احمد (بہاولپور)۔ (۲۷)مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ۔

قاسم العلوم ملتان تعلیم کے دوران کے چند واقعات

ا...... ولی کامل حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کی مؤمنانہ فراست اور بصیرت افروز نظر مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ پر رہتی اور آپ اپنے ساتھیوں حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ اپنے استاذ

محترم کی خدمت میں حاضر رہتے۔ طلباء ان کی خدمت کرتے۔ پاؤں دباتے، مگر مولانا اس لائق شاگرد کو دبانے نہ دیتے۔ کرسی منگوا کر بیٹھنے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ یہ تیری جگہ ہے۔ استاذ محترم کی انہی توجہات علمیہ اور جامعہ قاسم العلوم کے بیش بہا تربیتی ماحول کا اثر تھا کہ جس نے مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کے علمی جذبوں کی تسکین کا وافر سامان مہیا کیا اور آپ علم وعمل کے میدان کے شاہسوار بن کر نکلے۔

۲...... حضرت مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ اپنی گوناگوں عمدہ صفات، تقویٰ، پرہیزگاری، اخلاص، سچائی، جذبہ صادق اور تمام رفقاء کے ساتھ ہمدردی و پیار کے سچے جذبہ کے باعث زمانہ طالب علمی سے اپنے ساتھیوں میں صوفی صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ ایک مرتبہ مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ سبق کے دوران فرمانے لگے کہ ’’بعض صوفیوں کے سینہ میں اتنی گرمی ہوتی ہے کہ گھی کا ٹین رکھ دیا جائے تو پگھل جائے۔‘‘ مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ قریب ہی بیٹھے تھے۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ پر ہاتھ مار کر کہنے لگے کہ ’’پھر تو آج سے ہم اپنا اسٹوو (چولہا) بیچ دیں۔ ہمارے صوفی کا سینہ کافی ہے۔‘‘

۳...... آپ زمانہ طالب علمی سے ہی مشتبہ چیزوں سے محتاط رہتے تھے۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ ’’قاسم العلوم میں ہم زیر تعلیم تھے۔ ہمارا ایک ساتھی جو فتویٰ بازی میں بڑا سخت اور بڑا بےباک تھا۔ دس محرم وغیرہ کی خیرات کو حرام کہتا تھا۔ مگر جب دس محرم کو چاول کہیں سے آئے تو وہ بھی کھانے کے لئے تیار ہوگئے۔ میں نے کہا کہ جناب کا فتویٰ تو حرمت کا ہے۔ آپ کیوں کھاتے ہیں؟ وہ کہنے لگا ’’مال موذی بدست غازی‘‘ خوب کھاؤ لیکن الحمدللہ میں آج تک ایسی مشتبہ چیزوں سے احتیاط کرتا ہوں۔‘‘

جامعہ نعمانیہ کمالیہ میں تدریس کا آغاز

جامعہ نعمانیہ کمالیہ حضرت مولانا قاری لطف محمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا قائم کردہ ہے۔ آپ ملک عزیز کے نامور صاحب طرز خطیب تھے۔ آپ اس ادارہ کے مہتمم اور خطیب تھے۔ آپ کی ۱۶؍اکتوبر ۱۹۵۷ء، مطابق ۲۱؍ربیع الاوّل ۱۳۷۷ھ کو ایک حادثہ میں شہادت ہوئی۔ حضرت قاری لطف اللہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے بانی مولانا مفتی فقیر اللہ رائے پوری کے صاحبزادہ تھے۔ قاری لطف اللہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہیں حضرت مولانا رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ نعمانیہ کمالیہ کے لئے جامعہ قاسم العلوم سے فراغت کے

بعد مئی ۱۹۵۶ء، مطابق شوال ۱۳۷۵ھ میں مولانا عبدالمجید کا تقرر کیا۔ آپ نے جامعہ نعمانیہ میں ایک سال پڑھایا۔ اگلے سال کے تعلیمی آغاز پر دوسرے مدرس آپ کے جگری دوست حضرت مولانا نذیر احمد فیصل آبادی بھی تشریف لائے۔

مولانا محمد عبداللہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ خیرالمدارس کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ مولانا نذیر احمد جامعہ خیرالمدارس سے فارغ ہوئے۔ مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ نعمانیہ کے لئے مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے استاد طلب کیا۔ آپ نے مولانا نذیر احمد کی تقرری کردی۔

مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طالب علمی کے زمانہ کے دوست کے لئے یہ ایثار کیا کہ جامعہ نعمانیہ کے جس کمرہ میں پڑھاتے تھے اس کمرہ کو مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ بنادیا اور خود اسی کمرہ کے برآمدہ میں اپنی درسگاہ بنالی۔ لیکن چند روز گزرے ہوں گے کہ تدریس کے دوسرے سال کے تعلیمی آغاز میں ہی ملتان جامعہ قاسم العلوم سے اساتذہ کا تار موصول ہوا کہ آپ پہلی ٹرین سے قاسم العلوم ملتان پہنچ جائیں۔ چنانچہ آپ نے ایسے کیا۔

قاسم العلوم ملتان میں تدریس

ادھر جامعہ قاسم العلوم میں انقلاب آ گیا تھا کہ صدر مدرس شیخ الحدیث مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے قاسم العلوم چھوڑ دیا اور اپنے نئے ادارہ دارالعلوم کبیروالا کا آغاز فرمایا تھا۔ حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ جب ملتان پہنچے تو حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مہتمم قاسم العلوم نے فرمایا کہ اب آپ ہمارے مدرس ہیں اور ساتھ ہی مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حکم ارشاد فرمایا کہ: ''جیسے مہتمم صاحب کہہ رہے ہیں ویسے کرتے چلے جائیں۔''

زمانہ طالب علمی سے آپ کا حضرت مفتی رحمۃ اللہ علیہ سے خاصہ تعلق تھا۔ عقیدت ومحبت بے انتہاء تھی۔ اس لئے ان کا حکم ٹال نہ سکے۔ بلکہ اس منصب کو بخوشی قبول فرمالیا۔ دوران تعلیم چونکہ اکابر کی حقیقت شناس نگاہوں نے آپ کی صلاحیتوں اور خداداد علمی ملکات کو پرکھ لیا تھا۔ ویسے بھی آپ کے ذاتی اوصاف اور علمی صلاحیتوں کا سب ہی کو اعتراف تھا۔ اس لئے مفکر اسلام مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ جیسے مدبر انسان کی نگاہیں آپ پر پڑیں اور آپ کو مسند درس وتدریس کا اہل ترین سمجھا۔ چنانچہ حضرات اساتذہ کرام کے اعتماد، محبت وشفقت کے سامنے سوائے سر تسلیم خم کرنے کے چارہ نہ تھا۔ آپ نے حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ساری صورتحال رکھی۔ ان

سے اجازت حاصل کی۔ حضرت مولانا نذیر احمد سے ملے۔ جامعہ نعمانیہ کے طلباء، اساتذہ، دوستوں سے اجازت لی اور ملتان جامعہ قاسم العلوم ملتان تشریف لائے۔

قاسم العلوم کے زمانہ تدریس کے حالات

۱...... حضرت مہتمم صاحب قاسم العلوم اور حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے بلامشورہ تقسیم اسباق کی فہرست میں آپ کا نام درج کر دیا جو ایک طرف آپ پر اپنے جلیل القدر اساتذہ کے اعتماد اور بجا طور پر فخر وناز کا مظہر تھا۔ جب کہ دوسری طرف اساتذہ کے ہاتھوں ایسے بڑے اسباق کا ملنا شاگرد ہونے کے حوالے سے حضرت مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بڑی سعادت مندی کی بات تھی۔ چنانچہ آپ کے حصہ میں حسامی، توضیح التلویح، شرح جامی اور دیوان حماسہ جیسی اہم ترین کتب فنون آئیں۔ دوسری طرف طلباء قاسم العلوم میں اضطراب وبے چینی کی کیفیت پیدا ہوگئی کہ اتنے اہم ترین اسباق ایک نوخیز اور نوآموز استاذ کے سپرد کر دیئے گئے ہیں۔ طلباء کا ایک وفد حضرت مفتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی بے چینی کا اظہار کیا۔ حضرت مفتی رحمۃ اللہ علیہ نے طلباء کی باتیں بڑی محبت سے سنیں اور پھر فرمانے لگے کہ:

''تمہاری تشویش اپنی جگہ سہی لیکن میرا اعتماد بھی غلط نہیں۔ آپ حضرات وقتی طور پر میری خاطر ادارے کے اس فیصلے کو قبول کرلو۔ مجھے قوی امید اور بھروسہ ہے کہ جب تم ایک دفعہ سبق پڑھ لوگے تو پھر آئندہ یہ درخواست لے کر آؤ گے کہ ہمارے تمام اسباق ان کے سپرد کر دیئے جائیں۔''

حضرت مفتی رحمۃ اللہ علیہ کی تسلی حقیقت پر مبنی تھی۔ چنانچہ حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خداداد ذکاوت وذہانت اور علم وفراست کی بناء پر بہت جلد عام مقبولیت اور علمی حلقوں کی گرویدگی حاصل کرلی۔ اس مسند علم وفضل پر فائز ہونے کے بعد آپ کے اوصاف اور کمالات کے حقیقی جواہر کھلتے اور نکھرتے گئے۔ جو طالب علم بھی آپ کے سبق میں بیٹھتا وہ علم وفضل کے اس خزانے سے اپنے دامن کو بھر کر اٹھتا تھا۔ جامعہ قاسم العلوم کے طلباء میں آپ کا انداز تفہیم وتدریس معروف ومشہور تھا۔ حضرت مفتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے نکلے ہوئے جملے کی صداقت طلباء کے سامنے آنے لگی۔

۲...... حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کا جامعہ قاسم العلوم ملتان میں شوال ۱۳۷۶ھ، بمطابق مئی ۱۹۵۷ء کو تقرر ہوا۔ ایک سال کا عرصہ آپ یہاں رہے۔ ہر چیز سے کٹ کر آپ پورے انہماک سے کتب بینی، عبادت وریاضت اور درس وتدریس میں مشغول رہے۔ آپ پر اس عرصہ میں

فاقے بھی آئے۔ مگران کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ بلکہ اس طرف کبھی توجہ ہی نہ دی۔ اس سلسلے کا ایک واقعہ مولانا منیر احمد منور لکھتے ہیں کہ:

''حضرت نے ایک عجیب واقعہ سنایا۔ فرمایا کہ میں جامعہ قاسم العلوم ملتان میں مدرس تھا اور مولوی عبدالحق (جو مولانا منیر احمد منور کے پھوپھا اور حضرت کے زمانہ طالب علمی کے بے تکلف گہرے دوست ہیں) میرے پاس آئے۔ گرمی کا موسم تھا میں نے پانی پلایا اور بڑی بے تکلفی سے کہا مولوی عبدالحق کھانا کہیں اور جا کر کھاؤ۔ ہمارے پاس کھانا نہیں ملے گا۔ وہ خلاف توقع یہ بات سن کر حیران ہو گئے۔ وجہ پوچھی تو میں نے بتایا کہ مہینے کے آخری ایام ہیں۔ ہم تو جیسے کیسے ہوگا گزارہ کریں گے آپ تو ہمارے ساتھ بھوکے نہ رہیں۔ وہ گئے اپنی طرف سے چاول وغیرہ لے آئے۔ وہی چاول پکا کر ہم نے خود بھی کھائے ان کو بھی کھلائے۔''

۳...... ایک اور واقعہ بھی مولانا منیر احمد منور سناتے ہیں:

''حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ جامعہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان میں مدرس تھے۔ تدریس کا دوسرا سال تھا۔ قاسم العلوم کے سامنے والے چھوٹے دروازے سے جو گلی گھنٹہ گھر کی طرف جاتی ہے اس میں کچھ آگے جا کر ایک کرائے کے مکان میں رہائش تھی۔ مکان میں ایک کمرہ اور ایک چھپڑ نما باورچی خانہ تھا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں صبح کو ہزار دانہ تسبیح ہاتھ میں لئے ذکر میں مشغول تھا کہ یک لخت میرے دل میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر اس طرح گونجا کہ جیسے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ خود سنا رہے ہیں ؎

دست از طمع بپیچ مردی تسبیح ہزار دانہ بردست مپیچ

اگر مردانگی ہے تو حرص وطمع سے ہاتھ پھیر۔ ہزار دانہ تسبیح ہاتھ میں مت پھیر۔ حضرت نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں تسبیح وذکر سے روکنا مقصود نہیں بلکہ ذکر کے اصل مقصود کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے کہ ذکر سے اصل مقصود یہ ہے کہ حرص وطمع دل سے نکل جائے۔ شاید شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت کا اثر ہے کہ حضرت دنیا کے حرص وطمع سے آزاد ہیں۔ چونکہ حضرت والا کو شروع سے ہی شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بہت عقیدت ومحبت ہے تو شاید اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس محبت کا انعام دیا کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو ہی اللہ تعالیٰ نے تسبیحات کے مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ بنا دیا۔ یا حاصل شدہ مقصود پر متنبہ کر دیا۔ مقصود تو حاصل ہو چکا تھا۔ اب حضرت والا نے اذکار مسنونہ اور ادعیہ ماثورہ کو اپنا معمول بنا لیا اور تسبیحات والی محنت کا رخ علمی محنت کی طرف پھیر دیا جو پچاس سال سے تادم آخر برابر جاری رہا۔''

قاسم العلوم سے استعفیٰ

حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی جانفشانی اور عرق ریزی کے ساتھ جامعہ قاسم العلوم ملتان میں ایک سال تک اسباق پڑھائے۔ آپ کا حلقہ درس یہاں مقبول ہوا۔ سال اپنے اختتام کو پہنچا۔ آپ سالانہ تعطیلات گزارنے کے لئے روشن والا (فیصل آباد) میں تشریف لائے۔ تعطیلات کے دوران روشن والا میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے استاذ تھے جن سے آپ سب سے زیادہ متاثر ہوئے تھے۔ تشریف لائے اور جامعہ قاسم العلوم ملتان سے استعفیٰ کا مطالبہ فرمادیا۔ یہ لمحات آپ کے لئے انتہائی امتحان کے تھے۔ ایک طرف مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ تھے اور دوسری طرف علامۃ الزماں مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ آپ نے عرض کرتے ہوئے معذرت چاہی کہ پہلے سے وہاں کام بہتر طریقہ سے انجام دے رہا ہوں۔ مگر مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے زمانہ طالب علمی میں آپ کی صلاحیتوں اور علمی استعداد کو دیکھ لیا تھا۔ کسی طرح راضی نہ ہوئے بلکہ فرمایا: ”جب تک آپ استعفیٰ نہیں لکھتے، میں یہیں بیٹھا ہوں۔“

اس صورتحال پر آپ نے حضرت حاجی محمد طفیل سے مشورہ کیا۔ یاد رہے کہ شاہ کوٹ کے ایک گاؤں میں حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسترشد جناب صوفی کرم الٰہی تھے۔ جو بہت ہی صوفی منش تھے۔ ان کے بارہ میں مشہور تھا کہ ان کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے وصال کے بعد خواب میں خلافت دی ہے اور وہ آپ کے منامی خلیفہ ہیں۔ کسی امتی کا خواب شریعت میں حجت نہ ہو۔ لیکن بشارت کے طور پر تو قبول ہوگا۔ بشرطیکہ شریعت کے کسی امر کے خلاف نہ ہو۔

حضرت حاجی محمد طفیل انہی صوفی صاحب سے نہ صرف بیعت تھے بلکہ ان سے مجاز بھی تھے۔ ابتداء میں مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حاجی محمد طفیل صاحب سے تعلق اصلاح قائم فرمایا تھا۔ جب حضرت علامہ مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم کبیر والا نے اصرار فرمایا کہ آپ کبیر والا کی تدریس قبول کریں تو مولانا عبدالمجید نے حاجی محمد طفیل سے مشورہ کیا تو ان کی بھی رائے یہی ٹھہری جو مولانا عبدالخالق کی تھی۔ چنانچہ خود حاجی محمد طفیل نے استعفیٰ تحریر کیا۔

حضرت مولانا عبدالخالق واپس تشریف لے گئے۔ یہ استعفیٰ لے کر مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ قاسم العلوم گئے۔ اپنے اساتذہ اور حضرت مہتمم صاحب کے سامنے صورتحال رکھی۔ چنانچہ ان حضرات نے استعفیٰ منظور کرلیا۔ اگلے سال تعلیمی آغاز پر آپ کبیر والا تشریف لائے۔

دارالعلوم کبیر والا میں تدریس

شوال ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۸ء میں آپ دارالعلوم کبیر والا تدریس کے لئے تشریف لائے۔ مولانا منیر احمد منور نے اس دور میں آپ کی شخصیت کا کیا پر اثر خاکہ تحریر کیا ہے۔ آپ بھی مطالعہ فرمائیں:

''ایک خوبصورت، خوبرو، میانہ جسامت، میانہ قامت، گندمی رنگ، متناسب الاعضاء، شیریں گفتار، دھیمی رفتار، صاف ستھرے، اجلے نکھرے نوجوان استاذ ہیں جن کی آنکھوں میں بلا کی چمک ہے۔ ہونٹوں پہ مسکراہٹ ہے۔ وہی طلبہ کے لئے مرکز عقیدت ومحبت ہیں۔ جاں ہی طلبہ کی ان پر نگاہ پڑتی ہے وہ پروانوں کی طرح ان کے اردگرد جمع ہوجاتے ہیں۔ وہ بھی حسب عادت اپنی روایتی مسکراہٹ خندہ پیشانی اور شفقت ومحبت کے ساتھ ان کو اپنے سینہ کے ساتھ لگاتے ہیں۔ نمازوں کے اوقات میں ہمیشہ یہ نوجوان استاذ صف اوّل میں نظر آتے ہیں۔ مسجد میں سب سے پہلے آتے ہیں اور سب کے بعد جاتے ہیں۔ ان میں استاذ کی عظمت شان بھی ہے اور ان میں ایک مخلص دوست جیسی باوقار بے تکلفی بھی ہے۔ وہ علم وعمل اور تعلیم وتربیت کے اعتبار سے استاذ ہیں۔ تو بے تکلفی اور ہمدردی کے حوالے سے طلبہ کے دوست بھی ہیں۔ اس لئے ان کی مجلس میں دونوں رنگوں کی جھلکیاں نمایاں نظر آتی ہیں۔ جب وہ استاذ ہونے کی حیثیت سے مجلس میں گفتگو فرماتے ہیں تو سب اہل مجلس باگوش وہوش ہمہ تن متوجہ ہوکر ایک ایک لفظ کو سننے کی پوری پوری کوشس کرتے ہیں اور جب دوستانہ بے تکلفی کا رنگ غالب آتا ہے تو حسب موقع عجیب اشعار، لطیفے، مزاح چلتے ہیں۔ کبھی استاذ کی طرف سے اور کبھی طلبہ کی طرف سے۔ اگرچہ اس نوجوان استاذ کے پاس میرا سبق تو نہ تھا۔ لیکن ان کے ساتھ ایک عقیدت ومحبت کا تعلق جڑ گیا۔ اس لئے میں بھی کبھی کبھار ان کی درسگاہ کے باہر کھڑے ہوکر ان کی باتوں کا مزہ لیتا اور جب کوئی خوش طبعی کی بات سناتے اور طلبہ ہنستے تو مجھے بھی بے اختیار ہنسی آجاتی۔ لیکن فوراً دوڑ جاتا کہ کہیں پکڑا نہ جاؤں۔ وہی طلبہ کے محبوب نوجوان استاذ ہیں، آج دنیا ان کو شیخ الحدیث اور حکیم العصر کے لقب سے یاد کرتی اور پہچانتی ہے۔''

مولانا منیر احمد نے مندرجہ بالا تحریر میں دارالعلوم کبیر والا میں اپنی ابتدائی تعلیم کے وقت کے جو تاثرات تھے وہ قلمبند کئے۔

’’آپ نے دارالعلوم کبیر والا میں پندرہ سال مسلسل تدریس کی اور بڑی عزت ووقار اورشان وشوکت، رعب وداب کے ساتھ کی۔ آپ کے مختلف شاگردوں نے ان حالات کو بیان کیا ہے۔ ان میں ترتیب تو خودنوشت سوانح حیات میں ہی ممکن تھی جو معرض وجود میں نہ آئی۔ رہے شاگردان گرامی انہوں نے اپنے مزاج وترجیحات کے مطابق ان واقعات کوتحریر فرمایا۔ جستہ جستہ کچھ جمع ہوئے جو جمع ہوئے وہ بھی قیمتی سرمایہ ہیں۔‘‘

دارالعلوم کبیر والا کے پینتیس واقعات

مولانا منیر احمد اس وقت آپ کے علمی جانشین ہیں۔ ان واقعات کا ان کے مضمون سے انتخاب کرتے ہیں۔ مولانا منیر احمد فرماتے ہیں:

۱...... ’’حضرت حکیم العصر کے علم وعمل، تعلیم وتربیت، تقریر وتحریر، تدریس اور افراد سازی اکابر دیوبند کے ساتھ علمی وروحانی نسبت، ذکر وفکر، اخلاق وعادات، عبادات ومعاملات، شجاعت وشرافت، تواضع ومسکنت، توکل واستغناء، جود وسخا، حق گوئی وبے باکی، استقامت وپختگی، شفقت ومحبت، طنز ومزاح، لطافت وظرافت، معاملہ فہمی، غرضیکہ ہر پہلو سے میں نے حضرت موصوف کو قریب سے قریب تر ہوکر بغور دیکھا ہے اوران میں سے ہر شعبہ سے متعلق حضرت والا کے اصول اورآپ کے کمالات کا وسیع ذخیرہ موجود ہے۔‘‘

۲...... ’’چھبیسویں پارے میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی تو فرمایا: ’’**وبشروہ بغلام علیم** ‘‘اور تیئیسویں پارے میں ہے: ’’**فبشرناہ بغلام حلیم**‘‘ اشارہ ہے کہ اس بیٹے میں دو صفتیں نمایاں ہوں گی۔ علم وحلم۔ ایک عالم کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم وحلم کی دونوں صفتوں کے ساتھ متصف ہو۔ علم ذخیرہ معلومات کا نام نہیں بلکہ علمی مشکلات اور پیچیدگیوں کے حل کرنے کی قوت وصلاحیت اور استعداد کا نام ہے۔ البتہ معلومات اس علمی قوت اوراس میں نکھار پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں اور حلم ایک ایسی باطنی قوت کا نام ہے جو آدمی کو بے موقع وبے محل جوش وجذبات کی رو میں بہنے اور مقتضائے علم کے خلاف عمل کرنے سے باز رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کو ان دونوں لازم وملزوم نعمتوں سے وافر حصہ عطاء فرمایا تھا۔ ہر صفت کے کھلنے اور نمایاں ہونے کا ایک میدان ہوتا ہے۔ حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کا دارالعلوم کبیر والا کا پندرہ سالہ دور تدریس بڑے عجیب حالات پر مشتمل ہے۔‘‘

۳...... ’’حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش تھی کہ دارالعلوم میں صبح کی نماز کے بعد

سارا سال ترجمہ قرآن کا سبق ہو اور سال میں قرآن مجید کا مکمل ترجمہ وتفسیر پڑھائی جائے۔ متعدد اساتذہ نے تجربہ کیا لیکن پارہ دو پارے سے آگے نہ جاسکے۔ بالآخر حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ نے نماز صبح کے بعد ترجمہ قرآن کا سبق شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے کامیاب کیا۔ پھر جب تک آپ دارالعلوم میں رہے بڑی شان وشوکت اور کامیابی کے ساتھ یہ سبق چلتا رہا۔ آپ نے معمول بنالیا تھا کہ صبح کی اذان ہوتے ہی طلبہ کو جگانا شروع کردیتے۔ ایک ایک کمرے میں جاکر جگاتے۔ اس میں دو فائدے مطلوب تھے۔ (۱) طلبہ نماز باجماعت پڑھیں۔ (۲) نماز کے بعد ترجمے کے سبق میں شریک ہوجائیں۔ صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے تعاون یہ تھا کہ آپ نے اساتذہ کو پابند کردیا کہ سوائے دورۂ حدیث کے اور کسی جماعت کا ترجمہ کے وقت میں سبق نہ ہو۔

حضرت حکیم العصر اسباق کے دوران خصوصاً ترجمہ قرآن کے سبق میں عقائد علماء دیوبند پر کھل کر گفتگو فرماتے اور بہت مدلل اور مؤثر طریقے سے مسلک دیوبند سمجھاتے۔ جس کے نتیجے میں دارالعلوم کبیروالا تعلیمی ماحول کے علاوہ مسلک دیوبند میں شعور اور پختگی پیدا کرنے کے اعتبار سے پورے ملک میں متعارف ہوا۔ اسی طرح اکابر دیوبند کا تعارف، ان پر اعتماد، ان کے ساتھ عقیدت ومحبت پیدا کرنا یہ بھی آپ کے درس کا حصہ ہوتا تھا۔‘‘

۴...... ’’پورے مدرسہ میں کوئی استاذ بھی سیروافی الارض کا ذوق رکھنے والا نہ تھا۔ لیکن حضرت حکیم العصر کا سال کے دوران بھی اسفار کا سلسلہ جاری رہتا اور سال کے اختتام پر آپ اپنے طلبہ کے قافلہ کے ساتھ اہم مقامات کی طرف سفر کرتے اور جہاں جاتے دارالعلوم کبیروالا کا تعارف اور اس کے لئے فضا بنانا آپ کی طبیعت کا لازمہ تھا۔ اس سے بھی دارالعلوم کی شہرت کو چار چاند لگے۔‘‘

۵...... ’’آپ کے علمی رسوخ میں کئی چیزوں کا دخل ہے تقویٰ وطہارت، عمیق مطالعہ، نہایت اعلیٰ حافظہ، مطالعہ کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات اور علمی تحقیقات کو حلقہ درس اور عمومی مجالس میں بیان کرنا۔ اکثر مدرسین حضرات کے پاس اپنے اساتذہ کی املائی تقریریں ہوتی ہیں۔ وہ اکثر وبیشتر ان کی مدد سے تدریسی فرائض سرانجام دیتے ہیں اور ان پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔ لیکن میں (مولانا منیر احمد) نے حضرت حکیم العصر کو دیکھا ان کے پاس ایسی املائی تقریریں نہ تھیں وہ اصل کتابوں کا مطالعہ کر کے بڑے اعتماد ووثوق کے ساتھ اسباق پڑھاتے۔ آپ گرمیوں، سردیوں میں تہجد کے وقت جاگ جاتے۔ پہلے تہجد ادا کرتے پھر صبح کی نماز تک تقریباً دو گھنٹے لگاتار مطالعہ کرتے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب وہ ۳۰، ۳۵ سال کے جواں سال عالم تھے۔ آپ

شروع ہی سے اپنی ذاتی تحقیقات اور اپنی آراء بکھیرنے کی بجائے اکابرین کی کتب کا مطالعہ کر کے اکابرین کی تحقیقات کو پورے حوالے کے ساتھ عام فہم انداز میں بیان کرنے اور عام مثالوں کے ذریعے سمجھانے کا ذوق رکھتے تھے۔ آپ میں سلامتی فہم اور اکابر کے ساتھ علم وفہم کے توافق میں آپ کی اپنی خاص دعاؤں کا اثر اور دخل ہے۔‘‘

۶...... ’’ایک دعا اور خواب ملاحظہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں جب مدینہ طیبہ جاتا تو مسجد نبوی میں حضور ﷺ کے منبر کے ساتھ بیٹھ کر عرض کرتا تھا کہ: ’’یا اللہ! اس منبر سے جس علم اور دین کی اشاعت ہوئی ہے وہ دین صحیح صحیح مجھے عطاء فرما۔‘‘ میں کثرت سے یہی دعا کیا کرتا تھا۔ نیز فرمایا کہ میرے پاس شمائل کا ایک نسخہ بغیر ترجمے کے موجود ہے وہ میں ساتھ رکھتا تھا اور کثرت سے اس کی تلاوت کرتا تھا۔ اس حج کے موقع پر مزدلفہ میں صبح کی نماز کے بعد میری آنکھ لگ گئی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری قمیص پاؤں تک لمبی ہے اور میں اپنے دوستوں کو کہہ رہا ہوں کہ مجھے لمبی قمیص پہننے کی پہلے سے عادت ہے۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو مجھے بہت خوشی ہوئی کہ میری دعا کا جواب مجھے مل گیا ہے اور مجھے وہ حدیث یاد آ گئی جس میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے خواب دیکھا کہ کچھ صحابہ کرامؓ کی قمیص گھٹنوں سے اوپر تک ہے اور کچھ کی گھٹنوں تک اور عمرؓ کی قمیص پاؤں تک لمبی ہے تو حضور ﷺ نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ عمر کو سب سے زیادہ علم نصیب ہوگا۔ تو اس وقت میرا یقین بالکل پختہ ہوگیا کہ میرے اکابر سے جو علم مجھے ملا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اب میں اس سے نہ ادھر ہوں گا نہ ادھر۔ یہی وجہ ہے کہ اب میں (اللہ کا شکر ہے) اپنے بزرگوں سے حاصل کردہ دین کے خلاف کسی عالم یا کسی پیر کی بات کو برداشت نہیں کرتا اور ایسے موقع پر میں چپ نہیں رہ سکتا۔ فوراً بول پڑتا ہوں۔‘‘

مولانا عبدالمجید کی قوت حافظہ

۷...... ’’حضرت انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ ماضی قریب میں قوت حافظہ کے اعتبار سے بے مثال شخصیت گذرے ہیں۔ حتیٰ کہ قوت حافظہ کے لئے آپ ضرب المثل بن گئے ہیں۔ مضبوط حافظہ والے عالم کے لئے کہا جاتا ہے یہ اس زمانے کا انور شاہ ہے۔ اسی طرح وسعت مطالعہ، وسعت معلومات اور عمیق نظر کے اعتبار سے بھی حضرت انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثال آپ تھے۔ جب آپ کے سامنے اچانک کسی مسئلے پر بحث ہوتی تو حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ کے متعلق اس طرح دلائل اور معلومات کا ذخیرہ پیش فرماتے جس طرح ابھی اس مسئلے پر تازہ مطالعہ کر کے آئے ہوں۔

ہم جب حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ شباب سے وفات تک کے احوال پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں مذکورہ اوصاف میں حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ ثانی انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نظر آتے ہیں۔ دارالعلوم کبیر والا کے زمانہ میں بارہا حضرت کی مجالس میں اس کا مشاہدہ ہوا کہ کسی طالب علم نے جب مجلس میں حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی سوال کرلیا، کوئی مسئلہ پوچھ لیا تو حضرت بھی اس کے جواب میں اتنی باحوالہ مدلل گفتگو فرماتے اور اتنی معلومات فراہم کرتے جیسے اس مسئلے پر ابھی مطالعہ اور تیاری کر کے آئے ہوں۔ حضرت جب بھی کسی موضوع پر بیان فرماتے تو اس پر پہلے مطالعہ اور تیاری نہیں کرتے تھے۔ بلکہ جب بیان کے لئے بیٹھتے تو عین موقع پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے جس موضوع وعنوان کا ورود ہوتا اور جس مسئلہ کے بارہ میں بیان کے لئے شرح صدر ہوتا اس کو شروع فرماتے تو متعلقہ موضوع پر قرآنی آیات، احادیث، واقعات اور لطائف کا اتنا ذخیرہ پیش فرماتے کہ سننے والا دم بخود رہ جاتا۔ اسی طرح جب کبھی کسی شاگرد یا کسی عالم نے مشکوٰۃ شریف یا صحاح ستہ کی حدیث کا حوالہ پوچھا تو حافظہ اتنا مضبوط تھا اور احادیث کا اتنا استحضار تھا کہ اکثر کتاب دیکھے بغیر ہی کتاب، باب، فصل کے حوالہ کے ساتھ اس حدیث کی طرف راہنمائی فرما دیتے۔''

۸...... ''ایک مرتبہ راقم الحروف (مولانا منیر احمد منور) کی مختلف مدارس میں تدریس پر حضرت کے ساتھ مذاکرہ ہوا۔ حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے فلاں فلاں مدرسے میں کتنے سال اور کون کون سے سالوں میں تدریس کی ہے۔ مجھے وہ سنین بالتعیین یاد نہیں تھے۔ غالباً یہ تذکرہ دوپہر کے وقت ہوا۔ اسی دن عصر کے بعد حضرت نے میری فراغت سے اس دن تک سن وار ہر مدرسے میں سنین کی تعداد اور تعیین لکھ کر مجھے دے دی جواب تک میرے پاس محفوظ ہے اور دوبارہ باب العلوم سن ۱۴۱۷ھ، مطابق ۱۹۹۷ء کی تاریخ یوں لکھی: سن ۱۴۱۷ھ سے باب العلوم تاحال، امید ہے کہ تاحیات۔''

۹...... ''اسی طرح دارالعلوم کبیر والا کے زمانہ میں تیسرے سال مجھے (مولانا منیر احمد منور) دردسر کی تکلیف رہنے لگی۔ حضرت نے اپنے طور پر یونانی اور ہومیوپیتھی علاج کرایا۔ فائدہ نہ ہوا۔ آخر ایک ڈاکٹر صاحب نے مشورہ دیا کہ اس کی نظر چیک کرائیں۔ اسی عرصے میں حضرت کو لاہور کا سفر درپیش ہوا تو مجھے بھی ساتھ لے گئے اور جب بھی مجھے سفر میں ساتھ لے گئے ہمیشہ میرے کرائے کے اخراجات خود برداشت کئے۔ ورنہ مجھ مسکین میں اتنے سفروں کے اخراجات کی گنجائش کہاں تھی۔ لاہور پہنچے تو حضرت اپنے کام سے فارغ ہوئے تو عجائب گھر اور شاہی قلعہ، دربار شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، شاہی مسجد اور اس میں سجائے ہوئے تبرکات وغیرہ بھی دکھائے اور چیچہ

وطنی کے ڈاکٹر منیر الحق جو حضرت کے بے تکلف دوست تھے اور ماہر امراض چشم تھے ان کے پاس لے گئے۔ نظر چیک کرائی اور ان سے نمبر لے کر چشمہ بنوا کر دیا۔ تقریباً چالیس سال گزرنے کے بعد ایک دن حضرت نے اس سفر لاہور کا ذکر فرمایا تو جس ترتیب سے ہم نے ان مقامات کو دیکھا تھا۔ حضرت نے اسی ترتیب سے اس کا ذکر کیا اور ڈاکٹر منیر الحق سے نظر چیک کرانے اور چشمہ لگوانے کی بات بھی ذکر فرمائی۔ مجھے بھی اس دن یاد آیا کہ چشمہ لگنے کی ابتداء کب ہوئی۔''

پھر کمال یہ ہے کہ وفات کے اخیر دن تک آپ کے حافظے اور استحضار کی وہی کیفیت قائم رہی جو جوانی میں تھی۔

۱۰...... ''ابھی آخری سفر حج میں قرآنی آیات کے شروع میں قال، قل وغیرہ کو ورد وظیفہ کے وقت پڑھنے یا نہ پڑھنے کے بارے میں جو آپ نے صحابی کے نام کی تعیین اور مشکوٰۃ اور اشعۃ اللمعات کا حوالہ دیا ہے۔ یہ آپ کا مطالعہ اس زمانے کا ہے جب آپ مشکوٰۃ جلد اوّل پڑھاتے تھے۔ جب کہ اب آپ سالہا سال سے مشکوٰۃ جلد اوّل سبق چھوڑ چکے تھے اور یہ واقعہ آپ کی وفات سے تقریباً ساڑھے تین ماہ قبل کا ہے۔''

۱۱...... اور عجیب تربات یہ ہے کہ آپ کو کوئی اشعار کی کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے راقم الحروف (مولانا منیر احمد منور) نے نہیں دیکھا۔ البتہ مختلف کتابوں کے مطالعہ کے ضمن میں جو اشعار کتابوں میں نظر سے گذرتے وہ حافظہ میں اس طرح محفوظ ہو جاتے کہ مجلس میں گفتگو کے دوران موقع محل کے مناسب اشعار سنا کر اہل مجلس کو خوب محظوظ کرتے اور گلستان بوستاں کے تو حافظ تھے اور اپنے اصول زندگی میں گلستان بوستاں سے خود بھی راہنمائی حاصل کرتے اور اپنے احباب کو بھی گلستان بوستاں کے مطالعہ کی طرف متوجہ کرتے۔

۱۲...... دارالعلوم کبیروالا میں آپ کی تدریس کا دورانیہ پندرہ سال پر محیط ہے۔ آپ نے وہاں بڑے بڑے اہم اسباق پڑھائے۔ جن میں تفسیر قرآن مجید، مشکوٰۃ، سنن ابی داؤد، طحاوی، سلم العلوم، قدوری، کنز الدقائق، ایسا غوجی، مرقات، ملاحسن، ہدایہ، نفحۃ العرب، نور الانوار، حسامی وغیرہم جیسے علوم وفنون کے اسباق کا درس دیا۔

دوران تدریس معلوم ہوتا کہ:

''علم وفضل کا ایک بحر بیکراں جو پوری روانی کے ساتھ چل رہا ہے۔ حقائق ومعارف کا ایک دریا ہے جو بے اختیار امڈ رہا ہے۔ الفاظ کیا ہیں حقانیت ومعارف کے موتی ہیں جو بے تحاشا لٹائے جا رہے ہیں۔''

۱۳...... کبیروالا کے زمانہ کے ایک مایہ ناز شاگرد رشید ڈاکٹر محمود الحسن عارف مدظلہ العالی لکھتے ہیں کہ:

''ہمارے دینی مدارس میں عام طور پر حدیث، فقہ اور تفسیر کی کتب میں بعض خاص خاص مقامات کو حل کرنے پر خوب زور تدریس صرف کیا جاتا ہے مگر مولانا ایسے مقامات کو نہایت سہل انداز اور بہت عمدگی کے ساتھ حل کرتے ہیں۔ البتہ جہاں کوئی معاشرتی تہذیبی یا کوئی اخلاقی مسئلہ مذکور ہو وہاں مولانا رک جاتے ہیں۔ اس مسئلے کی ایسی عمدگی کے ساتھ تشریح کرتے اور اس پر اظہار خیال کرتے ہیں کہ ان کے سننے والے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ وہ جو کہا جاتا ہے ''از دل خیزد بر دل ریزد'' (جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل پر ضرور اثر کرتی ہے) مولانا کی ہر بات اس کا مصداق ہے جو دل سے اٹھتی ہے۔ وہ طالب علموں اور سامعین کے دلوں پر اثر کرتی ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ دارالعلوم کبیروالا میں ایک سے بڑھ کر ایک مدرس تھا۔ وہاں ایسے مدرس بھی تھے جو بڑی علمی اور مدلل گفتگو کرتے تھے۔ ایسے ہی تھے جو لگے بندھے انداز میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے۔ مگر مولانا لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا انداز بڑا ہی منفرد تھا۔ وہ بظاہر ہر ایک عام سے مدرس نظر آتے تھے۔ مگر جب کوئی ان کے قریب آتا اور اسے دو چار مرتبہ سننے کا موقع ملتا تو وہ ایک ایسے سمندر کو دریافت کرتا تھا۔ جس کی تہہ سفید اور ٹھنڈی برف سے ڈھکی ہوئی ہوتی ہے۔ مولانا کی تدریس کئی پہلو رکھتی تھی۔ انہیں کتاب پر مکمل عبور حاصل ہوتا تھا۔ وہ طالب علموں کی نفسیات سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ نئی کتابوں اور جدید مسائل کا مطالعہ ان کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔''

۱۴...... دارالعلوم کبیروالا کے موجودہ مہتمم مولانا ارشاد احمد فرماتے ہیں:

''دارالعلوم کبیروالا کے ساتھ حضرت کی محبت وعقیدت اب تک اسی طرح برقرار تھی جو آج سے پینتیس سال قبل ہوا کرتی تھی۔ جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ گزشتہ دنوں جامعہ قادریہ حنفیہ ملتان میں حضرت اقدس کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت نے اسی وقت نئے سال ۲۰۱۵ء کی نئی ڈائری منگوائی۔ برادر محترم مولانا نواز سیال مدظلہ نے اپریل کو جامعہ قادریہ حنفیہ میں اختتامی حدیث کے درس کے لئے حضرت سے وقت کی درخواست کی۔ اس کے بعد بندہ نے بھی اپریل کے لئے ہی درخواست کی۔ حضرت اقدس نے دونوں کے لئے رضامندی کا اظہار فرمایا۔ برادر محترم مولانا نواز مدظلہ نے عرض کی۔ حضرت ہماری تاریخ پہلے ہے۔ اس لئے پہلے ڈائری میں ہمارا نام درج فرمائیے۔ لیکن حضرت نے فرمایا کہ نہیں ڈائری میں پہلے دارالعلوم

کبیر والا کا وقت لکھوں گا۔ اس محبت بھرے تعلق کی وجہ یہ تھی کہ حضرت اقدس کو اپنے اساتذہ، دار العلوم کبیر والا کے بانیان، حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی علی محمد رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی۔"

۱۵...... "بانی دار العلوم مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حضرت مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت تھی۔ حضرت والا کو حضرت صدر صاحب کا انتہائی قریبی تصور کیا جاتا۔ جس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ خود ہی فرمایا کہ جب استاذ یم حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اقدس مولانا صوفی محمد سرور دامت برکاتہم کی دار العلوم کبیر والا میں بطور مدرس تقریری کا ارادہ فرمایا تو مجھ سے مشورہ کے بعد اس کو عملی شکل دی۔ جس پر حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم دار العلوم میں مدرس مقرر ہوئے۔"

۱۶...... "اور اس واقعہ سے بھی اندازہ ہوتا ہے جو حضرت شیخ الوفاق مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم العالیہ نے جنازہ کے بعد رات کو دفتر وفاق میں بندہ (مولانا ارشاد احمد) کے حاضر ہونے پر سنایا کہ مولانا عبدالمجید لدھیانوی مرحوم سے میری پہلی ملاقات تب ہوئی جب وہ میرے استاذ حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے قاصد بن کر میرے پاس تشریف لائے۔ حضرت استاذ نے ان کے ذریعے مجھے دار العلوم کبیر والا میں تدریس کی دعوت دی تھی۔ لیکن اس وقت میرے حالات کچھ اس طرح کے تھے کہ میں اس دعوت کو قبول نہ کر سکا۔"

۱۷...... "دار العلوم کبیر والا میں حضرت کا درس مشکوٰۃ شہرت رکھتا تھا۔ طلباء پر حضرت کا رعب داب سب سے زیادہ ہوتا تھا۔ شروع ہی سے حضرت مرجع الطلباء تھے۔ جب عصر کے بعد دیہات میں چہل قدمی کے لئے نکلتے تو طلباء کا ایک جم غفیر ساتھ ہوتا۔"

۱۸...... "حضرت کا حافظہ ماشاء اللہ بہت قوی تھا۔ گذشتہ سال بندہ (مولانا ارشاد احمد) نے حضرت سے درخواست کی کہ آپ دار العلوم کبیر والا کے ابتدائی دور کے اساتذہ میں سے ہیں۔ دار العلوم کے ابتدائی حالات بیان فرما دیجئے۔ حضرت نے مسرت کے ساتھ اجازت عطاء فرمائی۔ بندہ کچھ اساتذہ کے ہمراہ باب العلوم کہروڑ پکا حاضر ہوا۔ حضرت نے انتہائی شفقت فرمائی اور تقریباً چار گھنٹے تک ہمیں اپنے ساتھ بیٹھنے کا شرف بخشا۔ حضرت نے اپنے قیام دار العلوم کے زمانہ کے حالات سنائے۔ حضرت کو واقعات کی تاریخیں تک یاد تھیں۔ اس سے حضرت کی قوت حافظہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی دوران جب حضرت والا نے دار العلوم کبیر والا سے اپنی وابستگی کو والہانہ انداز میں ذکر فرمایا تو بندہ نے بے ساختہ کہہ دیا کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ آنجناب کا جسم تو

باب العلوم میں ہے۔ مگر قلب وروح کی توجہ میں دارالعلوم بھی برابر کا شریک ہے۔ حضرت اس پر مسکرادیئے۔ (گویا تائید فرمارہے ہوں)‘‘

۱۹...... ’’حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ آپ میں علمی وانتظامی صلاحیتوں کا اندازہ لگا چکے تھے۔ دارالعلوم کی ترقی کے بارے میں آپ کے جذبات بھی پڑھ چکے تھے اوراس سلسلہ میں آپ کی علمی کوششیں اور کاوشیں بھی ان کے سامنے تھیں۔ اس لئے انہوں نے ایک موقع پر شوریٰ کا اجلاس بلایا اور حضرت حکیم العصر کو شوریٰ میں بلاکر حضرت والا کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ مولانا عبدالمجید ہیں۔ ان میں انتظام سنبھالنے کی پوری پوری صلاحیت ہے آپ لوگ ان کے ساتھ بات کرلیں۔ جب شوریٰ والوں نے آپ کو اہتمام کی پیشکش کی تو آپ نے فرمایا کہ میرا چھوٹا سا گھر ہے۔ اس کا پورا نظم نہیں کرسکتا۔ ہم یہاں میاں بیوی دو ہیں ہر روز صبح کو ہانڈی پر دورائے ہوتے ہیں۔ جب اپنے گھر کی ہانڈی کا نظم بھی صحیح نہیں کرسکتا تو اتنے بڑے ادارے کا نظم کیسے سنبھالوں گا۔ بہرکیف امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اپنی کمزوری کا عذر کر کے اپنی علمی زندگی کو محفوظ کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت مولانا عبدالخالق حاجی طفیل کو ساتھ لے کر حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مکان پر گئے اور فرمایا: مولانا! آپ میں انتظام کی صلاحیت ہے۔ آپ اسے سنبھال لیں ورنہ میں اہتمام منظور (مولانا منظور الحق) کو دے دوں گا۔ پھر آپ ہی روئیں گے۔ حضرت الاستاذ نے فرمایا حضرت مولانا منظور الحق اس علاقے میں کافی وقت گزار چکے ہیں۔ اس لئے وہ اہتمام کے لئے زیادہ موزوں ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند میں جب قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کو مہتمم بنانے لگے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ جتنی ان کو مدرسہ کے ساتھ خیرخواہی ہوسکتی ہے۔ کسی اور کو نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ قاری محمد طیب کو مہتمم بنادیا گیا۔ میں بھی یہی کہتا ہوں کہ مولانا منظور الحق آپ کے بھتیجے ہیں۔ اس لئے دارالعلوم کے ساتھ جتنی ان کو ہمدردی ہوسکتی ہے۔ کسی اور کو نہیں۔ رہی بات میرے رونے کی، تو مجھے رونے کی عادت نہیں، جب تک نبھے گی نبھاؤں گا۔ جب دیکھوں گا نبھا نہیں ہوسکتا تو چپکے سے علیحدہ ہوجاؤں گا۔‘‘

۲۰...... ’’جب کوئی اہم مہمان دارالعلوم میں آجاتے ان کو اساتذہ کے رہائشی کوارٹر دکھانے ہوتے جو اس وقت کچے تھے۔ تو ہمیشہ حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ ان کو حضرت والا کے مکان پر لے کر آتے۔ کیونکہ خالہ مرحومہ اتنی سلیقہ منداور صفائی پسند تھیں کہ مکان اور صحن کچا ہونے کے باوجود نہایت صاف ستھرا ہوتا اور ہر چیز بڑے سلیقہ سے ٹھکانہ پہ رکھی ہوتی۔‘‘

۲۱...... ’’اسی طرح حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے شوق سے کوئی چیز پکوانی ہوتی تو حضرت کے گھر سے پکوا کر شوق پورا کرتے تھے۔ کسی اہم شخصیت کی آمد ہوتی اور ان کے لئے اچھا کھانا پکوانا ہوتا تو حضرت حکیم العصر کا گھر متعین تھا اور حضرت کے ہاں مہمان نوازی کا سلسلہ بھی چلتا رہتا تھا۔ حتیٰ کہ منتظمین مدرسہ کو شکایت پیدا ہوگئی کہ جو مہمان آتے ہیں۔ مولانا عبدالمجید ان پر قبضہ کر لیتے ہیں۔‘‘

۲۲...... ’’حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ پر اخیر زندگی میں گھنٹوں غشی طاری ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ غشی سے ہوش میں آئے تو استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ قدموں کی طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا عبدالخالق، استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی بات کر رہے تھے۔ غشی کی وجہ سے زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ بات سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ آپ قریب ہوئے تو حضرت استاذ نے آپ کی گردن میں بازو ڈال کر شدت سے اپنی طرف کھینچا اور مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کے کان اپنے منہ کے قریب کر کے فرمایا کہ دارالعلوم چھوڑ کر نہ جانا۔ آپ نے عرض کیا کہ آپ مطمئن رہیں۔ میں کبھی از خود دارالعلوم چھوڑ کر نہ جاؤں گا۔ چنانچہ اپنے استاذ سے کئے وعدے کی آپ نے مقدور بھر پاسداری کی کہ مشکل ترین حالات میں بھی آپ نے دارالعلوم سے علیحدگی اختیار نہ کی۔ حالات سے مجبور ہو کر مدرسہ کی شوریٰ کے فیصلہ پر عمل کیا۔‘‘

۲۳...... ’’حضرت حکیم العصر استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ جب صبح پڑھانے کے لئے تشریف لاتے تو ہمیشہ حضرت صدر صاحب مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد اقدس پر حاضری دیتے تھے اور اپنے اسباق اور نجی مجالس میں ان کا اکثر تذکرۂ خیر فرماتے تھے۔‘‘ (مولانا محمد احمد بہاولپوری)

۲۴...... ’’دارالعلوم کبیروالا میں اس وقت حضرت صدر الافاضل مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے علماء اور فضلاء کا ایک حسین گلدستہ تیار کیا تھا۔ جو ایک سے ایک بڑھ کر تھا۔ حضرت الاستاذ شیخ الادب مولانا علی محمد رحمۃ اللہ علیہ، علامہ فہامہ مولانا ظہور الحق رحمۃ اللہ علیہ، محقق دوراں علامہ مولانا منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ، جامع العلوم عقلیہ ونقلیہ حضرت الاستاذ صوفی محمد سرور مدظلہ، حضرت حکیم العصر مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے نابغہ روزگار حضرات مدرس تھے اور علم وعمل کی بہاریں نظر آتی تھیں۔ طلبہ کی بڑی اکثریت حضرت الاستاذ مولانا عبدالمجید کی گرویدہ ہوتی تھی جو حضرت پر جان قربان کرتے اور حضرت بھی ہر ایک سے بے حد محبت اور پیار کرتے۔ بعض اساتذہ مذاقاً آپ کے متعلقین کو ’’محبت پارٹی‘‘ کا نام دیتے تو آپ خوش ہو کر فرماتے کہ: شکر ہے کہ ہم بغض پارٹی نہیں ہیں۔‘‘

(مولانا عبدالمجید فاروقی چوک منڈا)

سر پر کپڑے کی ٹوپی

۲۵...... اس سیہ کار نے ایک بار عرض کیا کہ آپ نے یہ کپڑے والی ٹوپی کب سے پہننی شروع فرمائی؟ فرمایا کہ استاذ محترم حضرت صدر صاحب (حضرت مولانا عبدالخالق: بانی و مہتمم دارالعلوم کبیروالا) کو جامعہ قاسم العلوم ملتان میں عشاء کے بعد چند طلباء دبانے کے لئے حاضر ہوتے تو ان میں ہمارے حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ بھی جاتے تھے۔ ایک دن حضرت صدر رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے استاذ رحمۃ اللہ علیہ کو قریب بلایا اور ان کی ٹوپی اتار کر دور پھینک دی اور اپنے سر مبارک سے ٹوپی اتار کر ہمارے حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر رکھ دی اور فرمایا کہ آئندہ یہی ٹوپی پہنا کرو۔ چنانچہ اس کے بعد پھر ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی ویسی ٹوپی میں گزاری اور موت بھی ویسی ٹوپی میں آئی۔ اللہ اکبر! یہ ہے کمال وفاداری اور اطاعت کی عزیمت۔ (مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی)

۲۶...... دارالعلوم میں حضرت صدر صاحب کی ایک عادت یہ تھی کہ جب کسی استاذ کی سبق کی کوئی شکایت ملتی تو آپ خود اچانک درسگاہ آجاتے اور استاذ کے برابر بیٹھتے اور پھر استاذ سے فرماتے سبق پڑھاؤ اگر طلباء کی شکایت درست ہوتی تو سبق تبدیل فرماتے اور طلباء کی شکایت غلط ہوتی تو طلباء کی مناسب سرزنش ہوتی۔ لیکن اس بارے دور تدریس میں آپ کے سبق کے متعلق ایک مرتبہ بھی طلباء نے شکایت کرنا دور کی بات ہے، بلکہ طلباء کی خواہش ہوتی تھی کہ ہمارا سبق ”حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ“ کے پاس ہو اور جب آپ کی مشکوٰۃ شریف کی تدریس شروع ہوچکی اور دورۃ الحدیث میں سبق آپ کو ملا تو بعض ”معاصرین“ نے حضرت صدر صاحب کے کان میں کچھ آکر کہہ دیا کہ طلباء دورہ کے سبق سے مطمئن نہیں۔ حضرت صدر صاحب کے پاس یہ بات چونکہ بذریعہ ”معاصرین“ تھی اور ذریعہ طلباء ندارد تھا تو حضرت صدر صاحب نے ہمارے مولانا عبدالمجید کے سبق (دورۃ الحدیث) میں شرکت فرمائی۔ شاید یاد پڑتا ہے کہ ان دنوں میں سنن نسائی کا سبق ہو رہا تھا تو حضرت صدر صاحب نے اس سبق میں تین دن مسلسل شرکت فرمائی اور پھر بھرے مجمع میں آپ نے فرمایا کہ عبدالمجید تو اس قابل ہے کہ اس کو بخاری و ترمذی کا سبق دینا چاہئے۔ چنانچہ اس واقعہ سے جہاں حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کی عزت و احترام میں اضافہ ہوا۔ وہیں آپ کے استاذ حضرت صدر صاحب کے غیر معمولی اعتماد میں بھی اضافہ ہوا۔

(مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی)

۲۷...... جب حضرت صدر صاحب علیل ہوئے اور اسباق کی ہمت نہ رہی تو آپ نے ایک بار اپنے پاس شاگرد رشید کو تنہائی میں بلایا اور فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ ترمذی شریف تیرے حوالے کردوں؟ تو حضرت استاذ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! ترمذی شریف بہت اونچی کتاب ہے میں اس کو پڑھانے سے قاصر ہوں۔ (اس سے قبل آپ بہت سی کتب جن میں مشکوٰۃ، سنن ابی داؤد، اور نسائی پوری کامیابی سے پڑھا چکے تھے) ایک رات حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کی دستک ہوئی تو باہر دیکھا تو حضرت صدر صاحب کھڑے ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں۔ مولوی عبدالمجید میرا جی چاہتا ہے کہ ترمذی شریف تو پڑھائے۔ لیکن حضرت الاستاذ صاحب نے فرمایا کہ حضرت! میں اس کا اہل نہیں۔ یہ سیہ کار حضرت الاستاذ سے اس پر یہ سوال تو نہ کرسکا کہ آپ نے ترمذی شریف کے سبق کو کیوں نہیں قبول فرمایا؟ (مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی)

۲۸...... حافظ عبدالرشید کراچی والے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان فاؤنڈری لاہور جانے کا پروگرام بنایا اور مجھ ناکارہ کو بھی خادم کی حیثیت سے اپنے ساتھ لے جانے کا ارادہ فرمایا اور حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ سلطان فاؤنڈری لاہور جانا ہے اور عبدالرشید بھی میرے ساتھ جائے گا۔ لہٰذا ہم دونوں کی سیٹ لاہور کے لئے بک کرادیں۔

حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان سے طارق اسماعیل بس کے ذریعے تین سیٹیں ہم دو کے لئے بک کرادیں اور ہم دونوں کو حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے صبح فجر کی نماز سے پہلے مین روڈ پر آکر سوار کرادیا۔ صبح کی نماز خانیوال میں ادا کی اور ہلکی پھلکی بارش شروع ہوگئی۔ بس کا ڈرائیور گاڑی بے پروا ہوکر چلا رہا تھا اور ٹیپ ریکارڈ بھی اونچی آواز سے چلائی ہوئی تھی۔ حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈرائیور کو اس حرکت پر بار بار تنبیہ فرماتے تھے۔ چونکہ ڈرائیور سے متصل پچھلی سیٹ پر ہم بیٹھے ہوئے تھے، مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہ آیا، بارش تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی۔ ساہیوال میں تو گھٹنوں گھٹنوں پانی کھڑا نظر آیا۔ لیکن ڈرائیور نے بس کی رفتار کم نہ کی۔ بالآخر رینالہ خورد کے خطرناک موڑ پر بس، ڈرائیور کے قابو سے باہر ہوگئی۔ بس پہلے تو کچے میں اتری پھر ڈرائیور نے پکی سڑک پر لانے کی کوشش کی تو بس ٹیڑھی ہوکر روڈ پار ایک درخت سے اس طرح ٹکرائی کہ ڈرائیور کے نکلنے کا دروازہ آسمان کی طرف ہوگیا۔ لوگوں کی چیخ و پکار سننے میں آتی رہی۔ چونکہ میں ہوش و حواس میں تھا اور مجھے کوئی خاص چوٹ بھی نہ آئی تھی۔ لیکن حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیہوش

ہوگئے تھے اور میں ان کو ہوش میں لانے کی کوشش کرتا رہا۔ اسی اثناء میں باہر سے لوگوں نے آ کر مسافروں کے نکالنے میں مدد کی۔ بس کے اوپر چڑھ کر مسافروں کو باہر نکالتے رہے۔ حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ بیہوش تھے اور بھاری بھرکم تھے، میں اکیلا کچھ نہ کر سکا تھا۔ لہٰذا بس کے اوپر چڑھ کر لوگوں کو بلایا تو چند حضرات اندر آئے اور جب حضرت صدر صاحب کو ہوش آ گیا تو انہیں بمشکل بس سے باہر نکالا گیا۔ حضرت کے سر پر چوٹ آئی تھی۔ میں نے اپنا رومال پھاڑ کر جلایا اور اس کی راکھ سے وہ زخم بند کر دیا۔ حضرت صدر صاحب اور میں خدا خدا کر کے سلطان فاؤنڈری پہنچے، بادامی باغ کے راستہ میں اتنا پانی جمع تھا کہ ٹانگہ کے اندر بھی پانی آ رہا تھا۔ الحمدللہ! کسی بڑے حادثہ سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ جلد ہی حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے شاید کسی طالب علم کو بھیج کر ہمیں لاہور سے مدرسہ واپس بلوالیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلقات میں اضافہ ہوگیا۔ چونکہ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ عصر کے بعد اکثر سیر وتفریح کے لئے جاتے تھے۔ جس میں مجھے بھی دوسرے طلباء کے ساتھ اپنے ساتھ لے جانے پر پابند کیا اور کبھی کبھار اپنی نجی مجلس میں بھی بلوایا کرتے تھے۔ اس طرح تعلقات میں یہ واقعہ اضافہ کا سبب بنا۔

(حافظ عبدالرشید، کراچی)

۲۹...... کبیر والا میں حضرت شیخ مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پر ہمیشہ یہ تختی لگی ہوئی ہوتی تھی۔ خادم طلبہ، عبدالمجید، یہی تختی کئی سال تک کہروڑپکا میں بھی حضرت شیخ کے گھر لگی رہی۔ جو لوگ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ان کا بہت خیال رکھتے تھے۔ حضرت شیخؒ کی شفقت اور نرم دلی کا تو یہ عالم تھا کہ جب بھی کبھی حضرت مولانا منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہوتا تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ باوجود شدید اختلاف رائے کے نہایت ادب اور احترام کے ساتھ ان کا تذکرہ فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ بعد میں مولانا منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ بڑے پچھتاتے تھے کہ ان سے غلطی ہوگئی تھی اور یہ کہ ان کے ساتھ آخری عمر میں تعلقات بڑے خوشگوار ہوگئے تھے۔

(مولانا محمودالحسن عارف)

۳۰...... دارالعلوم حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد میں نے موقوف علیہ کے لئے سندھ کے ایک بڑے مدرسہ میں داخلہ لیا۔ مگر وہاں پر میرے دیگر ساتھیوں کی طبیعت نہ لگی۔ جس کی وجہ سے بندہ بھی متفکر تھا کہ وہ کیا کرے؟ بندہ ناچیز کا دھیان مشفق استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف گیا۔ بندہ نے استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا کہ یہاں صورتحال یہ ہے۔ کیا آپ

کے ہاں داخلہ مل جائے گا؟ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا کہ فوراً چلے آؤ۔ تمہارے لئے دروازہ کھلا ہے۔ چنانچہ بندہ ناچیز عیدالاضحیٰ کی چھٹیوں میں استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کبیر والا پہنچ گیا۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہمارا مشکوٰۃ شریف کا سبق تھا۔ یاد رہے کہ مشکوٰۃ شریف آپ کے پاس تاحیات رہی اور سانحہ ارتحال کے دن بھی آپ مشکوٰۃ شریف کا سبق پڑھا کر وفاق المدارس ملتان پہنچے۔ ماشاءاللہ! خوب اچھے طریقے سے ہمیں مشکوٰۃ شریف پڑھائی۔ یہ ۱۹۷۱ء کی جنگ کا زمانہ تھا۔ اس وقت حضرت مولانا منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم کے مہتمم تھے۔

(مولانا قاری محمد حنیف بندھانی)

۳۱...... لاہور کے مولانا احمد عبید بیان کرتے ہیں کہ: ’’استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ خود سناتے تھے کہ کس طرح تمہارے خاندان کے ساتھ جوڑ لگا۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی اسی شفقت کی وجہ سے خاندان والے بھی استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے مانوس ہوگئے۔ اس تعلق کے بارے میں مناسب ہے کہ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی زبان میں تحریر کروں۔

استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم کبیر والا سے حیدرآباد، مدرسے کے چندے کے لئے بھیجا۔ میں اس سے پہلے کبھی نہیں گیا تھا تو انہوں نے مجھے ایک کاغذ پر پتہ لکھ کر دیا۔ مارکیٹ میں حاجی عبدالسلام سے ملنا ہے۔ اب میں ریل سے حیدرآباد پہنچا اور اسٹیشن سے تانگے والے کو لیا اور پتہ بتا دیا کہ حاجی عبدالسلام مارکیٹ والے کے پاس جانا ہے۔ اب تانگے والا مارکیٹ والے حاجی عبدالسلام کو نہیں جانتا تھا۔ وہ سمجھا کہ سرے گھاٹ میں ماوے والے حاجی عبدالسلام۔

۳۲...... وہ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر ماوے والے حاجی عبدالسلام کے پاس آ گیا۔ (یہ حاجی عبدالسلام میرے دادا تھے) ملاقات ہوئی۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں کبیر والا سے آیا ہوں۔ مدرسے کے سلسلے میں، تو استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ آپ کے پاس مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کا خط آیا؟ تو تیرے دادا نے کہا کہ میں نہیں جانتا مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کو اور نہ کوئی خط آیا ہے تو میں نے پوچھا کہ آپ مارکیٹ والے حاجی عبدالسلام ہیں نا؟ تو تیرے دادا نے کہا کہ نہیں وہ تو دوسرے ہیں۔ خیر کوئی بات نہیں۔ آپ آ گئے ہیں تو کھانا وغیرہ کھا کر میں آپ کو ان کے پاس خود چھوڑ آؤں گا۔ میں نے کہا کہ نہیں میں چلا جاؤں گا۔ آپ مجھے پتا بتا دیں۔ لیکن وہ نہ مانے اور گھر لے آئے۔ گھر ہیر آباد میں تھا۔ ایک کمرہ خالی کروایا۔ مجھے کہا کہ کھانا کھا کر آپ

آرام کریں۔ میں شام کو آپ کے ساتھ چلوں گا۔ میں بھی تھکا ہوا تھا اور تیرے دادا کی محبت کی وجہ سے میں بھی مان گیا۔ شام کو کام سے فارغ ہو کر آئے اور مجھے ساتھ لے کر مارکیٹ میں حاجی عبدالسلام کے پاس لے گئے اور وہاں سے فارغ ہو کر مجھے اپنے ساتھ ہی واپس لے آئے۔ صبح کو میں نے اجازت چاہی تو کہنے لگے: ارے مولوی صاحب کل ہی تو آئے ہو کچھ دن ٹھہر جاؤ۔ پھر چلے جانا اور اصرار کے ساتھ روک لیا۔ سارے گھر والوں نے محبت کا اظہار کیا تو میں بھی رک گیا۔ فرمانے لگے۔ تیرا ابّا اس وقت تیرے جتنا تھا۔ حاجی صاحب صبح کام کو جاتے اور شام کو میرے ساتھ باتیں کرتے۔ سوالات پوچھتے میں بھی اس گھرانے سے مانوس ہو گیا۔ پھر تقریباً آٹھ دن کے بعد کراچی چلا گیا۔ اگلے سال پھر آیا۔ پھر مجھے آٹھ دس دن کے لئے روک لیا۔ حالانکہ مدرسے کا کام ایک دو دن کا ہوتا۔ لیکن تیرے دادا کی محبت کی وجہ سے میں بھی رک جاتا۔ ایک سال آیا اور میں (استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ) نے تیرے دادا سے کہا کہ آپ میرے ساتھ اتنی محبت کرتے ہیں۔ اس محبت کا صلہ کوئی تو میں دوں۔ آپ اپنے عبیداللہ کو میرے ساتھ بھیج دیں۔ میں اس کو پڑھاؤں گا تو انہوں نے اس کو میرے ساتھ کبیروالا بھیج دیا۔ تیرے ابّا کو دیکھ کر ملتان سے مولوی عطاء الرحمٰن بھی تیار ہو گیا اور پھر کبھی تیرے ابّا سے اور کبھی عطاء الرحمٰن سے ملنے تمہارا خاندان کا آنا جانا شروع ہو گیا۔ یوں یہ ایک اتفاقی طور پر ملاقات سے محبت بڑھتی بڑھتی یہاں تک پہنچی کہ آج ان کی اولاد در اولاد بھی میرے پاس ہی پڑھ رہی ہے۔ (مولانا احمد عبید ارشد، لاہور)

۳۳...... خود حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ کو یہ بات بتلائی کہ حیدرآباد کراچی کا چندہ دارالعلوم کبیروالا کے لئے میں لایا کرتا تھا اور یہ سارا حلقہ میں نے بنایا تھا۔ جب میں دارالعلوم کبیروالا چھوڑ کر آ گیا تو مستقل طور پر میں نے ان تمام جگہوں کا سفر کیا۔ جہاں جہاں سے میں چندہ لایا کرتا تھا، میں نے تمام معاونین کو کہا کہ اگر تو تم مجھے چندہ دیا کرتے تھے تو بند کر دیں۔ اگر اللہ کے لئے چندہ دیا کرتے تھے تو پھر پہلے سے دوگنا کر دیں۔ (مفتی محمد احمد انور، مانکوٹ)

۳۴...... بندہ (مولانا ظفر احمد قاسم) نے شوال میں وقت سے بہت پہلے درجہ صرف ونحو میں داخلہ لے لیا۔ اس درجہ میں ہم کل گیارہ ساتھی تھے اور استاذ محترم مولانا منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ محمدیہ نڑھال سے دارالعلوم کبیروالا تشریف آوری کا یہ دوسرا سال تھا۔ اب تو حقیقت سے کہیں دور، مصنوعی فکری جولانیاں، جیسے ہر مدرسہ ابتدائیہ کو بھی عنوان جامعہ سے نیچے لانے کو تیار ہی نہیں۔ اسی طرح صرف ونحو میں قدرے مہارت رکھنے والا آج کا مدرس بھی عموماً امام الصرف والنحو کہلوانے

میں فخر محسوس کرتا ہے۔ حالانکہ کسی بھی فن کا فقط واضع ہی اس فن کا امام کہلانے کا حق رکھتا ہے۔ (واللہ اعلم) لیکن بلاشبہ حضرت الاستاذ مولانا منظور الحق فاضل دیوبند بالخصوص صرف ونحو ومنطق میں افہام وتفہیم اور اپنے منفرد طرز تدریس کے اعتبار سے ایک مجتہدانہ شان کے حامل تھے۔ اس وقت اس درجے کے کسی طالب علم کے لئے بدمحنتی ہونا قریباً ناممکن تھا۔ بنابریں ہمارا وہ سال تو صرف ونحو میں انتہائی مشغولیت کی وجہ سے ''بفضلہ یمیناً عن شمال'' کا مصداق رہا اور استاذ مولانا منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ کے علمی رعب ووجاہت کی وجہ سے کسی اور استاذ محترم کے متعلق کسی بھی نوعیت کے تجسس وتجث کا سوال ہی نہ تھا۔ البتہ اس عاجز کو چونکہ حضرت امام لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بوجوہ طبعًا بے پناہ عقیدت تھی۔ (اور بفضلہ تعالیٰ اب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ باقی اکابر حقہ کی طرح یہ عقیدت بھی تا قیامت باقی رکھے) اور استاذ مکرم مولانا عبدالمجید قدس اللہ سرہ کی مجالس میں اکابر واسلاف بالخصوص شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ قطب الارشاد حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام الاولیاء حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ مبارکہ بکثرت والہانہ انداز سے سننے میں آتا۔

لہٰذا کبھی کبھی برادر محترم مولانا عبدالرحمٰن ظفر کی معیت میں دوپہر کے وقت سلطان الاشجار کے سایہ میں تھوڑی دیر کے لئے حضرت استاذ مکرم کے ہاں حاضری کا موقعہ ملتا یا پھر کبھی بعد نماز فجر درس ترجمہ قرآن میں شرکت کی سعادت حاصل ہوتی۔ گو کہ اس گلشن علم وکردار میں تنگی داماں کا ساماں بھی تھا۔ لیکن اس جہول وبدوی میں تو چند کلیوں کے چننے کی صلاحیت بھی نہ تھی تو بالکل دیہاتی فکر وعمل کا حامل یہ عاجز کتنا سا فائدہ اٹھا سکتا ہوگا۔ ''فیا حسرتا علیٰ ذلک''

(حضرت مولانا ظفر احمد قاسم)

۳۵...... اس کے بعد حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے حکم ومشورہ سے بندہ اپنی علمی وتربیتی ماں یعنی جامعہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا کی گود شفقت میں تدریسی وانتظامی ذمہ داریوں کے نبھانے کی ٹوٹی پھوٹی سعی وکوشش میں رہا۔ جہاں ہر مرحلہ وہر لحہ حضرت استاذ مکرم رحمۃ اللہ علیہ ہی کی راہنمائی وتوجہ کریمانہ سے وقت گزرا۔ شیخ الادب مولانا علی محمد رحمۃ اللہ علیہ جیسے انتہائی مخلص ومتقی کا دور اہتمام تھا جو بندہ کے لئے بہرحال دور امتحان تھا کہ دونوں طرف میرے انتہائی محسن ومشفق استاذ تھے اور بندہ تعاون اہتمام ہی کے لئے حاضر ہوا تھا۔ لہٰذا حضرت استاذ مکرم مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بقدم فکری وعملی راہنمائی سے بفضلہ الکریم ان معہ العسر القلیل سے الیسر الکبیر والکثیر کا نفع حاصل ہوا۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء! (مولانا ظفر احمد قاسم)

باب العلوم کی قسمت جاگ اٹھی

مولانا منیر احمد رقم طراز ہیں کہ:

’’باب العلوم ایک قدیم مدرسہ ہے لیکن حضرت کی تشریف آوری سے قبل اس خطہ کے زرخیز ہونے کے باوجود اس علمی باغیچہ کے غنچے کھل سکے نہ اس پر بہار آسکی نہ پھل، پھول لا سکا نہ ثمر آور ہوسکا۔ بلکہ روز بروز اس پر خزاں چھاتی گئی تاآنکہ باب العلوم کا باب علم مسدود ہوگیا اور اس کا دروازہ مقفل ہوگیا۔ اب کہروڑپکا کے بعض علم دوست احباب فکر مند ہوئے اور باب العلوم کے تنزل وانحطاط، اس کی پستی اور زبوں حالی کا سابقہ حالات کی روشنی میں جائزہ لیا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ باب العلوم کی آبادی اور ترقی کے لئے ضروری ہے کہ کوئی معروف، ماہر، تجربہ کار، صاحب نسبت، علمی شخصیت تلاش کی جائے جو باب العلوم کے تعلیمی نظام کو ایک مضبوط اور صحیح نظم کے تحت چلا سکے۔

باب العلوم کے مالی اور دفتری نظام کو مضبوط کرنے اور باب العلوم کے اندرونی ماحول میں بیرونی مداخلت کو روکنے کے لئے کسی ذی وجاہت، مؤثر مقامی شخصیت کی خدمات حاصل کی جائیں۔ ادھر حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس سوچ میں تھے کہ دارالعلوم کے بعد اب کسی ایسے ادارہ میں تدریسی کام شروع کیا جائے جہاں اپنی علمی صلاحیتوں کو حسب منشا بغیر کسی رکاوٹ کے بروئے کار لاسکیں اور اپنے سابقہ تجربات کی روشنی میں اس ادارے کو پروان چڑھا کر علم وہدایت کا مرکز بنا سکیں۔ چنانچہ باب العلوم کی قسمت جاگ اٹھی۔ علاقہ کہروڑپکا کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا کہ کہروڑپکا کے ان مخلص اور فکرمند حضرات نے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز مجاہد اسلام، پیر طریقت حضرت مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانی مرحوم کے ساتھ رابطہ کیا، حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے حضرت الاستاذ کے ساتھ رابطہ ہوا۔ ادھر استاذ محترم کے ایک پیارے اور لاڈلے شاگرد حضرت مولانا امان اللہ خالدی بھی واسطہ بن گئے ان ہر دو حضرات کی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں۔ چنانچہ نتیجتاً باب العلوم کے تعلیمی نظام کے استحکام وترقی کے لئے وہ علمی، روحانی، صاحب دل، تجربہ کار شخصیت حضرت الاستاذ کے روپ میں اور باب العلوم کے مالی اور دفتری نظام کی مضبوطی کے لئے اور بیرونی مداخلت کے سدباب کے لئے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت و محبت کے مرکز، حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کے ثمر اور حضرت سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ کے منظور

نظر شیخ خورشید احمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند الشیخ غلام محمد عباسی کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے باب العلوم کو عطا فرمادیے، حضرت الاستاذ کی شفقت کہ حضرت والا نے مجھے کمالیہ طلب کیا باب العلوم میں اپنی تقرری کا ذکر کیا اور مجھے فرمایا کہ تیری تقرری بھی میرے ساتھ ہے۔ پڑھائی تو شوال سے شروع ہوگی۔ لیکن شعبان و رمضان بھی ہم نے باب العلوم میں گزارنا ہے چنانچہ حضرت والا کے بھانجے حافظ مقبول احمد اور حضرت کا دیرینہ خادم راقم الحروف (مولانا منیر احمد منور) حضرت الاستاذ کے ہمراہ ماہ شعبان ۱۳۹۲ھ، مطابق ۱۰ر ستمبر ۱۹۷۲ء بروز اتوار کو باب العلوم میں حاضر ہوئے اس وقت باب العلوم کا صرف ایک چوکیدار تھا حافظ قائم دین، اس کے علاوہ نہ کوئی استاذ نہ طالب علم۔ مدرسہ میں صرف ایک پختہ کمرہ تھا۔ باقی دفتر سمیت آٹھ، دس کچے کمرے تھے۔ مدرسہ کے ویران ہونے کی وجہ سے کمروں کی حالت یہ تھی کہ اکثر کمروں کی دیواروں اور چھتوں میں بھڑوں کے چھتے اور نیچے گدھوں کی لید۔ ہمارا شعبان کا مہینہ تقریباً صفائی میں گزرا۔ باقی صفائی تو حافظ مقبول احمد اور راقم الحروف کر لیتے تھے مگر جب بھڑوں کے چھتے اتارنے کا نمبر آیا تو حضرت الاستاذ نے فرمایا مجھے بھڑ نہیں کاٹتے اس لیے یہ میں اتارتا ہوں چنانچہ بھڑوں سے بھڑنے اور چھتے اتارنے کا مرحلہ خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سر کیا۔ رمضان المبارک میں حضرت والا کے حکم پر باب العلوم کی مسجد میں تراویح میں قرآن مجید راقم الحروف (مولانا منیر احمد منور) نے سنایا۔ استاذ محترم نے شعبان و رمضان کے دوران باقی اساتذہ اور باقی عملہ کی تقرری کا کام مکمل کیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس طرح استاذ محترم علمی کتب اور سوانحی کتب کے حوالہ سے کثیر المطالعہ ہیں اس سے کہیں زیادہ زندہ شخصیتوں اور خود اپنے حالات کے مطالعہ و استحضار کے عادی ہیں جس کی وجہ سے آپ میں حیران کن حد تک ’’مردم شناسی‘‘ کی قوت ہے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا میں کسی کے متعلق اپنے ادراک کا اظہار نہ کروں تو الگ بات ہے ورنہ مجھے آدمی کے سمجھنے اور پہچاننے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔ چنانچہ آپ نے باب العلوم میں اساتذہ اور دفتر کا عملہ متعین کرتے وقت سابقہ تجربات کے علاوہ مردم شناسی سے بھی کام لیا۔ آپ نے باب العلوم کے ہر شعبہ کے لئے ایسے باصلاحیت، مخلص، محنتی افراد کا انتخاب کیا کہ باب العلوم دیکھتے ہی دیکھتے ملک کے بڑے اداروں کی صف میں شمار ہونے لگا چنانچہ پہلے سال ہی فارسی سے لے کر موقوف علیہ تک مکمل درجات میں تعلیم شروع ہوگئی اور ہر درجہ میں معقول تعداد تھی اس وقت کی موجودہ عمارت کے ناکافی ہونے کی وجہ سے فوری ضرورت پوری کرنے کے لئے ۳۳ کچے کمرے تعمیر کیے گئے جن میں چار

چار فٹ بھرائی خود طلبہ نے کی۔ باب العلوم میں پہلے سال بجلی نہ تھی لالٹینوں پر گزارا تھا آمدورفت کی سہولت بھی زیادہ نہ تھی اس کے باوجود پہلے سال ہی باب العلوم کی طرف طلباء کا جوق در جوق متوجہ ہونا اور موقوف علیہ تک درجات کا مکمل ہونا، یہ استاذ محترم کی دعائے سحر کا نقد ثمر تھا۔ ۱۳۹۵ھ میں دورہ حدیث شریف کا آغاز بھی ہو گیا جو بغیر انقطاع کے اب تک اپنی پوری عظمت اور شان و شوکت کے ساتھ جاری ہے اس وقت اندرون ملک اور بیرون ملک کہروڑ پکا کا تعارف باب العلوم ہے اور باب العلوم کا تعارف حکیم العصر حضرت الاستاذ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے۔ اس وقت پاکستان کے سینکڑوں مدارس ہیں جن میں اللہ تعالیٰ باب العلوم کے فضلاء سے اشاعت علم کا کام لے رہے ہیں نیز اس کے علاوہ دین کے دوسرے شعبہ جات میں بھی اللہ تعالیٰ فضلاء باب العلوم سے کسی نہ کسی رنگ میں دین کا کام لے رہے ہیں یہ بھی استاذ محترم کی ایک خاص دعا کا ثمرہ ہے آپ فرماتے ہیں جب بھی اللہ تعالیٰ مجھے حرمین شریفین کی زیارت کا موقع نصیب فرماتے ہیں تو میں قبولیت دعاء کے ہر مقام پر خصوصاً مقام ملتزم میں یہ دعا کیا کرتا ہوں، اے اللہ! باب العلوم کی طرف ان قلوب کو متوجہ فرما جن سے تو نے دین کا کام لینا ہے اللہ باب العلوم کی طرف ان طلباء کو متوجہ فرما جن کی تیرے ہاں قبولیت ہے۔

باب العلوم کے زمانہ کے چھبیس اہم واقعات

۱...... باب العلوم میں آپ ہر طرح با اختیار تھے اس کے باوجود یہاں پر پہلے سے بھی زیادہ احتیاط کرتے تھے اسی طرح مدرسہ کے کتب خانہ کے بارے میں بھی آپ ہمیشہ محتاط رہتے۔ بلا ضرورت مدرسہ کے کتب خانہ سے کتاب کبھی نہیں منگواتے اور جب ضرورت پڑنے پر منگواتے تو فارغ ہونے کے بعد فوراً واپس بھیج دیتے۔

۲...... اپنی ذاتی کتب کے متعلق فرمایا کہ میرے پاس کتابیں یہ فی الحال میری ہی رہیں گی کیونکہ کتب خانہ میں جمع کرانے کے بعد استعمال کرنے میں آزادی نہیں رہتی لیکن میرے بعد میرے ورثاء سے اجازت لے لینا وہ بخوشی مدرسہ کے لئے اجازت دے دیں گے حالانکہ اگر خود کتب خانہ میں درج کرا دیتے اور اپنے پاس رکھی رہتیں تو آپ با اختیار تھے ایسا کر سکتے تھے اس پر کسی کو اعتراض بھی نہ ہوتا لیکن آپ سوچتے تھے کہ اگر ذاتی کتابوں میں سے کوئی کتاب ادھر ادھر ہو گئی تو ذاتی نقصان ہوگا۔ جب مدرسہ کے کھاتہ میں چلی جائیں گی اور رہیں گی اپنے پاس، تو اب کوئی کتاب ضائع ہو گئی تو مدرسہ کی کتاب کا ضیاع ہوگا اور ذمہ داری مجھ پر عائد ہوگی۔ اس لئے

آپ نے اپنی کتابوں کو احتیاطاً اپنی ملکیت میں رکھا۔ حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کا جیسے اپنا مزاج اور اپنا طریقہ تھا آپ نے باب العلوم کے منتظمین اور اساتذہ کا مزاج بھی وہی بنایا۔ مفتی ظفر اقبال مدظلہ ہر سال لاکھوں روپے جامعہ کے لئے جمع کرتے، اسی طرح بعض دوسرے اساتذہ کرام بھی فراہمی چندہ کے لئے سفر کرتے، لیکن صرف عام کرائے کی حد تک اپنا سفر خرچ وصول کرتے۔

کمال احتیاط

۳...... باب العلوم میں ایک ماحول ہے کہ سال کے اخیر میں ہر کلاس مشترکہ طور پر اساتذہ کی دعوت کرتی ہے چونکہ ابتدائی کلاسوں میں نابالغ طلبہ بھی ہوتے ہیں اس لئے حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ان طلبہ سے دعوت کھانا ہمارے لئے شرعاً درست نہیں لیکن انکار کرنے میں ان کی حوصلہ شکنی بھی ہے لہٰذا دعوت تو قبول کرنی چاہیئے لیکن اساتذہ خود بھی دعوت کے لئے ان کو کم ازکم بقدر طعام رقم دیدیا کریں تاکہ ہمارے لئے دعوت کھانے کا جواز ہو جائے اور طلبہ کی حوصلہ شکنی بھی نہ ہو۔

۴...... بعض کھاتے پیتے گھرانوں کے طلبہ گھر سے اپنے لئے کوئی چیز لے آتے تو وہ از راہ محبت حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی اسمیں سے کچھ بطور ہدیہ پیش کرتے۔ آپ نابالغ بچوں سے ایسا ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے لین دین کا معاملہ اتنا صاف رکھتے ہیں کہ آج تک کسی کو شکایت کا موقع نہیں مل سکا۔ خورد ونوش کے معاملہ میں طلبہ کرام بہت بے احتیاطی کرتے ہیں لیکن حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ طالب علمی ہی سے بہت محتاط رہتے۔

۵...... پچھلے دنوں رفیق مکرم ولی کامل پیر طریقت شیخ الحدیث مولانا سیّد جاوید حسین شاہ باب العلوم میں تشریف لائے۔ حضرت کی بیٹھک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ باتوں باتوں میں حضرت حکیم العصر نے فرمایا ''اب تو بھائی ہمارا چولہا ٹھنڈا ہو گیا ہے'' اس میں اشارہ تھا خالہ جی مرحومہ کی وفات کی طرف۔ حضرت شاہ صاحب نے برجستہ فرمایا ''حضرت! اس چولہے سے تو ہم نے بڑی بڑی نعمتیں کھائی ہیں۔'' شاہ صاحب کی دانائی اور مزاج شناسی کہ اپنے میزبان حضرت مفتی قاری محمد احمد کو کان میں کہا: قاری صاحب! اگر وقت نہ ہو تو کھانا یہیں لے آؤ۔ چنانچہ حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہی دستر خوان لگ گیا اور وہیں کھانا کھایا گیا۔ اس سے استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے۔

۶...... اس کے علاوہ سالہا سال یہ سلسلہ چلتا رہا کہ آپ طلبہ کو اور بعض مرتبہ اساتذہ کو اپنی ذاتی خرید کردہ کتابیں دیتے تھے کسی کو ہدیہ کے طور پر، کسی کو صدقہ کے طور پر، اور مستحق طلبہ میں جو نقدی مخفی طریقے سے دی جاتی وہ اس کے علاوہ ہے۔ مجھے بھی اس طرح پتا چلا کہ بعض طلبہ نے خود بتایا اور بعض طلبہ کو میرے ذریعے دلوایا۔ بعض طلبہ کے بارے میں مجھ سے دریافت فرمایا کہ یہ مستحق ہے یا نہیں؟

۷...... جامعہ باب العلوم میں شعبہ بنات کا دارالحدیث آپ کی سخاوت کا ثمرہ ہے۔ پھر صاحب ثروت لوگ سخاوت کریں تو ان کا کمال نہیں کہ دریا میں سے چند قطرے نکل جائیں تو کیا فرق؟ لیکن پوری سوری آمدنی والا شخص سخاوت کرے تو یہ اصل سخاوت ہے۔

۸...... اور بعض مرتبہ بوقت ضرورت اپنی ذاتی جیب سے مدرسین کی بھی مالی معاونت فرماتے۔ جامعہ کے ایک استاذ کا جب دل کا آپریشن ہوا تو تیس چالیس ہزار کے قریب امداد فرمائی۔

۹...... اور جب راقم الحروف کو حضرت نے کچے مکان سے پکے مکان میں منتقل ہونے کا مشورہ دیا تو راقم نے اپنے بعض تحفظات کا اظہار کیا۔ لیکن آپ نے روحانی باپ کا اور پدری شفقت کا حق استعمال کرتے ہوئے فرمایا کہ اتنا تو مجھے حق ہے کہ میں تیرا سامان اٹھوا کر وہاں (پکے مکان میں) رکھوادوں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! چند گھنٹوں میں سامان وہاں پہنچ جائے گا۔ چونکہ رہائشی مکانوں میں پنکھے بلب وغیرہ خود اساتذہ لگواتے ہیں تو حضرت والا نے مجھے ۱۵ ہزار دیے اور فرمایا کہ اپنی بیٹھک میں قالین خرید کر کے بچھا دیں۔ راقم نے کچھ وقفہ کے بعد عرض کیا کہ حضرت! اتنے قیمتی قالین کے تقاضے شاید میں پورے نہ کرسکوں اس لیے یہ ۱۵ ہزار جو آپ نے قالین کے لئے عنایت فرمائے ہیں۔ وہ مناسب خیال فرمائیں تو آپ رکھ لیں، لیکن آپ نے فرمایا کہ یہ رقم پنکھے لگوانے میں خرچ کرلو۔ قالین پر خرچ کرنا ضروری نہیں۔ اسی طرح اپنے عزیز واقارب میں بھی ہدایہ جات کا سلسلہ اخیر تک جاری رہا۔ (مولانا منیر احمد منور)

۱۰...... ایک دفعہ فرمانے لگے کہ مدرسہ باب العلوم پر کچھ قرض چڑھ گیا۔ قرض والوں نے تقاضا شروع کردیا تو مدرسہ کے مہتمم جناب غلام محمد عباسی نے خود حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ آپ حرمین شریفین جارہے ہیں تو مدرسہ کی رسید بھی ساتھ رکھ لیں۔ وہیں مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ جو ساتھی آپ کے ملنے والے ہیں ان کو مدرسہ کے حالات سے آگاہ کردینا۔ آگے اللہ تعالیٰ کے سپرد۔ اللہ چاہے گا تو کسی کو توفیق دے گا۔ حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ

ٹھیک ہے۔ رسید بک بیگ میں رکھ کر سفر شروع کیا۔ حرمین شریفین پہنچے۔ کعبہ پر نظر پڑی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ یا اللہ! اب تو تیرے گھر میں آ گئے ہیں۔ اب تو تیرے سوا کسی اور سے مانگنے میں شرم آتی ہے۔ اپنے غیب کے خزانے سے ہی مدرسے کے قرض کا انتظام فرمادے۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ سے رو کر مانگتا رہا۔ یہاں تک کہ دل مطمئن ہو گیا کہ اللہ پاک ضرور مدد فرمائیں گے۔ وہاں رہتے ہوئے نہ کسی کو اس قرض کا تذکرہ کیا اور نہ رسید بک اٹھا کر دیکھی کہ کہاں رکھی ہے؟ دن پورے ہوئے واپس مدرسہ آ گیا۔ حضرت مہتمم صاحب نے آتے ہی بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرض کا انتظام فرمادیا ہے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے مہتمم صاحب کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا کہ میں نے وہاں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہیں مانگا۔ جیسے رسید رکھی تھی ویسے ہی پڑی ہے۔ اسے سنبھال لو۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ سنا کر طالب علموں کو سبق دیا کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہی توجہ رہنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی اسباب پیدا فرمادیتے ہیں۔ (مولانا محمد امین مبارکپوری)

۱۱...... جامعہ باب العلوم، کہروڑ پکا سے استاذ جی کو حقیقی اولاد سے بھی زیادہ محبت تھی، اس وجہ سے باب العلوم کے لئے کسی ناخوشگوار بات کو سننا آپ کے لئے ناقابل برداشت تھی، چاہے وہ بات کتنی بھی حقیقت پر مبنی ہو۔ استاذ جی کا یہ مزاج تھا کہ احسان کرنے والوں کا احسان مانتے تھے، جس نے کبھی کوئی احسان کیا، استاذ جی اس کا ذکر بہت کثرت سے کیا کرتے تھے۔

(مولانا امان اللہ خالدی)

۱۲...... ایک بڑا قطعہ باب العلوم سے متصل تھا لیکن باب العلوم کے احاطہ میں تھا، اس پر کافی لوگ دعویدار تھے، اور یہ بھی شنید ہے کہ اسے سینما بنانا چاہتے تھے، بڑی طویل اور سخت ترین جدوجہد کے بعد محترم جناب عباسی صاحب نے عدالت سے اس شرط پر مقدمہ جیتا کہ ڈیڑھ لاکھ کے لگ بھگ کی ادائیگی غالباً ڈیڑھ ماہ کی مدت میں جمع کرادیں گے، اس وقت یہ رقم بہت بڑی تھی، جناب عباسی صاحب کے والد جناب حاجی خورشید عباسی رحمۃ اللہ علیہ، استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ عمرے پر لے گئے، اور ان کا خیال تھا کہ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ وہاں کے مشائخ سے ملیں گے اور وہیں سے پیسوں کا بندوبست ہو جائے گا۔ وہاں جا کر استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ غلبہ ہوا کہ یہاں آ کر غیروں سے کیوں مانگوں؟ اور دعاؤں کا سہارا لیا۔ جب استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ واپس تشریف لائے تو پیسوں کا بندوبست ہو گیا تھا، جس کی قسمت میں جتنی سعادت تھی اس کو حاصل ہوئی۔ شہر کے وسط میں چوک بخاری واقع ہے، جہاں باب العلوم کی بنات کی ایک شاخ ہے جس میں بارہ تیرہ دکانیں ہیں، جن

کا معقول کرایہ باب العلوم کو ملتا ہے، یہ جگہ میونسپل کو دی گئی تھی، جس پر وہ قابض ہوگئے، محترم جناب عباسی صاحب نے طویل مقدمات کے بعدان کو باہر کیا، اوران کا سامان باہر نکال دیا۔ بحمداللہ وہاں تقریباً چارسو طالبات زیرتعلیم ہیں۔ان تمام معاملات کو جناب عباسی صاحب اپنی محنت اورلگن سے حل کیا کرتے تھے۔ (مولانا امان اللہ خالدی)

۱۳...... کبیروالا سے علیحدگی کے وقت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر چالیس برس تھی اوران کی شہرت دور دور تک پہنچ چکی تھی اوراہل مدارس ان کے نام سے واقف ہوچکے تھے۔اس لئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے اب مشکل مرحلہ درپیش تھا کہ اب ان کی اگلی منزل کیا ہو۔کئی مدارس نے اپنی اپنی پیشکشیں بھجوائیں،انہی میں سے ایک پیشکش جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا کی طرف سے بھی تھی۔ عام طور پر فیصلہ کرنے کے لئے یہ باتیں اہم سمجھی جاتی ہیں کہ کس مدرسے میں تنخواہ اور آسائشیں زیادہ ملیں گی،اور بڑا مدرسہ کون سا ہے؟ لیکن حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ترجیحات میں یہ سب باتیں شامل نہ تھیں۔ان کے لئے یہ بات باعث ترجیح تھی کہ کس مدرسہ کوان کی زیادہ ضرورت ہے۔

الحاج جناب غلام محمد عباسی صاحب نے سرپرستی تو فرمائی لیکن مدرسے کا اندرونی اور بیرونی انتظام حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کوسونپ دیا اورمولانا کے دور۱۹۷۲ءتا۲۰۱۵ء کے دوران میں انہوں نے بیالیس سالوں میں کبھی جامعہ کے معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہ کی،اس طرح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ کا انتظام بھی خودسنبھالا اوراس کے لیے اپنے لائق شاگردوں کی خدمات حاصل کیں۔

بالآخرآپ کی قربانیاں رنگ لائیں اورمدرسہ باب العلوم پاکستان بھرکے مدارس میں ایک نمایاں مدرسے کےطور پرابھرا۔مولانا مشتاق احمد مرحوم شروع شروع میں اس مدرسہ کے ناظم تھے۔وہ بڑے محنتی انسان تھےاورحضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کوبھی ان سے بےحد محبت تھی۔انہوں نے مدرسہ کوسنوارنے میں بڑی محنت کی، افسوس کہ، وہ شادی کے بعدنوجوانی میں ہی انتقال فرما گئے۔اس کے بعدمفتی ظفراقبال اس کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔انہوں نے مدرسہ کے لئے بڑی محنت کی اورمدرسہ کی تعمیروترقی کے لیےدن رات کام کیا۔ (مولانا محمودالحسن عارف)

۱۴...... اس پرلطف مستزاد یہ ہے کہ حضرت الحاج غلام محمد عباسی جیسے ’’مردم شناس‘‘ ہیں اسی طرح ’’خودشناس‘‘ بھی ہیں۔ حضرت استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ پورے ملک میں ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پر جامعہ کی نمائندگی فرماتے اورعباسی صاحب نے کبھی اس کا زبان سے اظہار نہ فرمایا کہ یہ ادارہ میرے زیراہتمام ہے۔

افراد سازی

حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کے وقت جو باب العلوم علمی شناخت نہ رکھتا تھا آج کے علمی حلقوں میں اسے بہت سے خصوصی امتیازات حاصل ہیں۔ آپ کی آئینہ گری اور مدبرانہ تراش وخراش نے وہ ہیرے اور موتی تیار کر دیے ہیں جو آج تدریس وتعلیم، منبر ومحراب، تزکیہ واصلاح کے علاوہ بہت سی نظریاتی سرحدوں پر اتنے بلند قد وقامت سے کھڑے نظر آتے ہیں کہ وہ اپنے سے بعد میں آنے والی نسلوں کو یہ سرمایۂ علم وحکمت منتقل کرنے میں کامیاب رہیں گے۔

جن خطوط کو حضرت استاذ محترم نقوش راہ بنا کر چھوڑ گئے۔ ان پر وقت کی رفتار کے ساتھ ابھرنے والے فتنوں کی سرکوبی کے لئے نہ صرف مستعد اور تیار ہیں۔ بلکہ آپ کے طرز استدلال اور اخذ نتائج کی خصوصیت سے بھی مالا مال ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ اس لحاظ سے بھی خوش نصیب ہیں کہ آنے والے اپنے تلامذۂ کرام کو اپنی زندگی میں قیادت کی صف میں دیکھا پھر تلامذہ کرام پر ان کی نظر عنایت اور بڑھتی گئی جوان کو مزید بلند سے بلند تر کرتی چلی گئی۔

ملک بھر میں اس وقت جامعات کی ایک معتد بہ تعداد ایسی ہے جہاں آپ نے اپنے مشوروں، آمد ورفت اور انتظامی ہدایات سے ان کو متعارف علمی مقام بخشا۔ جیسے افراد کو آپ زندگی بھر بڑا بناتے رہے۔ ایسے ہی مدارس کو بھی جامعات کی شکل دینے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

(قاری محمد ادریس ہوشیار پوری)

۱۵...... باب العلوم آمد کے پہلے سال ابتداء میں حضرت مہتمم صاحب نے استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے سال کے خرچ کا اندازہ پوچھا تو استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے کاغذ قلم لے کر اندازے سے تقریباً ڈیڑھ صد طلباء کا حساب لگا کر کاغذ مہتمم صاحب کی طرف بڑھا دیا جو تقریباً پچاس ہزار روپے تھا۔ آپ کی بے مثال ذہانت اور خداداد فہم وفراست کہ اتنے ہی طلباء پہلے سال پڑھنے کے لئے آ گئے اور ابتدائی درجات سے لے کر موقوف علیہ تک تمام درجات میں پڑھائی شروع ہو گئی۔ مدرسین میں استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مولانا منیر احمد منور، مولانا حبیب احمد، مولانا مشتاق احمد، مولانا سید جاوید حسین شاہ، مولانا عبید اللہ ارشد (لاہور)، درجہ حفظ میں قاری خلیل الرحمٰن، مسجد قاضیوں والی کے خطیب قاری یعقوب شامل تھے۔ قاری محمود حسن (بیت القرآن کہروڑپکا) کو عید الاضحیٰ کے بعد درجہ حفظ کا استاذ مقرر کیا گیا۔ جب کہ مولانا عبید اللہ لاہور والے تقریباً سات ماہ پڑھا کر اپنی کسی مجبوری کی

وجہ سے چلے گئے۔ سال کے اختتام پر جب حساب کتاب باقاعدہ مکمل ہو کر سامنے آیا تو پورے سال کا میزانیہ ۵۲۵۰۰ (باون ہزار پانچ سو) روپے تھا۔

باب العلوم میں دورۂ حدیث شریف

۱۶...... حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی باب العلوم آمد کے تیسرے سال چار خوش نصیب طلباء قاری محمد افضل جھنگوی، مولوی محمد اکرم سیالکوٹی، قاری اللہ بخش سرگودھوی اور مولوی عبدالخالق بھٹہ کوٹی، کو علیحدہ منتخب کر کے پورے دورۂ حدیث کی بجائے صرف صحیح بخاری پڑھائی تا کہ عملی تجربہ کر کے اس کی مشکلات اور ضروریات کا اندازہ ہو۔ پھر اس کی تیاری کر کے باقاعدہ دورۂ حدیث شریف شروع کروایا جاسکے۔ اس سے اگلے سال ۱۹۷۶ء مطابق ۱۳۹۶ھ سے باقاعدہ دورۂ حدیث شریف کا اجراء کر دیا گیا۔ پہلے سال دورۂ حدیث میں ۷ اطلباء داخل ہوئے۔ جن میں چار مذکورہ بالا طلباء بھی شامل تھے۔

جامعہ باب العلوم میں دورۂ حدیث شریف کے ابتدائی اساتذہ

۱۷...... حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ نے دورۂ حدیث شریف کی کلاس کے لئے بہترین اور لائق فائق علم حدیث اور دیگر فنون کے ماہر اساتذہ کا انتخاب فرمایا۔ چنانچہ اس پہلے سال جن نفوس قدسیہ نے دورۂ حدیث شریف کے اسباق پڑھائے ان کے مبارک نام یہ ہیں:

(۱) حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ — صحیح البخاری ج۱،۲، بمع سنن الترمذی ج۱،۲

(۲) شیخ الحدیث مولانا محمد امین مدظلہ — صحیح مسلم شریف ج۱،۲

(۳) شیخ الحدیث مولانا سید جاوید حسین شاہ — سنن ابی داؤد

(۴) شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور — طحاوی شریف بمع موطا امام مالک وامام محمد

(۵) شیخ الحدیث مولانا حبیب احمد — سنن نسائی وسنن ابن ماجہ

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا ورود مسعود

۱۸...... سال کے اختتام پر صحیح بخاری کی آخری حدیث کا درس ارشاد فرمانے کے لئے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں درخواست کی گئی۔ حضرت اعلیٰ درجہ کی طبعی نفاست، نازک مزاجی کے باوجود اس دیہاتی علاقہ میں تشریف لائے۔ بخاری شریف کا آخری سبق ارشاد فرمایا۔ ہمہ قسم سہولیات سے خالی جامعہ اسلامیہ باب العلوم کے ماحول کو خوب

سراہا۔خوشی کا اظہار فرمایا۔ بہت دعائیں دیں اور فرمایا کہ ’’مجھے یہاں سے علم نبویہ کی خوشبو آتی ہے۔‘‘ آئندہ سال ۱۹۷۷ء میں بعض ناگزیر حالات کی بناء پر دورۂ حدیث شریف نہیں ہوسکا۔ قصداً استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے ترک کردیا۔اس کے بعد سے تسلسل کے ساتھ دورۂ حدیث بھی ہوتا چلا آرہاہے اور نچلے تمام درجات میں بھی بھرپور تعداد طلباء کی اپنی علمی پیاس بجھاتی چلی آرہی ہے۔

۱۹...... ذیل میں باب العلوم میں دورۂ حدیث شریف پڑھنے والوں کی سال بسال کی مجموعی تعداد کا چارٹ پیش خدمت ہے۔

۱۹۷۶ء	مطابق	۱۳۹۶ھ	میں	۱۷	طلباء
۱۹۷۸ء	مطابق	۱۳۹۸ھ	میں	۹	طلباء
۱۹۷۹ء	مطابق	۱۳۹۹ھ	میں	۵	فضلاءکرام
۱۹۸۰ء	مطابق	۱۴۰۰ھ	میں	۱۰	فضلاءکرام
۱۹۸۱ء	مطابق	۱۴۰۱ھ	میں	۱۱	فضلاءکرام
۱۹۸۲ء	مطابق	۱۴۰۲ھ	میں	۸	فضلاءکرام
۱۹۸۳ء	مطابق	۱۴۰۳ھ	میں	۱۰	فضلاءکرام
۱۹۸۴ء	مطابق	۱۴۰۴ھ	میں	۹	فضلاءکرام
۱۹۸۵ء	مطابق	۱۴۰۵ھ	میں	۵	فضلاءکرام
۱۹۸۶ء	مطابق	۱۴۰۶ھ	میں	۱۰	فضلاءکرام
۱۹۸۷ء	مطابق	۱۴۰۷ھ	میں	۶	فضلاءکرام
۱۹۸۸ء	مطابق	۱۴۰۸ھ	میں	۱۳	فضلاءکرام
۱۹۸۹ء	مطابق	۱۴۰۹ھ	میں	۱۴	فضلاءکرام
۱۹۹۰ء	مطابق	۱۴۱۰ھ	میں	۱۱	فضلاءکرام
۱۹۹۱ء	مطابق	۱۴۱۱ھ	میں	۲۱	فضلاءکرام
۱۹۹۲ء	مطابق	۱۴۱۲ھ	میں	۱۶	فضلاءکرام
۱۹۹۳ء	مطابق	۱۴۱۳ھ	میں	۱۴	فضلاءکرام
۱۹۹۴ء	مطابق	۱۴۱۴ھ	میں	۲۴	فضلاءکرام
۱۹۹۵ء	مطابق	۱۴۱۵ھ	میں	۲۴	فضلاءکرام
۱۹۹۵ء	مطابق	۱۴۱۶ھ	میں	۲۳	فضلاءکرام

۱۹۹۶ء	مطابق	۱۴۱۷ھ	میں	۲۹	فضلاءکرام
۱۹۹۷ء	مطابق	۱۴۱۸ھ	میں	۲۱	فضلاءکرام
۱۹۹۸ء	مطابق	۱۴۱۹ھ	میں	۲۱	فضلاءکرام
۱۹۹۹ء	مطابق	۱۴۲۰ھ	میں	۱۳	فضلاءکرام
۲۰۰۰ء	مطابق	۱۴۲۱ھ	میں	۱۷	فضلاءکرام
۲۰۰۱ء	مطابق	۱۴۲۲ھ	میں	۲۱	فضلاءکرام
۲۰۰۲ء	مطابق	۱۴۲۳ھ	میں	۱۵	فضلاءکرام
۲۰۰۳ء	مطابق	۱۴۲۴ھ	میں	۳۲	فضلاءکرام
۲۰۰۴ء	مطابق	۱۴۲۵ھ	میں	۴۲	فضلاءکرام
۲۰۰۵ء	مطابق	۱۴۲۶ھ	میں	۴۵	فضلاءکرام
۲۰۰۶ء	مطابق	۱۴۲۷ھ	میں	۷۱	فضلاءکرام
۲۰۰۷ء	مطابق	۱۴۲۸ھ	میں	۷۷	فضلاءکرام
۲۰۰۸ء	مطابق	۱۴۲۹ھ	میں	۵۶	فضلاءکرام
۲۰۰۹ء	مطابق	۱۴۳۰ھ	میں	۸۸	فضلاءکرام
۲۰۱۰ء	مطابق	۱۴۳۱ھ	میں	۱۰۰	فضلاءکرام
۲۰۱۱ء	مطابق	۱۴۳۲ھ	میں	۹۰	فضلاءکرام
۲۰۱۲ء	مطابق	۱۴۳۳ھ	میں	۹۴	فضلاءکرام
۲۰۱۳ء	مطابق	۱۴۳۴ھ	میں	۶۵	فضلاءکرام
۲۰۱۴ء	مطابق	۱۴۳۵ھ	میں	۷۳	فضلاءکرام
۲۰۱۵ء	مطابق	۱۴۳۶ھ	میں	۴۷	فضلاءکرام
			کل	۱۲۶۷	فضلاءکرام

یہ وہ تعداد ہے جنہوں نے حضرت مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ سے سند فراغ حاصل کی۔ اس میں وہ تعداد شامل نہیں جو باب العلوم میں داخل ہوئے۔ ابتدائی درجات پڑھے اور پھر دورۂ حدیث کہیں اور جا کر کیا۔ یا جامعہ نعمانیہ کمالیہ، جامعہ قاسم العلوم ملتان، دارالعلوم کبیر والا میں آپ کے پاس پڑھتے رہے۔ وہ تعداد بھی شامل کی جائے تو پھر آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک چلی جاتی ہے۔

۲۰...... مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ وہ عالم ربانی تھے جن کے پاس جس شخص نے پڑھا وہ دین کی خدمت سے محروم نہیں رہا۔ آج بھی وہ کہیں نہ کہیں دین کے کسی شعبہ کی خدمت سے وابستہ ہے۔ اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ قدرت نے کس طرح آپ کو علم نافع نصیب فرمایا تھا۔ ذیل میں آپ کے چند نامور شاگردوں کی ایک نامکمل فہرست پیش کی جاتی ہے۔ ان چند نمایاں شخصیات کے نام مبارک یہ ہیں:

آپ کے نامور شاگردان گرامی

۱۔ حضرت مولانا منیر احمد منور (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا)
۲۔ مفتی عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث کبیروالا)
۳۔ الشیخ مولانا محمد امین (شیخ الحدیث جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی وہاڑی)
۴۔ مولانا محمد اشرف شاد رحمۃ اللہ علیہ (مانکوٹ)
۵۔ مولانا سید جاوید حسین شاہ (شیخ الحدیث فیصل آباد)
۶۔ مولانا محمد نواز سیال (شیخ الحدیث حنفیہ قادریہ ملتان)
۷۔ مولانا ظفر احمد قاسم (شیخ الحدیث جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی وہاڑی)
۸۔ مولانا محمد حنیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ بہاولپور)
۹۔ مولانا مفتی عطاء الرحمٰن (شیخ الحدیث بہاولپور)
۱۰۔ مولانا عبدالمجید فاروقی (شیخ الحدیث چوک سرور شہید)
۱۱۔ ڈاکٹر محمود حسن عارف (لاہور)
۱۲۔ الشیخ ڈاکٹر طفیل احمد ہاشمی (اسلام آباد)
۱۳۔ الشیخ قاری محمد ادریس ہوشیارپوری (ملتان)
۱۴۔ الشیخ خواجہ عزیز احمد (کندیاں شریف)
۱۵۔ مولانا صاحبزادہ خلیل احمد (سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ)
۱۶۔ الشیخ مولانا محمد یوسف (بہاولپور)
۱۷۔ الشیخ مولانا اللہ بخش (لودھراں)
۱۸۔ حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال (چیچہ وطنی)
۱۹۔ حضرت مولانا محمد عابد (استاذ الحدیث جامعہ خیرالمدارس ملتان)

۲۰- حضرت مولانا حق نواز رحمۃ اللہ علیہ (جھنگ)
۲۱- حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (سمندری)
۲۲- ڈاکٹر پروفیسر عبیداللہ (اسلام آباد)
۲۳- مولانا عبدالرؤف ربانی (رحیم یار خان)
۲۴- مولانا عبیداللہ احرار (کراچی)
۲۵- مفتی محفوظ احمد (رئیس دارالافتاء بہاولپور)
۲۶- مولانا خدابخش شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ
۲۷- مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
۲۸- مولانا حافظ احمد بخش رحمۃ اللہ علیہ (مبلغ رحیم یار خان)
۲۹- الشیخ قاری زاہد اقبال (چیچہ وطنی)
۳۰- الشیخ مولانا خالد محمود (مدینۃ العلم فیصل آباد)
۳۱- مولانا عزیز الرحمٰن ثانی (لاہور)
۳۲- مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی (استاذ الحدیث فیصل آباد)
۳۳- قاری عبدالحی عابد رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)
۳۴- مولانا مفتی محمود (لندن)
۳۵- مولانا عبدالرزاق رحیمی (لندن)
۳۶- مولانا محمد اقبال (باب العلوم)
۳۷- مولانا محمد اقبال (مبلغ ڈیرہ غازیخان)
۳۸- مولانا خالد عابد (مبلغ لاہور)
۳۹- مولانا محمد انس (مبلغ ملتان)
۴۰- مولانا محمد وسیم اسلم (مبلغ ملتان)
۴۱- مولانا محمد نعیم (مبلغ خوشاب)
۴۲- حضرت مولانا قاضی ہارون الرشید (راولپنڈی)
۴۳- مولانا مختار احمد (مبلغ تھرپارکر)
۴۴- مولانا محمد امین (مدرس مدرسہ ختم نبوت چناب نگر)
۴۵- مولانا محمد احمد (مدرس مدرسہ ختم نبوت)

۴۶- مولانا محمد شفیق (مدرس مدرسہ ختم نبوت)

۴۷- مولانا محمد شاہد ندیم (مدرس مدرسہ ختم نبوت)

۴۸- مولانا ریاض احمد وٹو (مبلغ شیخوپورہ)

۴۹- مولانا قاری محمد مدنی (مدرس مدرسہ عربیہ ختم نبوت)

۵۰- مولانا محمد حمزہ لقمان (بھکر)

۵۱- مولانا محمد بلال (ملتان)

۵۲- مولانا محمد قاسم رحمانی (مبلغ بہاول نگر)

۵۳- مولانا الیاس الرحمٰن (مدرس مدرسہ عربیہ ختم نبوت)

۵۴- مولانا محمد راشد مدنی (مبلغ رحیم یار خان)

۵۵- مولانا عبدالرزاق (مبلغ اوکاڑہ)

۵۶- مولانا قاری غلام محمود (مہتمم جامعہ اوکاڑہ)

۵۷- مولانا مفتی شیراز (پیر محل)

۵۸- مولانا مفتی داؤد کلورکوٹی

۵۹- مولانا محمد عمیر شاہین (میلسی)

۶۰- مولانا منیر احمد ریحان (کہروڑ پکا)

۶۱- مولانا عمر حیات سیال (مبلغ لاہور)

۶۲- مولانا حبیب احمد (شیخ الحدیث)

۶۳- مولانا خلیل الرحمٰن ڈاہر (خانپور)

۶۴- مولانا مفتی محمد انور (مہتمم دارالعلوم کبیر والا)

۶۵- مولانا عبدالرحیم (شیخ الحدیث محمودیہ جھنگ)

۶۶- مولانا حبیب الرحمٰن (استاذ الحدیث باب العلوم)

۶۷- مولانا محمد احمد بہاولپوری (استاذ الحدیث باب العلوم)

۶۸- مولانا دین محمد ثاقب (قلعہ کالروالا سیالکوٹ)

۶۹- مولانا غلام رسول شوق (کوٹلہ ارب علی خان گجرات)

۷۰- مولانا بشیر احمد خاکی مرحوم (شورکوٹ)

۷۱- مولانا سید ضیاء الحسن شاہ (لاہور)

۷۲- مولانا عبید الرحمٰن ضیاء (کمالیہ)

۷۳- مولانا منظور احمد (استاذ الحدیث امدادیہ چنیوٹ)

۷۴- مولانا افتخار احمد (باب العلوم)

۷۵- مولانا سجاد الٰہی (جامعۃ الرشید کراچی)

۷۶- مولانا شبیر حیدر فاروقی (بہاولپور)

جامعہ ترقی کی طرف

۲۱...... حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی محبوبانہ ومحبانہ پرکشش شخصیت، علمی وقار، اکابر علماء ومشائخ کی خصوصی توجہات کہ باب العلوم بڑی تیزی سے ترقی کرنے لگا۔ طلباء کی تعداد روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ عمارات ناکافی ہونے لگیں اور ہر ہر شعبہ میں پہلے سے زیادہ نکھار آنے لگا۔ ظاہراً باطناً شیخ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا گلستان مہکنے چہکنے لگا۔ عمارت بنتی چلی گئی۔ دار الاقامۃ، عظیم الشان مسجد، پرشکوہ رہائشی کالونی، شعبہ تعلیم النساء کی مثالی عمارت اور ان تمام سے بڑھ کر علمی وسعت وہمہ گیری...... تا آنکہ موجودہ سال ۲۰۱۵ء بمطابق ۱۴۳۶ھ جس میں حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو اس وقت باب العلوم اس گلشن لدھیانوی میں ۱۹۰۰ طلباء وطالبات زیر تعلیم تھیں۔ جن کی خدمت کے لئے ۱۶۰ اساتذہ ومعلمات سمیت ۱۸۰ افراد کا عملہ مامور تھا۔ جامعہ سے اب تک تعلیم مکمل کرنے والے علماء کی تعداد ۱۲۶۷ اور حفاظ کی تعداد دو ہزار سے زائد ہے۔ یہ سب حضرت شیخ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا صدقہ جاریہ ہے۔

شعبہ تعلیم النساء کا اجراء

۲۲...... جامعہ کے زیر انتظام چوک بخاری والی جگہ پر ایک سکول تھا۔ جگہ مدرسہ کی تھی بلدیہ نے اس کو کرایہ پر لیا تھا۔ لیکن چھوڑنے پر تیار نہ تھی تو عدالت کے ذریعہ حضرت مہتمم صاحب نے اس کو واگزار کروایا اور قاری علی محمد بلند پوری اور قاری محمد شریف ریواڑی والوں کو بٹھا کر درجہ حفظ بنین کا آغاز کردیا گیا۔ چار سال بعد قاری صاحبان کو خیر پور روڈ والے حصہ میں منتقل کرکے بچیوں کے لئے درجہ کتب کی تعلیم کا آغاز کردیا گیا۔ اس کا باقاعدہ افتتاح ۱۴ر ذیقعدہ ۱۴۰۵ھ، بمطابق ۲ر اگست ۱۹۸۵ء کو ہوا۔ جامعہ کے نائب مہتمم الحاج ڈاکٹر غلام یٰسین رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی عالمہ تعلیم مکمل کرکے آئیں تو ان کو جامعہ کی پہلی معلّمہ بلکہ صدر معلّمہ متعین کیا گیا۔ ان کے ساتھ ۵ دیگر

معلمات کو مقرر کیا گیا اور پہلے سال کی درجہ کتب کی طالبات میں حاجی محمد اسلم ونجارہ کی بیٹی، استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کی بھتیجی سمیت چار طالبات تھیں۔ دوسرے سال میں استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کی بھتیجی سمیت ۱۲ طالبات تھیں۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کو پڑھانے کے لئے چوک بخاری والے حصہ میں جایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پرانے مکان میں صبح نماز کے بعد اور رات عشاء کے بعد ان کو پڑھاتے رہے۔ دو بار تین مزید اساتذہ بھی پڑھاتے رہے۔ پانچ چھ سال کے بعد بنات کا درجہ کتب بڑے جامعہ میں منتقل کر دیا گیا۔ پہلے کچے مکان میں پھر پکے نئے مکانوں کے اوپر والے حصہ میں اور پھر نئی اور موجودہ تعلیم النساء کی بلڈنگ میں۔ اس وقت سے تسلسل سے یہ سلسلہ رواں دواں ہے۔ آج الحمدللہ! اس شعبہ سے دور دراز سے آنے والی بچیاں اپنی علمی پیاس بجھا رہی ہیں۔ ۱۴۳۶ھ میں شعبہ بنات کے درجہ کتب کی ۲۰۴ بچیوں سمیت تقریباً ۷۰۰ بچیاں زیر تعلیم تھیں جن کو ۱۴ حفظ کی اور ۱۰ درجہ کتب کی معلمات زیور تعلیم سے آراستہ کر رہی ہیں۔ جب کہ درج کتب عالمیہ کے تمام اسباق اور درجہ عالیہ کے بعض اسباق اساتذہ کرام پڑھاتے ہیں۔ اب تک دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کر کے عالمہ بننے والی بچیاں ۹۱۵ اور حفظ قرآن کی تکمیل کرنے والی بچیاں ۱۱۲۷ ہیں۔ بخاری چوک والے مدرسہ میں بنات کے لئے حفظ کا درجہ ہے۔

۲۳...... باب العلوم آمد کے بعد کٹھن حالات آئے۔ کئی صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا۔ اندر باہر کی مخالفت کرنے والوں سے کئی مرتبہ پریشانیاں آئیں۔ کئی دوستوں نے تو مدرسہ آکر دھمکیاں بھی دیں۔ لیکن آپ نے بلند ہمت اور کامل استقلال کے ساتھ رجوع الی اللہ کا ہتھیار خوب استعمال کیا اور جواں مردی سے تمام دشوار گزار راستوں سے گزرتے چلے گئے۔ پائے استقامت میں لغزش کبھی نہ آنے دی اور اس ویرانہ کو گلستان بنا کر چھوڑا۔ (مولانا منیر احمد ریحان)

سلسلہ درس قرآن کریم

۲۴...... حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ اسلامیہ باب العلوم میں اسباق شروع فرمائے۔ وہاں آپ نے بعد نماز فجر درس قرآن کریم کا آغاز بھی فرما دیا۔ یہ آپ کی امتیازی خصوصیت تھی۔ ورنہ ملک بھر میں کہیں بھی یہ سلسلہ مبارکہ قائم نہیں تھا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ایک سال میں مکمل قرآن مجید کا درس دیتے تھے۔ درس انتہائی علمی مگر سادہ اور دلنشین ہوتا تھا۔ طلبہ بڑے ذوق وشوق کے ساتھ قرآن کریم کا درس سنتے تھے۔ ایک مرتبہ راقم الحروف (مولانا عمیر شاہین) کو حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے۔ بیٹا عمیر! سردیوں کی راتوں میں، میں دو اڑھائی بجے رات کو اٹھ جاتا

تھا۔ کئی کئی تفسیریں دیکھتا تھا۔ بڑی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ قرآن مجید کے درس کے لئے میں تیاری کرتا تھا۔

۲۵...... جامعہ باب العلوم میں حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ نے کل چار مرتبہ مکمل قرآن کریم کا درس ارشاد فرمایا۔ تیسری بار یہ مکمل قرآن کریم کا درس ریکارڈ ہوا۔ جس کا اہتمام مولانا قاری نسیم الدین دامت برکاتہم العالیہ نے کیا۔ آج بھی ان کے پاس محفوظ ہے۔ بعد میں شوال ۱۴۱۵ھ تا رجب المرجب ۱۴۱۸ھ تین سال کے عرصہ میں پندرھویں مرتبہ مکمل قرآن مجید کا درس مکمل ہوا۔ گیارہ مرتبہ کبیر والا میں اور چار مرتبہ کہروڑ پکا میں۔ آپ کا انداز تدریس وتفہیم نہایت ہی سہل تھا۔ آپ تفسیر پڑھاتے تو اس کے متعلق تمام مباحث کو ایسا کھولتے کہ سننے والوں کے ایمان تازہ ہو جاتے۔ صرفی، نحوی اور لغوی تحقیق، آیات کا پس منظر، ناسخ ومنسوخ، مفسرین کی مختلف آراء، مسلک جمہور اور اکابرین کے مسلک ومشرب کی قرآن وسنت کی روشنی میں تائید۔

۲۶...... دو تین سال قبل حضرت استاذ محترم مفتی ظفر اقبال مدظلہ کی تحریک پر حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ نے حکم ارشاد فرمایا کہ انہیں صفحات پر نقل کر کے اس کی طباعت کا اہتمام کریں۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے بڑی جانفشانی کے ساتھ اس کام کو شروع فرمایا۔ اس کی ابتدائی چار جلدوں پر کام کیا اور ساتھ ساتھ ملک وبیرون ملک سے حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات کو جمع کر کے انہیں کتابی شکل دے کر امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا۔ آپ کے ہمراہ مولانا محمد کلیم اختر خانیوالی اور صاحبزادہ مولانا محمد صہیب نے اس کی ترتیب اور طباعت میں مثالی خدمت انجام دیں۔

۲۷...... تفسیر تبیان الفرقان کی پانچویں جلد سے یہ کام طباعت استاد جی کے خادم خاص حافظ عبدالرشید کراچی والے نے لیا۔ اس کی ترتیب، تحقیق وتخریج کا کام راقم الحروف (مولانا عمیر شاہین) کے سپرد ہوا۔ جو الحمدللہ! اختتامی مراحل میں ہے اور اس کی تصحیح کا کام جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا کے ہونہار مدرس مولانا محمد عمران مدظلہ العالی کر رہے ہیں اور اس کی خصوصی نگرانی حضرت استاد جی شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور اور حضرت استاذیم مولانا حبیب الرحمٰن مدنی فرما رہے ہیں۔ جن کے قیمتی مشوروں سے یہ کام بڑی تیزی سے ہو رہا ہے اور ان شاء اللہ بہت ہی جلد یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا اور حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی خواہش تھی کہ یہ میری زندگی میں مکمل ہو جائے۔ مگر اللہ کو ایسا منظور نہیں تھا۔ اب بھی یہ ناچیز (مولانا عمیر شاہین) جو جلد تیار کرتا ہے۔ تو حضرت کی مزار مبارک پر جا کر پیش کرتا ہے۔ خود حضرت مرحوم بھی اسے اپنے لئے ذخیرہ آخرت قرار دیا کرتے تھے۔

یکتائے روزگار استاذ، اور اس پر پینتیس شہادتیں

مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی تبحر، آپ کا روحانی مقام، آپ کے حکیمانہ ارشادات، غرضیکہ تمام خوبیوں پر سب سے حاوی بلکہ آپ کی جامع شخصیت کا جوہر یہ تھا کہ وہ ایک کامیاب مدرس اور یکتائے روزگار استاذ تھے۔ آپ کی اس خوبی نے اتنی ترقی کی کہ ان کے دور میں دور دور تک ان کا ثانی نظر نہیں آتا۔ آپ نہ صرف استاذ تھے بلکہ استاذ الاساتذہ تھے۔ نہ صرف شیخ الحدیث بلکہ شیوخ حدیث کے استاذ، امام، اور ان کے لئے کامل نمونہ تھے۔ اس سلسلہ میں آپ کے گرامی قدر شاگرد علماء و شیوخ حدیث کی رائے گرامی آپ کی بابت ملاحظہ ہو:

ا...... میں نے استاذ محترم سے نصاب کی بڑی چھوٹی متعدد کتب کے اسباق پڑھے۔ انہیں اپنی بات مختصر لفظوں مگر انتہائی دلنشین انداز میں سمجھانے کا غیر معمولی ملکہ حاصل تھا۔ وہ مشکل سے مشکل مسئلے کو طلبہ کی ذہنی سطح کے مطابق ایسی ترتیب کے ساتھ بیان فرماتے تھے کہ مسئلے کی مشکلات کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا۔ دوسرے، ان کے سبق کا ماحول ہمیشہ اتنا شگفتہ ہوتا کہ اس میں کبھی اکتاہٹ کا گزر نہیں ہوتا۔ دوران تدریس غیر محسوس انداز میں طلباء کی تربیت بھی فرماتے رہتے۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھتے اور فراغت کے بعد بھی ان کی پوری پوری سرپرستی فرماتے۔ مدرسے کے ماحول میں بڑے بڑے اساتذہ جن میں فضلاء دیوبند بھی تھے، حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ معاملات میں اپنا ذوق اور اپنی رائے بھی رکھتے تھے۔ ان کی ہمہ جہت خصوصیات کی بناء پر طلباء کی ایک پوری جماعت ان کی گرویدہ ہوتی تھی۔

اپنے اساتذہ اور بزرگوں کا تذکرہ اس والہانہ انداز میں کرتے کہ سامعین میں ان کی محبت وعقیدت خود بخود اترتی چلی جاتی۔ ہمیشہ اپنے اسلاف پر اعتماد کا درس دیتے۔ اپنے رفقاء پر پورا اعتماد کرتے۔ انہیں آگے بڑھاتے۔ اس کا مشاہدہ بالکل قریب سے بندہ کو اس وقت ہوا جب بندہ نے دارالعلوم کبیر والا میں تقریباً ایک دہائی تدریس کرنے کے بعد باب العلوم کہروڑ پکا میں پوری ایک دہائی تدریسی زندگی گزاری۔ (مولانا محمد نواز سیال)

۲...... حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ تمام علوم عالیہ، آلیہ اور فنون عقلیہ ونقلیہ کے کہنہ مشق اور صاحب طرز جیّد مدرس تھے آپ نے اپنی زندگی کے ساٹھ ۶۰ سال اسی میدان میں گزارے لیکن ان تمام میں سب سے زیادہ مناسبت آپ کو تفسیر قرآن حکیم اور علم حدیث سے تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ پاک نے ترجمہ قرآن پڑھانے کا ملکہ بھی خوب عنایت فرمایا تھا، خصوصاً ترجمہ قرآن پاک کے

سبق میں اکابرین علمائے دیوبند کے عقائد پر خوب سیر حاصل بحث فرماتے اور نہایت ہی دلنشیں انداز میں اپنے اکابرین کے عقائد ونظریات طلباء کے قلوب میں بٹھاتے۔ مسلک علمائے دیوبند کے بارے میں شعور وپختگی اور اسلاف کے ساتھ عقیدت ومحبت پیدا کرنا آپ کے درس کا حصہ ہوتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وہ علمی، روحانی مجلسیں بہت یاد آتی ہیں۔ جن میں اہل مجلس کو محبت وخشیت الٰہی سے سرشار وسیراب فرماتے تھے:

ڈھونڈ کے لا اے عمر رفتہ وہ وقت کہیں سے وہی مے، وہی مینا، وہی محفل، وہی ساقی

دارالعلوم کبیر والا میں صدر مدرسہ کی جانب سے یہ ترتیب تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن کے دوران سوائے دورۂ حدیث شریف کے کوئی اور سبق نہ چل رہا ہو۔ بندہ نے بھی ترجمہ قرآن میں استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے خوب استفادہ کیا ہے۔ اور جب محض اللہ پاک کے فضل سے ہمارے جامعہ عبیدیہ فیصل آباد میں ’’دورۂ تفسیر القرآن‘‘ کا آغاز ہوا تو بندہ نے استفادہ کے لئے باب العلوم کے کئی اسفار کئے اور الحمدللہ خوب نفع ہوا۔

استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ’’تبیان الفرقان‘‘ تفسیری نکات کے اعتبار سے بڑی جامع ہے۔ اور عوام وخواص کے لئے قرآن فہمی کے اعتبار سے ایک نایاب تحفہ ہے۔

علم حدیث کے ساتھ شغف کا حال کیا بتائیں۔ زندگی کے آخری دور میں پورے خطہ پنجاب میں ہمارے خیال کے مطابق آپ سے بڑھ کر کوئی شیخ الحدیث اور محدث نہیں تھا۔

بلاشبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا ’’**نضر اللّٰہ عبدًا سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا** (مشکوٰۃ ص ۳۵)‘‘ ﴿اللہ پاک اس بندے کو سرسبز وشاداب رکھے جس نے میری بات کو سنا، اسے یاد کیا اور اپنے پاس محفوظ رکھا اور آگے پہنچایا۔﴾ کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ باب العلوم کے مسند حدیث پر ۳۶ سال تک آپ نے بخاری شریف پڑھائی اور اس شان سے درس دیا کہ ملک وبیرون ملک سے کثیر تعداد میں علم حدیث کے پیاسے طلباء کہروڑ پکا میں ہر سال آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرتے۔

استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے بیسیوں مدارس میں دورۂ حدیث شروع کرایا۔ مولانا عبدالمجید دامت برکاتہم العالیہ (چوک منڈا) نے ایک فہرست تیار کی ہے ان مدارس کی جہاں آپ نے دورہ شروع کرایا، اس فہرست میں ہمارا ادارہ جامعہ عبیدیہ بھی شامل ہے۔ موجودہ دہائی میں جس طرح مولیٰ پاک نے حدیث پاک کی نسبت سے اور بطور ’’شیخ الحدیث‘‘ کے آپ کو قبولیت تامہ وعامہ نصیب فرمائی، وہ عدیم المثال ہے۔

بندہ نے حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سے ہدایہ رابع، طحاوی شریف، نسائی شریف، اور مشکوٰۃ شریف سبقاً دوبار پڑھی ہے۔ اللہ پاک نے آپ کو تفہیم کی صلاحیت ایسی عطا فرمائی تھی گویا اسباق گھول کر پلا رہے ہیں، خاص کر جب کتاب الرقاق کے ابواب پڑھاتے تو طلباء وحاضرین پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی۔ دنیا کی بے ثباتی، مال ومتاع کی بے وقعتی، آخرت کی تیاری کی فکر، اعمال کے ساتھ جڑنے کا ولولہ، سنن نبویہ پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ پیدا ہوتا۔ یہ آپ کی تاثیر صحبت تھی جس کا اثر آج تک محسوس ہوتا ہے۔ آپ کی املائی تقریر ''دلیل القاری'' بخاری شریف کی ایک لاجواب اور عمدہ شرح ہے۔ آپ نے اس شرح میں شروحات بخاری کا عطر نچوڑ کر جمع فرما دیا ہے۔ گویا کہ پھیلے دریا کو کوزے میں بند اور بکھرے موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔ آپ کے خطبات جو آپ نے علماء طلباء اور عوام الناس کے سامنے مختلف مواقع پر ارشاد فرمائے ہیں ''خطبات حکیم العصرؒ'' کے نام سے بارہ جلدوں میں چھپ چکے ہیں، وہ بھی لاریب علمی جواہر پاروں اور بے بہا لطائف ونکات کا خزینہ اور قدر دانوں کے لئے معلومات علمی وروحانی اور مواعظ حسنہ کا بحر بیکراں ہے۔ اللہ پاک عوام وخواص کو اس سے استفادہ کی توفیق دے اور اس کے ذریعہ سے بھی مولیٰ پاک آپ کے فیض کو عام اور تام فرمائے۔ آمین۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا   ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

(مولانا سید جاوید حسین شاہ)

نظریاتی تدریس

۳...... ۱۹۷۰ء میں راقم الحروف دارالعلوم کبیر والا میں زیر تعلیم تھا۔ آپ کے درس کی شہرت کی بنا پر بہت طلبہ کرام آتے۔ مشکوٰۃ شریف جلد اول ظہر کے بعد ہوتی۔ مغرب بعد جلد ثانی کتاب الآداب سے پڑھاتے۔ جس کا دورانیہ سوا گھنٹہ سے ڈیڑھ گھنٹہ پر مشتمل ہوتا۔ عام طور پر مدارس وجامعات میں یہ احادیث تلاوۃً پڑھائی جاتی ہیں۔ حضرت استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ اس حصہ کو بڑے بلند ذوق اور درد سے پڑھاتے اور فرماتے: مدارس میں طہارت وصلوٰۃ کے مسائل کو تعلیم الاسلام سے لیکر اردو فارسی عربی کی بڑی بڑی کتب سمیت ہدایہ ثالث تک خوب تشریحات اور یاد کر کے پڑھایا جاتا ہے۔ کتب حدیث میں جب معاشرت کے ابواب آتے ہیں تو ترجمہ کی بھی نوبت نہیں آتی۔ جبکہ ہمیں عامۃ الناس سے واسطہ معاشرت کے حوالہ سے پیش آتا ہے۔ اس میں ''مولوی صاحب'' کمزور واقع ہوتے ہیں۔ حالانکہ آداب معاشرت سوسائٹی کی بنیاد ہیں۔

آپ کی یہ مجلس پورے سال پر محیط ہوتی۔ جس میں اتباع سنت کی ترغیب، صفائی معاملات، احترام اسلاف، نظریہ وعقیدہ کی پختگی، حضرات اہل حق علمائے دیو بند کے ساتھ وابستگی، تحریک آزادیٔ ہند کے مختلف گوشے، علماء مجاہدین کی قربانیاں، دارالعلوم دیو بند کے قیام کا تاریخی پس منظر۔ اس قسم کے بیسیوں نظریاتی گوشوں پر سیر حاصل بحث ہوتی۔ جس سے عام طور پر ذہن سازی کے حوالوں سے درس گاہیں دور دور تک تذکرہ سے بھی خالی ہوتی ہیں۔

طلبہ کرام کو نظریاتی بنیاد ملتی، اپنے اکابر پر اعتماد کا راستہ کھلتا اور ان کی ایمانی فراست کا وجدان بھی قائل ہو جاتا۔ حضرت والا نے دارالعلوم کبیر والا میں بیٹھ کر ایک ایسی نظریاتی کھیپ تیار کی جو درجۂ کتب کی تدریس کے ساتھ عامۃ الناس کے ساتھ اپنی نظریاتی لچک نہ رکھتے تھے۔ اور ان کے دل ودماغ میں اہل دنیا کے فلسفۂ مادیت کے سامنے مرعوبیت کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا۔

مغرب بعد عام طور پر مدارس میں سبق کی ذمہ داری نہیں ہوتی۔ مگر حضرت استاذ محترم اس درس کو اتنی دلچسپیوں کا مرکز ومحور بنادیتے کہ جب عشاء کی نماز کے لئے درس گاہ سے اٹھنا ہوتا تو طلبہ کرام کا دامن مراد حدیث مبارک کی حلاوت وچاشنی، حبّ نبوی ﷺ کا ذوق وشوق، اتباع سنت کی اہمیت اور حضرات علمائے دیو بند کے خصوصی اوصاف، تعلیمی، اصلاحی، تبلیغی اور سیاسی کارناموں پر مشتمل ہوتے ان کی مسرت وعظمت لے کر اُٹھتے۔

یہ سال بھر کا دورانیہ کتاب الآداب کے حوالہ سے آپ کے درس مشکوٰۃ شریف کی عظمت وشہرت کا ذریعہ بنا۔ ورنہ جہاں تک مباحث کے بیان اور دلیل وبرہان کی بات ہے اس میں طرز بیان میں فرق ہوسکتا ہے۔ مگر کتاب الآداب کو زندگی کے سلیقوں اور رویوں میں سمو دینے کا فریضہ شاید ہی کسی مدرسہ وجامعہ میں ہو۔ (قاری محمد ادریس ہوشیارپوری)

حکیم العصر کا لقب

کاش! اس دور میں یہ مجالس درس مرتب ہوجاتیں۔ تو بہت بڑی حکمت پر مبنی ذہن سازی کی بنیاد ہوتیں۔

الحمدللہ! ہم طلبہ کرام اس دور میں حضرت والا کو ’’حکیم العصر‘‘ کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ جب کہ ابھی آپ کی کوئی کتاب اہل علم کے سامنے نہ آئی تھی اور اسٹیج ومدارس میں آپ کے بیانات کا سلسلہ بھی نہیں تھا۔ لیکن اعتراف عظمت کے لئے خود باعظمت ہونا ضروری ہے۔ ہماری بات کا وزن نہ تھا۔ شاید یہ مستقبل کی نوید مسرت تھی۔ جو آپ کی صحبت سے طلبہ کرام

کے دل پر وارد ہوئی۔ پھر اپنے وقت پر عالمی سطح پر نمایاں ہو کر رہی۔

آپ کے اس طور پر کتاب الآداب پڑھانے کے بعد جو چیز آپ کا زیادہ گرویدہ کرتی وہ آپ کا طرز معاشرت تھا۔ جو آپ طلبہ کرام کے سامنے رکھتے۔

ذوق حدیث

ذوق حدیث قدرت کی طرف سے بھرپور نصیب ہوا تھا۔ فرمایا: جب میں پہلے سال مدرسہ نعمانیہ کمالیہ میں ابتدائی مدرس بنا۔ ظاہر ہے میرے پاس ابتدائی کتب تھیں۔ تو میرے ہمدرس حضرت محترم خطیب اعظم مولانا ضیاء القاسمی مرحوم نے مجھے خط لکھا اور ایڈریس میں لکھا: حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید (مرحوم) ظاہر ہے یہ جملہ ظرافت وخوش طبعی پر مبنی تھا۔ لیکن میں نے اس خط کو ہاتھ میں لیکر دعا شروع کی۔ یا اللہ! جس نے لکھا، جیسا لکھا، مگر آپ ایسا کر دیجئے کہ مجھے شغل بالحدیث کی نعمت سے نوازدیں۔ میری دعائیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوئیں۔ مجھے ایک طویل عرصہ تک حدیث پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ جو الحمدللہ تادم آخر نصیب رہی۔

(مولانا قاری محمد ادریس ہوشیارپوری)

۴...... آپ کا سبق کیا تھا وہ ایک علم ویقین کا بحرِ بیکراں ہوتا۔ سبق میں صرف کتاب کا مفہوم ہی نہیں بلکہ اس کی حقیقت تک پہنچاتے، خصوصاً آپ کے درس مشکوۃ شریف کی شہرت اور خوشبو دور دور تک پھیلی تھی، ہم نے حضرت سے ۱۹۶۲ء میں مشکوٰۃ پڑھی، حضرت فرماتے کہ مشکوٰۃ، صحیح طور پر سمجھ کے پڑھ لو تو انشاء اللہ دورہ کے اسباق بآسانی سمجھ آئیں گے، مشکوٰۃ کے درس میں طلبہ کو حدیث پڑھنے کا ذوق عطا فرماتے۔ مشکل مباحث چٹکیوں میں حل فرما کر دل ودماغ میں بٹھاتے۔ طلبہ کی اخلاقی تربیت پر خصوصی توجہ ہوتی۔ (مولانا عبدالمجید فاروقی)

کثیر المطالعہ

۵...... ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ ان شخصیات میں سے تھے جو ہمہ جہت کمالات رکھتے تھے۔ علوم میں سے جس علم کو لیں اور کمالات میں سے جس کمال کو لیں ہر طرف روشنی ہی روشنی تھی۔ شاید اس سیہ کار کی ان سطور کو کوئی شخص محض عقیدت پر محمول کرے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے اس لئے کہ اپنے اس وابستگی کے دور میں، میں نے جب جس شیء کے بارے میں سوال کیا مجھے ایک اطمینان بخش جواب ملا اور معلوم ہوتا تھا ایک سیلِ رواں ہے جو اس سوال کے جواب میں بہتا چلا آرہا ہے۔ کتب درسیات سے لیکر کتب غیر درسیات تک جو کتاب ملتی اس کو بغور دیکھنا شروع فرماتے اور اہم

مقامات پر نشانات لگاتے۔

۶...... ایک بار حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بابرکت میں کراچی روانہ ہوا اور حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ سے ملاقات ہوئی اور دوران ملاقات حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی تقریر بخاری طبع ہوئی ہے میں اس کو دیکھنے کا خواہشمند ہوں۔ خیر وہ کتاب ''انعام الباری'' پیش کی گئی یا خریدی گئی بہرحال واپسی پر حضرت والا نے فرمایا کہ دونوں کتب میرے سرہانے رکھ دیجئے ابھی شاید پندرہ دن گزرے تھے تو مجھے فرمایا آپ بھی اس کو دیکھ لیں مولانا کی تقریر سادہ اور شائستہ ہے اور نہایت نافع اور عمدہ ہے (بندہ ان دنوں دورہ حدیث شریف کے امتحانات کی تیاری کررہا تھا) میرے دل میں وسوسہ آیا کہ دو جلدیں ہیں مجموعی صفحات تقریباً چودہ سو (۱۴۰۰) ہیں پندرہ دنوں میں کیسے دیکھ لیے؟ خیر جب خود ان کو دیکھنا شروع کیا تو دیکھا جابجا حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے نشانات موجود تھے۔ حسب عادت شریفہ ''اہم'' لکھا ہوا تھا اور بعض عبارات جو بیوع کی تھی کئی صورتوں کے احکامات پر تھیں خط کشیدہ تھیں۔ اس سے اندازہ ہوا حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ کی غیر معمولی رفتار ہے۔ (مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی)

مطالعہ کی اہمیت

۷...... اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ایک بذات خود مطالعہ کی اہمیت ہے اور مطالعہ کے ارکان کہ مطالعہ بھی ہو، مطالعہ کا ضبط بھی ہو اور اس کی ترتیب بھی ہو اور ضرورت پڑنے پر اس کا استحضار بھی ہو۔ یہ تمام چیزیں بدرجہ اتم ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کو ودیعت کی گئی تھیں چنانچہ جب آپ کسی مسئلہ پر گفتگو فرماتے اس کے اصول اور کلیات اور جزئیات تک ذکر فرماتے اور ساتھ میں کتب کے حوالوں کو بھی ذکر فرماتے اور ہم جیسے کم علم اور کم عقل تسلسل کی گفتگو سے حیرت زدہ ہوتے ''علم'' ہو تو بھی ''روحانیت'' ہو تو بھی۔ گویا ہر معاملہ میں جواب موجود ہے۔ ایک بار اس سیہ کار نے عرض کیا کہ آپ سے جو سوال کیا جاتا ہے تو جواب موجود ہوتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ تو حسب عادت مسکرا کر فرمایا پھر کبھی اس کا جواب دیں گے۔ ایک بار پھر کسی موقع پر سوال کیا کہ اتنا مطالعہ اور اس کا اتنا استحضار وہ بھی اس عمر میں اس کا سبب کیا ہے؟ تو پھر حسب عادت مسکرا کر فرمایا: ''کاکا ایہہ تے اللہ دا کرم اے، میرا کی کمال اے!'' پھر بہت محبت سے ارشاد فرمایا کسی فرصت کے لمحوں میں یہ سوال کرنا اس کے جواب سے آپ کو بہت فائدہ ہونے کی امید ہے۔

(مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی)

اشارۂ غیبی اور دورۂ حدیث شریف

۸...... خیر! ایک بار حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ باب العلوم آنے کے بعد دورہ شروع کروانے کی ہمت نہیں تھی اور سوچتا تھا کہ میں بھی بخاری اور ترمذی پڑھا سکوں گا کہ نہیں؟ اور سوچتا تھا کہ میرے اندر اتنی لیاقت اور قابلیت نہیں کہ میں ان عظیم الشان کتب کی تدریس کر سکوں۔ اسی دوران اس کشمکش میں ایک جماعت دورہ کے لئے جامعہ خیر المدارس روانہ کی گئی۔ بعد ازاں اشارہ غیبی سے دورۃ الحدیث الشریف کا آغاز فرمایا (اشارہ غیبی کا بھی ذکر ہوا تھا دل ودماغ میں پوری طرح استحضار نہ ہونے کی وجہ سے احتیاطاً نقل نہیں کر رہا) اور فرمایا اس سال بخاری شریف کی تدریس کے لئے فتح الباری اور عمدۃ القاری کا مکمل مطالعہ کیا اور پہلا سال پڑھانے پر اندازہ ہو گیا اور پھر دورہ حدیث شریف مسلسل شروع ہو گیا اور پھر اپنی شروح حدیث (قدیم وجدید) جو مہیا ہو سکیں اور طبع ہوئیں ان کا بھرپور مطالعہ فرمایا۔ بخاری شریف اور ترمذی شریف تو جامعہ اسلامیہ باب العلوم آ کر زیر درس آئیں اور اس سے قبل مشکوٰۃ شریف تو تدریس کے دوسرے سال ہی آپ کے زیر درس آ گئی تھی اور پھر زندگی کے آخری دن بھی اس کا درس ارشاد فرمایا۔

۹...... ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ پر اس اعتبار سے اللہ نے بڑا فضل وکرم ومہربانی فرمائی کہ امراض وبڑھاپے کے غیر معمولی اعذار کے باوجود آخری دن تک بھی سبق کا ناغہ نہیں ہوا چنانچہ آپ ان غیر معمولی اعذار وامراض اور عمر مبارک تراسی (۸۳) سال ہونے کے باوجود روزانہ تین سبق پڑھاتے رہے: بخاری شریف، ترمذی شریف اور مشکوٰۃ شریف۔ (مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی)

درس مشکوٰۃ شریف

۱۰...... حضرۃ الاستاذ فرمایا کرتے تھے مشکوٰۃ شریف میری پسندیدہ کتاب ہے مجھے اس کتاب سے لگاؤ ہے پھر فرمایا جو مدرس، مشکوٰۃ شریف کی روایات اور اس کی تشریحات پر عبور حاصل کر لیتا ہے صحاح ستہ کی روایات میں اس کو دقت پیش نہیں آتی اور فرمایا کہ مشکوٰۃ شریف کی مقبولیت اور جامعیت غیر معمولی درجہ رکھتی ہے۔ اور مشکوٰۃ شریف سے ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کو اتنا گہرا لگاؤ تھا کہ ایک بار ارشاد فرمایا کہ اگر یہ کہا جائے کہ دورۃ الحدیث کی کسی کتاب اور مشکوٰۃ شریف ان دونوں میں کسی ایک کا انتخاب کرو تو میں مشکوٰۃ شریف کا انتخاب کروں گا۔ مشکوٰۃ شریف کی روایات پر اس قدر آپ کو عبور تھا کہ آپ سے جس کسی روایت کے متعلق دریافت کیا جاتا تو آپ سب سے پہلے مشکوٰۃ شریف کا حوالہ دیتے پھر صحاح ستہ میں سے کسی کا حوالہ دیتے اور اس قدر عبور

کہ یہاں تک فرماتے کہ روایت کتاب کے دائیں صفحہ پر ہے اور یہ روایت بائیں صفحہ پر ہے حتیٰ کہ یہ بھی ارشاد فرماتے اوپر، درمیان، نیچے کی طرف ہے۔ اور مشکوٰۃ شریف کی تشریحات کے سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اشعۃ اللمعات، شرح طیبی اور مرقاۃ کی بہت تعریف فرماتے تھے۔

اور مرقاۃ کے متعلق فرماتے کہ ایک مدرس جس کے پاس مشکوٰۃ کے علاوہ مزید اسباق ہوں اس کے لئے مرقاۃ کو دیکھنا مشکل ہے البتہ اہم اور مشکل مقامات پر مرقاۃ کا دیکھنا غیر معمولی نافع ہے۔ ایک بار ارشاد فرمایا مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ نے اشعۃ اللمعات اور مرقات کی تلخیص کردی ہے اور فرمایا حاشیہ بہت جامع اور تشریحات کے لئے بہت کافی ہے۔ مشکوٰۃ شریف سے درسی وابستگی تقریباً پچپن (۵۵) سال رہی ہے، صحاح ستہ سے وابستگی تقریباً پچاس (۵۰) سال رہی ہے اور بخاری شریف کے درس سے بیالیس (۴۲) سال وابستہ رہے۔ اس دوران بلامبالغہ ہزاروں طلباء نے آپ سے علوم حدیث میں اکتساب فیض کیا۔ (مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی)

مطالعہ میں انہماک

۱۱...... کسی کتاب کا آغاز کیا ہوتا بس حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ اور کتاب دونوں ہی رہ جاتے اور بقیہ اپنے اردگرد کی کوئی خبر نہ ہوتی اور جب تک کتاب ختم نہ ہوجاتی آپ کو اطمینان نہ ہوتا باوجود اس کے کہ آپ کو ڈاکٹر صاحبان مطالعہ سے منع کرتے تھے اسی لئے آپ کی بینائی پر خاصا اثر تھا اور خود فرماتے تھے اب مطالعہ میں آنکھوں پر بہت بوجھ ہوتا ہے اور دقت ہوتی ہے آنکھیں مطالعہ کی ہمت نہیں کرتیں پھر بھی آپ اس قدر مطالعہ فرماتے۔

آپ کے مطالعہ کی اس غیر معمولی کیفیت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صحت اور جوانی میں آپ نے کس قدر مطالعہ فرمایا ہوگا؟ کتاب اور مطالعہ کے غیر معمولی حریص ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ بعض اہم کتب کے ایک بار مطالعہ پر اکتفاء نہ فرماتے چنانچہ بعض کتب ایسی ہیں جن کا آپ نے ایک بار نہیں دسیوں بار مطالعہ کیا ہے۔ چنانچہ ان کتب میں حضرت شیخ الاسلام فخر المحدثین العلامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر فیض الباری اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی فوائد عثمانی اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اشعۃ اللمعات، تفسیر نسفی اور حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان القرآن اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات اور ملفوظات وغیرہ شامل ہیں۔ اور اپنے اکابر علمائے دیوبند کے علوم کی ترجمان کتب

اوران کی سوانح، زندگی بھر کی بہترین پسندیدہ ترین کتب رہیں چنانچہ آپ اپنے اکابرین کے علوم اوران کی سوانحات کے اس قدر حریص تھے کہ آپ کوان سے بے پناہ مناسبات اوراہم ملفوظات کے اہم اجزاء ہروقت مستحضر رہتے۔

اس سیہ کار نے ایک مرتبہ عرض کیا سبق میں ترجمہ قرآن کریم ملا ہے کس تفسیر کا مطالعہ کروں؟ آپ نے ارشادفرمایا اردوزبان میں جوشخص قرآن کریم کے مفہوم ومطالب پر قدرت حاصل کرنا چاہتا ہواس کو بیان القرآن اورفوائد عثمانی کا مطالعہ کرنا چاہیےاورعربی میں تفسیر نسفی کا مطالعہ کرے اور کبھی ارشادفرمایا حالات حاضرہ کے اعتبار سے معالم العرفان (صوفی عبدالحمید سواتی) بھی بہت شاندار ہے۔حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشادفرمایا کہ میں نے بیان القرآن کا پچیس (۲۵) باراستعاب کیا اوراتنے ہی بارفوائد عثمانی کا مطالعہ کیا ہےاورفیض الباری کا دس بار مطالعہ کیا ہےاورفرمایا ہر بارنئے علوم ملے۔پھرفرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان القرآن کی جامعیت اس شخص پر آشکارا ہوسکتی ہے جو پہلے کئی تفاسیر کا مطالعہ کر چکا ہو۔اس سے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کی رفتار اور وسعت مطالعہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ایک بار ارشادفرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات وخطبات کا تین بار پورامطالعہ کیا ہے۔

حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ وحضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۲...... تین کتابوں کی تکمیل کے لئے حسرت فرماتے ایک حضرت شیخ الاسلام علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر لکھتے ہوئے یہ تحریرفرماتے کہ ہم ایک تفسیر لکھیں گےان مضامین کوکھول کر بیان فرمائیں گے۔ حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ تفسیر جس کاارادہ اوراظہارفرمایا تھااگرمکمل ہوجاتی تو روئے زمین پرایک بہترین تفسیر ہوتی۔دوسری کتاب اگرعلامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح بخاری مکمل ہوجاتی تو یہ اردو کی فتح الباری ہوتی اور تیسری کتاب شیخ الاسلام علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی معارف السنن کی حسرت فرماتے۔

۱۳...... ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بارارشادفرمایا کہ زمانہ طالب علمی میں قدوری اور کنزوالے سال حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مطالعہ مکمل کر چکا تھا۔گزشتہ سطور میں اس سیہ کار نے تحریر کیا تھا کہ ملفوظات کا مطالعہ تین بارکیا تیسری بارمطالعہ کی وجہ ایک سبب بن گیااوروہ یہ کہ حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بارحضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ملفوظ نقل فرمایا کہ جس قوم کے علماء سرمایہ داربن جائیں وہ قوم بے دین ہوجاتی ہےاس کی وجہ سے علماء کاعوام الناس

سے ربط وتعلق کم بلکہ عدیم ہوجاتا ہے۔اس ملفوظ کو بیان تو فرمایا اِس پر عرض کیا کہاں ہے؟ فرمایا اس وقت ذہن میں نہیں، یہ واقعہ آیا، گیا، ہوگیا۔

اس واقعہ سے تقریباً دو یا تین سال کے بعد مجھے گھر بلایا اور فرمایا میں نے پھر سے مطالعہ شروع کیا اور الحمدللہ وہ ملفوظ مجھے مل گیا ہے پھر اس ملفوظ کو پڑھ کر سنایا اور صفحہ وجلد کو اپنے پاس نوٹ کرلیا۔

۱۴...... حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زندگی میں کبھی بغیر مطالعہ کے سبق نہیں پڑھایا تشریحات احادیث پر غیر معمولی عبور ہونے کے باوجود آپ اپنے تینوں اسباق کا مطالعہ فرماتے اور پھر اپنی درس گاہ میں تشریف لے جاتے تھے۔

۱۵...... اکابرین علماء دیوبند کے سوانحات کے تو آپ عاشق تھے جس کی جہاں سے سوانح مل گئی جب تک آپ اس کو ختم نہ کرلیتے آپ کو سکون نہ آتا اور دوران مطالعہ آپ کا اس قدر انہماک ہوتا کہ آپ کو دائیں بائیں کی خبر نہ ہوتی چنانچہ کئی بار اس کا مشاہدہ ہوا۔ایک ایک دو دو گھنٹہ تک آپ کتاب پڑھ رہے ہیں اور نظر بھی نہیں اٹھا رہے اور مجھ جیسا سیہ کار کبھی فون سن لیتا اس کی بھی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔ ہاں البتہ اگر دوران مطالعہ آپ سے کوئی غیر ضروری سوال یا بات کرتا تو اگر خدام میں سے کوئی یہ حرکت کرتا تو چہرہ مبارک معمولی افسردہ ہوتا تھا لیکن زبان سے کچھ بھی ارشاد نہ فرماتے اور سوال کا جواب بھی سرسری دیدیتے اور پھر فرماتے: ہاں جی آپ کیا فرما رہے تھے؟

اٹھارہ گھنٹوں کی مصروفیت

۱۶...... ایک بار میں نے عرض کیا کہ آنجناب نے روزانہ کتنے سبق پڑھائے اور کتنے گھنٹے تک مطالعہ فرمایا، ارشاد فرمایا کہ دس گھنٹے تک سبق کا مطالعہ کیا ہے اور آٹھ گھنٹے تک سبق پڑھائے ہیں۔ ایک بار ارشاد فرمایا دارالعلوم کبیر والا کے زمانہ میں حضرت صدر صاحب (حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ) نے ہمارے درسِ قرآن کو بہت زیادہ اہمیت دیدی تھی اور دارالحدیث الشریف کے طلباء کے علاوہ کسی درجہ کے طلباء کو اس سے استثناء نہیں ہوتا تھا اور حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی غیر حاضری کی بناء پر تنبیہ بھی فرماتے تھے۔فرمایا اس زمانہ میں درس قرآن کی تیاری بھی بہت بھرپور ہوتی تھی۔فرمایا کہ سردی کی راتوں میں رات دو بجے اٹھ جاتا اور اٹھ کر ورزش کرتا دوڑ لگاتا آدھ پون گھنٹہ یہ عمل کرتا اور پھر غسل کر کے تہجد کے مختصر نفل ادا کرتا اور پھر اپنی چائے خود بنا کر درسِ قرآن کی تیاری میں مشغول ہوتا اور فجر کی نماز تک اس میں مشغول رہتا (اس سیہ کار کی رائے

میں تقریباً ساڑھے تین گھنٹے تک مطالعہ میں رہتے)۔

من طلب العلیٰ سہر اللیالی! ابتداءً آپ کا یہ درس قرآن تین سال میں ختم ہوتا پھر غالباً یاد پڑتا ہے فی سال پندرہ پاروں کا معمول رہا اور پھر ہر سال درسِ قرآن کے ختم کا معمول رہا اور آپ کے سالہا سال کی عرق ریزی اور راتوں کی محنت نے رنگ لگایا ہزاروں طلباء نے براہ راست درس قرآن سنا اور اب ''تبیان الفرقان'' کے ذریعہ انشاءاللہ لاکھوں افراد استفادہ کریں گے۔

ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کی بلند استعداد، قابلیت اور قبولیت، حسن صورت اور حسن سیرت، کردار، اخلاق غرضیکہ آپ نہایت قابل رشک فرد تھے۔ ابتدائے طالب علمی سے آخر تک اور ابتدائے تدریس سے زندگی کے آخری صفحہ الٹنے تک آپ کی زندگی میں ہر آنے والا دن آپ کی قسمت و عزت کو مزید بلند سے بلند تر کرتا رہا اور آپ کو اپنے اصاغر اور اپنے اکابر اور اپنے ہم عصروں سے خراج عقیدت اور خراج محبت وصول ہوتا رہا جہاں آپ کے شاگرد آپ سے محبت کرتے آپ کے اکابر آپ پر بے پناہ اعتماد کا اظہار فرماتے۔ (مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی)

پیش گوئی

۱۷...... حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں قدوری پڑھتا تھا تو حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ (شاگرد رشید شیخ الاسلام علامہ محمد انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ و خلیفہ مجاز حضرت قطب الاقطاب شاہ عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ) نے قدوری کا امتحان لیا اور امتحان کے بعد تنہائی میں ارشاد فرمایا: بیٹا! آپ پر سعادت مندی کے آثار محسوس کر رہا ہوں، لگتا ہے اللہ پاک آپ سے دین کا کوئی بڑا کام لیں گے محنت سے لگے رہنا۔ یہ سیہ کار کہتا ہے کہ بعد کے حالات نے واضح کر دیا کہ اللہ پاک نے ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ سے کتنا دین کا ہمہ جہت کام لیا اور دین عالی کی بلند خدمت کے لئے قبول فرمایا:

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

۱۸...... حضرت سیّد مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''النبی الخاتم ﷺ'' کو آپ نے بارہ سے زائد بار پڑھا اور آپ کو حضرت سیّد مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم اور ان کی کتب سے بے پناہ لگاؤ اور ان سے غیر معمولی مناسبت تھی اور اسی طرح حضرت گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''فتنہ دجال کے خدوخال'' (جو سورہ کہف کی تفسیر ہے) اس سے غیر معمولی لگاؤ تھا۔ ایک بار حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ

نے حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم کی اس انداز میں تعریف فرمائی کہ مولانا گیلانی مجتہد فی التاریخ، مولانا قاری محمد طیب ہماری دیوبندی جماعت کے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ (وسعت قلم اور وسعت مطالعہ کے اعتبار سے نہ کہ تفرد کے اعتبار سے)

۱۹...... ایک بار حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے نکلنے والی پہلی کتاب ''سوانح ابوذر رضی اللہ عنہ'' ہے۔ اس کو پڑھ کر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ شخص یا تو محقق ہو چکا یا عنقریب محقق ہونے والا ہے۔ تو حضرت گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت تعریف فرماتے اور مجتہدانہ اور عالمانہ فاضلانہ قلم سے بے حد متاثر تھے اگر کہا جائے مصنّفین میں حضرت علامہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے پسندیدہ ترین تھے تو بے جا نہ ہوگا۔ اسی طرح حضرت سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کو بہت شوق سے پڑھا اور ان کی کتاب ''جب ایمان کی بہار آئی'' کو بہت پسند فرمایا، ''تاریخ دعوت وعزیمت'' کا مطالعہ فرمایا اور فرمایا کہ حضرت امیر المومنین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جو حالات انہوں نے تحریر فرمائے ان میں روحانی جاذبیت، چاشنی بہت ہے اور انسان پڑھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

۲۰...... حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کہ ''تذکرۃ الرشید'' اور ''تذکرۃ الخلیل'' لکھ کر دیوبند پر احسان فرمایا اور ان حضرات کی زندگی کا ایک ایک گوشہ تحریر فرمایا البتہ تاریخ دعوت وعزیمت کے متعلق یاد پڑتا ہے کہ کسی کا قول نقل فرمایا تھا کہ تاریخ دعوت وعزیمت میں ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے زیادہ تذکرہ پر تعجب ہے اب مجھے یہ معلوم نہیں یہ بات جو نقل کی گئی حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے ذہن بھی یہی تھا یا اس کے برعکس۔ اس کا فیصلہ اور اس پر کچھ کہنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

۲۱...... اور اسی طرح ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پورے پاکستان سے ماہانہ رسائل ایک بڑی تعداد میں غالباً گزشتہ سال ان کی تعداد اس سیہ کار نے شمار کی تو ساٹھ (۶۰) سے زائد تھی۔ اپنے قیام کے دوران یہ دیکھا کہ جتنے رسائل آئے ان سب کی فہرست کو بغور دیکھا اور جو اہم مضامین ہوئے ان کا مطالعہ کیا اور رسائل کے آنے کے بعد تقریباً چھ سات دن وقت نکال کر ان (اہم مضامین) کا مطالعہ فرماتے البتہ ماہنامہ الخیر، بیّنات، البلاغ، القاسم، لولاک کو بہت اہتمام سے دیکھتے بالخصوص الخیر میں مولانا ازہر کا اداریہ اور البلاغ میں حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی کا سفرنامہ اہتمام سے پڑھتے۔ ایک بار ارشاد فرمایا کہ مولانا تقی عثمانی کا سفرنامہ دلچسپ اور بہت مفید معلومات کا حامل ہوتا ہے۔ ایسے ہی بینات کا اداریہ بھی اہتمام سے پڑھتے۔

اور ماہنامہ لولاک میں شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا کے مضمون اور ختم نبوت

پر ان کے کام کی تحسین فرماتے اور حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کے قلم کی تعریف فرماتے اس کے علاوہ کسی اور کے قلم کی تحسین فرمائی یا حوصلہ افزائی فرمائی ہو تو بندہ کے علم میں نہیں اس سیہ کار نے تو اپنے سامنے کی بات عرض کی ہے۔

۲۲...... ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت شریفہ خود مطالعہ کی تو بھرپور تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ عصر کی نماز کے بعد طلباء اور شہر کے حضرات حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور عصر کے بعد حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ بزرگوں کی سوانحات یا کوئی اور کتاب سنتے اور کہیں کہیں اس کی تشریح بھی فرماتے۔ایک لمبا عرصہ یہ خدمت ہمارے بھائی مفتی شیراز (مدیر: العصر تعلیمی مرکز پیر محل وخلیفہ مجاز حضرت قطب الاقطاب سلطان الاولیاء مخدوم المشائخ سید نفیس الحسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ و خلیفہ مجاز حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ) سرانجام دیتے رہے پھر یہ خدمت ایک سال حضرت مولانا مفتی صہیب رومی (صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال دامت برکاتہم) سرانجام دیتے رہے پھر عرصہ تین سال اس سیہ کار کے پاس یہ خدمت رہی۔اس دوران میرے سامنے جو کتب سنائی گئیں وہ سوانح حضرت مفتی محمود، سوانح حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، ایک کتاب اور تھی جس کا نام اس وقت ذہن سے محو ہے۔ یہ تینوں کتب حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے تصنیف فرمائی تھیں۔اور ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھ کر سنائی گئیں تھیں اور بندہ نے مکتوبات شیخ الاسلام (استاذ العرب والعجم، آیۃ من آیات ربّ العالمین، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ) اور کتاب ''سیّدنا علی رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ'' (تالیف: قطب الاقطاب سلطان الاولیاء مخدوم المشائخ حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ لاہور) دومرتبہ پڑھ کر سنائی جب ایک بار ختم ہوئی تو فرمایا اس کتاب کو دوبارہ سننے کو جی چاہتا ہے تو پھر اس کتاب کو دوبارہ پڑھا گیا اس کتاب کو سنتے ہوئے بسا اوقات ارشاد فرماتے کہ یہ بات پہلی بار ہم نے سنی ہے اور کبھی بہت تحسین فرماتے اور کبھی آپ پر گریہ وبکاء غالب آجاتا جس سے راقم کی حالت بھی عجیب ہوجاتی اور ایک کتاب جو اس سیہ کار نے حضرت کو سنائی وہ ''چراغ محمد'' ہے (سوانح حضرت شیخ الاسلام سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ) اس کو بھی بہت شوق سے سنی۔ (۵تا۲۲، مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی)

۲۳...... جوانی میں بھی سفروحضر کے معمولات ہمیشہ پکے رہے۔ مزاج میں ہمیشہ استغناء رہا، طمع، حرص، لالچ قریب بھی نہ پھٹکا۔ سادگی پسند تھے اور سادہ کھانا پسند فرماتے تھے، البتہ کبیر والا میں جون جولائی کی دوپہر کی چلچلاتی گرمی میں دو ابلے ہوئے انڈے اور چائے کے دو کپ پی کر منہ پر کپڑا لپیٹ کے درسگاہ میں تشریف لاتے تھے، اور درس گاہ کا پنکھا بھی بند کروادیا کرتے

تھے۔ ہلکی پھلکی سردی میں بھی دھوپ میں بیٹھنا زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اپنے نظریات کو دوسروں پر مسلط کرنے کا مزاج نہ تھا، دلیل سے بات کرتے تھے اور کسی کے نظریات سے قطعاً متاثر نہیں ہوتے تھے اور نہ ساتھ والوں کو متاثر ہونے دیتے تھے۔ معاملہ فہم تھے، کیسا ہی اشکال اور کیسی ہی صورتحال ہو، لمحوں میں حل فرما کر ذہن سے تمام شکوک وشبہات ختم فرمادیتے تھے۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے اندرونی تلاطم کا اثر چہرہ پر بہت کم ظاہر ہوتا تھا۔ اپنی اہلیہ محترمہ سے بے انتہا تعلق تھا، ان کی وفات کے بعد استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کافی حد تک ٹوٹ پھوٹ سے گئے تھے، میں نے عرض کیا: آپ نے آپا جی حفظہا اللہ کی رحلت کا صدمہ بہت زیادہ لے لیا ہے، تو پرنم آنکھوں اور بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا: ''اس کے علاوہ میرا دنیا میں تھا کون...!'' رحمھا اللہ! (مولانا امان اللہ خالدی)

۲۴...... استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کا خاص مزاج تھا طالب علموں کی تربیت کے حوالے سے توجہ فرماتے تھے۔ واحد استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ تھی جہاں ہر قسم کا سوال کرنے کی اجازت تھی۔ سوال وجواب کے ضمن میں طلباء کی ذہن سازی کر دیا کرتے تھے۔ حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ اکابر علماء دیوبند اور بزرگوں کے واقعات بہت سناتے تھے اور اکابرین علماء دیوبند کی سوانح عمری کے مطالعہ کی اکثر ترغیب دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بزرگوں کی سوانح پڑھنے سے نظریات پختہ ہوتے ہیں۔ انسان راہ راست سے بھٹکتا نہیں ہے۔ (مولانا عبیداللہ ارشد، لاہور)

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا انداز تدریس

۲۵...... مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوگئی، جس کے بعد مولانا منظور الحق نائب مہتمم سے مہتمم بن گئے۔ بے شک روایتی قسم کے استاد نہ تھے جو اپنے اساتذہ کی کاپیاں (شرحیں) دیکھ دیکھ کر پڑھاتے ہوں، بلکہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ اپنا تھا۔ وہ کتاب کی عبارت کا پہلے اپنے طور پر مفہوم سمجھا دیتے اور جب مفہوم سمجھ میں آجاتا تو پھر عبارت پڑھا دیتے، اس طرح مشکل سے مشکل عبارتیں طالب علموں کو سمجھ آجاتیں، اسی لیے تمام طلبہ ان سے بے حد مطمئن تھے۔ اس کے علاوہ دار الاہتمام نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو منطق اور فلسفے کی مشکل کتابیں بطور اسباق کے پڑھانے کے لیے دیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ہمیشہ یہ اصول رہا کہ تمام کتابیں باقاعدہ مطالعے کے بعد پڑھاتے اور طالب علموں کو کتاب کا مفہوم سمجھا دیتے، چنانچہ مشکل سے مشکل کتابیں بھی پڑھائیں اور بڑی شان سے پڑھائیں۔ راقم الحروف ۱۹۷۰ء، ۱۹۷۲ء کے دوران یہاں تعلیم حاصل کرتا رہا ہے۔ ۱۹۷۰ء کے شروع میں دارالعلوم کبیر والا میں داخلہ لیا اس

وقت سے لے کر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات تک حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہا۔
(مولانا ڈاکٹر محمود الحسن عارف)

جلالت علمی

۲۶...... حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو حق تعالیٰ نے بے پناہ علم عطا فرمایا تھا وہ بلاشبہ علم کے بحر بے کراں تھے، ان کے علم میں رسوخ و تعمق اور ثقاہت تھی، انہوں نے بلاشبہ جانفشانی سے علم حاصل کیا اور پھر مطالعہ و عرق ریزی سے تدریس فرمائی۔ انکا عرصہ تدریس نصف صدی سے زائد ہے۔ آپ نے تعلیم و تعلّم میں روایتی انداز سے ہٹ کر عالمانہ ومحققانہ طرز اختیار فرمایا۔ کتاب فہمی میں وہ اپنی مثال آپ تھے یہی وجہ ہے کہ انہیں نہ صرف علم وکتابیں ازبر تھیں بلکہ مسائل ومباحث ہر وقت مستحضر رہتے تھے۔ فارسی، عربی، اردو ادب کا اعلیٰ ذوق آپ میں ودیعت تھا، نثر و نظم سے خوب لگاؤ تھا، فارسی کتب میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایات اور اشعار سے اپنی بات سمجھاتے۔ اردو عربی کے اشعار بھی آپ کو زبانی یاد تھے، برموقع مناسب اشعار آپ کا طرّہ امتیاز تھا۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم آپ کی مکمل دسترس میں تھے۔ علوم کے اصل مأخذ کا تعمق کے ساتھ مطالعہ اور اس کی یادداشت آپ کا معمول تھا۔ عربی تفاسیر، عربی شروح حدیث کے حوالہ جات اکثر زبانی ارشاد فرمادیتے تھے، عموماً مسائل کے مأخذ حوالہ جات زبانی یاد ہوتے تھے، استفسار پر کتاب منگوا کر حوالہ نکال کر پیش فرمادیتے تھے، سلف کی صرف کتب سے ہی مناسبت نہ تھی بلکہ سلف کے مزاج سے بھی خوب آشنا تھے اور اکثر اوقات اپنے اکابر واسلاف کے علم وتقویٰ کے مزاج کو اجاگر فرماتے۔ دلچسپ واقعات اور اکابر کے حالات سے آپ مجلس کو کشت زعفران بنادیتے تھے۔ (مولانا زبیر احمد صدیقی)

۲۷...... ایک مرتبہ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ شریف کے انتخاب کی وجہ بیان فرمائی فرمایا، میں نے مشکوٰۃ کو ترجیح اس لیے دی کہ اس میں صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث کے متن حدیث مذکور ہیں اور راویوں کی لمبی لمبی لڑیوں سے احتراز کیا گیا ہے اور کتب حدیث میں سب سے اہم اور مقصودی چیز متن حدیث یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین مقدسہ ہوتے ہیں اور وہ سبھی کتابوں کے اسی ایک کتاب مشکوٰۃ شریف میں موجود ہیں، جو مشکوٰۃ پڑھاتا ہے وہ گویا بیک وقت کئی کتب حدیث کا مدرس ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ سے زیادہ فرامین اس کے سامنے آتے رہتے ہیں، اس لیے دیگر کتب پر میں نے مشکوٰۃ کو ترجیح دی تھی، پھر اس وقت سے مسلسل مشکوٰۃ پڑھا رہا ہوں، اور

ساتھ ساتھ دیگر کتب حدیث پڑھانے کا بھی اتفاق ہوتا رہا ہے۔

جب باب العلوم میں آیا تو یہاں بھی مشکوٰۃ ہی پڑھاتا رہا اور بخاری شریف بھی کئی سالوں سے پڑھا رہا ہوں، مشکوٰۃ شریف مکمل کتاب کئی سال تک میں نے اکیلے ہی پڑھائی ہے اوراب کئی سالوں سے ایک حصہ میں پڑھاتا ہوں اور ایک حصہ کسی دوسرے استاذ کو کہہ دیتا ہوں وہ پڑھاتا ہے، مگر میں نے مشکوٰۃ شریف کو کسی سال چھوڑا نہیں ہے، یہ ساری گفتگو حضرت استاذ جی نوراللہ مرقدہ نے ہمارے درس مشکوٰۃ میں ارشاد فرمائی تھی۔ (مولانا محمد احمد گھاروی، احمد پور شرقیہ)

۲۸...... حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس میں جہاں اور بے شمار خصوصیات ہیں وہاں یہ بات بھی پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کتاب، حدیث مبارکہ اور درسگاہ کا ادب انتہائی ملحوظ خاطر رکھتے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس عمر میں بھی حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ جب سبق پڑھانے کے لئے اپنی مسند پر تشریف فرما ہوتے تو جس حالت میں شروع سے (چار زانوں ہوکر اور دونوں ہاتھوں کو کتاب کے اوپر والے کناروں پر رکھ کر) بیٹھتے، بالکل اسی حالت میں سبق کے آخر تک بیٹھے رہتے۔ سبق کی تقریر نہایت آسان اور عام فہم انداز میں فرمایا کرتے اور تقریر اس طرز پر کرتے کہ طلباء کے ذہنوں میں اگر کوئی اشکالات پیدا ہونے لگتے تو ان کے جوابات بھی اس تقریر میں آجاتے۔ کثیر مطالعہ کی وجہ سے کتاب پر عبور کے ساتھ ساتھ ذہن شناسی پر عبور حاصل تھا اور طلباء کے ذہنوں میں پیدا ہونے والی کیفیت کو سمجھ جایا کرتے۔ اسلامی تہذیب وتمدن، اسلامی ثقافت، اخلاقیات، باہمی محبت و بھائی چارگی پر وضاحت کے ساتھ تقریر فرماتے۔ دوران تقریر اگر اکابرین کا ذکر آجاتا تو آنکھیں ادب سے جھک جایا کرتی تھیں۔ اکابرین کی سیرت وسوانح پر اتنا عبور تھا کہ جب تذکرہ فرماتے پورے کے پورے خاندان شمار کرادیا کرتے تھے۔ (مولانا محمد وسیم اسلم)

۲۹...... حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے اسباق کا خاصہ تھا کہ اس میں کتاب کے علاوہ ہر طرح کی گفتگو، مسائل کا مذاکرہ رہتا تھا اور ہر اشکال کو بحسن وخوبی حل فرمادیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے چند طلباء مشکوٰۃ پڑھنے دارالعلوم کبیروالا آئے۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کا درس مشکوٰۃ ملک کے اطراف میں مشہور ومعروف تھا۔ ان طلباء میں دو بھائی ایسے بھی تھے جو مولانا مودودی کے بہت معتقد تھے اور ان کے نظریات وتحقیقات پر تعصب کے درجے میں اعتماد تھا۔ ان کے خلاف کوئی بات قبول نہیں کرتے تھے۔ بلکہ جواب بالدلیل سے سامنے والے کو خاموش کردیا کرتے تھے اور ساتھ ساتھ وہ دونوں غضب کے ذہین تھے۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی

نے بتادیا ان دونوں کی نظریاتی کیفیت کا۔ حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے مودودی صاحب کی کتاب خلافت وملوکیت کو بنیاد بنا کر ان طلباء کی ایسی تربیت فرمائی کہ جب وہ سال ختم کر کے کراچی جارہے تھے تو اکابرین علماء دیوبند کی تحقیقات پر اعتماد ویقین حاصل کر کے گئے تھے۔ حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو علم ہونے بھی نہیں دیا تھا کہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے نظریات کا علم ہے اور استاد جی رحمۃ اللہ علیہ ان کا توڑ کرنے کی کوشش میں ہیں۔ ہر بات معقولات ومنقولات کے پیرائے پر ان کو راہ راست پر لے آئے۔

اس بات کی اطلاع کراچی بنوری ٹاؤن بھی ان کے اساتذہ کو ہوئی تو ان حضرات نے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات وزیارت کی خواہش ظاہر کی کہ وہ کون سی شخصیت ہے جو کام ہم نے سالہا سال نہ کیا اس استاذ نے ایک سال میں کر دیا۔ ان حضرات کی دعوت پر استاد جی رحمۃ اللہ علیہ بنوری ٹاؤن تشریف لائے چھٹیوں میں اور ان کے ساتھ ملاقات کی۔ (مولانا عبیداللہ ارشد، لاہور)

۳۰...... بنیادی طور پر آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک محقق مدرس مشفق ومربی استاذ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود ایک موقع پر فرمایا کہ دین کے تمام شعبہ جات برحق ہیں۔ لیکن چونکہ میرا تعلق پڑھنے پڑھانے سے ہے۔ اس لئے میرا میلان اسی طرف ہے۔ فنا فی اللہ، فنا فی الرسول اور فنا فی الشیخ کی اصطلاحات بزرگوں سے سنتے آئے ہیں۔ آپ حقیقی معنوں میں فنا فی التدریس تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سب کچھ درس وتدریس پر قربان کر دیا۔ (قاری خالق داد، جہلم)

دس تدریسی خوبیاں

۳۱...... آپ کی چند ممتاز تدریسی خوبیاں تھیں کہ جن کا ہر اس آدمی کو اعتراف ہے جس نے آپ سے جرعہ علم نوش کیا ہے

۱- آپ کے دروس میں طالبعلم تعلّم کے ساتھ تفقہ بھی حاصل کرتا تھا۔

۲- آپ کے دروس میں مشکل سے مشکل عبارت کی بھی یوں آسان انداز سے وضاحت ہوتی تھی کہ طالبعلم کو دقت فہم کا سامنا نہ کرنا پڑتا تھا بلکہ طالبعلم یہ سوچتا تھا کہ یہ عبارت تو اتنی سہل تھی کہ اگر میں خود ذرا سا غور کرتا تو خود سمجھ لیتا۔

۳- آپ سے پڑھنے والا طالبعلم یقیناً اس احساس تک پہنچ جاتا کہ یہ تدریس تو میں بھی کر سکتا ہوں یہ پڑھانا کوئی مشکل کام نہیں گویا آپ اسقدر پر حوصلہ شخصیت تھے کہ آپکی صحبت میں بیٹھنے والا حوصلہ مند ہو جاتا تھا۔

۴- آپ کا طریقہ تدریس نہ تو صرف فنی مباحث تک محدود ہوتا نہ جامد جس سے طالبعلم اکتا جائے بلکہ طویل سے طویل درس کے دورانیہ میں بھی طالبعلم ہشاش بشاش رہتا تھا۔

۵- آپ کا انداز تدریس اس قدر سہل اور جاذب ہوتا تھا کہ نہ تو طالبعلم کی دوران درس توجہ منتشر ہوتی اور نہ ہی کوئی جملہ اس کے فہم سے ماوراء ہوتا حتیٰ کہ کند ذہن طالبعلم بھی اپنی غباوت کے باوجود یوں سبق سے آ رہا ہوتا تھا کہ گویا یہ سب سے زیادہ سمجھ کر آ رہا ہے۔

۶- حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے درس کی ایک خاص خوبی یہ تھی کہ ایسے دروس جن کا تعلق معاشرت سے ہوتا تھا وہاں بہت کھلتے گویا کتابی علم کا معاشرے پر انطباق کر کے رکھ دیتے۔ اس سے طالبعلم بڑی فرحت محسوس کرتا۔

۷- آپ کے درس کے امتیازات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ اکابرین علماء دیوبند کا دوران درس یوں تذکرہ فرماتے کہ طالبعلم کے دل میں نا صرف اکابرین کی عظمت آ جاتی تھی بلکہ ہمیشہ کے لیے طالبعلم اپنے آپ کو اکابرین سے وابستہ کر لیتا تھا۔

۸- آپ کے درس کی ایک گہری خوبی یہ بھی تھی کہ پورے سبق میں معتدل رہتے تھے۔ حد اعتدال سے کبھی بھی نہ نکلتے تھا سادہ طرز اور تسلسل سے گفتگو فرماتے رہتے تھے کہ زیر و بم بے جا اتار چڑھاؤ نہ ہوتا تھا نہ کسی کی تحقیر ہوتی نہ تذلیل نہ بیجا اعزاز و اکرام بلکہ طالبعلم اپنی سطح تک ہی محدود رہتا حتی کہ بعض طلباء جو کسی نہ کسی تعلق کی وجہ سے حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے مقرب سمجھے جاتے تھے ان کے ساتھ بھی درس گاہ میں عمومی طالبعلم والا سلوک ہوتا تھا۔

۹- یہ حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے درس کی ہی خوبی تھی جس میں ہر طالبعلم ہر طرح کا سوال بے تکلفی سے کر لیتا تھا اور حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک کو خندہ پیشانی سے بغیر درہم برہم ہوئے دانش مندی سے مسکت جواب یوں دیتے کہ تشفی ہو جاتی۔

۱۰- گرمیوں کے موسم میں بعض اوقات شدید گرمی میں آپ کا سبق ہوتا تھا آپ پنکھے کے چلتے ہوئے سبق نہیں پڑھا سکتے تھے مگر بعض اوقات گرمی کی شدت کے باوجود بھی طلبہ ہمہ تن گوش ہوتے پسینہ سے شرابور ہونے کے باوجود سبق سے توجہ نہ ہٹاتے۔ (مولانا مفتی احمد انور، مانکوٹ)

۳۲...... ہم بدوی دیہاتی طلباء کی یہ انتہائی خوش نصیبی تھی کہ سالانہ امتحان شعبان ۱۳۸۰ھ کے لئے مستقبل کے محسن و معظم مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم سے مدرسہ محمدیہ نڑھال تشریف لائے۔ جن کا طریق امتحان بھی باقی اوصاف حمیدہ کی طرح ہمیشہ ممتاز رہا کہ ہمیشہ قوت حافظہ کا

امتحان لینے کی بجائے کتاب دانی اور کتاب فہمی کا امتحان لیتے۔ بایں طریق کہ ہر تقریری امتحان میں طالب علم کو حصہ عبارت سپرد فرماتے کہ خوب غور کر کے اس کے متعلقہ مباحث کو بیان کریں۔ جس سے ہر طالب علم حسب استعداد و محنت خوب فائدہ اٹھا سکتا تھا۔

چنانچہ بتوفیق اللہ تعالیٰ، استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے جی بھر کے سنا اور دل کھول کر نمبر دیئے۔ ہر کتاب میں کل نمبر ۵۰ ہوتے تھے۔ غالباً چودہ کتابیں تھیں۔ اکثر کتب میں ۵۱، ۵۲ اور ۵۳ تک نمبر بھی عطاء فرمائے۔ یہ پہلا نقش احسان تھا جو اس بدوی اور جھول کے دل پر ایک عظیم ہستی کی جانب سے ثبت ہوا۔ گو کہ اس جاہل طالب کو اس وقت تک اتنی تمیز ہی نہ تھی کہ حضرت ممتحن کتنی بلند و بالا شخصیت کے مالک ہیں۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء وفی الآخرۃ الاولیٰ وقد فعل!**

(مولانا ظفر احمد قاسم)

۳۳...... بوجوہ دار العلوم سے اپنے شیخ و محسن کی غیر شعوری اتباع میں رخت سفر باندھنا پڑا تو جامعہ عثمانیہ شور کوٹ میں بھی استاذ مکرم کے حکم و مشورہ سے ہی چار سالہ مختصر قیام ہوا۔ تو پھر جامعہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے قیام و بفضلہٖ تعالیٰ بقاء کی صورت میں استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے احسانات کی کماً و کیفاً وہ موسلا دھار بارشیں ہوئیں کہ مضمون اس کی طوالت کو برداشت نہ کر سکے گا۔ استاذ مکرم کے ہر جاننے اور ماننے والا گواہی دے گا کہ جامعہ اور اس کے خدام کے ساتھ اس محسن اعظم کا ہر اعتبار سے وہ تعلق رہا کہ جامعہ اسلامیہ باب العلوم کے علاوہ شاید اس کی مثال مل سکے۔ لہٰذا مضمون کو سمیٹتے ہوئے یہی عرض کروں گا کہ میرا فکر مسدود اور قلم محدود۔ اس متخلق باخلاق اللہ شخصیت عظمیٰ کے اوصاف تو کیا بیان کر سکتا ہے۔ مختصراً یہ کہ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ دنیا میں جیئے تو عزم ہمالیہ کی طرح مضبوط، دل آب زمزم کی طرح پاک وصاف، دماغ آسمان کی طرح بلند، نظر آفتاب کی طرح روشن، فکر دریاؤں کی طرح رواں دواں، علم سمندر کی طرح وسیع و عمیق، عقل چراغوں کی طرح نور افروز، کلام شہد کی طرح لذیذ و شیریں، مزاج پھولوں کی طرح نازک شگفتہ اور خالق حقیقی کے پیغام اجل پر لبیک کہتے ہوئے رخت سفر باندھا تو مجلس میں صاحب علم و کمال، پیشانی پر شرافت کا عکس، آنکھوں میں ایمان کا نور، کمر میں صبر کی تلوار، دوش پر شکر کی عباء، سینہ پر محبت کی آئینہ بندی، دل میں انسانیت کا درد اور زبان پر نعرۂ حق و پیغام امن دے کر یوں اتحاد و اسلام کی راہ پر قربان ہو گیا۔

(مولانا ظفر احمد قاسم)

۳۴...... حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ ۱۳۷۷ھ، ۱۰/ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ، بمطابق 2015ء تک تقریباً ساٹھ سال اس کا درس دیا۔ پورے ملک سے طلباء صرف مشکوٰۃ کا سبق پڑھنے کے لئے

یہاں آتے تھے۔اس کتاب کا اکثر حصہ حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کو حفظ تھا۔اس کے صفحات یاد تھے کہ فلاں صفحہ پر فلاں حدیث ہے۔فلاں حدیث فلاں باب میں ہے۔شیخ نے اپنی زندگی کا آخری درس بھی مشکوٰۃ کا دیا۔اس دن خود عبارت کی تلاوت کی اور ترجمہ ومفہوم بیان فرمایا اور صحیح البخاری اور ترمذی شریف بھی آپ نے تقریباً ۳۸ سال پڑھائی۔آپ حدیث پڑھاتے تو سند حدیث کی بحث، متن وسند پر ہونے والے اشکالات کی وضاحت، رجال حدیث کا مختصر وجامع تعارف، بین السطور وحاشیہ کی طرف طلبہ کی توجہ، اختلاف نسخ کی نشاندہی، مسالک اربعہ کے دلائل، مسلک احناف کی ترجیح، قدیم وجدید فتنوں کی طرف اشارہ، انداز بیان اتنا شستہ ورفتہ ہوتا کہ کوثر وتسنیم نہریں اس پر نچھاور ہوتیں اور لہجہ اتنا پیارا کہ الفاظ اس کی تاثیر بیان سے معذور ہیں۔ طلبہ آپ پر ایسے فدا ہوتے جیسے شہد کی مکھیاں شہد کے چھتہ پر اور آپ کی تفسیری، حدیثی، فقہی وکلامی معارف وفادات پر سر دھنتے تھے۔ (مولانا عمیر شاہین)

۳۵...... ہمارے دورہ حدیث کے دنوں میں حضرت استاذ جی قدس سرہ ہمیں بخاری شریف اور ترمذی شریف کے اسباق پڑھاتے تھے، ایک مرتبہ ترمذی شریف کا درس ہو رہا تھا، اس میں ایک حدیث آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں سے جسے اس بات کی فرصت اور طاقت ہو کہ وہ مدینہ طیبہ میں مرے، اسے چاہئے کہ وہ مدینہ طیبہ میں ہی مرے، کیونکہ قیامت کے دن میں اس آدمی کی سفارش کروں گا جو اس میں مرے گا۔ (ترمذی ج۲،ص۲۲۹)

ہمارے بہت سے اکابر نے اپنی زندگی کے آخر میں مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کر کے وہاں سکونت اختیار کی ہے، ان میں سے ایک سلسلہ قرأت میں پانی پتی لہجہ کے عظیم روح رواں، شہرت یافتہ معلم، شیخ القراء، استاذ الاساتذہ حضرت قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ، حضرت قاری فتح محمد پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، جنہوں نے اپنی زندگی کے آخر میں مدینہ طیبہ کی مقدس زمین کو اپنا مسکن بنایا، ان کے متعلق حضرت استاذ جی نور اللہ مرقدہ نے ایک واقعہ سنایا۔

فرمایا کہ حضرت قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ طیبہ میں رہتے ہوئے علم حاصل کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا تو وہاں سے انہوں نے میرے پاس خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا، ’’میں عالم نہیں ہوں اور ساری کتابیں تو اب پڑھ نہیں سکتا، میں نے سوچا ایک کتاب تفسیر کی، ایک کتاب حدیث کی، اور ایک کتاب فقہ کی اگر پڑھ لوں تو علم سے کچھ مناسبت پیدا ہو جائے گی، اس لیے میری خواہش ہے کہ تفسیر کی کتابوں میں سے مدارک، حدیث کی کتابوں میں سے سنن ابی داؤد اور فقہ کی ایک کتاب ہدایہ پڑھ لوں۔

مگر مدینہ طیبہ سے جدائی کو جی نہیں چاہتا، ڈرتا ہوں اگر میں مدینہ سے باہر جاؤں، کہیں باہر ہی مجھے موت نہ آ جائے، جیسا کہ ہمارے کراچی کے دوست بھائی محمد یوسف سیٹھی اپنی موت کے انتظار میں مدینہ طیبہ کے اندر زندگی گزار رہے تھے، جب وہ اپنے اعزہ کو ملنے کے لئے پاکستان آئے، تو کراچی میں ان کی وفات ہوگئی، اس خوف سے میں بھی مدینہ طیبہ سے باہر نہیں جانا چاہتا، البتہ یہاں سے جدائی پر اس لیے آمادہ ہوں کہ میں علم حاصل کرنے کے لئے جاؤں اور میں سمجھتا ہوں، جو لوگ مجھے پڑھا سکیں گے، ان میں سے آپ کے پاس پاکستان آ جاؤں، تو کیا آپ مجھے یہ تین کتابیں پڑھا دیں گے؟ اور کیا میرے الٹے، سیدھے سوالوں کا جواب دیکر مجھے مطمئن کرنے کی کوشش کریں گے؟'' یہاں تک حضرت قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خط کا مضمون ہے۔

پھر حضرت حکیم العصر استاذ جی قدس سرہ نے جو حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خط کا جواب تحریر فرما کر روانہ کیا اس کا مضمون یہ ہے، ''ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کی صفت علم کا آپ پر غلبہ ہے، بجائے اس کے کہ آپ میرے پاس تشریف لائیں، آپ مجھے خود اپنے پاس بلوالیں (شاید اشارہ تھا اللہ تعالیٰ سے مجھے مانگ کر، وہیں مدینہ طیبہ میں اپنے پاس بلالیں) آپ سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کروں گا، آنے، جانے، کھانے، پینے اور رہائش...وغیرہ کے تمام تر اخراجات اپنے اوپر ڈالوں گا، ایک مرتبہ بلوانا آپ کا کام ہے، پھر جب، جس وقت اور جو کچھ بھی آپ پڑھنا چاہیں گے، میں آپ کو پڑھاؤں گا، اور ساتھ ساتھ ان شاء اللہ آپ کی خدمت بھی کروں گا''، یہ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کا جوابی مضمون ہے۔

پھر استاذ جی نے فرمایا، خط کی روانگی کے تھوڑے ہی دنوں بعد خبر آئی کہ حضرت قاری صاحب پر فالج کا حملہ ہوا، جس سے وہ کافی علیل اور صاحب فراش ہوگئے اور پھر کچھ عرصہ کے بعد ان کا انتقال ہوگیا، اور مجھے معلوم نہیں کہ میرا جوابی خط ان تک پہنچا؟ اور انہوں نے اسے پڑھا، یا نہیں؟ واللہ اعلم! (مولانا احمد گھاور، احمد پور شرقیہ)

شاگردوں سے غایت درجہ شفقت ومحبت کے چھتیس واقعات

۱...... حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کی نسبی اولاد نہ تھی آپ نے شاگردوں سے محبت اور ان کی خدمت اولاد سے بڑھ کر فرمائی۔ بندہ ان کی خدمت میں سن ۱۹۶۶ء میں گیا اور اب تک ان کی تربیت و پدرانہ شفقت رہی ان جیسا شفیق و مہربان استاذ بندہ نے اپنی زندگی میں بہت کم دیکھا، کہیں سفر پر جاتے تو علاقے کے شاگردوں سے ملنے ان کے گھروں تک تشریف لے جاتے۔

ایک مرتبہ بندہ رفیق سفر تھا راستہ سے ہٹ کر چند کلو میٹر کے فاصلہ پر ایک شاگرد رہتے تھے حضرت استاد جی ان سے ملنے تشریف لے گئے۔ کھانے کا وقت تھا۔ کوشش کے باوجود وہ شاگرد کھانا نہ کھلا سکے۔ ایک دُکان سے انہوں نے آم منگوانا چاہے، دوکاندار شاید ادھار دینے پر تیار نہ ہوگا، وہ بھی نہیں آسکے۔ غالباً ان کے ہاں غربت تھی۔ ظاہر سے یہی اندازہ ہوا۔ اسی طرح بغیر کھائے پیئے آپ انتہائی خوشی اور بشاشت سے واپس آئے اور ذرا بھی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔

حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ جس علاقہ میں جاتے اپنے شاگردوں کو مطلع فرماتے اور اکثر ایسا ہوتا کہ آپ کی قیام گاہ پر شاگردوں کا اژدحام ہوتا۔ ایسے ہی ایک موقع پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے استاذ جی کے پاس شاگردوں کا ہجوم دیکھا تو پوچھا: یہ لوگ کیوں آئے ہیں؟ جواب ملا کہ شاگرد ہیں۔ فرمایا: اس دور میں بھی شاگرد استاذ سے ملنے آتے ہیں؟

کرم فرمائی

بہر حال اپنے چھوٹوں پر کرم فرمائی ان کا شیوہ تھا، اور اس کے بعد بھی تواضع وانکساری ان کی افتادِ طبع کا حصہ تھا۔ (مولانا قاری محمد ادریس ہوشیار پوری)

۲...... ۱۹۷۰ء میں دار العلوم کبیر والا میں حضرت استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ کے، اہتمام سے اختلاف کی جو خلیج پیدا ہوئی تو اسی کے نتیجہ میں بہت طلبۂ کرام دورۂ حدیث شریف میں داخلہ کے لئے جامعہ خیر المدارس ملتان آگئے تھے۔ یہ ناکارہ (مولانا قاری محمد ادریس) بھی اسی فہرست میں تھا۔ عید الاضحیٰ کے بعد میری طبیعت اس قدر ناساز ہوئی بظاہر زندگی کے آثار معدوم ہوتے نظر آرہے تھے۔ تاہم رات گئے کچھ طبیعت سنبھلی تو میں نے اپنے رفقاء کرام حضرت محترم مولانا سید جاوید حسین شاہ مدظلہ اور برادر محترم مولانا محمد عابد مدنی سے عرض کیا: اگر ہو سکے تو کسی طرح حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کو بلوا دو۔ میں چاہتا ہوں ملاقات ہو جائے۔

یہ بات کہہ کر مجھے تو پھر غنودگی ہوگئی سردی کا موسم تھا۔ ان دنوں استاذ جی کے پاس گاڑی ہونے کا کوئی سوال نہ تھا۔ بس سروس بھی اس دور میں معیاری نہیں ہوتی تھی۔ خدا معلوم استاذ جی کیسے آئے۔ صبح جب میری آنکھ کھلی۔ استاذ جی سرہانے تشریف فرما تھے۔ رات گیارہ بجے بارہ بجے کیسے پہنچے۔ مجھے بعد میں ندامت ہوئی کہ میں نے بے جا تکلیف دی۔ لیکن حالت

ایسی تھی کہ قرار نہ تھا۔مگران کے آنے کے بعد ندامت نے پھر اور بے قرار کردیا۔ پھر سب سے الگ ہوکر بیماری کے اخراجات کے لئے باصرار رقم دی جو بہر حال میرے اندازے سے زیادہ تھی۔

(مولانا قاری محمد ادریس ہوشیار پوری)

۳...... ملک بھر میں جہاں آپ کی تشریف آوری ہوتی آپ اپنے تلامذہ کرام کے اداروں اور ان کی مساعی کا تذکرہ فرماتے اور بعض اوقات ایسے جملے ارشاد فرماتے کہ آپ کے عزیز سن کر حیران ہوتے۔مثلاً: میرے فلاں عزیز کے ہاں مدرسہ میں روحانیت کے آثار بہت نمایاں تھے۔ فلاں نے ماشاء اللہ خوب علمی ترقی کی ہے۔فلاں کی طرف ماشاء اللہ خوب رجوع ہے۔اور فلاں میں انتظامی صلاحیتیں بہت ہیں اور یہاں تک بھی فرماتے کہ فلاں ادارہ، مدرسہ اور جامعہ تو میرا اپنا ادارہ ہے۔میری قلبی دعائیں ان کے حق میں ہیں۔میرا دل ان کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

(مولانا قاری محمد ادریس ہوشیار پوری)

۴...... فقیر کا تعلق ۱۹۵۹ء سے تھا، جب ہم طلبہ نے سنا کہ کبیر والا میں ایک استاذ مولانا عبدالمجید ہیں، وہ طلبہ سے بہت محبت کرتے ہیں اور اسباق بھی خوب پڑھاتے ہیں۔تو ہم نے شوال ۱۳۸۰ھ میں دارالعلوم کبیر والا میں داخلہ لیا۔ ہمارا ہدایہ اولین کا سبق استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا، اس میں مولانا احسان الحق تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام یٰسین تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خدا بخش شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمود الحسن کے علاوہ اور بھی کافی ساتھی تھے، میں دیہاتی لڑکا تھا، لباس اور بودوباش بھی دیہاتی تھی، استاذ جی نے جمعرات پچھلے ہفتہ پڑھے ہوئے سبق کا امتحان لیا تو مجھے فرمایا او جٹا! تجھے بھی کوئی بات سمجھ آئی، فقیر نے ڈر ڈر کر جو یاد تھا مسئلہ امر تعبدی وہ سنادیا، تو مولانا غلام سرور کروڑی (مولوی مختصر) کو فرمایا اس لڑکے کو شام کو میرے مکان پر لے آنا، وہ بندہ کو لے کر گئے تو آپ دوسرے لڑکوں کے ساتھ بیٹھے چائے پی رہے تھے، میں پیچھے ہٹنے لگا، تو فرمایا آؤ مولوی صاحب آؤ، اور فرمایا:

دیدار مے نمائی وپر ہیز مے کنی بازار خویش و آتش ما تیز مے کنی

بس اس دن کے بعد تو شفقتوں اور نوازشوں کی بھر مار ہوگئی۔ اسباق کے بعد اکثر دردولت پر حاضری ہوتی، حضرت کا عصر کے بعد دواڑھائی میل سیر کرنے کا معمول تھا، جس میں یہ ناکارہ ساتھ ہوتا، دن بھر کے اسباق کے دوران مباحث اور طلبہ کے سوالات اور ان کے حکیمانہ جوابات اس سیر کے دوران اس فقیر کو سناتے، شاید اس لئے کہ یہ نالائق بھی کچھ سمجھ بوجھ حاصل کرلے۔ (مولانا عبدالمجید فاروقی)

۵...... استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کا ماشاء اللہ یہ خوب ذوق تھا کہ طالب علموں کو آئے دن نئی نئی کتابیں پڑھنے اور خریدنے کی ترغیب دیا کرتے اور کتاب کا نام اور اہمیت بتا دیتے تھے۔ اسی طرح مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اکثر کتابیں میں نے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سے نام سن کر خریدیں ہیں۔ مثلاً ’’ہزار سال پہلے، الدین القیم، دجالی فتنے کے خدوخال، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی زندگی‘‘ مطالعہ کے بعد حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو نفس مضمون اور حوالے از بر ہوتے، حتیٰ کہ رسالوں کے مضمون اور سن بھی یاد ہوتے تھے۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی لائبریری میں نادر کتابیں ہوا کرتی تھیں۔ ہم نے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کی ترتیب شدہ فہرست بھی استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی وہ فہرست اب بھی راقم کے پاس موجود ہے۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ اکابر کی سوانح پر تو کمال کا تھا۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو اکابر سے والہانہ محبت تھی۔ جب اکابر کا نام آ جاتا، چاہے جس حال میں ہوتے۔ فوراً تازہ دم ہو جاتے اور ایسا تذکرہ شروع فرما دیتے کہ محفل گرم ہو کر جھوم جاتی تھی۔

(مولانا شاہد ندیم، چناب نگر)

۶...... مجھے ہمارے مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے قاری مولانا محمد مدنی نے سنایا کہ مولانا غلام مصطفےٰ رحمانی بہت ہی استعداد کے مالک تھے۔ حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ ان کا بڑا خیال فرماتے تھے۔ ایک دفعہ کلاس میں ان، بن کی وجہ سے وہ مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے تو حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ جب اگلے دن سبق پڑھانے کے لئے آئے تو پوچھا وہ ہمارے صوفی صاحب کہاں ہیں؟ ساتھیوں نے بتایا کہ وہ چلے گئے ہیں، حضرت نے فوراً کتاب بند کر دی کہ جب تک اس کو نہ لے آؤ گے میں سبق نہیں پڑھاؤں گا اور تمہارا مدرسہ سے خارجہ ہوگا۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر چلے گئے تو کلاس کے ساتھی فوراً موٹر سائیکل پر گئے اور لودھراں جو کہ کہروڑ پکا سے تقریباً پینتیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اس کو منت کر کے لے کر آئے کہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمایا ہے، آپ مہربانی کر کے ہمارے ساتھ چلیں اور اس کو لے آئے۔ سیدھا حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے۔ حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دیکھ بھائی یہ تمہارے ساتھی ہیں۔ اگر معاف کرو تو تمہاری مرضی، نہیں تو جس کا نام تو کہے اس کو داخلہ دے دیتے ہیں باقیوں کو رخصت کر دیتے ہیں تو حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی انتہائی شفقت دیکھ کر وہ شرمندہ ہوا اور کہا حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ یہ کلاس صرف ونحو سے چلتی آ رہی ہے۔ میں تو درجہ عالیہ میں آیا ہوں۔ میری وجہ سے ان کو کچھ نہ کہیں میں معاف کرتا ہوں۔ تو پھر ان کی جان چھوٹی اور یہی وہ طالب علم تھا کہ اس نے مطالبہ کیا کہ طحاوی پوری پڑھائی جائے تو استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا منیر احمد منور کو فرما دیا تو پہلی دفعہ اس سال پوری پڑھائی

گئی۔ (مولانا شاہد ندیم، چناب نگر)

۷...... راقم جامعہ محمودیہ جھنگ میں مدرس تھا۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ بذریعہ روہی ایکسپریس سرگودھا تشریف لے جارہے تھے۔ اتفاق سے رفاقت ہوگئی۔ پورا سفر علمی گفتگو فرما کر ذہن سازی فرماتے رہے۔ راوی پل پر گاڑی کا انجن فیل ہوگیا۔ عصر کی نماز کا وقت تھا۔ فرمایا پانی تلاش کرو، وضو کرنا ہے۔ قریب جھگیوں سے جگ میں پانی لایا۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ دھو کر ہاتھ کے ساتھ ہی جگ سے پانی لے کر وضو فرمایا۔ وضو کے بعد بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا اور فرمایا یہ وہ پانی ہے جس کو کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔

۸...... میرے طالب علمی کے زمانہ میں جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام چوک منڈا کے اختتام بخاری کے موقعہ پر مجھے ترانہ دیوبند پڑھنے کے لئے ساتھ لے گئے۔ ملتان ظہر کی نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے میں نے استاد جی کا جوتا اندر رکھ دیا استاد جی رحمۃ اللہ علیہ وضو فرما کر مسجد کے اندر تشریف لائے تو میرا جوتا اٹھا کر مسجد میں رکھ دیا۔ فرمایا کہ پاگل کوئی اٹھالیتا تو پھر! میں شرم سے پانی پانی ہوگیا۔ ہائے ایسا شفیق اب کہاں ملے گا؟ (مولانا عبدالرزاق، بہاولپور)

۹...... چھٹیوں کے موقع پر اپنے شاگردوں سے ملنے کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے واپس آنے پر ان کو شکریہ کا خط لکھا کرتے تھے۔ بڑے حضرات سے ملاقات کے وقت حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ بڑی عاجزی کا مظاہرہ فرماتے۔ میں عرض کرتا حضرت آپ کا علمی مقام ان سے زیادہ ہے آپ فرماتے بیٹا ادب ہی سے آدمی ترقی کرتا ہے۔ (مولانا محمد یعقوب، کہروڑپکا)

۱۰...... باب العلوم کے ابتدائی زمانہ میں حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سبزی وغیرہ خرید کرنے کے لئے خود تشریف لے جاتے۔ باب العلوم کے نگران اعلیٰ استاذ الحدیث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن مدظلہ اپنا واقعہ سناتے ہیں۔ اکثر اوقات میں حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بطور خادم بازار جایا کرتا تھا جو بھی خریدنی ہوتی اس کو اٹھالاتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی چیز خریدی اور اس کو اپنے سامان والے تھیلے میں ڈالا۔ تھیلہ کچھ وزنی ہوگیا۔ میں اس کو اٹھانے میں ذرا لوگوں سے شرم محسوس کر رہا تھا کہ لوگ کیا کہیں گے۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے اور دائیں بائیں لوگوں سے چھپنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کہیں لوگ دیکھ نہ لیں۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سمجھ گئے کہ شرم محسوس کر رہا ہے۔ پھر وہ تھیلا زبردستی مجھ سے لیا اور اس کو اپنے سر پر رکھ لیا اور اب میں پریشان بھی اور شرم کے مارے پانی پانی بھی کہ یہ کیا ہوگیا اور حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ بغیر کسی تکلف کے اور کسی کی پرواہ کے بڑے آرام سے چل بھی رہے ہیں اور مجھ سے پوچھ بھی رہے ہیں کہ حبیب الرحمٰن دیکھ!

کہیں لوگ مجھے دیکھ تو نہیں رہے۔ کہیں میرا مذاق تو نہیں اڑا رہے اور جہاں کہیں کوئی واقف دوکاندار مل جاتا یا کوئی ساتھی مل جاتا اس کو سلام بھی کرتے آرہے ہیں۔ مسکرا بھی رہے ہیں اور میری طرف متوجہ ہوکر مجھے فرما بھی رہے ہیں کہ مجھے تو تھیلا سر پر رکھنے میں کوئی عار، شرم، لوگوں سے محسوس نہیں ہورہی۔ تجھے کیوں ہورہی ہے؟ میں بار بار حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سے کہہ رہا ہوں کہ استاد جی! تھیلا مجھے پکڑا دیں۔ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ مدرسہ کے دروازے تک اس تھیلے کو سر پر رکھ کر آئے اور آخر میں کہا کہ بیٹا سارے لوگ اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں اور سنت بھی یہی ہے تو اس میں شرم محسوس کرنے اور بے عزتی والی کون سی بات ہے؟ مزدور لوگ تو دوسروں کا کام کرتے ہیں۔ وہ اس میں بھی عزت اور فخر محسوس کرتے ہیں کہ جی میں فلاں کا نوکر ہوں۔ میں فلاں کوٹھی پر مزدوری کرتا ہوں، اور آپ اپنا اور اپنے اساتذہ کا کام کرنے میں شرم محسوس کرتے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔ اللہ اللہ! کیا انداز ہے تربیت کرنے کا۔ عصر حاضر کے طلباء وعلماء کے لئے بڑا اسبق ہے کہ جتنا اپنے آپ کو مٹاؤ گے اتنا اللہ پاک عزت سے نوازیں گے۔

(مولانا محمد امین مبارکپوری)

۱۱...... استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ہونہار اور ذہین طلبا کو اپنے حلقہ میں رکھا کرتے تھے اور ان کی تربیت بھی فرمایا کرتے تھے۔ مجھ ناچیز کو درسی کتب کے علاوہ کسی چیز سے مناسبت نہ تھی۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے اکابرین کی سوانح کا مطالعہ کرایا۔ تحریک آزادی کی تاریخ سے روشناس کرایا۔

(مولانا امان اللہ خالدی، کراچی)

۱۲...... میں جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کا طالب علم تھا اور پیٹ کے امراض کا شکار تھا، اس بناء پر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے سے یہ طے ہوا کہ ایک دو سال کے لئے بیرون کراچی قیام کروں، تاکہ آب وہوا کی تبدیلی سے صحت پر مثبت اثرات مرتب ہوں۔ میں اپنے رفقاء قاری عبدالحلیم اور قاری نسیم الدین کی ترغیب پر دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا صرف دیکھنے کی غرض سے گیا۔ چونکہ ہماری ایک قیام گاہ اور والد صاحب کی تجارت ہریانہ ٹرانسپورٹ کے نام سے ملتان میں بھی تھی۔ اس لئے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش تھی کہ میں جامعہ خیر المدارس میں پڑھوں۔ جب میں دارالعلوم کبیروالا گیا تو قاری عبدالحلیم مجھے استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ پرتپاک طریقے سے ملے اور میرے آنے پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ میں استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے سحر میں کچھ ایسا مبتلا ہوا کہ دارالعلوم میں داخلہ کا فیصلہ کربیٹھا۔ اور میں نے عرض کیا: یہاں مدرسہ میں ایک ایک کمرے میں دس دس طلبا ہوتے ہیں، جو مختلف شہروں کے رہنے

والے ہوتے ہیں اگر مجھے الگ جگہ مل جائے تو میں اس کا کرایہ دینے کو تیار ہوں۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ مجھے مولانا منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم دارالعلوم) کی خدمت میں لے گئے اور استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش پر مجھے اپنے مکان سے ساتواں مکان کرایہ پر دلوادیا گیا۔

۱۳...... ایک مرتبہ صبح درس میں تاخیر سے آنے پر استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے زبانی سرزنش کی، جس پر میں نے عرض کیا کہ: میں ہوٹل سے ناشتہ کرکے آتا ہوں، استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے ازراہ شفقت فرمایا: ''صبح کا ناشتہ اور شام کا کھانا میرے ساتھ کھالیا کرو۔'' ان دنوں استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول صبح اور عصر کے بعد کھانے کا ہوتا تھا۔ میں نئے تعلق اور کچھ جھجک کی وجہ سے استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر نہ جاسکا تو استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ مسکراتے ہوئے میرے مکان پر تشریف لائے (ان کے جوانی کا مسکراتا ہوا چہرہ آج بھی میرے سامنے ہے) اور فرمایا کہ ''مجھے کھانے پر بلانے کے لئے بھی روزانہ خود آنا پڑے گا؟'' اس دوران استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اس کچے کمرے کی طاق پر پڑی اور کہا کہ یہ دوائیاں کون کھاتا ہے؟ میں نے عرض کیا: اس کے بغیر تو میرا کھانا ہی ہضم نہیں ہوتا۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ وہ تمام ادویات (جس میں قیمتی خمیرے اور چاندی وغیرہ کے ورق بھی تھے) ایک رومال میں لپیٹ کر مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ (وہ ادویات آئندہ نہ کھانے کے وعدہ پر واپس فرمادیں)

استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ شام کے وقت نہر کے کنارے لمبی سیر کیا کرتے تھے، اور ساتھ جو چند طلبا ہوتے تھے، ان کی تربیت بھی فرمایا کرتے تھے۔ چونکہ میں بھی ساتھ ہوتا تھا اس لئے میرا خیال تھا کہ مجھے چکر آئیں گے، گیس ہوگی، لیکن کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس طرح استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے میری ''جسمانی تربیت'' فرمائی اور میں ہمیشہ کے لئے نظام ہضم کی دوائیوں سے مستغنی ہوگیا، رحمہ اللہ!

(مولانا امان اللہ خالدی، کراچی)

۱۴...... استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گاڑی آئی۔ اس سے پہلے کہیں بھی سفر کرنا ہوتا تو بسوں میں یا کرائے کی گاڑی میں سفر کرتے۔ گاڑی چلانے کی خدمت بھی بھائی سعد اللہ کے حصے میں آئی۔ ابھی گاڑی کو آئے ایک ہفتہ ہی ہوا تھا کہ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کا لاہور کا سفر طے ہوا۔ اس میں استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بھی ساتھ لیا۔ راستے میں پوچھا احمد صاحب آپ کو گاڑی چلانی آتی ہے۔ میں نے کہا کہ تھوڑی بہت چلالیتا ہوں۔ تو مزاحاً فرمایا تھوڑی یا بہت؟ اسی طرح کبھی کبھی سفر میں لے جانے لگے۔ متوسطہ دوم کو چھوڑ کر متوسطہ سوم میں داخلہ لے لیا۔ رفتہ رفتہ میں حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت قریب ہوگیا کہ کبھی عصر کے بعد نہ آتا تو پوچھتے احمد کہاں ہے؟ بس اسی شفقت اور مہربانی کی وجہ سے استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مانوس ہوگیا۔ بس پھر تو کہیں جانے کو سوچ

بھی نہیں سکتا تھا۔شفقت صرف میرے ہی ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ ہمارے پورے خاندان کے ساتھ تھی۔ (احمد عبید ارشد،لاہور)

۱۵...... الحمدللہ!والد صاحب نے بھی پورا استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی ہی میں پڑھا۔شروع سے لے کر مشکوٰۃ تک کبیروالا ہی میں پڑھا۔پھر استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے ہی حکم پر خیرالمدارس سے دورہ کیا۔ ہمارے خاندان میں حضرت والد صاحب ہی پہلی شخصیت ہیں کہ جنہوں نے درس نظامی پڑھا۔ اس سے پہلے بس تھوڑے بڑے ہوئے اور باپ کے ساتھ کام پر دوکان پر لگ گئے۔یوں پھر والد صاحب نے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی شفقتیں اور احسانات کو دیکھ کر مجھے بھی استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا۔پھر میں نے متوسطہ سوم کا امتحان دیا۔اس سال تقریباً ۶رشوال کو استاد جی رحمۃ اللہ علیہ لاہور آئے اور مجھے کہا کہ تیاری کرو تجھے ساتھ لے جانا ہے۔پہلے تو میں پریشان ہوا کہ ابھی پڑھائی شروع ہونے میں ۱۰دن باقی ہیں۔ابھی سے مدرسے چلا جاؤں۔دوسرے دن گھر ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ رات کو اچانک مولانا سیّد امین شاہ مخدوم پوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق خبر آئی کہ وہ انتقال فرماگئے ہیں۔اب صبح چار بجے جانے کا طے ہوا۔گاڑی میں استاد جی رحمۃ اللہ علیہ اور بھائی عبدالباسط اور میں تھے۔۸ بجے مخدوم پور میں جنازہ سے فارغ ہوکر مدرسے جانے لگے تو فرمایا کہ احمد آؤ گاڑی چلاؤ۔میں پہلے تو گھبرایا کہ کبھی بڑے روڈ پر گاڑی چلائی نہیں۔ہمت کر کے گاڑی چلائی خانیوال تک۔فرمایا کہ گاڑی تو اچھی چلالیتا ہے۔کیوں نہ سعداللہ کے بعد تجھے ہی یہ گاڑی سپرد کردیں۔ میں نے کہا کہ کیوں نہیں؟ یہ میرے لئے سعادت ہوگی اور آپ کی شفقت۔اب جب قریب کا کوئی بھی سفر ہوتا تو احقر ہی بطور ڈرائیور کے ساتھ جاتا۔کیونکہ دور کے سفر میں میرا شناختی کارڈ نہیں تھا۔اس لئے نہیں جاتا تھا۔اس میں مولانا منیر احمد ریحان جاتے۔پھر اسی سال استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جاؤ لاہور اور اپنا شناختی کارڈ اور لائسنس بھی بنواؤ تاکہ کوئی مشکل پیش نہ آئے۔لائسنس بننے کے بعد اب دور کے سفر بھی استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس فقیر کے ہونے لگے۔سفر میں بہت محبت سے اپنے ساتھ بٹھاتے اور ساتھ ہی کھلاتے۔کبھی ایسا نہیں ہوا کہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے الگ کھایا ہو۔الگ کمرے میں سوئے ہوں بلکہ ہمیشہ ساتھ ہی کھلایا اور اسی کمرے میں سلایا۔آرام کا پورا پورا خیال فرماتے۔کبھی کوئی کہتا کہ آپ یہاں کھالیں۔خدام کو ہم کھلالیں گے تو فرماتے کہ نہیں جہاں وہ کھائیں گے وہیں میں کھاؤں گا۔

سفر میں بے تکلف ہوتے۔بعض جگہ خود زمین پر سوتے اور مجھے چارپائی پر زبردستی سلاتے۔کھانے پینے کا پورا خیال فرماتے اور گھر سے یا حیدرآباد،کراچی سے کوئی بھی رشتہ دار

آتے تو خوب تعریف فرماتے کہ اس نے بہت راحت پہنچائی۔ خوب حوصلہ افزائی فرماتے۔ ایک دفعہ سفر میں تھے اور بعض استاذ بھی ساتھ تھے، تو ایک استاد کہنے لگے: آہستہ چلاؤ، ایسے چلاؤ، ویسے چلاؤ۔ تو استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: گاڑی روکو اور ان سے کہا کہ آپ خود چلاؤ۔ اب وہ خاموش!

پھر فرمایا کہ ہم نے اس پر اعتماد کیا ہے تبھی تو اس کو گاڑی دی ہے۔ اگر اس طرح دوسروں کے مشورے سے چلے گا تو کہیں نقصان ہو جائے گا۔ آہستہ آہستہ احقر کو ہر سفر میں ساتھ لے جانے لگ گئے۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ جب حج کے لئے تشریف لے جاتے تو دل بہت اداس ہو جاتا اور ائیر پورٹ پر چھوڑنے کے لئے جاتا تو دل بہت کرتا کہ کاش میں بھی ساتھ ہوتا۔ بس ایک تمنا ہوتی۔ اسی طرح لینے کے وقت ائیر پورٹ جاتا تو اس وقت بھی یہی کیفیت ہوتی۔ اس دوران جو وقت گزرتا گیا الحمدللہ! بندہ پہلے سے زیادہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مانوس اور قریب ہوتا گیا۔ مدرسے میں جو بھی کوئی پریشانی ہوتی یا گھر کی یاد ستاتی تو استاد جی کے پاس آ کر کوئی بات کرتا اور آپ کے ساتھ بیٹھ کر وقت گزارتا تو ساری پریشانی اور گھر کی یاد ختم ہو جاتی۔ ہمیشہ جب بھی جاتا کوئی نہ کوئی چیز ضرور کھلاتے یا چائے پلاتے۔ مجھے فجر کے بعد سونے کی بری عادت تھی اور نماز کے بعد قرآن پاک کی تلاوت ہوتی اور حاضری لگتی تو میں نہ ہوتا۔ نگران صاحب نے کئی دفعہ مجھے کبھی سختی سے کبھی نرمی سے کہا: آیا کرو۔ باز نہ آیا تو انہوں نے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو شکایت لگادی۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے کہا کہ استاد شکایت کر رہے تھے۔ جایا کرو فجر کے بعد۔ میں نے ہمت کی اور جانے لگ گیا۔ کچھ دن بعد پھر سستی ہوگئی۔ انہوں نے پھر شکایت کی تو استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یار اس کو چھوڑو۔ فجر کے بعد سونے کی اس کی خاندانی عادت ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کے ابا کی بھی یہی عادت تھی۔ سفر میں بھی جب جاتے تو مزاحاً فرماتے فجر کے بعد کہ تو سو جا، ایک گھنٹہ تیرا سونا ضروری ہے، ورنہ ہم سب سو جائیں گے۔ اس دوران بہت طالب علم آتے کہ ہم کو بطور ڈرائیور رکھ لیں۔ آپ فرماتے: نہیں ضرورت نہیں، ابھی تو یہ ہے۔ بہت ہی شفقت فرماتے۔

۱۶...... میرا ثالثہ والا سال تھا مجھے فرمایا کہ آپ کا پاسپورٹ بنا ہوا ہے یا نہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا: جاؤ بنوا آؤ اور فرمایا کہ ابھی کسی کو نہ بتانا کہ کیوں بنوایا ہے۔ بس خاموشی سے گھر گیا۔ والد صاحب سے کہا کہ پاسپورٹ بنوانا ہے۔ والد صاحب نے وجہ پوچھی تو میں نے کہا کہ مجھے بھی پتہ نہیں۔ بس استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ پاسپورٹ بنواؤ۔ خیر پاسپورٹ بن گیا اور استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو لا کر دے دیا۔ کچھ دنوں کے بعد والد صاحب مدرسے آئے تو ان سے فرمایا کہ

آپ کی اجازت ہو تو اس کو اپنے ساتھ حج پر لے جانا چاہتا ہوں۔ والد صاحب نے فرمایا: یہ آپ کا ہے۔ جہاں چاہیں لے جائیں۔ پھر فرمایا جو خرچ ہو اس کا مجھے بتادیں میں وہ دے دوں گا۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب یہ میرا ہے تو خرچ بھی اس پر میرا ہوگا۔ سختی سے والد صاحب کو روک دیا کہ یہ میرے ذمہ ہے۔ انشاء اللہ! یہ میرے ساتھ اسی سال حج کو جائے گا۔ باقی جو اللہ کو منظور۔ سالانہ امتحان کے بعد جب چھٹیاں ہوئیں تو پوچھا کہ اب کیا کرنا ہے؟ میں نے کہا کہ آپ کے پاس ہی رہوں گا چھٹیوں میں بھی، پھر عید کے بعد فون آیا استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کا کہ مبارک ہو۔ آپ کا ویزہ بھی لگ گیا ہے اور جانے کی تاریخ بھی آ گئی ہے۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے زیادہ خوش ہو رہے ہیں میرے جانے پر۔ آخر وہ دن بھی آ گیا جب ہم سعودی عرب جانے کے لئے ائیرپورٹ جارہے تھے۔ میری خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ اس سفر میں پہلی مرتبہ اپنے دل کی تکلیف کی وجہ سے ایک وہیل چیئر بھی استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے ساتھ رکھی تھی اس سفر میں۔ کراچی سے علی رضا بھی ساتھ تھا۔ جب ہم جدہ پہنچے تو استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں پہلی مرتبہ یہاں آیا تھا تو میں نے جہاز سے اتر کر سب سے پہلے یہیں اللہ کے حضور زمین پر ہی سجدہ کیا۔ اس کے بعد ہم مکہ مکرمہ پہنچے اور عمرہ ادا کیا۔ احقر نے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو وہیل چیئر پر طواف وسعی کرائی۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ میں نے ہر ہر چکر پر تیرے لئے دعا کی ہے۔ (اللہ اکبر)

مجلس ختم نبوت کی امارت

۱۷...... ایک دن بندہ صبح نو بجے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو طواف کے لئے حرم لے گیا۔ سخت دھوپ تھی۔ طواف کے بعد میری طرف دیکھا۔ میں پسینے میں شرابور تھا۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھ کر فرمایا کہ انشاء اللہ! جب تک زندہ رہا تجھے اپنے ساتھ ہی میں حرمین لے کر آؤں گا۔ الحمد للہ! ایسا ہی ہوا۔ ایک دن آپ ہوٹل میں تھے تو پاکستان سے مفتی ظفر اقبال کا فون آیا اور مبارک باد دی استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو، کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکزی امیر بنادیا گیا ہے۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ پھر آپ سوچ میں پڑ گئے اور آنکھوں میں آنسو آنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ میں سوچ رہا تھا کہ اللہ نے اتنے بڑے کام کی ذمہ داری سونپ دی ہے۔ فرمایا کہ میرے یہاں آنے سے پہلے شوریٰ میں میرے بارے میں تذکرہ ہوا تھا تو میں نے کہا کہ میں درسگاہی آدمی ہوں۔ میں اتنی بڑی ذمہ داری کیسے نبھاؤں گا تو اس پر مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے کہا کہ حضرت یہ ہماری طرف سے انتخاب نہیں، اللہ کی طرف سے ہوگا۔ اس میں ہمارا کوئی عمل دخل نہیں

ہوگا۔اسی لئے میں سوچ رہا تھا کہ یقیناً یہ من جانب اللہ انعام ہے۔کیونکہ نہ میں نے مطالبہ کیا نہ کسی کو کہا اور فرمایا کہ جب میں سکول کی تعلیم چھوڑ کر مدرسے کی طرف آرہا تھا تو بھائیوں نے کہا کہ تو کیسے گزارا کرے گا؟ زیادہ سے زیادہ امام یا مؤذن لگے گا۔بیس پچیس روپے تنخواہ ہوگی اور لوگ ملاّ ملاّ کہہ کر پکاریں گے۔ذلّت الگ ہوگی۔لیکن میں نے ان کی باتوں کی پرواہ نہ کی۔میں سوچ رہا تھا کہ اگر آج بھائی حیات ہوتے تو میں ان کو بتاتا یا وہ مجھے دیکھتے کہ اللہ نے آج مجھے کتنی عزت دی ہے کہ اپنے محبوب ﷺ کی ختم نبوت کی حفاظت کا کام ذمہ لگا کر دنیا میں سرخرو کر دیا۔انشاءاللہ! آخرت میں بھی سرخرو کریں گے۔

۱۸...... آپ کا جب مکہ سے مدینہ کی طرف سفر شروع ہوا تو ایک عجیب کیفیت ہوگئی۔آنکھوں سے آنسو اور زبان پر درود شریف ساتھ والی سیٹ پر بندہ تھا تو سارے راستے وادیوں کے نام بتاتے کہ یہ فلاں وادی ہے۔اس کا ذکر حدیث میں ہے۔آپ کو تاریخی مقامات دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ ہمیشہ جب بھی حرمین شریفین تشریف لے جاتے تو ضرور ان مقامات کی زیارت کو جاتے۔ جہاں سرور کائنات ﷺ کی تشریف آوری ہوئی تھی ہمیں بھی ساتھ لے جاتے۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ میرا حرمین کا پہلا سفر تھا۔پاکستان آنے کے بعد آپ نے ہر جگہ جو بھی ملنے والا آتا اور اساتذہ سے ذکر کرتے کہ احمد نے بہت خدمت کی اور بہت آرام پہنچایا۔بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔اس کے بعد جب اگلے سال پھر جب وقت آیا تو مجھے بلایا اور کہا کہ پاسپورٹ کہاں ہے۔میں نے کہا کہ گھر پر ہے۔فرمایا خوشخبری ہے تیرے لئے اس سال بھی انشاء اللہ! آپ میرے ساتھ حج پر جائیں گے۔ میں بہت خوش ہوا اور حیران بھی ہوا کہ یا اللہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے اور خدام بھی ہیں۔لیکن پھر میرا نمبر۔تو پتہ چلا کہ جو میں نے ٹوٹی پھوٹی خدمت کی تھی اس سے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش اور آپ نے فرمایا بھی تھا کہ آئندہ میرے ساتھ تو ہی آئے گا۔لیکن یہ میں بھول گیا تھا۔استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم نے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اس سال مجھے ساتھ لے چلیں تو آپ نے اس سے کہا کہ وہاں مجھے سنبھالنا تیرے بس میں نہیں ہے۔

۱۹...... غرض یہ کہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی بندہ پر بہت شفقتیں تھیں۔تین سال لگاتار الحمدللہ! میں حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حج پر جاتا رہا۔ایک سال جو میرا مشکوٰۃ والا سال تھا اس میں آپ کچھ مصروفیات کی وجہ سے نہ جاسکے تو بیچ میں قاری محمد یٰسین کے ساتھ ملائیشیاء اور تھائی لینڈ کا سفر کیا۔اس سفر میں بھی آپ نے فقیر کو ہی ساتھ رکھا۔آپ کی ایک یہ خاصیت تھی کہ سفر میں آپ ہمیشہ اپنے ساتھ جو بھی خادم ہوتا اس کو اپنے ساتھ ہی رکھتے۔ساتھ ہی کھاتے اور ساتھ ہی آتے

جاتے۔ ایک دن پروگرام تھا ملائیشیاء میں دوسرے شہر جانے کا۔ میری سیٹ گاڑی میں تھی اور استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاز سے جانا تھا۔ جب استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا تو فرمایا کہ نہیں بھئی ہم سیر کے لئے آئے ہیں میں بھی گاڑی میں ہی جاؤں گا۔ نظارہ کرتے جائیں گے تو ساتھیوں نے اصرار کیا کہ سفر پہاڑی ہے۔ آپ کو پریشانی ہوگی تو قاری عزیز الرحمٰن سمجھ گئے کہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ احمد کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں۔ ساتھیوں نے جلدی سے میری بھی سیٹ جہاز میں کرادی تو یوں پھر استاد جی رحمۃ اللہ علیہ بھی جہاز سے گئے۔ ملک میں جہاں بھی جانا ہوتا جس گاڑی میں آپ خود تشریف رکھتے اسی گاڑی میں مجھے بٹھاتے۔ ملائیشیاء سے تھائی لینڈ جاتے وقت ایک عجیب لطیفہ پیش آیا۔ ملائیشیاء اور تھائی لینڈ کی سرحدیں آپس میں ملتی ہیں۔ جیسے پاکستان اور انڈیا کی۔ وہاں پر قانون ہے کہ کسی بھی ملک میں داخل ہوتے وقت آپ کے پاس اس کی کرنسی ہونی چاہئے۔ تھائی لینڈ میں داخلے کے لئے تقریباً ۷۰۰ ڈالر ہونا ضروری تھا تو اتفاق ایسا ہوا کہ جب ہم تھائی لینڈ کے بارڈر پر پہنچے تو کسی کے پاس بھی اتنے ڈالر نہیں تھے کہ وہ آگے جاسکے۔ سب اپنی اپنی رقم ملائیشیاء میں ہی رکھ کر جارہے تھے۔ کیونکہ واپس بھی یہیں آنا تھا۔ اب کسٹم والوں نے روک دیا۔ صرف میرے پاس ایک ہزار ڈالر تھے۔ اب یہ میرے لئے تو کافی تھے۔ باقی کیا کرتے اور میں چلا جاؤں تو میں آگے کیا کرتا؟ آخر میرے ذہن میں ترکیب آئی اور ہم سب آفس سے باہر آگئے۔ میں نے سب سے پہلے ۷۰۰ ڈالر دے کر استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو آفس لے گیا۔ آفیسر نے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور رقم دیکھی تو اجازت دے دی۔ اب میں اور استاد جی رحمۃ اللہ علیہ باہر آگئے۔ اب میں نے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سے ۷۰۰ ڈالر لے کر اکیلا آفس میں گیا اور رقم دکھا کر مجھے بھی اجازت مل گئی۔ اسی طرح پھر باقی ساتھیوں نے باری باری مجھ سے ڈالر لے کر سب کو اجازت مل گئی۔ اس پر استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ احمد تو تو مشکل کشا ہے۔ اس پر سب ساتھی ہنس پڑے۔

۲۰...... میری خواہش تھی کہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دیوبند کا سفر کروں۔ اس کے لئے میں دعا بھی کرتا تھا۔ پچھلے سال اپریل ۲۰۱۴ء میں استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کا پروگرام بنا۔ اب میں کشمکش میں کہ کیسے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سے کہوں کہ مجھے ساتھ لے چلیں۔ ہمت نہیں ہورہی تھی۔ ایک دن استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی فرمایا کہ بہاول پور جاؤ۔ میرا اور اپنا پاسپورٹ مفتی مظہر شاہ اسعدی کو دے آؤ۔ ہندوستان کا سفر ہے۔ آپ میرے ساتھ چلو گے۔ پھر فرمایا کہ لڑ جھگڑ کر میں نے تیرا نام لکھوایا ہے۔ ورنہ وہ تو کہہ رہے تھے کہ گنجائش نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ اگر احمد کو لے جاتے ہو تو ٹھیک، ورنہ میں بھی اپنی تکلیف کی وجہ سے معذرت کرتا ہوں۔ اس پر وہ مان گئے۔ ۱۵/اپریل ۲۰۱۴ء کو ہم

لوگ جس میں ملک پاکستان کی بڑی بڑی شخصیات تھیں۔ واہگہ بارڈر سے انڈیا میں داخل ہوئے اور امرتسر اور دہلی سے ہوتے ہوئے دیوبند پہنچے۔ اللہ اللہ! کیا نظارہ تھا۔ جب استاد جی رحمۃ اللہ علیہ اور قافلہ، دیوبند میں داخل ہوا تو ایک جم غفیر استاد جی رحمۃ اللہ علیہ اور علماء کا استقبال کے لئے ٹھاٹھیں مارتا ہوا طلباء کا سمندر تھا اور نعرے لگا رہے تھے۔ علماء پاکستان زندہ باد، علماء دیوبند زندہ باد، سربکف سربلند دیوبند، دیوبند۔ ہندوستان کے مسلمانوں کا پاکستانیوں کے ساتھ اتنی محبت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ دیوبند میں آپ نے مجھے ساتھ لیا اور پورا مدرسہ گھوم کر دکھایا کہ فلاں جگہ ہے اور یہ فلاں جگہ ہے۔ آپ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا گھر اور استاذ مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کا کمرہ بھی دکھایا۔ آپ کو بزرگوں کی جگہ اور ان کے حالات ایسے معلوم تھے جیسے کہ آپ ان کے زمانے کے ہوں۔

۲۱...... ایک مرتبہ مسجد نبوی ﷺ میں ہی عشاء کی نماز کے بعد میرے سسر اور مفتی منیب الرحمٰن حیدرآبادی اتفاق سے نظر آئے تو وہ بھی فوراً استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لئے آ گئے۔ حال احوال کے بعد استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کون کون آیا ہوا ہے۔ تو کہنے لگے کہ سب بچے اور گھر والے آئے ہیں۔ ساتھ دعا سلام کے بعد وہ چلے گئے اور ہم لوگ بھی ہوٹل آ گئے۔ رات کا کھانا روزانہ بھائی اسامہ اور ان کے بڑے بھائی عبدالمالک لاتے تھے۔ کھانے کے دوران اچانک استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی احمد کا سسرالی پورا خاندان آیا ہوا ہے۔ بس ابھی اتنا ہی فرمایا تھا کہ آگے قاری صاحب بول پڑے کہ کیوں نہ مبارک جگہ ہے اور یہ بھی موجود، اس کی اہلیہ بھی موجود۔ اس کے والدین بھی آنے والے ہیں اور اس کے والدین بھی موجود۔ ان کا نکاح پڑھا دیا جائے۔ اس پر سارے ایک دم بول پڑے ہاں! کیوں نہیں؟ میں مذاق سمجھتا رہا۔ لیکن پتا صبح چلا جب مجھے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پاکستان اپنے ابا کا نمبر ملاؤ۔ میں نے ملایا تو استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے والد صاحب سے فرمایا کہ رات کو منیب سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس سے پتا چلا کہ وہ سب بچوں کے ساتھ آیا ہوا ہے اور آپ بھی آنے والے ہو تو رات کو سب نے کہا کہ اس کا نکاح یہیں ہو جائے مسجد نبوی میں یا مسجد حرام مکہ مکرمہ میں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ والد صاحب نے کہا کہ ٹھیک! جو آپ کی رائے ہو ہم راضی ہیں۔ موقع بھی اچھا ہے اور اتفاقاً سب اکٹھے بھی ہوں گے۔ چونکہ والد صاحب نے دیر سے آنا تھا حج کے قریب۔ اس لئے حج کے بعد طے ہوا۔ مسجد حرام بیت اللہ میں۔ چنانچہ حج سے فارغ ہونے کے بعد اگلے ہی دن تمام رشتہ دار اور بھی کئی سارے کراچی اور ملتان سے آئے ہوئے تھے۔ سب اکٹھے ہو گئے۔ مسجد حرام کی چھت پر۔ طے تو مغرب کے بعد ہوا تھا۔ لیکن رش کی وجہ سے دیر ہو گئی تو عشاء کی نماز کے بعد الحمدللہ! بندہ فقیر کا استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح

پڑھایا۔نکاح کے بعد کھجور اور زم زم پیش کیا گیا۔الحمدللہ! (احمد عبید ارشد، لاہور)

۲۲...... میں جب حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی بلندی کردار اور چھوٹوں پہ شفقت کے انداز پر سوچتا ہوں تو مجھے ان کی زندگی پر رشک آتا تھا۔ یہ غالباً ۱۹۹۵ء کی بات ہے۔ یہ خاکسار ایک وفد کے ہمراہ باب العلوم کہروڑ پکا میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، نماز مغرب کا وقت ہو چکا تھا، ہم مغرب کی نماز ادا کرنے جامعہ کی مسجد میں پہنچے تو حضرت اقدس مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خاک سار کو نماز کی امامت کا حکم دیا۔

کہاں میرے جیسا گنہ گار اور کہاں وہ تقویٰ کی دولت سے مالا مال، علم وعمل کی دنیا کے شہنشاہ، ہر چند کہ اس خاکسار نے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہتیرے عذر پیش کیے، لیکن حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے امامت کے لیے مصلیٰ پر کھڑا کر کے ہی چھوڑا۔ یہ حضرت کی طرف سے چھوٹوں پر شفقت کی انتہا تھی۔ (نوید مسعود ہاشمی)

۲۳...... ۱۶؍رجب ۱۴۳۵ھ، مطابق ۱۶؍مئی ۲۰۱۴ء کو باب العلوم میں فضلاء کے کنونشن کے موقع پر ترمذی جلد ثانی باب التفسیر میں سورۃ الاعراف کے تحت ایک روایت کا کچھ حصہ نقل فرمایا: ’’روایت تو طویل ہے‘‘ اس روایت میں ہے کہ ’’جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ قیامت تک آنے والی ان کی نسل کی روحیں سامنے آ گئیں۔‘‘ پھر انہیں سیّدنا آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔ چنانچہ انہوں نے ان میں سے ایک شخص کو جس کی آنکھوں کے درمیان کی چمک انہیں بہت پسند آئی تو اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ: اے اللہ تعالیٰ! یہ کون ہے؟ اللہ ربّ العزت نے فرمایا کہ یہ آپ کی اولاد میں آخری امتوں کا ایک فرد ہے، اس کا نام داؤد ہے۔ عرض کیا کہ: اے اللہ! اس کی عمر کتنی رکھی ہے؟ فرمایا: ساٹھ برس۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ: اے اللہ! میری عمر میں سے اس کی عمر چالیس سال زیادہ کر دیجئے۔

حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جیسے ابا آدم علیہ السلام نے اپنی عمر کے کچھ سال اپنے بیٹے داؤد کے لئے مانگے تھے۔ آج حقیقت بات یہ ہے کہ اپنے شاگردوں کو دیکھ کر بس اللہ سے یہی دعا ہے کہ زندگی کی جو رہی سہی عمر ہے یا باقی ماندہ ایام ہیں تو وہ باقی عمر اللہ میرے شاگردوں کو لگا دے۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا تھا کہ پوری مسجد پر سکتہ طاری ہو گیا اور ہر آنکھ اشک بار ہو گئی۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی پشت کی جانب کرسی پر استاذ الحدیث شیخ حبیب احمد بیٹھے تھے۔ ایسے آنسو جاری ہوئے کہ خود پہ قابو نہ پا سکے اور فوراً کرسی سے اتر کر نیچے زمین پر ہو لئے۔ بہر حال حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عظیم انسان تھے۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑے

ہوں یا چھوٹے، مدرسہ کے ہوں یا باہر کے سب ہی ’’بڑے استاذ جی‘‘ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ پکارتے بھی کیوں نہ؟ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ حقیقت میں تھے ہی بڑے۔ کیونکہ بڑا اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی موجودگی میں دوسرا خود کو چھوٹا نہ سمجھے اور حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کا اتم مصداق تھے۔ (محمد وسیم اسلم)

۲۴...... ایک دفعہ ختم بخاری کے موقع پر باب العلوم حاضر ہوا۔ دوسرے دن استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ فرمانے لگے آؤ میرے ببر شیر کہاں غائب رہا؟ میں نے عرض کیا کل سے آیا ہوا ہوں تو فرمایا اگر کل ملتا تو تیرا خطاب کراتے اور تیرے ملفوظات سے ہم بھی مستفید ہوتے۔ یہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا پن اور کمال محبت تھی۔ (قاری غلام شبیر شاہد پنجن کسانہ)

۲۵...... حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت اور انسیت کا تعلق تو بچپن ہی سے تھا۔ ابو جان رحمۃ اللہ علیہ (مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ) کی شہادت کے بعد حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بیٹوں سے بھی بڑھ کر محبت دی۔ ویسے تو حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ تمام طلباء کرام سے بہت محبت اور شفقت والا معاملہ فرماتے تھے۔ میرے بھائی حافظ محمد حذیفہ شہید رحمۃ اللہ علیہ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کہروڑپکا میں پڑھتے تھے۔ بھائی اور ابو رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے والدہ سے کہہ کر مجھے اپنے پاس بلوالیا اور بیٹوں جیسی محبت اور والد جیسی شفقت سے خوب خوب نوازا۔ لوگ ایک بار یتیم ہوتے ہیں میں دوبار یتیم ہو گیا ہوں۔ (حافظ احمد حنظلہ سعید، کراچی)

۲۶...... حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چار سال رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے تعلیم یعنی درس نظامی کی ابتداء حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا سے ہی کی اور درجہ ثالثہ تک وہیں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد والدہ کے اصرار پر استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے سے کراچی واپس آ گیا۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ اگر روزانہ ملنے جاؤ تو استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ خوب محبت کرتے۔ حال احوال پوچھتے اور کافی دیر تک باتیں کرتے اور کہتے کچن میں پھل رکھے ہیں وہ لے کر آؤ۔ فریج سے میٹھائی نکال لو اور کھاؤ اور اگر ایک دو دن ناغہ ہو جائے۔ میں استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوں اور دو دن یا تین دن بعد جاؤں تو استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ بس سلام کا جواب دے کر خاموش ہو جاتے۔ یعنی ناراضگی کا اظہار بھی بڑے خوبصورت انداز میں فرماتے۔ دل میں فوراً اندازہ ہو جاتا کہ آج استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ ہم سے خفا ہیں۔ پھر جب روزانہ جانے لگ جاتے تو پھر وہی انداز اختیار فرماتے۔ سبحان اللہ! تربیت کا انداز بھی نرالا تھا۔ جب میں کہروڑپکا سے واپس کراچی آ گیا تو استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ اکثر ٹیلیفون کر کے حال

احوال دریافت فرماتے رہتے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کو میں فون کروں۔ لیکن استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت تھی کہ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ خود فون کرلیا کرتے تھے۔ کراچی واپس آنے کے بعد میں ایک دفعہ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کہروڑ پکا گیا۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ میرا بیٹا حنظلہ آ گیا؟

۲۷...... استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے کہ ویسے تو حنظل کڑوا ہوتا ہے۔ لیکن میرا حنظلہ میٹھا ہے اور ایک دفعہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ حنظلہ آپ نے حنظل دیکھا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے چلو میں اب لے کر آؤں گا آپ کو دکھاؤں گا۔ پھر استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد ایک سفر پر گئے تو وہاں سے حنظل لے کر آئے اور مجھے دکھایا اور فرمایا کہ اس کو کھا کر دیکھو۔ جب میں نے وہ کھایا تو کافی کڑوا تھا۔ بہت ساری چینی کھانے کے باوجود کڑواہٹ ختم نہ ہوئی۔ پھر استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ میرا حنظلہ تو میٹھا ہے اور مجھے ایک حنظل دیا اور کہا کہ والدہ کو جا کر دکھانا۔

(حافظ احمد حنظلہ سعید جلالپوری، کراچی)

۲۸...... حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کلاس میں سبق پڑھانے کے لئے تشریف لاتے تو حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی نشست کے بائیں جانب میں بیٹھا کرتا تھا۔ سبق پڑھاتے پڑھاتے حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں مبارک اگر سن ہو جایا کرتے۔ جب کبھی بھی ایسا معاملہ پیش آتا تو حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پاؤں مبارک میری گود میں رکھ دیتے تھے اور فرماتے تھے بلکہ اگر یوں عرض کروں تو بے جا نہ ہوگا۔ ’’کانوں میں شہید ملا رس گھولتے تھے‘‘ کہ مولوی انس میرا پاؤں سو گیا ہے اس کو جگاؤ۔ بندہ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں کو دباتا تھا اور پھر وہی پاؤں کو لگے ہاتھ اپنے منہ پر مل لیتا تاکہ قیامت کے دن رسوائی سے بچ سکوں۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کا جوتا سیدھا کرنے میں طلباء ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے اور ایک اور طالب علم نے کوشش کی۔ وہ مجھ سے سبقت لے گیا۔ اس نے حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کا جوتا پہلے سیدھا کر دیا۔ اب حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ اس سارے منظر کو دیکھ رہے تھے۔ فوراً اس طالب علم سے فرمایا: جوتا ویسے رکھو جیسے پہلے رکھا تھا۔ اس نے ویسے ہی رکھ دیا۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے مولوی انس، تم میرا جوتا سیدھا کرو۔ میں نے جوتا فوراً سیدھا کر دیا۔ اب ساتھ ساتھ چلتے ہوئے حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے میں نے تم کو جوتا سیدھا کرنے کے لئے اس لئے کہا ہے کہ تمہارے اندر سے تکبر کو ختم کروں تاکہ تمہارا دماغ انا پرستی میں مبتلا ہونے سے بچا رہے۔

(حافظ محمد انس)

۲۹...... ۱۹۹۶ء کی ابتداء تھی میں خانقاہ سراجیہ شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ حضرت دورۂ حدیث شریف کہاں کروں؟ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کچھ وقت خاموش رہے اور پھر قلم کاغذ لے کر کچھ تحریر فرمانے لگے۔ تحریر مکمل ہوئی۔ سب کی نگاہیں حضرت والا پر تھیں۔ تو وہ تحریر میرے حوالے کی۔ میں نے ادب کی وجہ سے اسے جیب میں ڈالا۔ جب نشست ختم ہوئی تو کھول کر دیکھا تو وہ تحریر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام تھی اور اس میں میرا تعارف اور حضرت والد گرامی مولانا محمد عبداللہ خالد مرحوم کا تعارف خانقاہ پاک کے پرانے متوسلین کی حیثیت سے کرایا ہوا تھا اور ساتھ تحریر تھا کہ فقیر (یعنی حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ) کی خواہش ہے کہ مفتی محمود الحسن آپ کے ہاں دورۂ حدیث شریف کرے۔ میں نے حضرت صاحبزادہ رشید احمد سے پوچھا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کون ہیں اور کیا تعارف ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ پاکستان بالخصوص پنجاب کے بڑے محدثین میں سے ہیں اور ہمارے دونوں بڑے بھائیوں کے استاذ ہیں۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ ان پر بہت ہی اعتماد فرماتے ہیں۔ باب العلوم کہروڑ پکا کے شیخ الحدیث ہیں۔ میں حضرت صاحبزادہ صاحب سے راستہ کا معلوم کر کے دو تین روز کے بعد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت اور دعائیں لے کر کہروڑ پکا کی جانب روانہ ہوا۔ دوسرے روز تقریباً صبح دس بجے میں باب العلوم کہروڑ پکا پہنچ گیا۔ میں تمام دن منتظر رہا کہ حضرت شیخ الحدیث تشریف لائیں تو ان کی زیارت کروں۔ وہ کہیں باہر کسی دوسرے شہر افتتاح بخاری شریف کی تقریب میں شرکت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ عشاء کی نماز میں تشریف لائے۔ میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ ہو نہ ہو وہی شخصیت ہے جس کے علوم پر حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ اتنا اعتماد فرماتے ہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے میں نے کبھی بھی ان کی زیارت نہیں کی تھی۔ نماز عشاء کے بعد میں مسجد میں ہی ان کے پیچھے بیٹھ گیا۔

آپ نماز کے بعد کافی دیر ذکر واذکار کرتے رہے۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر کردہ نامہ مبارک انہیں دیا۔ اسے انہوں نے کھول کر پڑھا اور آنکھوں پر رکھا۔ مسکرائے اور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے انتہائی بلند کلمات ارشاد فرمائے۔ میری بہت حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس کے بعد کلاسیں شروع ہوگئیں۔ بخاری شریف خود پڑھاتے تھے۔ تمام طلباء کرام کے ساتھ باپ جیسی شفقت فرماتے۔ ہر طالب علم یہی محسوس کرتا کہ میرے ساتھ سب سے زیادہ تعلق ہے۔ مدرسے میں ''بڑے استاذ جی'' کے نام سے معروف تھے۔ تمام اساتذہ کرام اور محدثین عظام آپ کے شاگرد تھے۔ کچھ دن ہی گزرے تھے کہ مجھے بلاوا آیا

کہ بڑے استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ یاد کرتے ہیں۔ میں فوراً حاضر خدمت ہوا تو فرمانے لگے تم بہت دور سے آئے ہو اور میرے ساتھی کے بیٹے ہو۔ جب میں قاسم العلوم ملتان میں پڑھتا تھا تو تمہارے والد بھی وہاں پڑھتے تھے۔ میرے دوست تھے وہ تو اب جنت میں چلے گئے ہیں۔ مگر میں ابھی یہاں تم طلباء کرام کی خدمت کرتا ہوں۔ تم ہر مہینے مجھ سے ڈیڑھ سو روپے آ کر لے لیا کرو اور اس سے ناشتہ وغیرہ کر لیا کرو۔ یہ سلسلہ پورا سال چلتا رہا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ بہت سے طلباء کو وہ پیسے دیتے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی ضرورت ہو تو بلا توقف بتا دیا کرو اور مجھے ڈیڑھ سو روپے دے دیئے۔ میں نے لے لئے۔ میرے لئے سعادت تھی اور یہ سن کر میں بہت ہی خوش ہوا کہ میرے والد گرامی مرحوم بڑے استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ طالب علمی کے ہم درس رہے ہیں۔ بڑے استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا کہ جب میں پہلے بالاکوٹ شہداء کے مزارات پر جایا کرتا تھا تو ایک دو دن ضرور مانسہرہ مرکزی جامع مسجد میں تمہارے ابا مرحوم کی میزبانی سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ بڑے حکیمانہ انداز میں طلباء کرام کی تربیت فرماتے تھے۔

۳۰...... درود شریف کی کثرت رکھتے تھے۔ ایک بار بلاوا آیا کہ بڑے استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ بلا رہے ہیں تو میں فوراً حاضر خدمت ہوا تو انہوں نے مجھے اپنے کپڑے عنایت فرمائے اور ساتھ فرمایا کہ میرے کپڑے جو استعمال شدہ ہوتے ہیں تو دوستوں کو دے دیا کرتا ہوں۔ اکثر استعمال نہیں کرتے۔ مگر یہ جوڑا ہے اس کے ساتھ میں نے دو مرتبہ حج کا سفر کیا ہے۔ تم انہیں ضرور پہنو۔ میں نے لیے اسی وقت جا کر غسل کیا اور وہ کپڑے پہنے۔ ظہر کی نماز میں مجھے دیکھا میں نے وہ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ بہت ہی خوش ہوئے۔ اس کے بعد ساری زندگی ۱۹۹۶ء سے لے کر تا دم تحریر ان کے دیئے ہوئے کپڑے پہنتا ہوں۔ اپنے لئے کوئی نیا سوٹ وغیرہ تیار نہیں کرایا۔ (مفتی محمود لندن)

۳۱...... حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال جامعہ حنفیہ بورے والا کی ختم بخاری پر تشریف لاتے تو ڈھیروں دعائیں دیتے۔ اپنی بخاری شریف کی شرح، خطبات اور اسناد سے طلباء کو نوازتے، ایک مرتبہ فرمانے لگے میں پہلے تو جامعہ حنفیہ کے تعلیمی ماحول سے مطمئن نہیں تھا۔ لیکن یہاں آ کر جب ماحول دیکھا تو بہت خوشی ہوئی کہ جامعہ حنفیہ قوم کی بہت بڑی ضرورت کو پورا کر رہا ہے۔ جب بھی جامعہ حنفیہ تشریف لاتے تو مذاق میں ناظم جامعہ حنفیہ مولانا ابوہریرہ سے فرماتے کہ آپ کی آنکھیں آپ کے نانا حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہیں۔ ایک دفعہ استاذ محترم جامعہ حنفیہ تشریف لائے تو مجھے ملنے میں تاخیر ہوگئی۔ جب حاضری ہوئی تو فرمانے لگے: ’’سیف الرحمٰن! بڑی دیر سے آئے ہو؟‘‘ مجھے استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کا محبت بھرا شکوہ اچھا لگا۔ مجھے انتہائی خوشی

ہوئی کہ میرے لئے بھی استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں کچھ جگہ موجود ہے۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ اپنے ہر ملنے والے سے محبت کے ساتھ پیش آتے۔ ایک مرتبہ راقم الحروف اور حضرت مولانا رفیق صدیقی شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ، استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے کہروڑپکا گئے، فرمانے لگے: آپ کے پاس میرے خطبات کی کتنی جلدیں ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ سات جلدیں ہیں۔ یہ بات سن کر خادم کو فرمایا کہ بقیہ جلدیں جو ان کے پاس نہیں ہیں وہ انہیں اٹھا کر دے دو۔ (مولانا سیف الرحمٰن، وہاڑی)

۳۲...... استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ ملائیشیاء کے سفر پر جاتے ہوئے فرمانے لگے کہ آپ پاسپورٹ بنوا کے رکھو اور جب بن جائے تو میرے پاس لاکر رکھ دینا۔ راقم نے فوراً پاسپورٹ بنوایا اور استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کو لاکر دے دیا۔ ایک مرتبہ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ عشاء کے بعد سفر سے واپس آئے اور مجھے بلا کر فرمانے لگے کہ صبح جلدی اپنی تصویریں اور پاسپورٹ کراچی حافظ عبدالرشید کے پاس بھیج دو۔ جب یہ بات کی تو میری خوشی کی انتہاء نہ رہی۔ پھر استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ مجھے فرمانے لگے کہ گھر والوں سے اجازت لے لو کہ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ اس سال سفر حج پر مجھے ساتھ لے کر جا رہے ہیں۔ گھر والوں نے بخوشی اجازت دی اور ابو جان نے بڑے بھائی کو کہا کہ طلحہ کو جتنے پیسوں کی ضرورت ہو اس کو دے دینا۔ بھائی نے استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ نہیں مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں۔ طلحہ کی ضرورت ہے اور پھر میری ساری تیاری استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی کرائی۔

(مولانا محمد طلحہ سندھی)

۳۳...... حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو اکثر دیکھا کہ قرآن کریم حفظ کرنے والے بچوں کو اکٹھا فرمالیتے اور ان کے اسباق کے متعلق دریافت فرماتے کہ کس بچہ کے کتنے سپارے مکمل ہوگئے اور اب سبق کہاں ہے اور پھر فرماتے کہ اگر آپ اتنے دنوں میں سپارہ مکمل کرلو یا بعض بچوں کی استعداد کے حساب سے فرماتے کہ جب آپ سپارہ مکمل کرلو، تو آ کر بتانا اور پھر جو آپ کہوگے اس چیز کے ساتھ آپ کی دعوت کروں گا۔ تو بچے خوشی سے پھولے نہ سماتے اور اپنی پڑھائی میں انتہائی شوق ورغبت دکھاتے، سپارہ ختم ہونے پر استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ کر اپنے سپارے کے متعلق بتاتے اور بڑی محبت سے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت کی فرمائش کرتے۔ جس پر استاد جی رحمۃ اللہ علیہ ان کی فرمائش پوری کرتے۔ ان کی منشاء کے مطابق بازار سے پھل خرید کر لاتے اور گھر آ کر اپنے ہاتھ سے دستر خوان بچھاتے۔ پھر اپنے ہاتھ سے پھل کاٹ کر ان بچوں کو بلاتے اور اپنے پاس بٹھا کر ان کو کھلاتے اور آئندہ دعوت کا کہہ کر آنے والے سبق میں زیادہ محنت اور شوق وجذبہ سے پڑھنے کی

دعوت وترغیب فرماتے۔ حضرت کے مقام ومرتبہ کے پیش نظر کہ تقریباً ۶۲ سال آپ نے پڑھایا۔ آپ کے ۶۰ سے زیادہ شاگرد شیوخ الحدیث ہیں۔ حضرت کی اس انکساری اور عاجزی اور بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق، اسباق کی طرف ان کو ترغیب دلانا، یہ حضرت ہی کا خاصہ تھا اور پھر یہ عمل ایک دو دن نہیں بلکہ زندگی بھر کا معمول رہا۔ اگر یہ بہ تکلف ہوتا تو مستقل نہ رہتا۔ (حافظ عبدالرشید، کراچی)

۳۴...... عزیز القدر ڈاکٹر محمود حسن عافانی وایاہ اللہ فی الدین والآخرہ... السلام علیکم ورحمة اللہ!

ملفوف موصول ہوئے، کئی روز گزر گئے جواب میں بلاوجہ سستی ہوئی۔ آج قلم موصول ہوا تو اسی سے یہ خط لکھ رہا ہوں۔ جی تو میرا بھی یہی چاہتا ہے کہ آپ لاہور نہ چھوڑیں لیکن شاید یہ خواہش خودغرضی پہ مبنی ہو۔ ہاشمی صاحب لاہور سے گئے تو میرے لیے لاہور سونا سونا ہو گیا تھا۔ اب آپ کی وجہ سے لاہور اکثر قبلہ توجہ بنا رہتا ہے آپ جائیں گے تو لاہور میں کیا کشش رہ جائے گی؟ اس لیے بہتر یہی ہے کہ میرے مشورہ کو اہمیت نہ دیں اپنی مصلحت دیکھیں۔ ہم دل کے آئینہ میں ہی سر جھکا کر دیکھ لیا کریں گے۔ ۱۱، ۱۲ مارچ ۱۹۸۷ء، مطابق ۱۲، ۱۳/رجب ۱۴۰۷ھ بروز جمعرات وجمعہ ختم صحیح بخاری کی تقریب میں مختصراً اجتماع احباب ہوگا۔ ہاشمی صاحب کو بھی میں نے دعوت دی ہے آپ بھی تیاری کریں اور ہاشمی صاحب کو بھی حرکت میں لائیں ممکن ہے کہ میری زندگی میں ایک دفعہ تو ہاشمی صاحب آ ہی جائیں۔ ورنہ

گرنہ آئی ہمراز خواہی آمد لیکن پس روکہ من نہ مانم بچہ کار خواہی آمد

(خط استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ)

۳۵...... مولانا عبدالرحمٰن کا حضرت حکیم العصر مدظلہ کے ساتھ عقیدت ومحبت کا تعلق تھا، لیکن انہوں نے حضرت سے مشورہ کیے بغیر گھر والوں کے اصرار پر دارالعلوم کو چھوڑ کر قاسم العلوم ملتان میں داخلہ لے لیا، جس کی وجہ سے حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبدالرحمٰن سے ناراض ہو گئے اور جب حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حافظ محمد یوسف کی وفات ہوئی تو مولانا عبدالرحمٰن اور قاری فتح محمد میانوالوی دونوں تعزیت کے لیے آئے، حضرت اس وقت قبلہ رخ بیٹھ کر مطالعہ کر رہے تھے، مولانا عبدالرحمٰن سامنے آ کر بیٹھ گئے اور یہ شعر کہے:

سر کو رکھا ہے شوق سے خنجر کے سامنے دل کھول کر تو جاناں حسرت نکال لے
اگر ہو کر تُرش تو گالی ہزار دے یہ وہ نشہ نہیں ہے جس کو ترشی اُتار دے

بس جب اس نے یہ شعر کہا اور عجیب انداز سے کہا، حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ مجھ پر ایک

وجد سی کیفیت طاری ہوگئی، آپ نے اس کو سینے سے لگالیا، پھر انہوں نے دار العلوم چھوڑنے کی اپنی گھریلو مجبوری بتائی، اس کے بعد وہ ناراضگی دور ہوگئی اور معاملہ درست ہوگیا۔

(مولانا منیر احمد منور)

۳۶...... حضرت والا کے پاس بھائی جمیل کلور کوٹی کا فون آیا کہ میں عمرے پر جارہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اسی حالت میں (دل کی تکلیف والی حالت مراد ہے) انہوں نے کہا: جی اسی حالت میں۔ آپ نے عافیت کی دعا فرمائی، پھر فرمایا کہ میں جب پہلی دفعہ حج پر گیا تو جمیل کراچی تک میرے ساتھ گیا تھا، میں نے کہا: حضرت! آپ کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کو اپنے حالات اتنے یاد نہیں ہوتے جتنے آپ کو ان کے حالات یاد ہیں، مسکرا کر فرمایا: ماں باپ جتنے اولاد کے لیے تڑپتے ہیں، اولاد میں اتنی تڑپ نہیں ہوتی۔ یہی بات کسی نے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھی تو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مثال سے اس کا جواب دیا، فرمایا کہ: اگر ہاتھ کا کوئی حصہ کاٹ دیں تو تکلیف ہاتھ کو ہوگی، کٹے ہوئے حصے کو تکلیف نہ ہوگی، اولاد ماں باپ کا حصہ ہوتا ہے جو ان سے جدا ہوتا ہے، اس لیے ماں باپ تڑپتے ہیں۔ (مولانا منیر احمد منور)

مدارس کی سرپرستی

۱- دار العلوم مدنیہ بہاولپور

۲۰۰۰ء سے دار العلوم مدنیہ کی مجلس شوریٰ کی صدر رکنیت کو قبول فرماتے ہوئے دوہرے شرف سے نوازا۔ پھر تاحیات ہر وقت ہر طرح کی سرپرستی فرمائی اور جامعہ کی بہتری کے لئے قیمتی مشورہ اور ہدایات سے نوازتے رہے۔ ایک دفعہ جب نئے رکن شوریٰ کے لئے مشورہ لیا تو فرمایا کہ مخلص صائب الرائے ہو۔ بے شک سفید پوش ہو۔ اس کا مشورہ خالص خلوص پر مبنی ہوگا۔

(مولانا مفتی عطاء الرحمٰن)

۲- دار العلوم کبیر والا

آپ تکمیل صحیح بخاری شریف کی اکثر مجالس کے صدر اور دولہا ہوا کرتے تھے۔ دار العلوم للبنات عائشہ (ملحقہ دار العلوم کبیر والا) میں تو عرصہ دراز سے بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس ارشاد فرمایا کرتے اور دار العلوم کبیر والا میں بھی صدر الوفاق حضرت مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم کی عدم موجودگی میں اور گزشتہ چند سالوں سے حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ہی

بخاری شریف کا آخری درس دیتے اور فارغ التحصیل طلباء وطالبات کو قیمتی نصائح سے نوازتے۔

(مولانا ارشاد احمد)

۳- جامعہ قادریہ حنفیہ ملتان

بندہ کی دارالعلوم کبیر والا تدریس کے دوران صادق آباد ٹیکسٹائل ملز خانیوال روڈ ملتان میں خطابت کی ترتیب بن گئی تھی۔ بعد میں وہاں قریب ہی ایک مکتب قرآنی کی صورت بھی بن گئی جو باب العلوم کی تدریس کے دوران بھی جاری رہی۔ رفتہ رفتہ وہ مکتب قرآنی ایک بڑے مدرسے کی صورت اختیار کر گیا۔ پھر بندہ وہاں منتقل ہو گیا۔ جواب ”جامعہ قادریہ حنفیہ ملتان“ کے نام سے قائم ہے۔

اس سارے عمل میں استاذ محترم کی پوری پوری سرپرستی حاصل رہی۔ ہمیشہ حوصلہ افزائی فرماتے، ہر سال شوریٰ کے اجلاس کی صدارت فرماتے۔ تعلیمی سال کے اختتام پر جامعہ کی سالانہ تقریب میں شریک ہوتے۔ بخاری شریف کا آخری سبق پڑھاتے۔ (مولانا محمد نواز سیال)

۴- دارالعلوم رحیمیہ ملتان

دارالعلوم رحیمیہ ملتان میں ”دورہ حدیث شریف“ کے متعلق آغاز فکر ہوا کہ ہمیں مشکوٰۃ شریف کی جماعت کو ترجیحاً کسی جامعہ میں بھیجنا چاہیے۔ یا طلبہ کرام کی رائے پر چھوڑ دینا چاہیے وہ اپنے ذوق سے جو چاہیں راہ اختیار کرلیں۔ اس سوچ میں تھے۔

اساتذۂ کرام کے باہمی مشورہ سے طے پایا کہ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کرلیا جائے۔ راقم الحروف (قاری محمد ادریس ہوشیار پوری) اگرچہ بنظر استدلال طلبہ کرام کو قائل کرنے کی قدرت نہ رکھتا تھا۔ اس دور میں میرے پاس درجۂ کتب کا کوئی سبق بھی نہ تھا۔ محض انتظامی ذمہ داری تھی۔ مگر میرا قلبی رجحان وتقاضا بھی تھا کہ ساری جماعت باب العلوم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں چلی جائے اور نسبت وسند حدیث حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کرلے۔ لیکن جب ہم اساتذۂ حدیث مل کر باب العلوم استاذ جی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہمارے پاس تیرہ (۱۳) طلبہ کرام ہیں۔ ان کو دورۂ حدیث شریف کے لئے کہاں بھیجا جائے؟

حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً فرمایا: ملتان میں اپنے ہی مدرسہ میں دورۂ حدیث شریف کا آغاز کیا جائے۔ ہم لوگ سنکر ہی حیران رہ گئے۔ یہ تو ہمارے حاشیۂ خیال میں بھی نہ تھا کہ حضرت والا یہ ارشاد فرمادیں گے۔

ہم نے عرض کی: اتنی جسارت ہم سے نہیں ہوسکتی۔ ملتان اور اردگرد اتنے بڑے جامعات موجود ہیں ہم اس زاویہ فکر سے آگے بڑھنے پر قادر نہیں ہیں۔

ہمارے اساتذۂ کرام میں شیخ الحدیث حضرت محترم مولانا عبدالرحمٰن جامی صرف ایک ہی استاذ تھے جو دارالعلوم کبیر والا میں درجہ عالیہ کے استاذ رہ چکے تھے۔ باقی کوئی استاذ ایسی شناخت نہ رکھتے تھے۔ جس بنا پر اتنا بڑا بھاری بھرکم علمی قدم اٹھایا جائے۔ بہرحال استاذ جی کے اس غیر متوقع فیصلہ پر، فقدان وسائل اور دیگر اداروں کی نسبت سے خدانخواستہ تقابل کی شکل نہ بن جائے۔ یا یہی طلبہ کرام اپنی سند کی عظمت میں کمی محسوس کرتے ہوئے ادارہ سے چلے جائیں اور ہم دورۂ حدیث کے آغاز کا اعلان کر کے انہیں روکنے پر قدرت نہ رکھ سکیں۔ اس قسم کے اشکالات سامنے رکھے۔ فرمانے لگے: میرا حکم ہے۔ آپ دورۂ حدیث شریف شروع کردیں اور میں ہر طرح آپ کے ساتھ ہوں۔

طے پایا حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کے حسب حکم دورۂ حدیث شریف کو شروع کر لیتے ہیں۔ اشتہارات نہ لگائے جائیں۔ شہرت نہ کی جائے جو اپنے طلبہ مشکوٰۃ ہیں انہیں لیکر چلا جائے۔ ان کو مزید مانوس کر کے استاذ جی کے حکم کی تعمیل ہوجائے۔ **والامر بیداللہ!**

رمضان مبارک کے بعد تعلیمی سال کا آغاز ہوا۔ حضرت استاذ جی تشریف لائے۔ بخاری شریف کا افتتاح فرمایا: بہت اظہار مسرت اور دعائیں دیں۔ نیز فرمایا: بخاری شریف میں نے شروع کرائی ہے جب تک زندہ رہوں گا اس کا افتتاح واختتام میرا حق ہے۔ کوئی اور نہیں کرائے گا۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ افتتاح کے لئے انہوں نے مجھے بلایا ہے۔ لیکن اپنے حق کا اعلان ان سے پوچھے بغیر کر رہا ہوں۔

کلمات تشکر میں آخر میں بندہ نے عرض کیا کہ اہل جامعہ آپ سے درخواست کرنے ہی والے تھے کہ آپ ہی ہمیشہ ہمیں یہ سعادت بخشیں گے۔ منجانب اللہ آپ سے اعلان بھی کرادیا گیا۔ جو ہماری منشاء کے بالکل مطابق ہے۔ اس پر ہمارے پاس ممنونیت احسان کے الفاظ نہیں ہیں۔

پندرہ روز بعد مجھے دارالعلوم کورنگی جانا ہوا۔ حضرت صدرِ جامعہ (حضرت مولانا رفیع عثمانی) سے شرف ملاقات نصیب ہوا۔ میں نے دبے الفاظ میں دعاء کی درخواست کے لئے اس کا اظہار کیا کہ چند طلبہ کرام ہیں ہم نے دورۂ حدیث شریف شروع کیا ہے۔ آپ سے دعاؤں کی درخواست ہے۔ اس پر نہایت متعجب ہوکر فرمانے لگے: بڑے مدارس واساتذہ کرام کے ہوتے ہوئے آپ نے کیوں شروع کیا؟ وہاں اکابر موجود ہیں۔ اس پر احقر نے عرض کیا:

حضرت! ہم نے خودرائی سے شروع نہیں کیا۔ حضرت استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی لیکر عرض کیا: انہوں نے امر فرمایا کہ شروع کرو۔ تو تعمیل حکم میں سب کچھ کیا گیا۔ اس پر فرمایا: انہوں نے فرمایا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ بڑوں کے زیر سایہ خیر ہی خیر ہے۔ ملتان میں رہتے ہوئے معروضی حالات ہمیں اس بات کی اجازت ہی نہیں دیتے کہ یہ سعادت بزور بازو حاصل کر پاتے۔

پھر حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک سے ملتان کے بہت سے دیگر مدارس میں دورۂ حدیث شریف شروع ہوئے۔ جن میں جامعہ قادریہ حنفیہ، جامعہ فاروقیہ شجاع آباد اور دیگر بہت سے مقامات پر دورۂ حدیث شریف شروع ہوا۔ اور حضرت استاذ مرحوم آغاز سال اور اختتام سال میں تشریف لے جاتے۔ بیماری وضعف اور پیرانہ سالی کبھی اس میں رکاوٹ نہ بنی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جذبۂ جنون کو سرنگوں نہ کرسکی۔ (مولانا قاری محمد ادریس ہوشیارپوری)

۵- جامعہ خالد بن ولید وہاڑی

جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی کالونی وہاڑی کے قیام کے بعد ان کے تمام معاملات میں حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی اتنی بھرپور سرپرستی فرمائی کہ کوئی شخص اس کی تاریخ کو حضرت سے جدا کرنے پر قادر نہیں۔ بے شک یہ باغ حضرت مولانا ظفر احمد قاسم مدظلہ نے سینچا۔ اس کے لئے زندگی کے شب وروز ایک کئے مگر روحانی طور پر اس کے علمی اعتماد اور قافلۂ اہل حق کے شمار میں اس کی تہہ میں حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی اتنی دعائیں شامل ہیں کہ اگر انہیں جدا کر دیا جائے تو اس کا علمی قد وقامت کوتاہ سمجھا جائے۔ ملک بھر کی علمی فضاء میں جامعہ خالد بن ولید حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کا منظور نظر ادارہ سمجھا جاتا تھا۔ (مولانا محمد ادریس ہوشیارپوری)

۶- جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام چوک سرور شہید و دیگر مدارس کے نام

اشاعت حدیث کا آپ کو ایک شوق تھا، اسی لئے جب ۱۴۰۰ھ میں جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام میں مشکوٰۃ شریف پڑھنے والوں کی تعداد تقریباً بیس کے قریب تھی، تو عرض کیا کہ ان کو دورہ حدیث کے لئے کہاں بھیجیں؟ فرمایا خود دورہ حدیث شروع کراؤ، بندہ نے عرض کیا کہ: اس نالائق میں اتنی لیاقت اور جرأت کہاں ہے کہ صحیح بخاری پڑھا سکوں، فرمایا: میں کہہ رہا ہوں شروع کراؤ، لیاقت، اللہ کریم عنایت فرمادیں گے، چنانچہ شوال ۱۴۰۰ھ میں حضرت الاستاذ مولانا علی محمد رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دارالعلوم کبیروالا کی معیّت میں خود تشریف لائے اور صحیح بخاری کا درس شروع کرایا۔

دوران سال بندہ کو عمرہ پر جانا نصیب ہوا، تو اپنے اسباق چھوڑ کر تقریباً ایک ماہ کے لئے جامعہ قاسمیہ تشریف لائے اور صحیح بخاری کا سبق پڑھاتے رہے۔ قربان اس ایثار پر، کہ اپنے اسباق چھوڑ کر ایک نالائق شاگرد کی خاطر تقریباً پورا ماہ تشریف فرما رہے۔ بندہ کی واپسی پر باب العلوم تشریف لے گئے اور اسباق مکمل فرمائے، غالباً جامعہ خیر المدارس اور قاسم العلوم کے بعد اس علاقہ میں جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام چوک سرور شہید میں پہلا دورہ حدیث شروع ہوا۔ اس کے بعد تو بیسیوں مدارس میں اپنے شاگردوں سے حدیث (دورہ حدیث) کے اسباق شروع کرائے۔

(۱) جامعہ محمودیہ جھنگ، (۲) جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا، (۳) جامعہ قادریہ حنفیہ صادق آباد ملز ملتان، (۴) جامعہ رحیمیہ ملتان، (۵) جامعہ فاروقیہ شجاع آباد، (۶) جامعہ مدنیہ بہاولپور، (۷) جامعہ ابو ہریرہ میلسی، (۸) جامعۃ العصر پیر محل، (۹) جامعہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ، (۱۰) جامعہ عبیدیہ فیصل آباد، (۱۱) جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی وہاڑی، (۱۲) دار العلوم زکریا اسلام آباد اور اس کے علاوہ بیسیوں مدارس میں دورۂ حدیث کا اجراء کرایا، سندھ اور کراچی کے مدارس میں آپ کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد خدمت حدیث پر مامور ہے۔

(مولانا عبدالمجید فاروقی)

۷- جامعہ خیر العلوم خیر پور

جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی کے سالانہ جلسے پر تشریف لے گئے۔ سفر بذریعہ ویگن فرمایا۔ ناظم مدرسہ حضرت مولانا ارشاد الحق مدظلہ نے واپسی پر ایک ہزار روپے پیش کئے۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں سے ڈیڑھ سو روپے لے لئے اور باقی واپس کر دیئے۔ اصرار پر فرمایا میرا آمدورفت پر اتنا ہی کرایہ خرچ ہوا ہے۔ مدرسہ پر بوجھ ڈالنا ٹھیک نہیں۔

۸- دار العلوم اسلامی مشن بہاولپور

۲۰۰۴ء میں جامعہ دار العلوم اسلامی مشن کی سرپرستی قبول فرمائی تو راقم کو بطور صدر مدرس مقرر فرمایا۔ اسی سال محکمہ اوقاف نے مدرسہ کو اپنی تحویل میں لینے کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔ کئی مرتبہ محکمہ کے اہلکار ترغیب و ترہیب کے ذریعے مدرسہ تحویل میں لینے کی کوشش کرتے رہے۔ گھبرا کر استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے دعاؤں کے لئے عرض کرتے، اللہ تعالیٰ معاملہ حل فرما دیتے۔

(مولانا عبدالرزاق، بہاولپور)

۹- مدرسہ علوم القرآن للبنات کوٹ قیصرانی

مجھے وہ دن برسوں کے فاصلے پر بھی ازبر یاد ہیں۔ جب راقم، مخدوم مکرمی حضرت مولانا اللہ بخش نور اللہ مرقدہ فاضل دیوبند کے حوالے سے ان کے والا نامہ کے ساتھ، قدم بوسی کو پہنچا۔ تاکہ علوم القرآن عائشہ للبنات کے پروگرام ختم نبوت کے لئے زحمت دی جائے۔ حضرت اپنی آمد بکرامت سے پروگرام کو ادارہ اور علاقہ کو عزت بخشیں تو حضرت نے بکمال شفقت درخواست قبول فرمالی۔ دور افتادہ اور پسماندہ علاقہ کوٹ قیصرانی کو رونق بخشی۔ حضرت کا بیان جمعہ کے موقعہ پر ہونا تھا۔ قبل ازیں بندہ برائے چندہ حافظ محمد نواز کہروڑی کا بیان تھا۔ حافظ صاحب کا درس بے ترس کچھ زیادہ طویل ہوگیا۔ جس کی وجہ سے حضرت کا بیان بعد از جمعہ رکھنا پڑا۔ ہجوم چھٹ گیا۔ وہ رونق نہ رہی جو جمعہ کے موقع پر ملاحظہ فرما چکے تھے۔ اس پر مستزاد بجلی کی بندش نے مسجد کے اندر پروگرام مشکل بنادیا۔ حضرت سمیت مجمع باہر برآمدہ میں آیا۔ سپیکر بے وفا بنا۔ درس کی آواز بنات تک پہنچانا مشکل ہوگیا اور پروگرام بھی بنات کی ختم بخاری کا تھا۔ اس ساری ہنگامہ آرائی میں حضرت کا مختصر سا بیان ہوسکا......

میرے استاد محترم حضرت مولانا غلام حسین تونسوی زیدمجدہم، جو حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خوشہ چینوں میں شامل ہیں۔ بغرض ملاقات باب العلوم تشریف لے گئے۔ تونسہ شریف، تشریف لے جانے کا حال واحوال دریافت کیا تو حضرت نے خیر خیریت بھی بتلائی اور وہ صورتحال بھی بتائی جو پیش آئی تھی۔ تو استاذ مکرم نے مجھ سے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ حضرت بھی خفا ہیں۔ بسیار سوچ وفکر کے بعد ایک معذرت نامہ تیار کیا۔ اپنی تقصیر، ناتجربہ کاری کا اعتراف کیا اور معافی کا طلبگار رہا۔ حضرت نے بلا تاخیر جواب سے نوازا اور فرمایا کہ میں نے ناراضگی ہرگز نہیں کی۔ میرا مقصد تو حال واقعی بیان کرنا تھا۔ وہ بھی مولانا کے استفسار پر۔ مولانا کو سمجھنے میں چوک ہوگئی۔ افتتاح بخاری بنات، کا پروگرام بناؤ میں آرہا ہوں۔ نابینا کو سوائے آنکھوں کے اور کیا چاہیئے؟ عزت نامہ پڑھ کر وجد سا طاری ہوگیا اور دیوانگی چھا گئی...وہ افسردگی اور آزردگی ہوا ہوئی جس نے قلب کو بیمار اور اعصاب کو لاچار کردیا تھا۔ بلا تاخیر پروگرام ترتیب دے کر حضرت کی راہیں تکنے لگا۔ پھر وہ دن کنارے آلگا جس دن اس کم نصیب نے اپنے کو بانصیبوں میں محسوس کیا۔ تشریف لائے۔ جی بھر کر بیان فرمایا۔ ڈھیر دعاؤں محبتوں کے ساتھ خطبات حکیم العصر کا سیٹ بھی تحفتاً دیا۔ اس خوش نصیبی پر مدتوں شاداں وفرحان رہا۔ اپنی گزری

ہوئی نالائقی پر کچھ دن سر بگریبان بھی۔ (مولوی امان اللہ قیصرانی)

۱۰-جامعہ مفتاح العلوم کوئٹہ

مولانا موصوف مرحوم علم وعمل واخلاص استقامت کے پہاڑ تھے۔ اکابر علماء، صلحاء کے طرز وطریقہ پر دینی خدمات سرانجام دیتے تھے۔ سلف کی یادگار تھے۔ دومرتبہ جامعہ اسلامیہ مفتاح العلوم کوئٹہ تشریف لاکر اساتذہ اور طلباء کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا۔ سادگی اور باوقار انداز میں زندگی گزاری۔ عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا امیر منتخب ہونا آپ کی کرامت ہے۔ اس منصب پر فائز رہنا نجات کے لئے کافی ہے۔ (مولانا عبدالباقی، کوئٹہ)

۱۱-جامعہ دارالقرآن فیصل آباد

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دارالقرآن فیصل آباد کی وابستگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب سال کا اختتام ہونے کو ہوتا اور ختم بخاری شریف کا سلسلہ شروع ہوتا تو جیسے ہی کسی ادارہ کی طرف سے استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ کے لئے رابطہ ہوتا تو فرماتے دارالقرآن فیصل آباد والوں سے رابطہ کرلو۔ حضرت کی وفات کے ساتھ جیسے باب العلوم یتیم ہوا ہے۔ دارالقرآن بھی اسی طرح یتیم ہوگیا ہے۔ میرا بھی چونکہ زمانہ طالب علمی میں حضرت قاری محمد یٰسین سے تعلق رہا تھا اور حسب ضرورت کبھی ۲۵ پیسے اور کبھی ۵۰ پیسے ادھار لے لیتا تھا۔ ہدایہ والے سال تک اکٹھے رہے۔ اسی دوران قاری محمد یٰسین کبھی کبھار مجھے اپنے گھر لے جاتے تھے اور کھانا بھی کھلاتے تھے۔ لیکن جب میں کراچی آ گیا اور حضرت قاری محمد یٰسین فراغت کے بعد رحیم یار خان چلے گئے تو پھر ہمارا رابطہ منقطع ہوگیا تھا۔ ایک دفعہ حضرت کی کراچی آمد پر حضرت قاری محمد یٰسین کا تذکرہ ہوا تو حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ خاندان میرے لئے بہت ہی معزز ہے۔ ان کی نسبت حضرت قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قاری رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی اور استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق صادق تھے۔ اسی وجہ سے بھی حضرت قاری صاحب سے بہت محبت کا تعلق فرماتے تھے اور حضرت قاری یٰسین بھی اس تعلق کی خوب قدر فرماتے۔ اسی وجہ سے تو ان کی طرف سے یہ بات سامنے آئی کہ جب تک حضرت زندہ رہیں تو کوئی دوسرا شخص اختتام بخاری شریف کا درس نہیں دے سکتا۔

اسی طرح جب استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ دارالقرآن تشریف لاتے تو سوائے ان کے کسی اور سے پڑھائی کے اور کلاس کے دوران کھڑے ہوکر گلے نہیں ملتے تھے۔ لیکن جب استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ

تشریف لاتے تھے تو حضرت قاری صاحب اپنی درسگاہ میں کھڑے ہوکر ملتے تھے۔ خود اپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر کھلاتے تھے اور بسا اوقات کڑاھی بنا کر کھلاتے تھے اور یہ تعلق صرف قاری یٰسین کی ذات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ ان کے پورے خاندان سے وابستہ تھا اور اس کا اظہار کئی جگہوں پر فرماتے۔ (حافظ عبدالرشید، کراچی)

۱۲- حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ اور جامعہ اشرفیہ مانکوٹ کا دورۂ حدیث

یوں تو ہمارے جامعہ اشرفیہ مانکوٹ کی تاسیس ہی حضرت استاجی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور مشاورت سے ہوئی تھی بلکہ تاسیس اور بنیادی تقریب میں بھی آپ کی تشریف آوری ہوئی تھی حضرت والد محترم مولانا محمد اشرف شاد رحمۃ اللہ علیہ بھی اہم مشاورت آپ سے ہی کیا کرتے تھے جامعہ اشرفیہ مانکوٹ کی اور کوئی مجلس شوری نہ تھی۔ حضرت والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد بھی یہ روایت برقرار رہی۔

حضرت والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد منجملہ دیگر تجدیدی امور کے ایک یہ ارادہ تھا کہ دورہ حدیث شروع کرنا ہے، مگر چونکہ ہم چھوٹے بھی تھے اور مروج شہرتوں اور شہروں سے دور بھی، تو جب بھی جس کے سامنے اظہار کرتے وہی دبا دیتا، آپ اور جامعہ اشرفیہ مانکوٹ میں دورہ حدیث؟

۲۰۰۹ء کی بات ہے کہ بندہ سفر کرکے باب العلوم کہروڑپکا پہنچ گیا، مقصد سفر یوں بتلایا کہ استاجی رحمۃ اللہ علیہ جن جن مدارس کے آپ سرپرست ہیں وہاں وہاں آپ نے دورہ حدیث شروع کرا دیا ہے تو ہمارے جامعہ اشرفیہ مان کوٹ کے بھی تو آپ سرپرست ہیں ہمارا دورہ حدیث بھی شروع کرا دیں، فرمانے لگے کیا آپ کا دورہ حدیث شروع کرانے کے لئے میرے بارے میں خیال ہے؟ بندہ نے عرض کیا حضرت ہم اور کس کا سوچ سکتے ہیں؟ فرمانے لگے پھر تو میری ایک سال عمر لمبی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ آپ کا میرے بارے میں خیال ہے تو ختم مشکوۃ کا پروگرام رکھ لیں، اسی دن اعلان کردونگا دورہ حدیث کا، اور اگلے سال افتتاح بخاری کرادونگا، دو جلدیں صحیح بخاری کی منگوائیں اور فرمایا کہ یہ لے جاؤ بخاری پڑھاؤ، مشکل پیش آئے تو میرا فون کھلا ہوتا ہے پوچھ لینا، کوئی تو دکھلائے یا بتائے ایسا مربی؟ آپ بڑھانے اور نکھارنے والے اٹھانے والے اکابرین کی آخری کڑی محسوس ہوتے تھے۔ (مفتی احمد انور، مانکوٹ)

۱۲۳- جامعہ ابوہریرہ قاسم آباد ضلع نوشہرہ

ان کی یادیں کب بھولنے کی ہیں۔ مرحوم کو جامعہ ابوہریرہ کے قیام اور استحکام سے بہت دلچسپی تھی۔ ہمیشہ اپنی دعاہائے مستجابہ ومقبولہ میں حصہ وافر دیا کرتے تھے۔ میری ہر نئی کتاب کا مطالعہ بھی کرتے اور اپنی رائے گرامی سے بھی نوازتے اور اصلاحی مشورے بھی دیتے۔

(مولانا عبدالقیوم حقانی)

استقامت وحق گوئی کے سات واقعات

فوٹو کا مسئلہ

۱...... حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ جس بات کو حق وسچ اور صحیح سمجھتے تھے اس کو جواں مردی کے ساتھ کھلے بندوں کہہ دیا کرتے تھے۔ آپ اس معاملہ میں کسی کو خاطر نہیں لاتے تھے۔ آپ کی ہمت واستقامت کے بے شمار واقعات ہیں۔ ایک مرتبہ دارالعلوم اکوڑہ خٹک میں وفاق المدارس العربیہ کے زیراہتمام ایک اہم اجلاس میں حضرت مولانا سمیع الحق استقبالیہ پیش فرمارہے تھے کہ اچانک کیمرے کی لائٹ آئی۔ ادھر حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ سمجھ گئے کہ فوٹو کھینچے جارہے ہیں۔ فوراً آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ مولانا سمیع الحق خاموش ہوگئے۔ آپ نے فرمایا آج دیوبند کا سارا علم وتقویٰ یہاں جمع ہے۔ یا تو فوٹوگرافی کے جواز کا فتویٰ دے دیا جائے تاکہ میرے جیسا گنہگار آدمی دھوکے میں نہ رہے یا پھر ان کو منع کر دیا جائے۔ اسی وقت ان کو نکال دیا گیا۔ تین دن یہ اجلاس رہا ان تین دنوں میں پھر دوبارہ کوئی فوٹوگرافر اس اجلاس میں نہ آیا۔ بلکہ ٹی.وی والے بھی آئے۔ ان کو بھی اجازت نہ دی گئی۔ بعد میں حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی نے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا۔ مولانا آپ نے بہت اچھا کیا کہ آپ نے ہم سب کا فرض ادا کیا۔

ملا شور بازار کا ذکر

۲...... ایک مرتبہ رائیونڈ اجتماع کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور میں مجاہدین کی کسی تنظیم کا اجلاس تھا۔ بڑے بڑے علماء مدعو تھے، ایک عالم دین تقریر کررہے تھے دوران تقریر انہوں نے افغانستان کے مجددی خاندان کے ایک بزرگ ''ملّا شور بازار'' کے متعلق فرمایا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوچکی ہوتی تو یہ شخص نبی ہوتے۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ طیش میں آکر کھڑے ہوگئے۔ فرمایا: اپنے الفاظ واپس لو! کیا کہہ رہے ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ مرتبہ صرف فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے

ہے اور کسی کے لئے نہیں۔ ہم تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے بھی یہ بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ خطیب صاحب نے جواباً کہا: فلاں بڑے عالم، محدث فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ان کو کیا پتہ نبوت کی استعداد کس میں ہے؟ یہ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ اس مجلس میں مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم اور مظاہر العلوم سہارنپور کے مفتی صاحب بھی موجود تھے ان حضرات نے بعد میں حضرت استاذ جی کو بہت دعائیں دیں اور کہا کہ آپ نے بڑے موقع پر گرفت کی ہے۔ یہی ہماری تقریری غلطیاں اور زبان وقلم کی بے احتیاطیاں آنے والے وقت میں ہمارے لئے مصیبت بن جاتی ہیں۔

مبالغہ سے منع کردیا

۳...... ایک بڑے مفتی وعالم ومدرس کے وصال کے بعد ان کی سوانح پر کتاب لکھی گئی۔ کتاب میں تعریف کچھ زیادہ تھی غالباً ایسے جملے تھے کہ قافلۂ صحابہ... رضی اللہ عنہم... سے بچھڑ کر بعد میں آگئے۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کی اشاعت رکوادی حالانکہ عالم مرحوم اپنے علاقے میں ذی وجاہت عالم دین اور بڑے مقتدیٰ وپیشوا تھے۔

صندل بابا

۴...... اسی طرح چند سال پہلے دیر کے ایک بزرگ جو صندل بابا کے نام سے اچانک منظر عام پر آئے اور ان کے بارہ میں مشہور ہوا کہ یہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، چار سال تک ان کے پاس پڑھتے رہے، اور انہوں نے حضرت مولانا سلیم اللہ خان صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان ومہتمم جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کو اجازت حدیث دی ہے۔ جب حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو آپ نے ان کے متعلق ایک بیان میں درج ذیل باتیں ارشاد فرمائیں:

''اس پر آپ کے سامنے جو وضاحت میں کرنے لگا ہوں یہ وقتی ضرورت ہے، پچھلے دنوں میں ایک بابا صندل کا چرچا ہوا، اشتہاروں میں آگیا کہ یہ تلمیذ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ایک سو بیس سال یا ایک سو پچیس سال ان کی عمر ہے۔ چار سال وہ گنگوہ میں پڑھتے رہے ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۳۲۳ھ میں ہوئی ہے اور یہ ۱۳۲۲ھ تک حضرت گنگوہی کی خدمت میں رہے ہیں۔ یہ پچھلے دنوں ایک رسالے والے نے لکھ دیا تو لکھنے کی بنا پر سارے پاکستان میں ہل چل مچ گئی، کیونکہ ہمارے سلسلے میں الحمدللہ! اپنے اکابر سے محبت بہت ہے، جب یہ پتہ چلا کہ

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں تو ہر کسی کا جی چاہا کہ ان کی زیارت کرنی چاہیے، ان سے اجازت لینی چاہیے، اس اجازت کے ساتھ ہماری سند عالی ہو جائے گی اور کئی واسطے کم ہو جائیں گے، بھاگے جا رہے تھے، لوگ دیر کی طرف اور بہت دشوار گزار راستہ تھا۔

پچھلے دنوں میں، ہمارے محترم دوست سید جاوید حسین شاہ مدظلہ نے انہیں جلسے پر بلا لیا، کیونکہ ان کا تذکرہ کراچی سے شروع ہوا، تو وہاں ''الفاروق'' میں بھی ان کا تذکرہ آیا، اور انہوں نے حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ کو اجازت دے دی، بلکہ یہ کہا: الفاروق میں آیا تھا کہ میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں، میں نے حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ کو اجازت دے دی ہے، جس نے اجازت لینی ہو وہ ان سے لے لے۔

مجھے حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور سے فون کیا کہ اس بارے میں تحقیق کرلو، بعد میں ندامت ہی نہ ہو۔ ایسے واقعے کے پیچھے جلدی سے نہیں لگنا چاہیے، تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس تردد کے ظاہر کرنے پر قاری یٰسین نے بھی وقت لیا ہوا تھا، انہوں نے نہیں بلایا۔ حضرت جاوید شاہ مدظلہ نے ان کو بلا لیا تو وہ آ گئے۔ میں بھی گیا ہوا تھا، تو حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اشارے پر مجھے بھی تردد تھا کہ اس کی تحقیق کروں تو عصر کے بعد انہوں نے علماء کی مجلس رکھی ہوئی تھی، جب میں ان کو ملا تو منتظمین نے میرا تعارف اپنے اچھے حسن ظن کے مطابق بڑے اچھے الفاظ میں کروایا تو صندل بابا نے مجھے اپنے پاس بٹھا لیا، جب وہ سندیں دینے لگے، میرا نام پوچھا، نام لکھ کر اپنے دستخط کر کے مجھے بھی سند دے دی۔ میں نے جس وقت وہ سند اپنے ہاتھ میں پکڑ لی، میری نیت پہلے ہی یہی تھی کہ سند لے کر بات بعد میں کروں گا۔ بات کرنے کا بہانہ بن جائے گا، ورنہ ہمارے ہاں بزرگوں کی عظمت بہت ہے، کوئی جلدی سے بات کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ حضرت مفتی عبدالستار ہمارے اس علاقے میں نہیں بلکہ پاکستان میں سب سے زیادہ قابل اعتماد ہیں، مجھے جب بھی زندگی میں کوئی مشکل پیش آئی، میں مشورہ انہی سے کرتا ہوں اور ان کے فیصلے پر اعتماد کرتا ہوں۔ انہوں نے بھی دن ان کے ساتھ گزارا تھا، وہ ایک اور چک میں گئے، مفتی صاحب بھی ساتھ تھے، جب واپس آئے تو میں نے پوچھا: حضرت! مجھے اجمالاً اتنا بتا دیں کہ آپ کا ان پر اس بارے میں اعتماد ہے جو کچھ ان کے متعلق مشہور ہے؟ کیا یہ صحیح ہے؟ تو انہوں نے اپنے مزاج کے مطابق جواب دیا کہ بھئی! میں نے تو صرف مصافحہ کیا ہے یا معانقہ کیا ہے، میں نے نہ کچھ پوچھا ہے اور نہ انہوں نے کچھ بتایا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ کیا حقیقت ہے، کیا نہیں؟ میں نے کہا کہ مفتی صاحب نے بزرگانہ احترام بحال رکھا ہے اور جانچ پڑتال کی کوشش نہیں کی، یہ فرض

میں ادا کروں گا۔ جب وہ سند میرے ہاتھ میں انہوں نے دے دی تو میں نے کہا: حضرت! ہمارے ہاں دستور رہے ہے کہ جب کسی کو اپنی طرف سے سند دی جائے تو ہم اپنے اساتذہ کا تذکرہ کیا کرتے ہیں کہ مجھے یہ اجازت کہاں سے حاصل ہوئی؟ تو جب میں نے یہ کہا: تو ان کے چہرے پر ناگواری کے آثار آئے، ان کے ساتھ ان کا بیٹا تھا، جس کے بارے میں پہلی ملاقات میں بتایا کہ یہ اکوڑہ خٹک کے فاضل ہیں، چونکہ میرا ذکر کر کے منتظمین نے ان کے دماغ پر کچھ دباؤ تو ڈال دیا تھا کہ یہ کوئی معمولی مولوی نہیں ہے، تذکرہ جو کیا ان کے سامنے، تعریف کی کہ یہ ہمارے استاذ ہیں، یہ ہیں، وہ ہیں تو وہ جلدی سے بولے کہ بابا جی نے حدیث (حضرت مولانا) نصیر الدین غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ہے تو پھر بابا جی نے بھی سر ہلا دیا کہ میں نے غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ہے۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے، پھر میں نے آگے بات پوچھنا چاہی کہ آپ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے ہیں اور آپ نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی ہے یا نہیں کی؟ مجھے بہت سختی کے ساتھ اور بہت تلخی کے ساتھ جھڑک دیا کہ ایسی فضول باتوں کا کوئی فائدہ نہیں، میں نے تجھ سے پوچھا ہے کہ تم نے کس سے پڑھا ہے؟ کس سے نہیں پڑھا؟ میں چپ ہو گیا۔

رات کو جلسے میں میرا بیان تھا اور بابا جی بھی تشریف لے آئے، بہت مجمع تھا، میں نے نظر دوڑا کر دیکھا تو چاروں طرف طلباء اور علماء کرام نظر آ رہے تھے، مدرسوں والے سب آئے ہوئے تھے، میں نے ایک حدیث پڑھی، حدیث پڑھنے کے بعد اس کا کچھ مفہوم بیان کیا، مفہوم بیان کرنے کے بعد میں نے اپنی سندیں بیان کرنی شروع کر دیں۔ ختم بخاری شریف کا اعلان میرے نام کا ہوا تھا، لیکن میں نے کہا کہ حضرت مفتی عبدالستار موجود ہیں، وہ ختم کروائیں گے۔ میں نے کہا: مجھے یہ سند حاصل ہے اور اس سند میں میرے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان دو واسطے ہیں اور ہر سند کا ذکر کرنے کے بعد ساتھ میں کہتا جاؤں کہ ہم اکابر کے تذکرے کو باعث سکون سمجھتے ہیں، اس نسبت کے اظہار کو اپنے لئے باعث شرف سمجھتے ہیں اور ان کے تذکرے پر ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ ہمارے اساتذہ کے جو ہمارے اوپر احسانات ہیں ان کے ذکر کرنے کے ساتھ ان کی شکر گزاری ہوتی ہے، دل میں تکبر بڑائی ہو تو کبھی انسان یہ نہیں بتاتا کہ میں فلاں استاد کا شاگرد ہوں، بلکہ وہ کوشش کرتا ہے، میں یہی بتاؤں کہ فلاں بھی میرا شاگرد ہے۔ دماغ میں اگر بڑائی ہو تو پھر یہ ہوتا ہے کہ انسان کوشش کرتا ہے کہ ساری دنیا کو اپنا شاگرد بتائے کہ وہ بھی میرا شاگرد، وہ بھی میرا شاگرد اور یہ بتانے کے لئے تیار نہیں ہوتا کہ میرا کوئی استاد بھی ہے، میں بھی کسی کا شاگرد ہوں، یہ بتاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے، لیکن ہم تو اپنے اساتذہ

کے احسان کی شکر گزاری سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے تذکرے کرتے ہیں۔ یہ باباجی کیسے کہتے ہیں یہ فضول باتیں چھوڑو؟ میں نے اسی وقت یہ شکوہ شروع کر دیا تھا کہ باباجی کیسے کہتے ہیں یہ بزرگوں کا تذکرہ فضول ہے، اپنے اساتذہ کا تذکرہ کرنا کوئی فضول بات ہے؟ جنہوں نے یہ میری بات سنی ہوئی تھی وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ جو اتنا کھل کر بزرگوں کا تذکرہ کر رہا ہے یہ وہی فضول تذکرہ ہے۔ معاذ اللہ!

جو وہاں بیٹھے ہوئے باباجی کہہ رہے تھے، فضول تذکرہ چھوڑو تو سارے تذکرے کرنے کے بعد میں نے کہا کہ مجھے فلاں سند حاصل ہے، اس میں میرے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تک ایک واسطہ ہے، یہ سند میری عالی ہے۔ مجھے حضرت مولانا عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت ہے، وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تک ایک واسطہ ہے۔

مجھے مولانا رسول خان رحمۃ اللہ علیہ لاہور والوں سے بھی اجازت ہے جو حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے بھی استاد تھے تو وہ براہ راست حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے تو مجھے ایک واسطے سے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت ہے۔

حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اجازت دی اور وہ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، تو مجھے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے دو واسطوں سے نسبت ہے، میرے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان میں دو واسطے ہیں۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اجازت دی اور انہوں نے محدثہ امۃ اللہ بنت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ مجددی سے مدینہ منورہ میں اجازت لی تھی تو شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ اور میرے درمیان دو واسطے ہیں: حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور محدثہ امۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک میرے درمیان صرف چار واسطے ہیں کہ مولانا فاروق احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اجازت دی اور وہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت یافتہ تھے اور وہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ براہ راست حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے تو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تک چار واسطے ہیں۔ ساری سندیں بتاتا گیا اور سب بزرگوں کی تعریف کرتا چلا گیا۔ میری تقریر ساری تذکرۃ الاولیاء ہوگئی، یعنی کچھ حصہ میں نے حدیث کے متعلق بیان کیا، باقی سب تذکرۃ الاولیاء ہے تو پھر میں نے آخر میں کہا کہ:

آج مجھے یہ موجود بزرگ جو آپ کے سامنے موجود ہیں، انہوں نے بھی اجازت دی ہے۔ میں نے کہا: یہ شاگرد ہیں حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اور مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ میں نے کہا: اس سند کے اعتبار سے بھی میرے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان میں دو واسطے ہیں، اس سند کے ساتھ مجھے کوئی مزید شرف حاصل نہیں ہوا۔ یہ شرف مجھے کئی سندوں کے ساتھ حاصل ہے، جو آج سند باباجی نے مجھے دی ہے تو میں ویسے اللہ کا شکرادا کرتا ہوں کہ ایک اور سند حاصل ہونے کے ساتھ تقویت ہوگئی، متعدد سندوں کے ساتھ تقویت تو ہوتی ہے۔

بعد میں مجھے لوگوں نے بتایا کہ زیر لب سارے لوگ ہنس رہے تھے کہ آج بابا صندل کا کباڑا کردیا، کیونکہ سارے اس کو تلمیذ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بنائے بیٹھے تھے، بعد میں بہت لوگوں نے مجھے مبارک باد دی کہ آپ نے تو کمال کردیا۔ مجھے غصہ آ گیا، جب انہوں نے کہا کہ فضول تذکرہ کیوں کررہے ہو؟ اساتذہ کا تذکرہ فضول ہوتا ہے؟ پھر میں نے شاہ صاحب مدظلہ کے ذمے لگایا کہ ان سے پوچھو کہ انہوں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا بھی ہے؟ میں نے کہا: وہ کہتے ہیں جو بھی ان سے پوچھتے ہیں تو وہ ناراض ہوجاتے ہیں، بتاتے نہیں۔ میں نے کہا ایسے مجہول راوی کی روایت کو تو محدثین قابل اعتبار قرار نہیں دیتے کہ جس کو پتہ ہی نہیں کہ اس کی ملاقات کس سے ہے کس سے نہیں ہے؟

یہ میں آپ کے سامنے اس لئے ذکر کررہا ہوں کہ یہ آج ایک مستقل فتنہ کھڑا ہوگیا ہے۔ زندگی میں ایک آدمی کے متعلق یہ اختلاف ہوجائے کہ یہ کون ہے؟ کون نہیں؟ تو اس اختلاف کو اٹھانے کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ اس سے پوچھو: سامنے زندہ بیٹھا ہے کہ آپ کیا ہیں؟ مرنے کے بعد اختلاف کیسے اٹھے گا؟ ٹھیک ہے یا نہیں؟ اول تو وہ پوچھنے کی جرأت نہیں کرتا، بزرگوں کی ہیبت ایسی کہ کہیں بزرگ ناراض نہ ہوجائیں تو یہ جرأت ہر کوئی نہیں کرسکتا۔ ناراض ہونے کی کوئی بات نہیں، مجھ سے پوچھو، میں بیٹا کس کا ہوں؟ میں باپ بتاتا ہوں، مجھ سے پوچھو تو شاگرد کس کا ہے؟ میں استاد بتاتا ہوں، ہمارے لئے کونسی بات باعث عار ہے۔ باپ کا تذکرہ باعث فخر کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ میں کسی بیٹا کا ہوں۔ استاد کا تذکرہ ہمارے لئے باعث فخر کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ ہم نے کس کے جوتے سیدھے کئے ہیں، بات سمجھے کہ نہیں؟ ہمیں اتنا فخر شاگردوں پر نہیں ہے کہ فلاں میرا شاگرد، فلاں میرا شاگرد، جتنا ہمیں اپنے ان بزرگوں کی نسبت کے اوپر فخر ہے کہ اس وقت بہت کم لوگ موجود ہیں نچلی نسل کے سامنے میں بطور باعث شرف سمجھتے ہوئے کہتا

ہوں کہ میں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے، وہ ہمارے گاؤں میں تشریف لائے تھے، میں اس وقت چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا، میں ان کے جلسے میں بیٹھا ہوں۔ وہ جتنی دیر ہمارے گاؤں میں پھرتے رہے، میں ان کے پیچھے پیچھے پھرتا رہا، ایک دن دیکھا ہے، بعد میں ہم ادھر آ گئے اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ادھر آئے نہیں۔ اس میں فضول بات کون سی ہے؟ لیکن انہوں نے نہیں بتایا کہ انہوں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے یا نہیں دیکھا؟ اب اس اختلاف کو کیسے اٹھائیں؟ بات سمجھے کہ نہیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کو ایک سو دو سال ہو گئے ہیں۔ ۱۳۲۳ھ میں وفات ہوئی ہے۔ اب ہے ۱۴۲۵ھ، ایک سو دو سال تک بابا صندل کسی غار میں مخفی رہے ہیں، کوئی نہیں جانتا تھا انہیں؟۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ ابھی پچھلے مہینہ کہروڑ پکا میں میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے ان سے بھی پوچھا: وہ کہنے لگے: میں سارے سوات، سارے دیر میں، سارے سرحد میں گھوم پھر کے پرانے پرانے آدمیوں سے پوچھ کر آیا ہوں، ان کو کوئی نہیں جانتا۔ پھر یہ ہے کہ شہرت پشاور سے ہونی چاہیے تھی، شہرت کوئٹہ سے ہونی چاہیے تھی۔ حضرت مولانا عزیر گل رحمۃ اللہ علیہ کو سب جانتے ہیں کہ اسیر مالٹا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ قبائلی علاقے سخا کوٹ میں تھے، مردان سے آگے مالاکنڈ ایجنسی میں، وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جیل میں بھی رہے، ابھی سات یا دس سال ہوئے ہیں، ان کی وفات ہوئی ہے تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کی بنا پر کثرت سے علماء ان کے پاس ان کی زیارت کے لئے جاتے تھے، تو اگر بابا صندل میں بھی گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نسبت ہوتی تو لازماً علماء میں تعارف ہوتا۔ اس لئے ان کی یہ نسبت کم از کم ہمارے لئے قابل اعتماد نہیں۔ باقی حقیقت حال اللہ بہتر جانتا ہے، لیکن ہمیں اسی نسبت کے ساتھ جڑنا چاہیے جو قابل اعتماد ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح نسبت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین'' (خطبات حکیم العصر، ج:۸، ص:۱۴۹ تا ۱۵۸)

فضول خرچی سے منع کر دیا

۵...... تمام تر مروجہ غلط عقیدوں اور غلط طریقوں کی بھرپور مخالفت کرتے۔ خلاف شرع کاموں پر گرفت کرتے۔ بالکل اس حدیث کے مصداق تھے۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی منکر کام دیکھو تو اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت ہے تو اس کو ہاتھ سے روکو۔ اگر زبان سے روکنے کی طاقت ہے تو اس کو زبان سے روکو۔ اگر زبان سے بھی روکنے کی طاقت نہ ہو تو پھر دل سے

اس کو برا جانو اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ ایک مجلس میں حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ میں نے کبھی خلاف شرع مجلس میں شرکت نہیں کی۔ جہاں مجھے نکاح یا شادی کے لئے بلاتے ہیں تو پہلی شرط میری یہی ہوتی ہے کہ خلاف شرع کوئی کام نہ ہو۔ اگر ہوا تو میں بالکل شرکت نہیں کروں گا۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ میلسی شہر مدرسہ تعلیم القرآن میں کسی تقریب کے موقع پر تشریف لے گئے تو وہاں دیکھا کہ مدرسہ کے سامنے والی بازار بھی اور مدرسہ کی تمام دیواروں کو بھی بتیوں اور روشن ہونے والی مرچوں اور بڑے بڑے بلبوں سے خوب سجا رکھا ہے۔ جیسے شادی کے موقع پر خوب چراغاں کیا جاتا ہے تو حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً واپس جانے کی تیاری کر لی۔ بڑے بڑے حضرات منت سماجت کر کے بڑی مشکل سے اسٹیج پر لے آئے۔ آتے ہی پوچھا کہ کہاں ہے مہتمم صاحب؟ کسی ساتھی نے بتایا کہ یہ بیٹھے ہیں۔ وہ بھی سٹیج پر موجود تھے تو فرمانے لگے کہ صدقہ خیرات لوگوں کی زکوٰۃ کے پیسے کو یوں فضول خرچوں میں اڑا رہے ہو۔ انہوں نے زکوٰۃ کے پیسے اس لئے دیئے ہیں؟ تو مہتمم صاحب نے کہا کہ استاذ جی میں نے ذاتی خرچ سے یہ سب کچھ کیا ہے، تو استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ذاتی پیسوں سے یوں فضول خرچی کرنی جائز ہے۔ کیا ضرورت تھی ان چیزوں کی؟ خلاف شرع کام کر کے دین کی خاک اشاعت کرو گے۔ پھر فرمایا کہ لوگ تو یہی سمجھیں گے کہ مدرسہ کا جلسہ ہے مدرسے کے پیسے سے سب کچھ کیا ہے۔ کون ایک ایک کو جواب دے۔ کیوں لوگوں کو مدارس والوں سے بدظن کرتے ہو۔ خدارا خیال کرو۔ اگر آئندہ ایسے کیا تو میں کبھی نہیں آؤں گا۔ بڑی مشکل سے مہتمم صاحب کی جان خلاصی ہوئی۔

(مولانا محمد امین مبارکپوری)

سکھر کے قریب صحابہ رضی اللہ عنہم کا مزار

۶...... مولوی محمد ناصر نے روایتاً بتایا کہ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں صوبہ سندھ، سکھر کی ہری مسجد میں قاری محمد حنیف کے ہاں تھا، وہاں مجھے کسی نے بتایا کہ یہاں سے چند کلومیٹر کا فاصلہ ہے، کوئٹہ روڈ پر ایک قبرستان ہے، جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس میں ایک صحابی کی قبر ہے اور وہاں ایک مولانا صاحب نے مدرسہ بھی قائم کر رکھا ہے، لیکن وہ اشاعتی ذہن کے آدمی ہیں، چونکہ حضرت استاذ جی نئی سے نئی معلومات کا مزاج رکھتے تھے اس لیے فرمایا چلو، وہیں چلتے ہیں۔

استاذ جی فرماتے ہیں ہم وہاں مدرسے میں پہنچ گئے، مدرسے کا نام بھی صحابی

رسول ﷺ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کے نام سے رکھا ہوا ہے، مہتمم صاحب سفید ریش تھے، ہم نے ان سے دریافت کیا کہ سنا ہے یہاں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی قبر ہے، اس لیے ہم وہاں جانا چاہتے ہیں، تو انہوں نے میرے ساتھ اپنے بیٹے کو بھیجا تا کہ قبر کی نشاندہی کرے، میں اس کے ساتھ موٹر سائیکل پر جبکہ باقی احباب پیدل گئے، میں نے اس دوران اس سے پوچھ لیا کہ آپ کے ابّا کہاں سے پڑھے ہوئے ہیں؟ اس نے بتایا جامعہ بدر العلوم رحیم یار خان سے، میں نے پوچھا، کیا ان کا عقیدہ ونظریہ بھی بدر العلوم والے حضرات جیسا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! وہ قبرستان مدرسہ کی عقبی جانب تھا، جس کے راستے میں خاردار جھاڑیاں بھی تھیں، ہم نے قبر پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کی اور واپس مدرسے میں آ گئے، مہتمم صاحب نے وہاں چار پائیاں وغیرہ لگا رکھی تھیں، ہم بیٹھے تا کہ اس بارے میں ان مولانا صاحب سے جو مہتمم تھے، کچھ معلومات لیں۔ گرمی کا موسم تھا، انہوں نے ہمیں شربت بھی پلایا۔

میں نے ان سے پوچھا کیا یہ عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں، ان کی ہی قبر ہے؟ کہا "جی ہاں" میں نے کہا اس کی کوئی سند بھی ہے؟ تو وہ بولے میں نے خواب دیکھا ہے، خواب میں مجھے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی، انہوں نے فرمایا "یہاں لوگ آتے ہیں، رسومات کرتے ہیں، جس سے تکلیف ہوتی ہے۔ آپ اس کا کوئی سد باب کریں" تو میں نے اس کی چار دیواری کا انتظام کر دیا۔ میں نے کہا اس خواب کے علاوہ کوئی اور سند یا اکابر میں کسی کا یہاں آنا اور کشف وغیرہ اگر ہو تو وہ بھی بتا دیں۔ تو کہنے لگے، جی ہاں مولانا ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد عبد اللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر حضرات بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ اور مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو کشف بھی ہوا، بلکہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی بیداری کی حالت میں صاحب قبر نے باہر نکل کر معانقہ کیا۔

مولانا صاحب کی اتنی گفتگو کے بعد حضرت استاذ جی نور اللہ مرقدہ نے مماتیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوستانہ لہجے میں فرمایا، کہ کچھ لوگ کہتے ہیں، قبروں میں کچھ نہیں، تو اس کا کیا مطلب ہے، کچھ نہیں ہے؟ آگے استاذ جی نے فرمایا مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ بھی انہیں لوگوں میں سے ہیں، تو حاضرین مجلس سب ہنس دیے، چونکہ ان کا یہ عقیدہ معروف تھا، بس پھر کیا تھا۔ مولانا صاحب کے تیور بدلنے لگے۔

پھر حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے کھلے الفاظ میں انہیں مخاطب بنا کر فرمایا، اگر آپ کا یہی عقیدہ ہے، تو دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں، آپ نے اب تک ہمیں جو کچھ بتایا ہے وہ سب جھوٹ ہے یا

پھر آپ اپنے عقیدے میں جھوٹے ہیں، اس پر ہنستے ہوئے حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ اور سبھی لوگ کھڑے ہوئے اور واپسی کے لئے اجازت چاہی۔ (مولانا محمد احمد گھاروی، احمد پور شرقیہ)

ایک مکّار کی مرمت

۷...... اسی طرح حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ حضرت مولانا قاری محمد مدنی مدرس مدرسہ عربیہ ختم نبوت چناب نگر نے سنایا۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ جب دارالعلوم کبیروالا میں پڑھاتے تھے ایک آدمی وہاں آیا کرتا تھا۔ جس کا قد لمبا تھا اور رنگ سرخ، بڑا پگڑ، ہاتھ میں لاٹھی، دیکھنے کو شیخ الحدیث۔ اس نے اپنے آپ کو پیر ظاہر کر رکھا تھا اور دارالعلوم کے اکثر اساتذہ جب بھی وہ مدرسہ میں آتا تو اس کے اردگرد جمع ہو جاتے۔ وہ ان کو عربی سناتا۔ عربی میں بات چیت کرتا۔ جس سے معلوم ہوتا کہ شاید کوئی عرب ملک کا رہنے والا ہے۔ سب اساتذہ ان سے مرعوب تھے۔ لیکن حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نہ مرعوب تھے نہ اس کے قریب جاتے تھے۔ بلکہ دوسرے اساتذہ کو بھی منع فرماتے تھے کہ اس کے پاس نہ جایا کرو۔ یہ بندہ ٹھیک نہیں لگتا۔ لیکن اساتذہ نے یہ سمجھا کہ مولوی عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ شاید ان سے حسد کرتا ہے۔ اس لئے ایسا کہتا ہے۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم سے باب العلوم کہروڑ پکا تشریف لائے تو وہ شخص وہاں سے یہاں باب العلوم آ گیا۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو منع کیا کہ باب العلوم نہ آیا کرو۔ لیکن وہ نہ مانا۔ ایک دفعہ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے طے شدہ منصوبہ کے تحت جوتے سے اس کی پٹائی شروع کر دی۔ طلباء دیکھ رہے تھے۔ وہ بھی ساتھ ہوئے تو اس کی خوب دھنائی ہوئی۔ آخر کار وہ مکر بنا کر گر گیا۔ اپنے آپ کو بے ہوش ظاہر کیا تو حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی اس زمانے میں وہاں پڑھتے تھے۔ انہوں نے ساتھیوں سے کہا کہ یہ مکر باز ہے، مکر کر کے پڑا ہوا ہے۔ اس کا مکر معلوم کرنا چاہئے تو انہوں نے اس کے منہ میں گڑ ٹھونس دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے منہ سے رال بہنے لگی۔ طلباء دور سے دیکھتے رہے۔ رال جب زمین پر گری تو اس کے منہ کی طرف چیونٹیاں بڑھنے لگیں۔ تب وہ مکر کو چھوڑ کر اٹھا اور ادھر ادھر دیکھنے کے بعد اپنی پگڑی اٹھائی اور دوڑ گیا۔ رات کو حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سوئے تو خواب میں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نظر آئے اور فرمایا عبدالمجید یہاں سے چلا جا، آنکھ کھلی تو استاذ جی خود فرما رہے تھے کہ میں سمجھا ویسے خواب ہے۔ پھر سو گیا تو دوبارہ خواب میں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے عبدالمجید! میں نے نہیں کہا کہ چلا جا تو حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نیند سے بیدار ہوئے۔ ایک طالب علم کو ساتھ لیا سائیکل پکڑی اور میلسی کی

طرف روانہ ہوگئے۔ادھر رات کے آخری حصہ میں سارا کھروڑ پکا مدرسہ میں جمع ہوگیا اور مدرسے کا گھیراؤ کرلیا۔سارا مدرسہ چھان مارا کہ کہیں استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کا سراغ مل جائے۔طلباء سے پوچھتے وہ کہتے کہ ہمیں پتہ نہیں آخرانہوں نے تھانے میں رپٹ درج کروانی چاہی پہلے تو تھانے دار نے بات نہ سنی۔آخرکار اس تھانے دار نے اس مشتبہ پیر سے پوچھا کہ تجھے کتنے زخم آئے ہیں۔اس نے بتایا۔تو تھانے دار نے کہا کہ تیرے کتنے پیسے اس پر خرچ ہوئے ہیں تو اس نے کہا کہ سو روپے۔اس تھانیدار نے وہ پیسے دے دیئے اور کہا یہ لو پیسے یہاں سے چلتے بنو۔میں رپٹ نہیں کاٹتا۔پھر ایک عرصہ بعد انکشاف ہوا وہ جو پیر بنا پھرتا تھا وہ تو عیسائی تھا۔تب جاکر لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ حدیث ’’**اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله**‘‘ کے مصداق کامل نظر آئے۔ (مولانا شفیق الرحمٰن، چناب نگر)

اتباع سنت

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے پچھلے سال دورہ حدیث کرنے والوں کو مسلسل بالتمر اور مسلسل بالمصافحہ کی اجازت دی طلباء کی تعداد قریباً ۱۵۰ تھی جن میں دارالعلوم فتحیہ کے سابق طالب علم مولانا حسنین معاویہ بھی تھے۔اور کچھ طلباء جامعہ مدنیہ بہاولپور سے بھی خاص ان مسلسل حدیثوں کی اجازت لینے آگئے تھے۔حضرت نے سب کو کھجوریں کھلائیں اور پھر مسلسل بالتمر حدیث پڑھائی، اسی طرح سب طلباء سے مصافحہ کیا اور حدیث مسلسل بالمصافحہ روایت کی۔دوران مصافحہ طالب علم کے ہاتھ کو ہلاتے بھی تھے یعنی برائے نام مصافحہ نہیں تھا بلکہ دستور کے مطابق مصافحہ کیا اور عام معمول کے مطابق ہاتھوں کو ہلایا۔

مسلسل حدیثوں کے روایت کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر آج تک امت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو محفوظ کیا اسی طرح ان کی عملی کیفیت کی بھی حفاظت کی۔اس سے ایک اور چیز کی بھی خبر ہوتی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک علمائے حدیث کو بہت زیادہ محبتِ نبوی حاصل تھی اسی محبت کا ہی نتیجہ تھا کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات کی طرح کیفیات کو بھی ایک مقام دیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسی تسلسل کو برقرار رکھنے کے لیے بڑے شوق وذوق سے ان حدیثوں کو پڑھا پڑھایا جاتا ہے۔

مولانا حسنین معاویہ نے بھی بتایا کہ حضرت شیخ الحدیث نے یہ مسلسل حدیثیں پڑھانے کے بعد فرمایا: مسلسل بیوم عاشوراء، عاشورہ کے دن اور مسلسل بیوم العید، جو کہ عید کے دن

کے ساتھ خاص ہیں اس لیے وہ اب تسلسل کی قبیل سے نہیں پڑھائی جاسکتیں۔ لٰہذا جو ان مسلسلات کو حاصل کرنے کا خواہش مند ہو وہ عاشورہ اور عید کے دن فون پر یہ حدیثیں مجھ سے پڑھ لے۔

مصافحہ میں سنت پر عمل

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا عمران (احمد پور شرقیہ) نے بتایا کہ حضرت کی ذات میں ایک خاص بات یہ دیکھی کہ جب وہ پیدل چل رہے ہوتے اور کوئی دائیں یا بائیں طرف سے آ کر مصافحہ کرتا تو اس کی طرف گھوم جاتے۔ اپنا چہرہ اس کی طرف موڑ کر مصافحہ فرماتے اور اس سے مخاطب ہوتے۔

رسومات سے پرہیز

حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھے سنت سے محبت اور بدعت سے بہت نفرت ہے ایک موقع پر فرمایا طلبہ میں سنت پر عمل کرنے کا شوق ومحبت اور بدعت سے نفرت پیدا کرنی چاہیے۔

حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حافظ محمد یوسف کا دارالعلوم کبیر والا کے زمانہ میں انتقال ہوا جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ سب رسمی امور سے دور رہے حالانکہ سب برادری جمع تھی ایسے موقع پر آدمی حالات کے دباؤ میں آ کر لچک پیدا کر لیتا ہے لیکن حضرت والا نے بڑی پختگی دکھائی اور برادری کی پرواہ کئے بغیر سب رسومات سے دور رہے آخر حضرت کے ماموں نے صورت حال کو دیکھ کر ناراضگی کا اظہار کیا انہوں نے کہا کہ سب برادری اور تعلق والے تمہاری خاطر آئے ہوئے ہیں اور تم ان سے دور دور پھر رہے ہو حضرت والا فرماتے ہیں میں نے کہا ماموں جان جہاں تک بڑے چھوٹے ہونے کا تعلق ہے آپ کا جوتا میرا سر، جتنا چاہو مارو میں سی نہیں کرونگا اور اگر بات ہے مسئلہ کی تو پھر میں آپ کو وہی بات کہتا ہوں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے کہی تھی: **یٰـأبت انی قد جآئنی من العلم ما لم یـأتک فاتبعنی اهدک صراطًا سویًا** اے ابا جان! اللہ نے مجھے وہ علم دیا ہے جو آپ کو نہیں دیا لٰہذا میری بات مان لو، میں تمہیں سیدھا راستہ بتاتا ہوں۔ ماموں جان میں بھی آپ کو یہی کہتا ہوں کہ دین کے مسئلہ کی بات ہے، میں نے دین پڑھا ہے، آپ نے نہیں پڑھا، اس لئے آپ مسئلہ مجھ سے سمجھیں۔ اس کے بعد حضرت نے سب کو سنت و بدعت کا مفہوم اور سنت کی اہمیت و

فضیلت اور بدعت کی مذمت سمجھائی چونکہ حضرت کی برادری میں بہت سارے لوگ حلوائی تھے تو آپ نے مثال دی کہ اگر میں تمہیں مشورہ دینے لگ جاؤں کہ جلیبی میں اتنی چینی ڈالو اور بالوشاہی اس طرح بناؤ تو آپ فوراً کہیں گے تجھے کیا پتہ آپ کوئی مٹھائی کے کاریگر ہیں؟ چونکہ میں مٹھائی کا کاریگر نہیں تو آپ مٹھائی کے بارے میں میرا مشورہ ماننے کے لئے تیار نہیں تو میں نے دین پڑھا ہے تم نے نہیں پڑھا، میں دین کے بارے میں آپ کی بات کیسے مان جاؤں؟ میں مٹھائی کے بارے میں تمہاری بات مانتا ہوں دین کے بارے میں تم میری بات مانو۔ حضرت فرماتے ہیں چونکہ یہ ہمارے گھر کا مسئلہ تھا والد صاحب کی وفات ہوئی تھی اس میں پختگی دکھانے کا فائدہ یہ ہوا کہ ہمیشہ کے لئے برادری کی رسوم و بدعات سے میری جان چھوٹ گئی میری سب برادری کو پتہ چل گیا ہے کہ جب یہ اپنے والد کی وفات پر رسموں میں شامل نہیں ہوا تو دوسروں کی رسموں میں کیسے شامل ہوگا اس لئے نہ مجھے کوئی رسموں پر بلاتا ہے نہ میں شرکت کرتا ہوں اور نہ ہی وہ اس کا برا مناتے ہیں۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ خالہ جی مرحومہ کا یکم ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ جمعرات کی رات کو دار البقاء کی طرف انتقال ہوا جمعرات صبح نو بجے باب العلوم میں اور شام چار بجے کمالیہ میں جنازہ ہوا حضرت والا نے جامعہ اسلامیہ باب العلوم کے استاذ الحدیث قاری محمد احمد مدظلہ کو نماز جنازہ پڑھانے کے لئے اور مولانا حبیب الرحمٰن مدظلہ کو بیان کرنے کے لئے فرمایا خصوصی طور پر مولانا حبیب الرحمٰن کو فرمایا یہ اعلان ضرور کر دینا کہ ہمارے ہاں ایصال ثواب کے لئے کوئی اجتماعی مجلس نہیں ہوگی البتہ اپنے طور پر جتنا ایصال ثواب کرنا چاہیں کر سکتے ہیں چنانچہ ہزاروں افراد کی موجودگی میں حضرت مولانا نے یہ اعلان فرمایا پھر کمالیہ حضرت نے خود نماز جنازہ پڑھائی جنازے سے پہلے آپ نے مختصر بیان کیا اس میں آپ نے اعلان فرمایا اصل چیز نماز جنازہ ہے نماز جنازہ کے بعد ہمارے ہاں نہ آج ایصال ثواب کی اجتماعی مجلس ہوگی، نہ کل ہوگی، نہ پرسوں ہوگی۔ اس لئے جنازہ کے بعد جو ہماری برادری کے لوگ آئے ہوئے ہیں وہ ہماری طرف سے فارغ ہیں جو آسانی کے ساتھ جا سکتے ہوں وہ بے شک چلے جائیں ہماری طرف سے اجازت ہے۔ رہی ایصال ثواب کی بات تو آپ لوگ اپنے طور پر جب چاہیں جتنا چاہیں ایصال ثواب کرتے رہیں ساری زندگی ایصال ثواب کرنے کے لئے ہے۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ آپ کے پاس خالہ جی مرحومہ کے لئے جو پونجی جمع تھی ان کی وفات کے بعد ان کے ایصال ثواب کی نیت سے آپ نے باب العلوم کے شعبہ بنات میں اس رقم سے دار الحدیث کی تعمیر شروع کرادی ہے ایک دن عصر

کے بعد مجلس میں فرمایا کہ کمالیہ میں جنازہ کے موقع پر میں نے اعلان کیا تھا کہ ہماری طرف سے ایصال ثواب کے لئے کوئی اجتماعی مجلس نہیں تو ممکن ہے برادری والے یہ سمجھیں کہ انہوں نے بخل کی وجہ سے ایصال ثواب کی اجتماعی مجلس کا اہتمام نہیں کیا یہ دارالحدیث مکمل ہو جائے تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں ساری برادری کی یہاں دعوت کروں اور ان کو دارالحدیث دکھاؤں تا کہ ان کو پتہ چل جائے کہ ہم بھی ایصال ثواب کے قائل ہیں ہم ایصال ثواب کرتے ہیں لیکن کرتے ہیں شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق نہ کہ اپنے خودساختہ رسمی طریقہ کے مطابق اور ان کو بتا یا جائے کہ چاول وغیرہ کی دیگیں وقتی چیز ہے وہ بھی برادری اور دوست احباب کے پیٹ میں زیادہ جاتی ہے غریب مستحق لوگوں کو کم نصیب ہوتی ہے اور یہ صدقہ جاریہ ہے اور یہ بھی پتہ چل جائے کہ رسمی طریقہ کے مطابق ایصال ثواب نہ کرنا بخل کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس کا دین و شریعت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ ایسے موقع پر غیر برادری کے لوگوں کے سامنے ڈٹ جانا اور جم جانا بھی بڑی ہمت ہے لیکن یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں کیوں کہ اگر غیر برادری کے لوگوں کا مسئلہ ہو تو اتنی پریشانی اور خطرے کی بات نہیں۔ البتہ جہاں سامنے اپنی برادری ہو جس کے ناراض ہونے اور ٹوٹ جانے کے خدشات بھی واضح نظر آ رہے ہوں وہاں انجام سے بے پرواہ ہو کر خلاف شریعت برادری کی خواہش و مطالبہ کو رد کر کے شریعت کے تقاضے کو مقدم رکھنا برادری کے دامن کو جھٹک کر شریعت کے دامن کو تھام لینا اسی کا نام ہے۔ اتباع سنت۔

آقائے دوجہاں ﷺ سے عشق

حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک بار ہم منیٰ میں بیٹھے تھے، نعت خواں حافظ ابوبکر بھی ہمارے ساتھ تھے۔ انہوں نے سرائیکی زبان میں نعت سنانا شروع کی: ’’حلیمہ! میں تیرے مقدراں توں صدقے، تو مدنی دا جھولا جھلیندی وی ہوسیں‘‘۔ استاذ جی نے جب یہ سنا تو آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں جاری ہو گیا، پھر فرمایا: میرے نبی کو جن دائیوں نے یتیم، بے سہارا اور غریب سمجھ کر چھوڑ دیا تھا، آج ان کا کوئی نام ونشاں نہیں اور نہ ان کو کوئی جانتا ہے، نہ ان کے قبیلے کو کوئی جانتا ہے، لیکن حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے اپنا تعلق حضور ﷺ کے ساتھ جوڑ دیا، تو صرف ان کا نام روشن نہیں، بلکہ ان کے قبیلے کا نام روشن، ان کی اونٹنی کا تذکرہ، ان کی بکریوں کا تذکرہ، ان کے بچوں اور شوہر تک کا تذکرہ تاریخ میں محفوظ ہو گیا اور آج تک ان کے قصیدے اور قصے پڑھے جا رہے ہیں، بلکہ آپ نے فرمایا: صرف اسی پر بس نہیں، جس جس نے حضور ﷺ کے

ساتھ تعلق جوڑا، چاہے وہ حبشے کا بلال رضی اللہ عنہ ہو یا فارس کا سلمان رضی اللہ عنہ، روم کا صہیب رضی اللہ عنہ ہو یا مکہ کے عمار رضی اللہ عنہ و یاسر رضی اللہ عنہ، خواتین میں حضرت سمیّہ وزنّیرہ رضی اللہ عنہما ہوں یا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وصحابیات رضی اللہ عنہما، آج ہر مسلمان ان کا نام عقیدت واحترام سے لیتا ہے، لیکن جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعراض کیا اور منہ موڑا، چاہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی رشتہ دار اور مکہ کے سردار کیوں نہ ہوں آج ان کو کوئی عزت واحترام نہیں دیتا اور نہ ہی ان کے ساتھ کوئی نسبت جوڑنے کو اپنے لئے فخر سمجھتا ہے، بلکہ حضرت نے فرمایا: آج بھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے ساتھ جڑ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو چمکا دیتے ہیں۔

۱۴۳۰ھ میں حضرت اقدس استاد جی رحمۃ اللہ علیہ ختم نبوت حج گروپ کے ساتھ حج کر رہے تھے، مدینہ منورہ حاضری حج کے بعد ہوئی، میں تو مدینہ منورہ دو دن قیام کے بعد واپس آ گیا۔ تیسرے دن استاد جی کا بیان تھا جو میں نہ سن سکا، حج کے تقریبا دوڈھائی ماہ بعد سی ڈی میں استاد جی کا بیان سن رہا تھا، اس بیان میں استاد جی نے اپنا ہی قصہ بیان کیا کہ: ۱۴۰۳ھ کی بات ہے میں یہاں آیا ہوا تھا اور حج کر کے گیا تھا تو ڈیڑھ پونے دو ماہ مدینہ منورہ رہا، جب حج کے لیے گیا تو حج سے فارغ ہونے کے بعد واپسی میں دو تین دن باقی تھے، دوست بیٹھے آپس میں مشورہ کر رہے تھے کہ اگر ایک آدھ دن کے لیے ہم مدینہ ہو آئیں تو کتنی اچھی بات ہو، ایک صاحب پاس بیٹھے تھے جو ملتان میں آڑھت کا کام کرتے تھے وہ کہنے لگے: مولوی صاحب کیا بات ایک طرف کہتے ہو کہ ثواب یہاں (مکہ مکرمہ) میں زیادہ ہے تو پھر مدینہ کیوں بھاگ بھاگ کر جاتے ہو؟ میں نے کہا: بھائی! یہ حساب جانیں تمہارے جیسے تاجر کہ لاکھ کہاں ملتے ہیں اور ہزار کہاں، ہم تو اتنا جانتے ہیں یہ گھر والا (بیت اللہ والا) تو ہر جگہ موجود ہے اور وہ وہیں ملتے ہیں ہم تو ان سے ملنے جاتے ہیں‘‘۔

میں نے یہ سنا تو جھوم اٹھا اور بے اختیار زبان سے نکلا کہ ’’واہ کیا بات ارشاد فرمائی‘‘۔

کئی ماہ کے بعد استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی اس وقت یہ خطبہ چھپ چکا تھا، مجھے یہ بات یاد آ گئی تو میں نے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سے ساری بات عرض کی کہ آپ نے عجیب والہانہ اور عاشقانہ نکتہ بیان فرمایا، تو آپ مسکرائے اور فرمایا: میں تو رات کو جلدی سونے کا عادی ہوں ابھی چند دن پہلے میں سویا ہوا تھا بارہ بجے کے قریب فون آیا۔ دوسری طرف سے لاہور سے مولانا ظفر اللہ شفیق بات کر رہے تھے، اس بے وقت فون کرنے پر اول انہوں نے معذرت کی اور کہا کہ میں آپ کے خطبات پڑھ رہا تھا، درج بالا بات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ جب میں نے یہ پڑھا تو

میں جھوم اٹھا اور ابھی تک اس کی حلاوت کا مزہ لے رہا ہوں اور بے اختیار آپ کو فون کرنے پر مجبور ہوا ہوں۔ (مفتی خالد محمود، کراچی)

جان قربان

ایک دفعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا (اس وقت توہین رسالت کے خلاف جلوس نکل رہے تھے) کہ اگر میدان جہاد سج گیا تو ان شاء اللہ عبدالمجید صف اوّل میں ہوگا۔

(مولانا محمد شاہد ندیم، چناب نگر)

مدینہ طیبہ کی حاضری

آپ جتنے دن بھی مدینہ منورہ رہتے آپ کی آنکھوں میں آنسو رہتے۔ آپ کو حضور ﷺ سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ حج کے دنوں میں بالکل چاق وچوبند چست ہو جاتے۔ احرام باندھ کر بس تسبیحات اور وظائف کا ورد کرتے۔ زمین پر لیٹے ہیں۔ گھنٹوں بسوں کا انتظار، زبان سے کبھی کوئی شکوہ ہم نے نہیں سنا۔ فرماتے کہ اوپر والے کا احسان ہے۔ جس نے ہمیں یہاں بلایا۔ اب آگے اس کی مرضی۔ جس حال میں رکھے حج کے فوراً دو دن کے بعد پاکستان واپسی تھی۔ طواف وداع کیا اور دوسرے دن پاکستان آگئے۔ طلحہ اپنے گھر، قاری صاحب فیصل آباد چلے گئے۔ میں اور استاد جی رحمۃ اللہ علیہ بذریعہ جہاز ملتان اور ملتان سے کہروڑ پکا پہنچ گئے اور اگلے ہفتے چناب نگر ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی لمبا سفر نہیں کیا۔ بس آس پاس تشریف لے جاتے رہے۔ الحمدللہ! کافی مقدار میں آپ نے اسباق پڑھا دیئے تھے۔ بندہ بھی چونکہ دورہ حدیث کا طالب علم ہے۔ اس لئے بخاری شریف جلد اوّل اور ترمذی جلد ثانی پڑھتا تھا۔ (احمد عبید ارشد، لاہور)

طواف میں سنت نبوی ﷺ کی رعایت

حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو قدرت حق نے حج وعمرہ کی سعادت سے مالا مال کر رکھا تھا۔ ایک مرتبہ دوران حج بیت اللہ کے قریب مقام ابراہیم کے اردگرد طواف کرتے ہوئے رش وبھیڑ میں دیکھا تو استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو کہا کہ حضرت جی دوسری منزل پر طواف کر لیا کریں۔ وہاں پر رش کم ہوتا ہے۔ حضرت والا فرماتے تھے حضور ﷺ بھی اس جگہ طواف کرتے تھے۔ اس لئے میں بھی اسی کو ترجیح دیتا ہوں۔ (مولانا عبدالرزاق شجاع آبادی)

بدر وخیبر کی حاضری

بدر سے واپسی پر حضرت نے فرمایا: ’’یہاں قریب ہی ایک کنواں ہے جس پر آپ ﷺ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔‘‘ چنانچہ اس مبارک کنویں کی تلاش میں یہ قافلہ روانہ ہوا اور اس کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ مدینہ منورہ واپسی کرتے ہوئے حضرت کی حسب منشاء طے ہوا کہ کل خیبر چلیں گے۔ پروگرام کے مطابق اگلے دن یہ قافلہ جانب خیبر روانہ ہوا۔ جناب رسول اللہ ﷺ سے عشق ومحبت آپ کا خاصا تھا۔ حضور ﷺ کے سفر، حضر، غزوات اور اسفار جہاد کے مقامات اوران کے حالات سے بخوبی آگاہ تھے۔ مسجد نبوی میں منبر رسول ﷺ کے سامنے بیٹھ کر دعا کرتے کہ اے اللہ! اس منبر سے آقا ﷺ نے جو علوم پھیلائے، مجھے وہی صحیح علوم عطاء فرما اور اکثر شمائل ترمذی کی روضۂ رسول کے جوار میں تلاوت کرتے۔ سفر حرمین میں آپ کے مصاحبین ورفقاء کے بقول آپ ایک ایک جگہ کے بارے میں احادیث میں آنے والے واقعات کا تذکرہ کرتے۔ آپ نے اس حال میں جان جان آفرین کے سپرد کی کہ نہ کسی ایک وقت کی نماز قضا ہوئی، نہ کوئی معمول ترک ہوا۔

تبرک نبوی ﷺ کی زیارت

حضرت استاذ جی رحمہ اللہ کو مدینہ منورہ کے خصوصی مقامات دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ آپ نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اس کمان کی زیارت کی ہے جس کے بارہ میں آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: ’’ارم یا سعد! فداک ابی وامی ‘‘اس کے دیکھنے کی سبیل یوں بنی کہ روضہ اقدس کے قریب ایک پرانا بازار قائم تھا۔ اس میں ایک کمرہ تھا۔ جس میں ایک صندوق تھا۔ اس میں وہ کمان محفوظ تھی۔ ایک دن فجر کی نماز کے بعد میں کمرہ کے نگران کے پاس گیا اور میں نے اس کی منت سماجت کی اور اس سے وہ کمان دیکھنے کی خواہش ظاہر کی جس کی بناء پر وہ راضی ہوا اور اس نے مجھے اس کمان کی زیارت کرائی۔

حدیث نبوی ﷺ سے عشق

حدیث شریف کی افتتاحی تقریب خصوصاً بخاری شریف شروع کرانے کے لئے جو حضرات آتے ہیں ان کی بات کو نہیں ٹالتا اور انکار نہیں کرتا اور حاضری ضرور دیتا ہوں۔ کیونکہ یہ میرے لئے سعادت مندی اور ذخیرہ آخرت ہے۔ (مولانا محمد جمشید، احمد پور شرقیہ)

مختلف حضرات سے سند حدیث کا حصول

۱...... وقت کے متعدد مشائخ حدیث ہیں جنہوں نے آپ کے علم وفہم اور تقویٰ وطہارت پر اعتماد کر کے آپ کو روایت حدیث کی اجازت سے نوازا مثلاً:

۱- حضرت الشیخ مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے اپریل ۱۹۷۸ء کو مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ میں اجازت حاصل ہوئی۔

۲- حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ حضرت الشیخ مولانا رسول خان رحمۃ اللہ علیہ۔

۳- حضرت الشیخ مولانا عبدالخالق ملتانی رحمۃ اللہ علیہ۔

۴- حضرت الشیخ علامہ عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ۔

۵- حضرت الشیخ مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ۔

۶- حضرت الشیخ مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

۷- حضرت الشیخ مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ۔ (استاذ مکرم رحمۃ اللہ علیہ ۱۴۱۱ھ میں اپنے حرمین شریفین کے سفر ۲۳ کی روداد میں لکھتے ہیں: ''مکہ معظّمہ میں ۲ ذی الحجہ سعودی بروز ہفتہ حضرت مولانا سرفراز خان دامت برکاتہم کی زیارت کی اور روایت حدیث کی اجازت کی تجدید کی)

۸- حضرت الشیخ مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ۔

۹- حضرت الشیخ مولانا مفتی فاروق احمد بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۰- حضرت الشیخ مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۱- حضرت الشیخ مولانا محمد شریف کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۲- استاذِ مکرم رحمۃ اللہ علیہ ۱۴۱۳ھ میں اپنے حرمین شریفین کے سفر:۱۱ کی روداد میں لکھتے ہیں: ''اسی گیارہویں سفر میں ۲۳ر فروری ۹۳ء پاکستان میں ۳۰ر شعبان اور سعودیہ میں ۲ر رمضان المبارک منگل بدھ کی درمیانی رات صلوٰۃ التراویح کے بعد مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام میں باب مجیدی کے اندر مولانا عاشق الٰہی دامت برکاتہم کے سامنے مسلسلات کی تلاوت کر کے مخصوص کیفیات کے ساتھ سند متصل کر کے اجازت حاصل کی گئی۔''

نیز اوائل صحاح ستہ، مسند شافعی رحمۃ اللہ علیہ، مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، صحیح ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، صحیح ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ، مسانید ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، مستدرک حاکم کے اوائل پڑھ کر اجازت حاصل کی گئی۔ مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت ہے جبکہ مجھے

بھی براہِ راست شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے روایت حدیث کی اجازت ہے۔

حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری اور جامع ترمذی درساً حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔اس لئے اس کا سلسلہ سند (حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ) تک یوں ہے:

’’عبدالمجید عن الشیخ عبدالخالق عن الشیخ انور شاہ کشمیری عن الشیخ محمود حسن عن الشیخ قاسم نانوتوی عن الشیخ عبدالغنی عن الشیخ محمد اسحاق عن الشیخ عبدالعزیز عن الشیخ شاہ ولی اللہ الدھلوی رحمۃ اللہ علیہ‘‘

اس کے علاوہ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کو گیارہ طرق سے اجازت حدیث حاصل تھی۔ ان میں سے نوطریق ایسے ہیں کہ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر شیخ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ تک واسطے مختلف ہیں۔لیکن شیخ اسحاق کو شاہ عبدالعزیز سے اوران کو شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم الدھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پھر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے اوپر کا سلسلہ سند ایک ہے۔

(۱)عن الشیخ محمد شریف کشمیری عن الشیخ انور شاہ کشمیری عن الشیخ محمود الحسن دیوبندی عن الشیخ محمد قاسم نانوتوی عن الشیخ عبدالغنی عن الشیخ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

(۲)عن الشیخ سرفراز خان صفدر عن الشیخ سید حسین احمد مدنی عن الشیخ محمود الحسن دیوبندی عن الشیخ محمد قاسم نانوتوی عن الشیخ عبدالغنی عن الشیخ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

(۳)عن الشیخ محمد زکریا کاندھلوی عن الشیخ خلیل احمد سھارنپوری عن الشیخ مظھر نانوتوی عن الشیخ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

(۴)عن الشیخ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ عن الشیخہ امۃ اللہ بنت شاہ عبدالغنی عن الشیخ عبدالغنی عن الشیخ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

(۵)عن الشیخ عبدالرشید نعمانی عن الشیخ حیدر حسن عن الشیخ عبدالرحمن پانی پتی عن الشیخ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

(۶)عن الشیخ مفتی محمود عن الشیخ فخر الدین عن الشیخ محمود الحسن دیوبندی عن الشیخ محمد قاسم نانوتوی عن الشیخ عبدالغنی عن الشیخ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

(۷)عن الشیخ رسول خان عن الشیخ محمود الحسن دیوبندی عن الشیخ محمد قاسم نانوتوی عن الشیخ عبدالغنی عن الشیخ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

(۸)عن الشیخ عاشق الٰہی عن الشیخ زکریا عن الشیخ خلیل احمد سہارنپوری عن الشیخ مظہر نانوتوی عن الشیخ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

(۹)عن الشیخ عبداللہ بہلوی عن الشیخ محمود الحسن دیوبندی عن الشیخ محمد قاسم نانوتوی عن الشیخ عبدالغنی عن الشیخ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰)عن الشیخ مفتی فاروق احمد عن الشیخ اشرف علی تھانوی عن الشیخ فضل الرحمن مرادآبادی عن الشیخ عبدالعزیز عن الشیخ شاہ ولی اللہ رحمھم اللہ

(۱۱) عن الشیخ محمد ادریس کاندھلوی عن الشیخ محمد اسماعیل عن الشیخ علی بن ظاہر الوتری عن الشیخ عبدالغنی عن الشیخ محمد عابد السندی عن الشیخ صالح القمری عن الشیخ المعمر محمد بن سنہ عن الشیخ احمد العجلی عن الشیخ محمد بن احمد النہروانی عن الشیخ بابا یوسف الھروی عن الشیخ المعمر محمد بن شاد بخت الفارسی عن الشیخ ابوعثمان یحی بن عمار الحثلانی عن الشیخ محمد بن یوسف الفربری عن الشیخ محمد بن اسمعیل البخاری عن الشیخ مکی بن ابراھیم عن الشیخ یزید بن ابی عبید عن سیدنا سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ عن سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲...... استاذ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مختلف محدثین سے سند حدیث حاصل کرنے کا بہت ہی شوق ہوتا تھا۔ ۱۹۷۹ء میں بہاولپور تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت مولانا مفتی فاروق احمد رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث جامعہ عباسیہ بہاولپور، ان کے والد ماجد مولانا محمد صدیق حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے) کے ہاں جانا ہے اور حدیث کی اجازت لینی ہے۔ چنانچہ حضرت استاذیم رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں حاضری دی۔ ملاقات ہوئی اور انہوں نے اوائل واواخر پڑھا کر اجازت مرحمت فرمائی۔ بندہ نے بھی اس سے فائدہ اٹھایا اور اپنے بارے میں اجازت حدیث کی درخواست کی جو قبول ہوئی اور

مجھے بھی اجازت مل گئی۔ (مولانا مفتی عطاء الرحمٰن)

۳...... شیخ حکیم العصر مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: ''طلباء اور علماء جانتے ہیں کہ عالی سند وہ ہے جس میں رجال کا واسطہ کم ہو جائے۔ اس کے لئے محدثین میلوں کا سفر کیا کرتے تھے۔ اس لئے ہمارے ہاں اس کی بڑی اہمیت ہے کہ جن واسطوں کے ساتھ ہمیں اجازت حاصل ہو رہی ہے وہ واسطے کم ہیں یا زیادہ ہیں۔ بہر حال اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میرے زمانے میں جتنے بڑے بڑے محدث موجود تھے میں ان سب کی خدمت میں حاضر ہوا اور نیازمندی کے ساتھ ان سے اجازت حدیث حاصل کی اور یہ نسبتیں میرے لئے بہت بڑی سعادت ہیں۔'' (خطبات حکیم العصر ج۲ ص۷۵)

حضرت مرحوم کے بیرون ملک کے اسفار

حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کے اندرونِ ملک تفریحی، ملاقاتی وزیاراتی اور تبلیغی اسفار تو بے شمار ہیں اور حرمین شریفین کے علاوہ بیرونی اسفار یہ ہیں۔ سفر انگلینڈ ۱۹۸۵ء۔ دوسرا سفر انگلینڈ ۲۰۱۲ء۔ ہندوستان کا پہلا سفر ۱۹۸۰ء۔ ہندوستان کا دوسرا سفر ۲۰۰۶ء۔ ہندوستان کا تیسرا سفر ۲۰۱۴ء۔ سفر افریقا ۱۹۹۸ء۔ سفر بنگلہ دیش ۲۰۰۹ء۔ سفر ملائیشیا اور تھائی لینڈ ۲۰۱۳ء۔ اور آپ کے اسفار حرمین کی تعداد ۳۳ ہے۔ جن پر ایک اجمالی نظر ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

حضرت حکیم العصر نور اللہ مرقدہ کے اسفار حرمین پر اجمالی نظر

سفر نمبر	نوعیت	سن	تعداد ایام قیام	تعداد حج	تعداد عمرہ	جمعات مکہ	جمعات مدینہ	جمعات منٰی	جمعات عرفہ
۱	عمرہ	۱۹۷۸ء	۲۲	×	۴	۱	۲	×	×
۲	حج	۱۹۸۰ء	۴۶	۱	۸	۳	۳	۱	×
۳	حج	۱۹۸۳ء	۳ماہ ۵دن	۱	۱۰	۳	۱۰	×	۱
۴	حج	۱۹۸۴ء	۹۸	۱	۱۳	۷	۶	ایک جمعہ جدہ	×
۵	حج	۱۹۸۵ء	۳۱	۱	۶	۳	۱	×	×
۶	عمرہ	۱۹۸۷ء	۲۵	×	۸	۲	۲	×	×
۷	حج	۱۹۸۸ء	۳۷	۱	۶	۴	۱	×	×

۸	حج	۱۹۸۹ء	۳۰	۱	۲	۴	۱	×	×
۹	حج	۱۹۹۰ء	۲۰	۱	۳	۲	۱	×	×
۱۰	حج	۱۹۹۱ء	۳۹	۱	۳	۲	۲	×	۱
۱۱	عمرہ	۱۹۹۳ء	۴۷	×	۱۱	۶	۱	×	×
۱۲	حج	۱۹۹۴ء	۴۰	۱	۳	۴	۱	×	۱
۱۳	عمرہ	۱۹۹۶ء	۱۹	×	۲	۲	۱	×	×
۱۴	حج	۱۹۹۶ء	۴۰	۱	۲	۲	۲	۱	×
۱۵	عمرہ	۱۹۹۷ء	۳۲	×	۴	۴	۱	×	×
۱۶	عمرہ	۱۹۹۸ء	۲۰	×	۴	۱	۱	×	×
۱۷	عمرہ	۱۹۹۸ء	۱۴	×	۲	۱	۱	×	×
۱۸	حج	۱۹۹۹ء	۲۵	۱	۱	۱	۱	×	۱
۱۹	عمرہ	۱۹۹۹ء	۲۱	×	۲	۲	۱	×	×
۲۰	عمرہ	۲۰۰۱ء	۳۱	×	۴	۴	۱	×	×
۲۱	عمرہ	۲۰۰۲ء	۲۹	×	۲	۲	۲	×	×
۲۲	عمرہ	۲۰۰۳ء	۳۰	×	۲	۲	۲	×	×
۲۳	حج	۲۰۰۴ء	۳۸	۱	۴	۴	۱	۱	×
۲۴	حج	۲۰۰۴ء	۳۹	۱	۳	۳	۱	۱	×
۲۵	حج	۲۰۰۵ء	۴۰	۱	۲	۴	۱	×	×
۲۶	حج	۲۰۰۶ء	۱۶	۱	۱	۲	×	×	۱
۲۷	حج	۲۰۰۷ء	۳۳	۱	۲	۳	۱	×	۱
۲۸	عمرہ	۲۰۰۸ء	۱۷	×	۱	۱	۱	×	×
۲۹	حج	۲۰۰۹ء	۴۰	۱	۱	۳	۲	۱	×
۳۰	حج	۲۰۱۰ء	۴۳	۱	۲	۵	۱	×	×
۳۱	حج	۲۰۱۱ء	۴۱	۱	۲	۲	۲	۱	×

۳۲	حج	۲۰۱۲ء	۴۲	۱	۱	۴	۲	۱	×
۳۳	حج	۲۰۱۴ء	۴۲	۱	۲	۴	۱	×	۱
کل			۱۱۹۹	۲۱	۱۲۳	۹۶	۵۷	۷	۷

آخری سفر حج کی عجیب بات یہ ہے کہ حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ۳۲؍اسفار میں سے ہر سفر کی روداد لکھنے کے بعد زیارت حرمین کے عشق و محبت کے جذبہ سے معمور و مجبور ہو کر یہ شعر لکھا ہے:

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش   الٰہی ایں کرم بارِ دگر کُن

لیکن آخری سفر کی روداد کے اخیر میں یہ جملہ تحریر فرمایا ہے۔ ’’رات کو بارہ بجے کہروڑ پکا پہنچے۔ الحمد للہ سفر اختتام کو پہنچ گئے۔‘‘ اور اس کے اخیر میں وہ شعر بھی نہیں لکھا۔

اکابر رحمۃ اللہ علیہم سے محبت

حضرت شیخ الاسلام سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و محبت آپ کو اپنے شیخ و مرشد قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے وراثت میں ملی تھی۔ آپ کو اپنے تمام اکابرین دیوبند پر اعتماد ایک عقیدت کے درجہ میں تھا اور تمام اکابرین کی محبت آپ کے خون کے ایک ایک قطرے میں تھی اور اپنے اکابرین کے تذکرہ پر جس قدر آپ پر شرح و بسط کی کیفیت طاری ہوتی یہ تو دیکھنے والے ہی بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سمیت سبھی اکابرین کی محبت اور ان کے علوم پر اعتماد آپ کے خون میں شامل ہو گیا تھا۔ انسانی طبیعت کے تقاضوں کی بناء پر آپ کو اپنے اکابرین میں امام ربانی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ پر تو آپ دل و جان سے فداء اور فریفتہ تھے۔ اگر یہ دعویٰ کر دیا جائے کہ آپ حضرت امام الآئمہ فی الفقہہ سراج الامہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے تو یہ دعویٰ ہرگز ہرگز غلط نہیں ہے۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ مجھے اکابرین دیوبند کے علوم پر اعتماد اور ان کی نسبت پر اطمینان علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین کے درجہ میں ہے۔ ایک بار ارشاد فرمایا کہ اکابرین دیوبند سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی اور حقیقی تصویر ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس عقیدت، محبت اور اعتماد میں اتنا

اعتدال تھا کہ ایک بار آپ کے سامنے اکابرین دیوبند کے متعلق کسی کا یہ جملہ نقل کیا گیا کہ اکابرین دیوبند صحابہ رضی اللہ عنہم کی بچھڑی ہوئی جماعت ہے جواب آ کر نمودار ہوئی ہے یا اس قسم کا کوئی جملہ تھا تو آپ نے بہت افسردگی کا اظہار فرمایا نیز ارشاد فرمایا کہ دنیا کے تمام اقطاب، اغواث، ابدال، اولیاء اور اوتاد سب مل کر ایک آخری درجہ کے صحابی رضی اللہ عنہ کی دھول کے ایک ذرہ کے برابر بھی نہیں چہ جائیکہ اتنی بڑی بات کہی جائے اور فرمایا کہ تمثیل کے لئے اور بہت سی چیزیں ہیں اس قسم کی تمثیل سے پرہیز اچھا ہے۔

اپنے اکابرین میں حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ اور ترجمان اہل سنت حضرت قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ (چکوال) کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ کے ہاں ایمان اجمالی معتبر ہو تو میں کہوں گا کہ میرا وہی ایمان ہے جو ان دو حضرات کا ہے۔ اللہ اکبر!

اپنے اکابرین پر اس قدر اعتماد تھا کہ ایک بار ارشاد فرمایا کہ مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ وہ اپنے اکابرین دیوبند کے علوم کے ترجمان اور شارح ہیں۔ اگر کسی کو ان کی تحقیق سمجھ یا پسند نہیں آتی تو اس کی کم علمی، کم فہمی یا کج فہمی ہے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ربانی، محبوب صمدانی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ نقل فرماتے کہ حضرت سید الطائفہ مجمع برکات حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ربانی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو خط تحریر فرمایا کہ عرصہ ہوا احوال معلوم نہیں ہوئے تو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب تحریر فرمایا کہ حضرت احوال تو بڑوں کے ہوتے ہیں البتہ تین چیزیں اپنے اندر محسوس کرتا ہوں: ۱-شریعت طبیعت بن گئی ہے، ۲-مدح وذم یکساں ہوگئے ہیں، ۳-ادلہ شرعیہ میں کوئی تعارض محسوس نہیں ہوتا۔ حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے اس خط کی تشریح فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ تینوں احوال غیر معمولی تھے اور علامت اس بات کی تھی کہ نسبت علم اور نسبت روحانیت دونوں تام ہوچکی ہیں اور یہ ولایت کا آخری درجہ ہے۔

''شریعت طبیعت بن گئی ہے'' کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جس طرح طبیعت کے تقاضے انسان کو محسوس ہوتے ہیں مثلاً بھوک لگتی ہے تو پیٹ کھانے کا تقاضا کرتا ہے، پیاس لگتی ہے تو پانی کا تقاضا، اسی طرح طبیعت کے تقاضے جب اپنے اپنے وقت پر ہوتے ہیں تو

ان کو پورا کیے بغیر چین وسکون نہیں آتا، بھوک لگتی ہے تو کھانا کھائے بغیر چین وسکون نہیں اور پیاس لگی ہے تو پانی پیے بغیر سکون وچین نہیں ہے ایسے ہی جب شریعت کا تقاضا ہوتا ہے تو وہ طبعی تقاضے کی طرح محسوس ہوتا ہے مثلاً نماز کا وقت آیا تو جب تک نماز نہ پڑھ لی تو چین نہیں آتا۔ بھوک لگی ہو تو نیند نہیں آتی اور پیاس لگی ہو تو سویا ہوا جاگ جاتا ہے ایسے ہی شرعی تقاضے طبعی تقاضے کی طرح ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات شرعی تقاضوں کی کیفیت طبعی تقاضوں سے بڑھ جاتی ہے۔

دوسری بات: ''مدح وذم یکساں ہوگئے'' کی وضاحت فرماتے کہ تعریف اور بُرائی دونوں کا اثر محسوس نہیں ہوتا۔ اگر کسی نے بھرپور تعریف کی تو دل خوش نہ ہوا، اور اگر کسی نے مذمت کی اور برائی بیان کی تو اس کا افسوس اور غم نہ ہوا، اور دل نے کسی قسم کی تنگی محسوس نہ کی، یہ ہے مدح وذم کا برابر ہونا۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ہاں سے ایک رسالہ نکلتا جس کے چند صفحات حضرت کی مخالفت سے بھرپور ہوتے تھے، جب تک حضرت کی بصارت کام کرتی رہی اس وقت تک آپ اس کو خود دیکھتے جب بینائی کمزور ہوگئی تو آپ نے ڈاک کا نظام حضرت مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ (والد گرامی برکۃ العصر مولانا شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ) کے سپرد کیا۔ جب یہی رسالہ مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھنا شروع کیا تو حیرت کی انتہاء نہ رہی اور حضرت سے بھی ان رسائل کا ذکر نہ کیا۔ چند ماہ گزرے اور حضرت کے سامنے ذکر نہ ہوا تو مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ بہت مہینے ہوئے ''ہمارے دوستوں'' نے ہمیں یاد نہیں کیا؟ اور ان رسائل کے بارہ میں استفسار کیا تو حضرت مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت رسائل تو آرہے ہیں مگر میری غیرت نے گوارا نہ کیا کہ اس قدر شدت کے بارہ میں آپ کو خبر دیتا۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ تو پڑھ کر سناؤ، مولانا نے عرض کیا کہ حضرت میرے اندر اتنی ہمت نہیں کہ آپ کو پڑھ کر سناؤں اور میری ہمت اس کو گوارا نہیں کرتی تو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر جواب دیا کہ اس سے قبل جو میں پڑھتا تھا اور اب سننے کا متقاضی ہوں، تو صرف اس لئے کہ شاید کوئی ایسی بات اس میں ہو جو بات حق ہو اور ادلّہ شرعیہ سے اس کا اطمینان ہو اور ہم اس کو قبول کرلیں اس پر حضرۃ الاستاذ (مولانا عبدالمجید لدھیانوی) رحمۃ اللہ علیہ پر بکاء وگریہ کی کیفیت طاری ہوجاتی۔

حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا یہ تھا ہمارے اکابرین کا صبر وتحمل اور حق کو جاننے اور اس پر عمل کرنے کا حرص، کہ ایک شخص مسلسل گالیاں اور مغلظات کے رسائل لکھ رہا ہے اور اس پر اس صبر وتحمل کا اظہار اور پھر قبول حق کا یہ حرص توفیق الٰہی سے ہی ممکن ہے۔ یہ ہے مدح وذم کا برابر

ہونا۔ یہ دو باتیں تو روحانیت کے کمال کی منزل ہے۔

اور تیسری بات کہ: ''ادلّہ شرعیہ میں کوئی تعارض نہیں معلوم ہوتا۔'' تو یہ بات علم کی انتہاؤں کی دلیل ہے۔ اور دلیل ہے اس بات کی کہ قرآن پر اور احادیث کے جمیع طرق اور جمیع روایات پر عبور ہو چکا ہے۔ اب فرمائیے کہ جس شخص کا علم اس قدر وسیع اور گہرا ہو تو فقیہ النفس اس کو کہا جانے لگا ہو اور زندگی کا اٹھنے والا ایک ایک قدم شریعت کے مطابق ہو اور شریعت طبیعت بن چکی ہو اور مزاج وفکر دونوں سنت میں ڈھل چکا ہو تو اس شخص پر اعتماد نہ کیا جائے تو پھر کیا کیا جائے؟

ایک بار ارشاد فرمایا کہ امام ربانی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ابنائے دارالعلوم دیوبند پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمیں دے گئے۔ اس کی تفصیلات بہت لمبی ہیں (مختصراً لکھتا ہوں) تذکرۃ الرشید میں اس کی تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد اپنے سگے ماموں سید شوکت علی (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ سادات میں سے تھیں) سے مرید ہو گئے تھے اور سید شوکت علی خاندانی پیر تھے۔ رسوم ورواج کے پابند اور بدعات کے مرتکب تھے۔

اب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے اس سلسلہ میں خط وکتابت شروع ہو گئی (یہ خطوط عربی میں ہیں ان کا ترجمہ ایک رسالہ کی شکل میں شائع ہو چکا ہے: راقم مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی) خلاصہ یہ کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس بیعت کے توڑنے پر آمادہ ہو گئے اور شرط لگائی کہ بیعت توڑ دوں گا لیکن اعلان نہیں کروں گا، کہ اس سے خاندانی مراسم پر اثر پڑے گا تو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو تسلیم نہ فرمایا بلکہ فرمایا: ''التوبة علٰی قدر الحوبة'' تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس بیعت کو توڑ دیا اور بھرپور اعلان کیا جس سے خاندانی تعلقات پر بھی خاصا اثر واقع ہوا۔

ہمارے حضرۃ الاستاذ (مولانا عبدالمجید لدھیانوی) رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا اس طرح پر حق کو تواضع کے ساتھ قبول کرنے کا صلہ اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ پوری دیوبندی جماعت میں اس کی مثال نہیں ملتی کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے حمایت سنت اور ردِّ بدعات میں جو کچھ فرمایا اور تحریر کیا اللہ نے ان کو لاکھوں انسانوں کی ہدایت کے لئے قبول فرمایا اور ان کے ذریعے راہ ہدایت لوگوں کو نصیب ہوئی۔ ایک بار اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذہن جتنا

زرخیز تھا اگر حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر ہاتھ نہ رکھتے تو لوگ مولانا احمد رضا خان بریلوی کو بھول جاتے اس لئے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ استدلال اور استنباط کے بادشاہ تھے۔ ایک بار ارشاد فرمایا کہ: ''دیوبندی'' دراصل نسبت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہے۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ دیوبند کے سبھی حضرات حضرت امام ربانی (حضرت گنگوہی) رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور ان کی تربیت حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی جن میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ذلک! البتہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ باقاعدہ بیعت تو نہیں ہوئے لیکن عملاً تربیت کا تعلق رکھا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ایک بار فرمایا کہ چونکہ بیعت کے بغیر تربیت کا کام چل رہا ہے اس لئے میں بیعت کی ضرورت نہیں رکھتا یہ ملفوظات میں بھی موجود ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

ایک واقعہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا سنا کر بہت لطف لیتے تھے اور اس وقت انداز بیان میں ایک خاص کیفیت محسوس ہوتی تھی کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ وصال سے پندرہ روز قبل اپنے بستر علالت پر تھے تو حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ، مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور جناب ماسٹر ظفر احمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ تسلی کے لئے بات کردی تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے روتے روتے کہا: کیا تم سمجھتے ہو کہ میں موت سے ڈر کر رو رہا ہوں یا اپنی تکلیف سے رو رہا ہوں حالانکہ ایسا نہیں، میں تو اس لئے رو رہا ہوں کہ بستر پر مر رہا ہوں، کاش میدانِ جہاد میں موت آتی، سر کہیں پڑا ہوتا اور بازو کہیں اور ٹانگیں کہیں ہوتیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

اکابرین دیوبند سے یہ محبت یک طرفہ نہ تھی بلکہ دوسری طرف سے اس کا جواب اور اس کی حوصلہ افزائی اور اس تعلق کی قدردانی سے نوازا جاتا تھا چنانچہ اس سلسلہ میں ایک خواب جو ہمارے جامعہ اسلامیہ باب العلوم کے استاذ اور ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے امام صلوٰۃ قاری محمد احمد بہاولپوری نے دیکھا کہ ایک بار ایک بزرگ جامعہ اسلامیہ باب العلوم میں تشریف لائے اور مجھے کہا کہ مجھے مدرسہ دکھاؤ۔ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ان کو پورے مدرسہ کا تعارف کرایا اور چل کر سارا مدرسہ دکھایا ان کو میں ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے

بیٹھنے کی جگہ لایا تو میں نے کہا یہ ہمارے استاذ ہیں تو ان بزرگوں نے فرمایا ان کے تعارف کی ضرورت نہیں ان کو تو خوب اچھی طرح جانتے ہیں ان کا تذکرہ ہمارے یہاں ہوتا رہتا ہے۔ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ حضرت آپ اپنا تعارف کروادیں تو ان بزرگوں نے جواب دیا کہ مجھے رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں آج میں ان (حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ) کے مدرسہ کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت یک طرفہ نہیں بلکہ دونوں طرف سے ہے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اکابرین کے ایسے دیوانے تھے کہ اکابرین دیوبند کی تصنیفات اور تحقیقات سامنے آجانے کے بعد پھر آپ کسی اور تحقیق کی طرف توجہ نہ فرماتے۔ فرمایا ہمیں معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کراچی سے لاہور تشریف لے جارہے ہیں اور ٹرین صبح کے وقت خانیوال پہنچے گی۔ اس زمانہ میں بہت صبح کبیر والا سے خانیوال کے لئے ٹریفک نہ چلتی تھی چنانچہ حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ اپنے چند تلامذہ سمیت کبیر والا سے خانیوال پیدل تشریف لے گئے اور وہیں اسی سفر میں زیارت کی سعادت حاصل کی۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ کبیر والا سے خانیوال بیس کلومیٹر ہے اس واقعہ سے اپنے اکابرین کے ساتھ دلی محبت اور وابستگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مولانا عزیر گل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عزیر گل رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے براہ راست شاگرد اور مالٹا میں قید کے رفیق بھی ہیں تو قیام دارالعلوم کبیر والا کے زمانہ میں آپ نے سفر کیا اور تقریباً پانچ بار حضرت کی زیارت کے لئے حاضری ہوئی۔ اس سیہ کار نے ایک بار عرض کیا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں آتا ہے کہ انگریز نے ان پر بے پناہ تشدد کیا اور غسل کے وقت ان کی کمر پر گوشت نہ تھا اور پھر ایک بار یہی بات جامعہ اسلامیہ باب العلوم میں تشریف لائے ہوئے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک عظیم بزرگ نے اپنے بیان میں بھی ارشاد فرمائی تو عصر کے بعد معمول کی مجلس میں حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ یہی بات میں نے حضرت مولانا عزیر گل رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کی تھی کہ آپ تو مالٹا قید کے عینی شاہد ہیں اس بارہ میں آپ کچھ فرمائیں۔ تو حضرت مولانا عزیر گل رحمۃ اللہ علیہ اس کو سن کر بہت ناراض ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ پتہ نہیں ہمارے اندر کس نے یہ

بات پھیلادی ہے حقیقت یہ ہے کہ انگریز پر آپ کا بہت رعب تھا اور انگریز نے آپ کی تفتیش میں تو کوئی کسر نہیں، چھوڑی لیکن تشدد نہیں کیا اور اگر یہ تشدد کیا جاتا جیسا کہ بیان کیا اور لکھا جاتا ہے تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اپنی عمر کے اس حصے اور بڑھاپے میں اس تشدد کو برداشت نہ کرسکتے۔ لہٰذا یہ بات غلط ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

جب حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اسباق یا علمی گفتگو میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیتے تو آپ پر ایک کیف طاری ہوجاتا اور آپ اس طرح فرماتے کہ ’’حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔‘‘ اس لفظ کی چاشنی وہی محسوس کرسکتے ہیں جنہوں نے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ لفظ بارہا سنا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارہ میں تو حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ آبدیدہ ہوجاتے۔ ایک بار آپ نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو شرف جو حاصل ہوا ہے وہ روایت کی وجہ سے نہیں بلکہ رؤیت کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اس سیہ کار نے ایک بار حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا گو سارے صحابہ رضی اللہ عنہم اعلیٰ ہیں آپ کو سب سے زیادہ انسیت اور محبت کس سے ہے؟ تو مسکرا کر فرمایا کہ عقیدہ کے اعتبار سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے اعلیٰ وافضل وبرتر ہیں اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا جتنا اعتماد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر تھا کسی اور پر نہ تھا۔ ارشاد فرمایا کہ اہل السنّت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کے مستحق تھے اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل ہیں افضل البشر بعد الانبیاء کا عقیدہ بھی ہے۔ مجھے طبعاً امیر المؤمنین حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بہت محبت ہے۔ پھر فرمایا کہ دو قبور پر حاضر ہوکر مجھے بہت رونا آتا ہے ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ۔ چنانچہ راقم الحروف نے دیکھا کہ ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ بقیع میں سلام پیش کرتے ہوئے جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہوئے تو چہرہ پر خاص کیف اور گریہ وبکاء طاری ہوجاتا تھا اور یہی حال حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضری پر ہوتا تھا۔ (مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی)

مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ اپنے طالب علمی کے واقعات سناتے۔ ایک بار فرمایا کہ حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ (والد گرامی قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ) سے مشکوٰۃ شریف اور مسلم شریف مکمل پڑھی۔ حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ طلباء کے ساتھ علمی وقار کے ساتھ بہت بے تکلف پیش آتے تھے۔ ایک بار عصر کی نماز کے بعد ہم کمرہ میں تھے اور چائے بنا رہے تھے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہم نے چائے پیش کی اور پنجابی طرز پر چائے میں نمک ڈال دیا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدا کے بندے! (حضرت مفتی صاحب کا تکیہ کلام) یہ چائے تو نہیں، سالن ہے۔

مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ (شاگرد رشید شیخ الاسلام حضرت سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، سابق شیخ الحدیث جامعہ ربانیہ) سے آپ نے گلستان، بوستان اور ابتدائی فارسی رسائل ان سے پڑھے تھے۔ راقم الحروف (مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی) ایک بار حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں کہروڑ پکا سے فیصل آباد کا سفر کر رہا تھا تو رجانہ کے بعد جامعہ ربانیہ سے پہلے آپ نے فرمایا ہمارے ایک استاد حضرت مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ ابھی یہاں حیات ہیں ان کی زیارت کرلیں تو حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ ان کی زیارت کے لئے رکے اور ایک گھنٹہ قیام فرما کر پھر سفر پر روانہ ہوئے۔

اسی طرح جب حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کی دونوں آنکھوں کا آپریشن ہوا اور ڈاکٹروں نے سفر سے منع کیا ہوا تھا اسی دوران حضرت مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا تو آپ نے اپنی طبعی احتیاطیں اور پابندیاں بالائے طاق رکھتے ہوئے لمبا سفر فرما کر اپنے استاذ محترم کی نماز جنازہ میں شرکت فرمایا مختصر بیان بھی فرمایا اور نماز جنازہ ادا کی۔ یہ آپ کے دل میں اساتذہ کی غیر معمولی قدر و قیمت کی دلیل ہے۔

مولانا محمد ابراہیم تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح ایک اور واقعہ جو مجھے حضرت مولانا جابر (مہتمم مدرسہ مدینۃ العلوم بوہڑ ضلع ڈیرہ غازیخان) نے بتایا کہ جب ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ تونسہ شریف میں مولانا حبیب الرحمٰن کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ محمدیہ میں ختم بخاری شریف کے سلسلہ میں سفر فرماتے تو لازماً اپنے استاذ

محترم حضرت مولانا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ تونسوی کی قبر پر تشریف لے جاتے اور حضرت مولانا ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بستی شہید میں واقع ہے اور بستی شہید کی تونسہ شریف سے مسافت تقریباً پچیس کلومیٹر ہے۔ اس سے اپنے اساتذہ کے ساتھ غیر معمولی تعلق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ایک بار یہ سیہ کار راقم الحروف (مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی) آزاد کشمیر کے بعض علاقوں میں گیا ان میں ایک علاقہ قمی کوٹ ہے تو احباب میزبان نے بتلایا کہ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک بستی میں حضرت مولانا محمد رفیق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ جب میں سفر سے لوٹا تو اپنے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کی توفیق اللہ نے بخشی، تو میں نے عرض کیا اس طرح سفر میں معلوم ہوا تھا کہ حضرت مولانا محمد رفیق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے فوراً حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے سوال فرمایا کہ تم وہاں گئے؟ اس سیہ کار نے شرمندگی سے عرض کیا کہ حاضر نہ ہوسکا تو افسردگی سے فرمایا کہ اگر تھوڑا فاصلہ تھا تو ہو آتے کیا حرج ہوتا تھا؟ پھر فرمایا کہ کبھی پروگرام بناؤ تو میں بھی چلوں گا۔

اساتذہ تو اساتذہ ہیں اس سیہ کار نے تو اپنے استاذ بھائی کی قدر کرتے ہوئے بھی دیکھا اس کے بھی دو واقعے عرض کرتا ہوں:

ایک بار جامعہ باب العلوم کے سالانہ ختم بخاری شریف کے جلسہ میں جب حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ ختم بخاری شریف کے لئے اپنی مسند پر رونق فرمانے جارہے تھے تو اس سیہ کار نے دیکھا کہ ایک بوڑھے شخص کو حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہاتھ سے سہارا دیکر کھڑا فرما رہے ہیں اور پھر ان کو مسند پر اپنے ساتھ بٹھا رہے ہیں اس سیہ کار کو دل میں تعجب اور حیرانی ہوئی کہ یہ کون شخص ہیں؟ اسی جستجو میں تھا کہ حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا (یہ سیہ کار حضرۃ الاستاذ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا) کہ یہ میرے استاذ بھائی ہیں حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا ہے۔

حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک دفعہ اس سیہ کار نے عرض کیا کہ حضرت مولانا کی تدریس کیسی تھی؟ ارشاد فرمایا تدریس؟ ان کی تدریس کا کیا پوچھتے ہو؟ اس وقت پورے پاکستان میں ان جیسے مدرس کم تھے۔ اس سلسلہ میں ایک جملہ ان کا مقام واضح کرنے کے لئے کافی ہے کہ شیخ المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد شریف کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ پاکستان میں صرف ڈھائی مدرس ہیں: ۱- حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ۔ ۲- حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ۔ ۳- پھر مسکرا کر فرماتے کہ آدھا مدرس میں بھی ہوں۔

جس شخص کی شہادت پیش کی جارہی ہے انہوں نے حضرت مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی علالت کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان میں اس خلاء کو پُر فرمایا جن کی ذہانت، فطانت اور قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ بحث کے دوران مذاہب کو شمار کرتے نمبر ا سے نمبر ۱۸ تک شمار کرتے پھر یکبارگی بغیر کسی توقف کے ۱۸ سے ا تک شمار فرماتے۔ اور عینی شاہدین کے مطابق بسا اوقات بخاری شریف، ترمذی شریف کی کتاب بند کر دی جاتی اور ۲۰،۲۰ صفحے مع متن وسند زبانی سناتے اگر طلبہ پڑھتے تو واقع ہونے والی غلطی پر فوراً متوجہ کر دیتے بسا اوقات طلبہ کسی سند میں جان بوجھ کر کوئی راوی درمیان سے چھوڑ دیتے تو فوراً اس راوی کا نام لیکر اس طرف متوجہ کر دیتے۔ یہ سطور لکھنے کی اس لئے ضرورت پیش آرہی ہے تا کہ وہ گواہی جو حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس اور علمی حیثیت کے متعلق دی جارہی ہے اس گواہ کی اپنی علمی حیثیت کا اندازہ لگایا جائے۔

حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کا شمار شیخ الاسلام خاتم المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے لائق اور معتمد ترین تلامذہ میں ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ دورۃ الحدیث سے فارغ ہوئے تو آپ کے استاذ حضرت سیّد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دارالعلوم کی تدریس کے لئے منتخب کر دیا۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ کے مشہور اسباق توضیح تلویح، شرح ملا جامی، ہدایہ اول، ہدایہ ثالث، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ شامل تھیں۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان، حضرت مولانا عبدالحلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نگران تخصص فی الحدیث جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی سمیت ہزاروں شاگرد آپ کے علوم سے مستفیذ ہوئے۔ آپ کے تمام شاگرد فرماتے ہیں کہ مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ جب پڑھاتے تو توضیح کو پورے سال میں کسی بھی دن نہیں کھولتے تھے۔ خود ہی توضیح اور تلویح کی عبارت پڑھتے اور طلباء کو اس کی تفہیم کراتے اور شرح ملّا جامی کا بھی یہی حال ذکر کیا جاتا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ اپنی علمی حیثیت کا لوہا دارالعلوم دیوبند میں بھی منوا چکے تھے۔

ایک بات جو اس سلسلہ میں ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی وہ بہت اہمیت کی حامل ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ اکیلے پنجابی مدرس تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں پنجاب کے متعلق مشہور تھا اہل پنجاب کا علمی ذوق نہیں اور ان کا دماغ زرخیز نہیں ہے۔ حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مولوی عبدالخالق نے پنجاب کے متعلق ہمارے اس تاثر کو دور کر دیا ہے۔

مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا: دارالعلوم میں ہدایہ کے متعلق اختیار تھا کہ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ دونوں میں سے طلباء جس کا چاہیں انتخاب فرمالیں۔ فرمایا زیادہ تر طلباء حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہ میں جایا کرتے تھے۔ (معاذ اللہ اس میں کسی کی تنقیص مقصود نہیں بلکہ کسی کتاب کی تدریس کا کسی کی نسبت سے معروف ہوجانا کسی دوسرے صاحب کمال کے کمال کی تنقیص نہیں ہوتی اور حضرت مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ کا شیخ الادب ہونا کسی سے مخفی نہیں)

حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے استاذ شیخ الاسلام حضرت سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری دور میں نسائی اور ابن ماجہ کے درس کے لئے منتخب فرمایا پھر دارالعلوم دیوبند سے پاکستان آنے تک اسی مسند حدیث پر آپ سے طلباء اکتساب فیض کرتے رہے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ اس نعمت کا بہت سرور سے ذکر فرماتے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے استاذ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا اعتماد عطا فرمایا اور ان کی اور شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند پر بیٹھ کر حدیث کی مشغولیت نصیب فرمائی۔

حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک بار ارشاد فرمایا کہ استاذ محترم جب سبق شروع فرماتے (باوجودیکہ حضرت صدر صاحب کا جسم بہت توانا اور صحت مند تھا) تین گھنٹے ایسے نشست پر بیٹھتے کہ اس میں تبدیلی نہیں ہوتی تھی۔ ایسے تنومند آدمی کا تین گھنٹے تک ایک نشست پر بیٹھنا اور اس میں تبدیلی نہ کرنا حدیث پاک کے غیر معمولی ادب کی دلیل ہے۔

حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ اس لئے کیا ہے کہ ہمارے حضرۃ الاستاذ ان کے علمی وارث تھے اس وقت پاکستان میں حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت تدریس حدیث ہمارے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ منتقل ہورہی ہے۔ **فجزاھم اللہ تعالیٰ عنہ خیر الجزاء واحسن الجزاء!**

حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ارشاد فرمایا: حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بہت رویا کرتے تھے اور دارالعلوم کبیر والا کی آبادی اور ترقی کے لئے روتے روتے ہچکی بندھ جاتی تھی۔ (راقم الحروف (مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی) عرض کرتا ہے کہ پاکستان کے مدارس میں اب تک جتنی قیادت کی تبدیلی دارالعلوم کبیر والا میں ہوئی ہے میرے علم کے مطابق اتنی کہیں نہیں ہوئی لیکن ہر تبدیلی کے ساتھ بحمد اللہ اس کی ظاہری و باطنی آبادی بڑھ رہی ہے۔ اللہ کرے کہ تا صبح قیامت ہمارے دادا استاذ کی یادگار سلامت با کرامت رہے)

ایک مرتبہ حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں ارشاد فرمایا کہ: دارالعلوم میں جمعہ کے بیان میں ایک دفعہ طالب علم (قاری عبدالحی عابد مرحوم) نے یہ کہہ دیا کہ اگر کسی نے اللہ کا ولی دیکھنا ہو تو حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لے۔ فرمایا: اس پر کئی ہفتے حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ روتے رہے اور فرمایا کرتے کہ قرب قیامت ہے کہ میرے جیسے آدمی کو اللہ کا ولی کہا جانے لگا ہے۔

حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کندیاں شریف (جانشین حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ) کے مرید اور خلیفہ تھے حضرت مولانا عبدالخالق نے کندیاں شریف دفن کی وصیت فرمائی تھی۔

چنانچہ اس سلسلہ میں حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کچھ پیسے رکھوائے تھے اور بہت تاکید فرمائی تھی کہ میری تدفین مرشد کے احاطہ (خانقاہ سراجیہ) میں ہو اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اس معاملہ میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آنے دینا لیکن ہوتا وہی ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے چنانچہ حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال اس وقت ہوا کہ ہمارے حضرۃ الاستاذ سفر پر تھے اطلاع تاخیر سے ملی کیونکہ اس زمانہ میں وسیع ٹیلی فون کا انتظام نہ تھا تو باوجودیکہ حضرت صدر صاحب کی وصیت سب کو معلوم تھی لیکن اس پر عمل نہ ہوسکا۔ اس موقع پر بعض لوگوں نے کوشش بھی کی لیکن کامیاب نہ ہوسکے اور جب حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ واپس تشریف لائے تو رقم ورثاء کے حوالہ کردی۔

حضرت صدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ''تحفہ سعدیہ'' میں مذکور ہے حضرت صدر صاحب نے ۱۵ر نومبر ۱۹۶۶ء مطابق یکم رشعبان ۱۳۸۶ھ بوقت فجر بحالت مراقبہ انتقال فرمایا اور دارالعلوم کے احاطہ میں مدفون ہوئے۔ حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے استاذ کا تذکرہ فرماتے تو بھرپور محبت سے فرماتے۔

ایک بار اس سیہ کار (مولانا عزیزالرحمٰن رحیمی) نے عرض کیا کہ حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو نسبت ''اتحادی'' تو نہیں ہے؟ تو فرمایا وہ کیسے؟ اس سیہ کار نے عرض کیا اگر شادی سے قبل آپ کی ملاقات حضرت صدر صاحب سے ہوتی تو شائد آپ شادی نہ کرواتے اور اولاد کا نہ ہونا بھی مشابہت کی دلیل ہے تو مسکرائے، پھر فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے مرشد حضرت عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے لئے جتنا استغفار کیا اور ان کو ایصال ثواب کیا اتنا کسی کے لئے نہیں کیا۔

پھر فرمایا کہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب جامعہ اسلامیہ باب العلوم پر بعض خارجی سخت حالات پیش آئے اور ان میں مجھے بھی خطرہ تھا اور باب العلوم کو بھی، تو ان دنوں میں مجھے اپنے

دائیں طرف حضرت اقدس مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ اور بائیں طرف حضرت مرشد حضرت اقدس رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ارواح محسوس ہوتی تھیں اور فرمایا ان کی موجودگی کی اتنی احساسیت تھی کہ میں بسا اوقات دائیں بائیں مڑ کر دیکھتا بھی تھا اس سے انسیت بھی ہوئی اور وہ رعب اور خطرہ جو میرے پیش نظر تھا اس میں باطنی طور پر بہت مضبوط سہارا میسر آیا۔ (مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی)

دیوبندیت پر اعتماد کامل

حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے مجلس میں یہ بات آئی کہ ایک بدعتی کہتا ہے کہ کیا مجھے اس بات کی ضمانت دیتے ہو کہ اگر میں دیوبندی بن جاؤں تو اس نسبت کی وجہ سے جنت میں جاسکوں گا؟ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ مجھے اپنے اکابرین پر اتنا اعتماد ہے کہ میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ دیوبندی ہونے کی بناء پر جنت سے نہیں روکا جائے گا۔ ہاں! کسی گناہ کی وجہ سے جنت سے روک دیا جائے اور جہنم میں ڈال دیا جائے تو الگ بات ہے۔ پھر فرمایا: ”ہمارے اکابرین جہاں جائیں گے ہم بھی ان کا پلّو پکڑ کر پیچھے پیچھے وہیں چلے جائیں گے۔ ان شاء اللہ!“

(مولانا جنید احمد، کہروڑ پکا)

مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

شعبان میں جب حیدرآباد استاد جی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے تو اکثر مجھے ٹنڈو الہ یار مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت وملاقات کے لئے ہمراہ لے جاتے تھے۔ کراچی حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت وملاقات کے لئے تقریباً ہر سال خاص طور پر تشریف لے جاتے تھے۔ (مولانا عبیداللہ ارشد، لاہور)

مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کا احترام

آپ کا باقاعدہ روحانی تعلق اس (رائے پوری) سلسلہ سے ہے، اس کے باوجود میں نے بارہا دیکھا کہ استاد جی حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا احترام ایسے ہی کرتے تھے جیسے اپنے حقیقی شیخ کا، اور اُدھر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسی شفقت ومحبت فرماتے کہ دیکھنے والے حیران ہوجاتے، اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ خود ہی بیان فرمائی تھی کہ ”میں مولانا عبدالمجید کا احترام اس لیے بھی کرتا ہوں کہ یہ میرے شیخ حضرت مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے گاؤں کے ہیں۔“

ایک مرتبہ دورانِ حج خیال آیا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کچھ وقت گزارا جائے، لیکن ادھر استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت چھوڑنے پر بھی دل رضامند نہ تھا، چنانچہ اللہ نے اس کی ایک عجیب راہ نکالی جو کہ میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھی۔

ایک دن محترم ومکرم بھائی محمد عابد مرحوم فرمانے لگے کہ مجھے کچھ کام ہے، میں کہیں جارہا ہوں، آپ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے کر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آجائیں۔ چنانچہ میں نے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سے تذکرہ کیا، آپ نے بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا اور حکماً فرمایا کہ ضرور جاؤ، میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بھائی عابد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ دو دن ظفر آپ کی خدمت کرے گا تو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً فرمایا کہ ''مولانا عبدالمجید سے اجازت لے کر آئے ہو؟ انہوں نے خوشی خوشی اجازت دی ہے؟'' میں نے عرض کیا: حضرت! نہ صرف اجازت لے کے آیا ہوں بلکہ انہوں نے حکماً بھیجا ہے، تو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں۔

اس سے اندازہ لگائیں کہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتنی عقیدت ومحبت تھی اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے کتنی شفقت ومحبت تھی۔ (مولانا مفتی ظفر اقبال، چیچہ وطنی)

مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود تحریر فرمایا کہ:

مسند الہند حضرت شاہ ولی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نکتہ بیان کیا کہ ''جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم مریدانِ مصطفیٰ ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مرادِ مصطفیٰ ہیں''۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل از بعثت ہوا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد از بعثت ہوا۔ اس بات کو حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تعبیر کیا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح محمد بن عبداللہ سے ہوا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح محمد رسول اللہ سے ہوا۔ حسن تعبیر کی ان دو خوبصورت مثالوں کے بعد گزارش ہے کہ امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ، محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے حضرت خواجہ خواجگان مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سب اپنے اپنے دور میں ختم نبوت جماعت کے امیر رہے، لیکن وہ سب حضرات مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر تھے اور مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر تھے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عہد امارت میں جس معیار پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو پہنچایا، بعد میں آنے والے سب مل کر بھی اس معیار کو قائم رکھیں تو یہ بھی کم کارنامہ نہ ہوگا۔

حضرت شیخ المشائخ، قطب وقت، خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین متین کی بہت بڑی خدمت لی، مخلوق خدا کی اصلاح وتزکیہ کے ساتھ ساتھ انہوں نے ختم نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ ودفاع کے لیے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے بے مثال خدمات سرانجام دیں۔

بندہ (مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ) کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے محبت وعقیدت عرصۂ دراز سے تھی۔ بارہا ان کی زیارت وملاقات کے لیے ان کی خدمت میں حاضری نصیب ہوئی۔ وفات سے دو دن قبل بھی جب وہ سیال کلینک ملتان میں زیر علاج تھے، حاضری ہوئی زیارت ومصافحہ کی سعادت ملی۔ پھر جنازہ میں بھی شرکت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے نافع اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی کئی بار جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا تشریف لائے شفقت ومحبت بھی فرماتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق تو تھا ہی ان کے صاحبزادے حصول علم دین کی خاطر یہاں تشریف لائے تو اس تعلق میں اضافہ ہوا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کرم نوازی بھی خوب رہی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے، ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے۔ ان کے بعد جملہ فتن، آفات و بلیات سے ہماری حفاظت فرمائے، ان کے اخلاف بالخصوص مولانا عزیز احمد (سجادہ نشین خانقاہِ سراجیہ ڈھاکہ بنگلہ دیش) اور مولانا خلیل احمد (سجادہ نشین خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف، ضلع میاں والی) کو اور بالعموم جملہ متعلقین کو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تادم آخر ان کے مشن کو جاری وساری رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ماہنامہ ''لولاک'' ملتان کا ایک عظیم وضخیم نمبر حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں شائع ہو رہا ہے یہ بہت ہی مبارک عمل ہے۔ حضرت موصوف کی زندگی کے حالات کو آئندہ نسلوں تک پہنچانا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ اللہ رب العزت اس خصوصی نمبر کو ادائے فرض کے طور پر اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

(ماہنامہ لولاک، مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ نمبر)

حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت

حضرت بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایسا گہرا تعلق تھا کہ حضرت کے مدرسہ اشرف العلوم کے سالانہ جلسہ کے حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ روح رواں ہوتے حتیٰ کہ عمروں کے تفاوت کے باوجود گویا ایک گہری دوستی کا تعلق تھا حضرت بہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ساتھ اپنے جامعہ اور خانقاہ کے علاوہ گھر تک کے معاملات میں مشورہ کرتے تھے جی بھر کے توجہات سے نوازتے بعض اوقات اصلاحی تنبیہ بھی فرماتے تھے۔

حضرت بہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جو علماء آپ سے ملاقات کے لیے آتے آپ ان کو رخصت کرتے، ذاتی جیب سے کرایہ بھی دیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا حضرت آپ بہت عرصہ سے ایک ہی مقدار کا کرایہ دیتے ہیں جبکہ اب کرایے بڑھ چکے ہیں حضرت بہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر کچھ اور بھی عنایت فرمایا۔ (مفتی احمد انور، مانکوٹ)

حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر تحریر فرمایا:

''میرے شیخ حضرت اقدس سید انور حسین نفیس رقم شاہ الحسینی قدس سرہٗ اس آخری دور میں ہمارے اکابر واسلاف کی یادگار، ان کی روایات کے امین اور مجموعہ محاسن وکمالات تھے، ان کے بارے میں اگر حقائق لکھے جائیں تو شاید کچھ لوگ اسے مبالغہ قرار دیں گے، جب کہ میری نگاہ میں میرا قلم ان کی شخصیت کے حقیقی خدوخال اور ٹھیک ٹھیک سراپا لکھنے سے بھی قاصر ہے، حقیقت یہ ہے کہ میں لکھنے لکھانے کا نہیں بلکہ پڑھنے پڑھانے کا آدمی ہوں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خدام خصوصاً بھائی عتیق انور سلمہ نے اس سلسلہ میں بہت چاہا کہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ لکھ دوں، مگر سچی بات یہ ہے کہ میرا قلم نہیں چلا تو میں نے معذرت کر لی امید ہے کہ میرے اس عذر اور معذرت کو قبول کر لیا جائے گا۔

یہ سن کر بے حد خوشی ہوئی کہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے اربابِ حل وعقد اور خصوصاً مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی نے جامعہ اشرفیہ لاہور کے ترجمان ماہنامہ الحسن کا نفیس نمبر شائع کرنے کا عزم کیا ہے۔ میں جامعہ اشرفیہ اور ماہنامہ الحسن کی انتظامیہ کو اس مستحسن اقدام پر مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائے اور اس نمبر کو ناشرین، مرتبین اور

قارئین کے حق میں باعث ہدایت وراہ نمائی بنائے۔ بلاشبہ اسلاف کا حق ہے کہ ان کے اخلاف ان کے علوم و معارف اور حیات و خدمات کو آنے والی نسلوں تک پہنچائیں تاکہ اخلاف اسلاف کے نقش قدم پر چل کر ابدی ہدایت کی راہ پاسکیں۔'' (ماہنامہ الحسن نفیس رحمۃ اللہ علیہ نمبر)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

''الحمد للہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کو عمر کے ہر حصہ میں قابل رشک انسان پایا، ابتداء سے مولانا کی تحریرات مطالعہ میں رہیں شاید ہی کوئی بات یا تحریر ہو جو نظر سے نہ گزری ہو۔ دورانِ درس ان کی تحریرات پر اعتماد کا اظہار کرتا رہتا ہوں۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ ملت اسلامیہ کے قابل قدر سرمایہ تھے، ان کی شہادت ان کے لیے تو باعث سعادت ہے لیکن دین وملت کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ است۔''

پیغام، مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

(ماہنامہ بینات شہید اسلام رحمۃ اللہ علیہ نمبر)

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''حضرت امام اہل حق مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ سے محبت وعقیدت عرصہ دراز سے ہے۔ پچپن سال قبل دورۂ حدیث کے زمانہ میں امام موصوف کی کتابیں گلدستہ توحید، دل کا سرور، آنکھوں کی ٹھنڈک طبع ہو کر موصول ہوئیں تو اُسی وقت ان کا مطالعہ کیا، اُس کے بعد بارہا ملاقات کے لیے جامعہ نصرۃ العلوم اور گکھڑ منڈی حاضر بھی ہوا۔ روایت حدیث شریف کی اجازت بھی تھی۔ پھر ان کے آخری حج کے موقعہ پہ مکہ معظّمہ میں اجازت کی تجدید بھی کی۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ شفقت ومحبت بھی بہت فرماتے تھے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی حسنات قبول فرمائے، ان کے بعد اللہ تعالیٰ فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔'' (مجلّہ المصطفیٰ امام اہل سنت نمبر)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

امام المفسرین والمحدثین حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر باعث افسوس ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

حضرت سیّد نفیس شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح یہ صدمہ بھی ہمارا مشترک ہے۔اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق دے۔اکابر کا وجود صدہا برکات کا باعث اور لاتعداد فتنوں سے حفاظت کا باعث ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے اور اکابر کے جاری کردہ کارہائے خیر کو جاری رکھنے کی توفیق دے۔

واصبر فكن من الصابرين فانما صبر الرعية بعد صبر الرأس

خيـر من العباس اجرک بعده والله خير منک للعباس

(ماہنامہ نصرۃ العلوم مفسر قرآن نمبر)

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ کا انداز تربیت بالکل انوکھا اور ممتاز تھا اور انہوں نے اپنے خلفاء اور مریدین میں معرفت الٰہیہ اور اللہ تعالیٰ سے عشق ومحبت کا ایک خاص رنگ بھر دیا ہے اندرون ملک اور خصوصاً بیرونی ممالک کے اسفار میں اس کا خوب مشاہدہ رہا۔اگرچہ حضرت سے میری بالمشافہ ملاقات اور گفت وشنید بہت کم رہی، تاہم بندہ ان کے جذبے اور خدماتِ جلیلہ کا ہمیشہ معترف رہا۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات میں ترقی نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، حضرت پر شائع ہونے والے خصوصی نمبر کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور امت کے لیے نافع بنائے۔آمین!

(سہ ماہی فغانِ اختر مولانا حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ نمبر)

مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور تصوف

پہلی بیعت

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ابتداء زمانہ طالب علمی میں انتہائی صوفی منش طالب علم شمار ہوتے تھے۔روشن والے میں تعلیم کے دوران آپ کے ہم درس مولانا نذیر احمد سے لے کر، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''الابقاء'' پڑھنا شروع کیا۔اس سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف طبیعت کا میلان اور جھکاؤ ہوا تو روشن والا میں مولانا نذیر احمد کے ایک عزیز حاجی محمد طفیل کے ذریعہ شاہ کوٹ کے قریب ایک گاؤں میں مقیم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے ایک بزرگ

مولانا کرم الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنا جانا شروع ہوا۔

حاجی محمد طفیل رحمۃ اللہ علیہ مولانا کرم الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ان سے تعلق صلاح وارشاد قائم کیا۔آگے چل کر مولانا کرم الٰہی اور حاجی محمد طفیل کا کسی مسئلہ پر اختلاف ہوا تو مولانا کرم الٰہی نے حاجی صاحب سے خلافت واپس لے لی۔حاجی صاحب کا کمال دیانت ملاحظہ ہو کہ انہوں نے قاسم العلوم ملتان میں تعلیم کے دوران مولانا عبدالمجید کو خط لکھا کہ میرے شیخ نے مجھ پر ناراضگی کے باعث خلافت واپس لے لی ہے۔اس لئے آپ اپنا اصلاحی تعلق میرے بجائے کسی اور سے قائم فرمالیں۔

اب شیخ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کسی عظیم مصلح ومربی متبع سنت وشریعت کی تلاش میں تھے۔ آخراللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا سن لی اور وہ بھی رمضان المبارک کی مقدس ساعتوں میں، چنانچہ ۱۹۵۷ء مطابق ۱۳۷۶ھ کے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ستائیسویں کی شب میں خالصہ کالج فیصل آباد میں حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز تراویح کے بعد جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے قطب الاقطاب مرشد العلماء حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں مجھے پیش فرما کر استدعا بیعت وطریقت وارشاد کی۔حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بلاکسی عذر درخواست قبول فرما کر اپنے حلقۂ عقیدت میں شامل فرمایا۔ یہ حضرت شیخ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس کا پہلا سال تھا۔اس دوران آپ جامعہ نعمانیہ کمالیہ میں معلم تھے۔

حضرت شیخ حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے کہ جب میں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا تھا تو طبیعت کا میلان اس طرف ہوا تھا۔پھر کئی دفعہ شرف ملاقات حاصل ہوا۔لیکن حضرت کی مجلس میں علماء کا بہت بڑا مجمع ہوتا تھا تو اس وقت ہم جیسوں کی وہاں تک رسائی ممکن نہ تھی۔بس صرف سلام ہوگیا، مصافحہ کرلیا۔کچھ دیر مجلس میں بیٹھ گئے۔(مجالس حکیم العصر ص۲۱۴)

جامعہ نعمانیہ کمالیہ اور جامعہ قاسم العلوم ملتان، دارالعلوم کبیروالا کا زمانہ آپ نے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت کا گزارا۔ویسے بھی جن لوگوں کو دین وعلم میں رسوخ حاصل ہوتا ہے وہ بخوبی جانتے ہوتے ہیں کہ دین کا ایک اہم شعبہ احسان واخلاص ہے جو کہ شریعت مطہرہ کے تمام اعمال کی روح ہے۔حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیشہ اسی شعبہ کے ساتھ وابستہ رہے۔ لیکن جب آفتاب حکمت وہدایت حضرت عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ۱۴؍ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ، مطابق ۱۶؍اگست ۱۹۶۲ء میں انتقال پرملال ہوا تو حضرت شیخ حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کافی عرصہ مضطرب

رہے کہ اب میں کس سے بیعت کا تعلق جوڑوں۔ چنانچہ حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی پڑھئے:

’’پھر جب میں کبیر والا میں مدرس تھا تو اس وقت حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوگئی۔ اس کے بعد تقریباً دو یا تین سال میں تحیّر میں رہا کہ کس طرف تعلق بیعت قائم کروں یا کس طرف رجوع کروں۔ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے کئی خلفاء سے بھی ملا۔ چیچہ وطنی والے پیر جی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ بھی کئی سے، لیکن کسی جگہ دل نہ ٹکا۔ انہی دنوں میں ایک دفعہ کمالیہ اڈے پر کھڑا تھا۔ مولانا عبدالمجید چوک منڈے والے بھی ساتھ تھے۔ ایک بس آ کر رکی اور اس میں سے حکیم محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ اترے تو مجھے دیکھ کر کہنے لگے کہ بس میں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین بیٹھے ہیں تو میں دوڑ کر بس میں گیا۔ حضرت سے جا کر مصافحہ کیا اور نیچے اتر کر حکیم محمد رمضان کمالوی کو کہا کہ یہ تو بالکل حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی شکل کے ہیں۔ تو انہوں نے کہا یہ صرف تیرا خیال نہیں بلکہ ساری جماعت کا یہی خیال ہے۔ تو پھر باہر سے میں بس کے شیشہ کی جانب سے حضرت کے پاس آ کر کھڑا ہوگیا اور جب تک بس کھڑی رہی میں حضرت سے باتیں کرتا رہا۔ پھر اس کے بعد مجھے خواب آیا (ویسے مجھے خواب زیادہ نہیں آتے کبھی آتے بھی ہیں تو میں ان کی پرواہ نہیں کرتا) وہ یہ کہ ایک دفعہ میں گھر سے نکلا تو دیکھا کہ ایک جگہ لوگوں کا مجمع ہے اور کچھ لوگ بیٹھے ہیں۔ کچھ کھڑے ہیں۔ میں نے کسی سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ تو کسی نے کہا کہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ آئے ہوئے ہیں۔ لوگ ان کی زیارت کے لئے جمع ہیں۔ میں نے فوراً سوچا (خواب میں ہی) کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ حضرت تشریف لائے ہیں اور مجھے پتہ ہی نہیں تو پھر میں تیزی سے اس طرف چل پڑا۔ وہاں ایک طرف مولانا ظفر احمد قاسم ٹھینگی والے آتے ہوئے ملے۔ یہ اس وقت میرے پاس پڑھتے تھے۔ میں نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا کہ مجھے حضرت کے پاس لے چلو۔ اب میں جاتے ہوئے (خواب میں ہی) یہ بھی سوچتا جا رہا ہوں کہ یہ خبر غلط معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو وفات پاگئے ہیں اور پھر معاً یہ سوچ بھی آئی کہ اللہ کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ اللہ نے دوبارہ زندگی دے کر بھیج دیا ہو اور قریب پہنچ کر جب آواز کان میں پڑی تو میں نے کہا کہ یہ واقعی مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ لیکن جب آگے بڑھ کے زیارت کی تو وہ حضرت مولانا عبدالعزیز سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ تھے تو بیدار ہونے کے بعد میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اس تحیّر کے وقت میں یہ غیب کی طرف سے اشارہ ہے کہ بس یہی ہیں ان کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ پھر فرمایا کہ مولانا عبدالعزیز رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ پر مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کا اتنا غلبہ تھا کہ ان کی شکل تک ان کے مشابہ ہوگئی تھی

اور حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو پان کھانے کی عادت تھی۔ جس کی وجہ سے حضرت کا منہ ہلتا رہتا تھا۔ (حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت ہونٹوں کے ہلنے کی کیفیت کی طرف اشارہ کر کے بتایا) اور حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو بالکل پان کھانے کی عادت نہ تھی۔ لیکن ان کا منہ بغیر پان کھانے کے بھی ویسے ہی حرکت کرتا رہتا تھا۔ جیسا کہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا کرتا تھا۔" (مجالس حکیم العصر ص ۳۶)

شیخ عبدالعزیز سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تعلق

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا تعلق حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا عبدالعزیز سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم فرمایا اور یہ تعلق کس قدر مضبوط تھا؟ حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے شیخ حضرت سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ سے کس قدر محبت تھی؟ اس متعلق مولانا منیر احمد منور فرماتے ہیں کہ:

"حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت مولانا عبدالعزیز سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ جانشین حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ روحانی نسبت قائم ہوئی جو حضرت کی زندگی کے اخیر تک قائم رہی۔ آپ کو اپنے شیخ سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کتنی محبت و مناسبت تھی اور حضرت شیخ کو بھی کس قدر آپ سے توجہ، شفقت اور اعتماد تھا، اس کا کچھ اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن لوگوں نے حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں دیکھا ہے۔ حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اکثر تو خود تشریف لے جاتے اور اگر کبھی جانے میں دیر ہو جاتی تو حضرت پیغام بھیج کر بلا لیتے اور مجلس میں اکثر حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر اپنے قریب بٹھاتے۔ اپنے ساتھ کھانا کھلاتے، کبھی اپنے ہاتھ سے لقمہ کھلاتے۔ باہمی اعتماد کا یہ عالم تھا کہ خانقاہی امور کے علاوہ بعض دفعہ اپنے ذاتی امور میں حضرت الاستاذ سے مشورہ لیتے۔ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے علم و تقویٰ پر بہت زیادہ اعتماد تھا۔ شیخ و مرید کی باہمی مناسبت، الفت و محبت پورے حلقہ میں مشہور تھی اور بعض نے تو جانشینی کے لئے قیاس آرائیاں شروع کر دیں۔ حضرت سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ بھی چاہتے تھے کہ حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ علمی مشاغل کم کر کے سلوک کی لائن کو اختیار کر لیں۔ لیکن حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ پر علمی نسبت اتنی غالب تھی کہ وہ اپنے آپ کو تصوف سلوک کے مشاغل کے لئے فارغ نہ کر سکے۔ اگرچہ حضرت الاستاذ کی بیعت کا تعلق تو حضرت سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا لیکن ادب و محبت کا تعلق سب مشائخ کے ساتھ رہا ہے۔ اس لئے

وقت کے سب اکابرین کی دعائیں اور توجہات آپ کے ساتھ رہی ہیں۔ اس لئے اگر آپ کو محبوب العارفین کہا جائے تو بجا ہے۔“ (مقدمہ خطبات حکیم العصرج۲ص۴۳)

حضرت سید نفیس شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تعلق

حضرت شیخ عبدالعزیز سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا تعلق خانقاہ رائے پور سے ہی تعلق رکھنے والے آفتاب رشد و ہدایت حضرت سید انور حسین شاہ نفیس رحمۃ اللہ علیہ سے قائم فرمالیا۔ حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا تعلق بہت زیادہ گہرا تھا۔ ہم نے اپنے زمانہ طالب علمی میں اکثر حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کو کئی کئی دن جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا میں حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں قیام کرتے ہوئے دیکھا اور حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ بھی اکثر لاہور حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ان کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔ حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصی شفقتوں سے نوازتے تھے۔ ہر سال ختم بخاری پر ضرور تشریف لاتے اور جلسہ کی صدارت فرماتے۔ اگر کہروڑپکا سے کوئی ساتھی لاہور جاتے تو حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کی خیریت ضرور پوچھتے اور ان کا تذکرۂ خیر فرماتے۔ اس تعلق و ارادت کا تذکرہ خود حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ سے بخوبی واضح ہوسکتا ہے۔

”حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے میرا محبت کا دیرینہ تعلق رہا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بے حد شفقتیں، عنایتیں، مہربانیاں مجھ پر ہیں۔ خانقاہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت کی خدمت اقدس میں جب حاضری کا موقع ملا، حضرت نے ہمیشہ میرے ساتھ ایسا پرکشش محبت کا معاملہ فرمایا کہ ہر دفعہ دوبارہ حاضری کا اشتیاق پہلے سے بھی زیادہ ہوگیا اور جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا کی ترقی میں حضرت کی دعاؤں اور توجہات کا بڑا گہرا تعلق رہا ہے۔ جب تک حضرت کی صحت نے ساتھ دیا ہمیشہ سالانہ جلسہ پر تشریف لاتے رہے اور یہاں آکر کافی خوشی اور فرحت محسوس کرتے تھے اور جب صحت سفر کی متحمل نہ رہی تو اگرچہ حضرت خود تشریف تو نہ لاتے تھے لیکن حضرت نے فرمایا جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا کی طرف میری پوری پوری توجہ ہوتی ہے۔“

(مجالس نفیس ص۱۹)

خود اپنے شیخ حضرت سید انور حسین نفیس شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کے جذبات کیا تھے؟ فرماتے ہیں کہ:

”حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق خانقاہ رائے پور سے حضرت مولانا عبدالقادر

رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوتا ہے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ غالباً ۱۳۷۶ھ، مطابق ۱۹۵۷ء میں بیعت ہو کر ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے اور چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے دل کی مٹی بڑی زرخیز رکھی تھی، نیکی، تقویٰ، اہل اللہ کی محبت اور اخلاص جیسی صفات ان کے دل میں ودیعت رکھی ہوئی تھیں۔ جس نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تعلق کو بہت جلا بخشا اور آپ کی طبیعت اور مزاج نے خوب خوب کسب فیض کیا اور بالآخر اس خانقاہ عالیہ سے آپ کو خلعت خلافت سے نوازا گیا اور پھر اللہ گواہ ہے کہ آپ کو اپنے مشائخ سے جو فیض ملا تھا آپ نے اس کو خوب خوب پھیلایا۔'' (مجالس نفیس ص ۱۹)

حضرت سید نفیس شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خلافت

حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم العصر استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے علم وتقویٰ، علمی وروحانی نسبت کی پختگی پر مکمل اعتماد فرمایا۔ اسی روحانی نسبت کا ثمرہ ہے کہ ۲۳؍ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ، بمطابق ۳۰؍ستمبر ۱۹۸۳ء جمعۃ المبارک کی شب نماز عشاء کے بعد مسجد حرام مکۃ المکرّمہ باب عمر کے اندر مطاف میں حضرت سید نفیس شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم العصر شیخ المحدثین مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔

شیخ جمیل احمد میواتی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خلافت

مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

''اسی طرح اسی سال ۱۱؍ذیقعدہ ۱۴۰۳ھ، بمطابق ۱۹؍اگست ۱۹۸۳ء جمعۃ المبارک کے دن مسجد نبوی مدینہ منورہ خوخہ ابی بکر کے سامنے نماز اشراق کے بعد حضرت مولانا جمیل احمد میواتی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفہ مجاز حضرت امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ قادریہ میں خلافت عطاء فرمائی۔''

شہادت الحرمین کی مصدقہ روحانی نسبت

اس کے متعلق مولانا منیر احمد منور لکھتے ہیں کہ:

''میں سوچتا ہوں کہ جب ہم حضرت سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت الاستاذ باقی ذاکرین کی طرح ذکر وشغل کی کوئی خاص محنت نہ کرتے، نہ ہی میں نے دارالعلوم اور باب العلوم میں حضرت الاستاذ کو صوفیاء کرام کے درجہ ذکر وشغل کے طریقہ کے مطابق

محنت کرتے دیکھا اور ذکر و شغل ہی روحانیت کے اوج کمال تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ پھر آپ کو شہادت الحرمین کی مصدقہ روحانی نسبت کیسے حاصل ہوئی؟ کا اس کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ۔

داد اورا محنت شرط نیست بلکہ محنت راداد او شرط است

مولانا محمد شفیق مدرس باب العلوم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت اقدس سید نفیس شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ حضرت میں نے کوئی لطائف وغیرہ کئے نہیں اور نہ مجھے اس متعلق کوئی خاص علم ہے۔ آپ نے یہ کرم کیا کہ مجھے خلعت خلافت سے نوازدیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مسافر دو قسم کے ہوتے ہیں:

۱...... ایک تو وہ ہوتے ہیں جو دائیں بائیں دیکھ کر راستہ طے کرتے ہیں اور منزل تک پہنچ جاتے ہیں۔

۲...... اور ایک وہ ہوتے ہیں جو دائیں بائیں دیکھے بغیر راستہ طے کرتے ہیں اور منزل تک پہنچ جاتے ہیں۔

آپ دوسری قسم کے مسافر ہیں جو ادھر ادھر دیکھے بغیر راستہ طے کر کے منزل تک پہنچ گئے ہیں۔

حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آج کل تصوف کے نام پر کئی جدتیں اور بدعتیں ہمارے اندر بھی داخل ہونا شروع ہوگئی ہیں، جو کہ ہمارے اکابر کے ہاں نہیں تھیں۔ منجملہ ان میں ایک یہ کہ آج کل اخبارات میں بڑے بڑے اشتہارات چھپتے ہیں کہ فلاں حضرت، فلاں مقام پر فلاں وقت تشریف لائیں گے، مجلس ذکر ہوگی، مراقبہ ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی تصویریں چھپتی ہیں، ان کی ویڈیو بنتی ہیں، جب یہ خرافات ہوں گی تو روحانیت اور دلوں کی صفائی کیسے ہوگی؟ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح اصولوں اور اکابر کی ہدایات کے مطابق خانقاہی نظام کو چلایا، اس میں کوئی ایک واقعہ معلوم نہیں کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مجلس ذکر اور مراقبہ کا اشتہار چھپا ہو۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہمارے کچھ اہل تصوف شاگرد ہیں، اب انہوں نے مدارس کے اجتماعات میں اسپیکر میں اجتماعی ذکر کرانا شروع کردیا ہے۔ میں نے کئی ایک مقامات پر ان کو روکا بھی، لیکن وہ اس کا زیادہ اثر ہی نہیں لیتے۔

استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی نمازیں بہت دھیان وخشوع والی ہوتی تھیں۔ اشراق کے پابند

تھے۔تہجد کی عادت تو طالب علمی کے زمانے سے ہی تھی۔دلائل الخیرات وحزب الاعظم پڑھنے کی عادت ہمیشہ رہی اوراس کا ذوق وشوق رکھتے تھے کہ دوسرے حضرات خصوصاً اہل علم حزب الاعظم وغیرہ ادعیہ ماثورہ پڑھا کریں۔قرآن کریم کے ساتھ خاص لگاؤ تھا۔غیر حافظ ہوکر بھی حافظوں کو لقمے دیتے تھے۔شرور وفتن سے حفاظت کی دعائیں خوب پڑھتے تھے۔سب دعائیں متوجہ الی اللہ ہوکراور معنی کا دھیان کرکے پڑھا کرتے تھے۔جادو وغیرہ سے حفاظت کے لئے نمازوں کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔’’امنت باللہ العظیم وکفرت بالجبت والطاغوت واستمسکت بالعروۃ الوثقٰی لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم ‘‘اپنے آپ کو سیدھی راہ پر قائم ودائم رکھنے کے لئے اس دعا کو بھی اپنی دعاؤں میں شامل رکھتے تھے۔’’اللھم ان قلوبنا ونواصینا وجوارحنا بیدک لم تملکنا منھا شیئاً فاذا فعلت ذالک بنا فکن انت ولینا واھدنا الیٰ سواء السبیل‘‘ (مولانا قاری محمد احمد بہاولپوری)

جس طرح کہ ہمارے اکابر کے حالات میں درج ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ دیوبند کے جلسہ میں دستار بندی کے موقعہ پر نماز کے بعد انتہائی پریشان تھے اور یہ الفاظ فرمارہے تھے۔افسوس! بائیس سال کے بعد تکبیر اولیٰ فوت ہوگئی۔(بیس بڑے مسلمان ص ۱۸۰) استاد جی رحمۃ اللہ علیہ ماشاءاللہ نماز باجماعت کا جو اہتمام فرماتے تھے اس کی مثال آپ ہی تھے۔ایک مستقل مصلیٰ (جائے نماز) امام مسجد قاری محمد احمد کے پیچھے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کا متعین تھا اور حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ جماعت کے وقت سے پہلے ہی آکر سنتیں ادا کرکے نماز کے انتظار میں بیٹھے رہتے۔پیش امام مفتی احمد ہر سال میں فجر اور عشاء کی نمازوں میں پورا قرآن مجید ختم کرلیتے تھے۔حضرت استاد جی نہایت توجہ،انہماک اور دھیان سے نماز پڑھتے۔کافی شوق اور دلچسپی سے قرأت سنتے۔حضر ہو یا سفر استاد جی رحمۃ اللہ علیہ جماعت کا انتہائی اہتمام فرماتے تھے۔ایک دفعہ مولانا منیر احمد منور فرمانے لگے سفر میں جب میں استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوتا ہوں تو استاد جی رحمۃ اللہ علیہ مجھے جماعت کا کہہ دیتے ہیں اور پھر میں سفر کی رعایت سے مختصر جماعت کرواتا ہوں۔ (مولانا شاہد ندیم)

سلام کی سنت

حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سلام کرنے اور پھیلانے کی ہمیشہ تاکید کے ساتھ ترغیب دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کا نسخہ بتایا ہے۔’’افشوا السلام بینکم ‘‘کہ آپس میں سلام پھیلاؤ۔ایک دفعہ ہندوستان کے سفر سے واپس آئے تو فرمانے لگے۔وہاں کے

طلباء میں سلام کا اتنا شوق ہے کہ ہر طرف سے سلام کی وجہ سے سیٹی کی آوازیں آتی تھیں۔ ہمارے طلباء میں اس چیز کا فقدان ہے۔

میری (مولانا شاہد ندیم) طالب علمی زمانہ کا واقعہ ہے۔ میرے کان میں شور سا شروع ہوگیا۔ دوا، علاج کیا۔ افاقہ نہ ہوا۔ میرا اعتقاد کامل تھا کہ اگر میرے مرشد ومربی حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ دم کردیں تو یہ بیماری ختم ہوجائے گی۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ دم کسی کو بھی نہ کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اگر میں یہ کام شروع کردوں تو لوگ بھینسوں کے لیے روٹیاں دم کرانے آجائیں گے تدریس اپنی جگہ رکھی رہے گی۔ خیر میں اپنے اوپر استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی شفقتوں کا سہارا لے کر چلا گیا اور دم کرنے کی درخواست کی۔ حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مشکوٰۃ شریف کا نسخہ موجود رہتا تھا۔ آپ نے منگوایا اور مشکوٰۃ ص ۱۳۴ کھولا اور فرمایا کہ یہ صحابی ہیں۔ حضرت عثمان بن ابی العاص یہ حضور علیہ السلام کے پاس آئے۔ دم کرانے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ جہاں درد ہے وہاں ہاتھ پھیرتے رہو اور تین دفعہ بسم اللہ پڑھ کر سات دفعہ یہ دعا پڑھو۔ ”**اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شرّ ما اجد واحاذر**“ پھر استاد جی نے فرمایا: بعض روایات میں **قدرتہ** کے بعد **وسلطانہ** کا اضافہ بھی ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسے کیا تو درد جاتا رہا۔ پھر استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بیٹا شاہد! تم بھی ایسے کرو۔ اللہ تعالیٰ شفا دیں گے۔ چنانچہ میں نے ایسے کیا تو افاقہ پایا۔ (مولانا شاہد ندیم، چناب نگر)

آخری ملاقات میں بھی بندہ (مولانا شفیق الرحمٰن) نے کوشش کر کے حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بائیں طرف کھڑے ہوکر نماز عصر پڑھی۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھتے تو تلاوت اور تسبیحات میں ہر ہر حرف کو پرسکون انداز میں الگ الگ کر کے ادا فرماتے۔ استاذ الحدیث حضرت مولانا قاری محمد احمد امام مسجد باب العلوم بہت لمبا سجدہ فرماتے ہیں۔ اس کے باوجود حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ بمشکل تین بار ”سبحان ربی الاعلیٰ“ کہہ پاتے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ حروف کو انتہائی آہستہ اور دل کی گہرائی سے ادا فرماتے۔ نماز کے سلام کے بعد حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ جیب سے تسبیح نکال کر تسبیحات فاطمی پڑھتے اور کچھ دعائیں دھیمی دھیمی آواز میں پڑھا کرتے تھے۔ بندہ نے استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ دعائیں سن کر یاد کیں۔ ان میں سے ایک دعا بمع فضیلت کے ذکر کردیتا ہوں: ”**الوابل الصیب من الکلام الطیب**“ میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے خواب دیکھا کہ شیطان کے لئے تخت لگایا گیا ہے۔ اس کے چیلے جمع ہیں۔ شیطان نے اپنے چیلوں کو کہا کہ کون حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو گمراہ کرنے کے لئے جائے گا۔

سب خاموش رہے۔ اس نے پھر سوال کیا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ میں یہ کام کروں گا۔ وہ گیا۔ واپس آ گیا اور کہنے لگا کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ کچھ کلمات پڑھتے ہیں۔ اس کو گمراہ کرنا مشکل ہے۔ وہ آدمی خواب سے بیدار ہو کر حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ ان سے وہ کلمات پوچھے۔ انہوں نے وہ کلمات پہلے تو نہیں بتائے۔ پھر آدمی کے قصہ سنانے پر حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے وہ کلمات بتائے اور فرمایا کہ میں ان کلمات کو صبح و شام تین تین بار پڑھتا ہوں۔ کلمات یہ ہیں: ''امنت باللہ العظیم و کفرت بالجبت والطاغوت واستمسکت بالعروۃ الوثقٰی التی لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم۔''

(مولانا شفیق الرحمٰن، چناب نگر)

معمولات میں پکے

حضرت والا جوانی کی عمر سے تہجد، ذکر اذکار، تلاوت کلام پاک، مطالعہ کتب، حتیٰ کہ چھوٹی چھوٹی کتب کا مطالعہ فرماتے۔ اللہ پاک نے بلا کا حافظہ دیا تھا۔ ایک بیان میں راقم موجود تھا۔ فرمایا مولوی اسماعیل! آپ نے فلاں کتاب میں شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ لکھا ہے اور پورا واقعہ بیان فرما دیا۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ اسباق میں بھی ادنیٰ مناسبت کے ساتھ بزرگوں کے واقعات سناتے۔ تعلیم کے زمانہ میں آپ کے ساتھی آپ کو صوفی کہہ کر پکارتے تھے۔ ایک مرتبہ راقم مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا جو آپ کے دورہ حدیث شریف کے ساتھی تھے تو قاسمی نے فرمایا کہ ہمارے صوفی صاحب کیسے ہیں؟ میں نے عرض کیا کون صوفی؟ فرمایا مولانا عبدالمجید!

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے مجازین کی فہرست

ہمارے مخدوم حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل کے حضرات کو خلافت سے سرفراز فرمایا:

۱...... حضرت اقدس مولانا خواجہ عزیز احمد، کندیاں شریف۔

۲...... حضرت مولانا ظفر احمد قاسم (آپ کو خالد بن ولید میں بھرے جلسہ میں اجازت دی)

۳...... حضرت مولانا قاری محمد یٰسین، مہتمم جامعہ دارالقرآن مسلم ٹاؤن فیصل آباد۔

۴...... حضرت مولانا عبدالمجید قاسمی، چوک سرور شہید۔

۵...... حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی، جامعہ فاروقیہ شجاع آباد۔

٦...... حضرت مولانا صوفی عبدالغفار، کبیر والا۔

٧...... مولانا مفتی محمد شیراز، پیر محل۔

٨...... قاری عبدالمالک، مدینہ منورہ۔

٩...... قاری شیر احمد، مدینہ منورہ۔

١٠...... مفتی شریف اللہ، اسکردو، خانقاہ حضرت شاہ نفیس رحمۃ اللہ علیہ۔

١١...... حافظ فیروز الدین، کراچی۔

١٢...... مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی، جامعہ دار القرآن فیصل آباد۔

(مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی، فیصل آباد)

متصوف اور غیر متصوف میں فرق

ایک مرتبہ بندہ نے حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ جو تصوف کی اصطلاحیں ہیں ان کا کیا مطلب ہے؟ فرمانے لگے کہ مجھے ان چیزوں کا پتہ نہیں چلتا کسی صوفی سے پوچھ لو پھر فرمایا ایک مرتبہ میں نے حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ان تصوف کی اصطلاحات کا تو کوئی ہمیں پتہ ہی نہیں ہے نہ ہی ہم نے طویل اذکار کیئے۔ حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا کہ آپ کی مثال اور ایک صوفی متصوف جو تصوف کے اسباق سیکھتا ہو ایسی ہے کہ جیسے دو آدمی کراچی سے لاہور کا سفر کریں ایک آدمی دائیں بائیں دیکھتا ہوا سفر کر کے منزل مقصود پر پہنچے اور دوسرا آدمی سفر شروع ہوتے ہی سو جائے اور جب گاڑی اسٹیشن پر پہنچے دونوں اتر جائیں آپ دوسرے کی مانند ہو کہ منزل مقصود آپکو بھی حاصل ہو گئی ہے مشاہدات نہیں ہوئے تو کوئی بات نہیں۔ (مفتی احمد انور، مانکوٹ)

معمولات یومیہ

صبح جلدی اٹھنا اور تہجد کی ادائیگی عام معمولات میں شامل تھا۔ پھر چائے وغیرہ پیتے اور نیا وضو فرما کر فجر کی سنتیں گھر ہی ادا فرماتے اور پھر نماز فجر کے لئے مسجد تشریف لے جاتے۔ نماز کے فوراً بعد دورۂ حدیث شریف کی کلاس میں ایک گھنٹہ ترمذی جلد ثانی کا سبق پڑھاتے۔ سبق کے بعد گھر آ کر ناشتہ کرتے۔ پھر اگر دل چاہتا تو مطالعہ کرتے رہتے۔ ورنہ آرام فرمالیتے۔ پھر ایک گھنٹہ بعد بیدار ہو کر نوافل پڑھتے۔ پھر مسلسل دو گھنٹے سبق پڑھاتے۔ ایک گھنٹہ مشکوٰۃ شریف کی کلاس میں جلد ثانی کا سبق پڑھاتے۔ پھر ایک گھنٹہ دورہ حدیث کی کلاس میں بخاری شریف جلد

اوّل کا سبق پڑھاتے۔ اسباق سے فراغت کے بعد نیچے اپنی لائبریری والے کمرے میں تشریف لے آتے۔ اخبار وغیرہ پڑھتے یا پھر عوام الناس میں جو حاضر خدمت ہوتا ان سے بات چیت فرماتے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر گھر تشریف لے آتے۔ مطالعہ کرتے رہتے یا پھر کوئی مہمان آجاتا تو ان سے باتیں کرتے رہتے۔

ظہر کی نماز باجماعت ادا فرمانے کے بعد کھانا تناول فرماتے اور اگر دل کرتا تو کچھ مطالعہ کرتے اور پھر آرام فرمالیتے۔ عصر سے مغرب تک مجلس لگتی اس میں اکثر طالب علم شریک ہوتے اور اپنے سوالات واشکالات پیش کرتے اور تسلی بخش جواب حاصل کرتے۔ استاذ جی کی مجلس اللہ والوں کے تذکروں سے گرم رہا کرتی تھی۔ جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم اور اکابرین بزرگان اور علمائے دیوبند کا تذکرہ ہوتا۔

مغرب کی نماز باجماعت ادا فرمانے کے بعد عشاء تک دلائل الخیرات، حزب الاعظم اور حزب البحر پڑھتے رہتے۔ عشاء کی نماز باجماعت ادا فرمانے کے بعد کھانا تناول فرماتے اور جلدی سو جاتے۔ یہ معمولات گھر قیام کے ہیں۔ دوران سفر میں معمولی ردوبدل ہوجاتا تھا۔ لیکن حتیٰ الامکان اپنے معمولات کسی کو زحمت وتکلیف دیئے بغیر پورے فرماتے۔ (محمد طلحہ سندھی)

معمولات مبارکہ

۱...... فجر کے بعد سورۃ یٰسین، مغرب کے بعد سورۃ الواقعہ اور سورۃ الدخان، عشاء کے بعد سورۃ الملک اور سورۃ السجدۃ۔

۲...... صبح وشام کی مسنون دعائیں جن کی تعداد ۶۰ (ساٹھ) سے متجاوز ہے اہتمام سے پڑھتے۔

۳...... تہجد کی رکعات میں آپ آیات توحید کی تلاوت زیادہ فرماتے۔ البتہ ایک رکعت میں ’’قل اللّٰھم مالک الملک‘‘ سے ’’وترزق من تشآء بغیر حساب‘‘ اور دوسری رکعت میں سورۃ الکہف کی آخری آیات تلاوت فرماتے۔

۴...... وقتاً فوقتاً حزب الاعظم کی ادعیہ پڑھتے، حزب الاعظم تو آپ کو تقریباً زبانی یاد تھی۔

۵...... آخری دن تک آپ تین سبق یومیہ پڑھاتے رہے: بخاری اوّل، ترمذی ثانی، مشکوٰۃ شریف۔

۶...... اپنی جوانی کے ایام میں آپ نے اپنے پاس ایک ہزار دانے کی تسبیح رکھی ہوئی تھی اور

اس پر آپ ۱۱ تسبیح نفی اثبات اور ۴۰ تسبیح اسم ذات شد ومد سے کرتے۔ البتہ بعد میں عمر اور مطالعہ تدریس کی وجہ سے ذکر کی یہ تعداد موقوف کروادی گئی۔

حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات طیبات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ معمولات کے نہایت پابند تھے اور اس میں ناغہ نہیں فرماتے تھے۔ تقریباً ۲۰ سال سے حضرت سے تعلق رہا ہے اور ان میں ۱۴ سال باقاعدہ وابستگی کے رہے۔ ان میں سفر بھی رہے اور حضر کا معاملہ بھی رہا۔ ہمیشہ یہ دیکھا کہ ہمارے حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ تہجد کے ساتھ وتر ادا فرماتے۔ اس میں مجھے جہاں تک یاد ہے بندہ نے اپنے حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کی تہجد قضا نہیں ہوتے دیکھی۔ کراچی کے اسفار اور حج اور ملائیشیاء کے اسفار میں بھی یہ عجیب بات دیکھی کہ رات بسا اوقات ایک بجے، ڈیڑھ بجے یا رات گئے سفر سے واپسی ہوئی اور تھکان سے چور ہم غافل گہری نیند سو جاتے۔ لیکن آنکھ کھلنے پر دیکھا جاتا تو حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ اپنے معمول کے مطابق میں مشغول ہیں۔

اگلے معمولات لکھنے سے قبل ایک لطافت بھری بات یہ ہے کہ سفر حرمین میں ایک دفعہ اس سیہ کار (قاری عزیز الرحمٰن رحیمی) سے فرمایا: قاری صاحب (محبت سے فرماتے تھے) کتنے بجے اٹھنا ہے؟ میں نے عرض کیا تین بجے (رات کو) تو آپ نے فرمایا کہ قاری صاحب مجھے الارم لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مجھے اللہ نے یہ نعمت دی ہے کہ میں ذہن میں جب یہ طے کر لیتا ہوں کہ مجھے اتنے بجے اٹھنا ہے تو مجھے بیداری ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد تو اس سیہ کار نے خوب آزمایا اور لطف اندوز ہوتا رہا۔ کئی بار ایسے ہوتا یہ سیہ کار عرض کر دیتا اور ساتھ ہی الارم لگالیتا۔ بس چند سیکنڈ قبل حضرت کی آواز آجاتی کہ قاری صاحب! اُٹھ جاؤ۔ یہ میرے لئے بہت عجیب بات تھی۔ البتہ یہ خصوصیت حضرت قطب العصر مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے میں بھی موجود ہے۔ جب یہ پڑھا تھا تو حیرانی ہوئی تھی۔ جب حضرت کو دیکھا تو حیرانی ختم ہو گئی۔

آپ کا طالب علمی سے ہی یہ معمول مبارک تھا کہ رات کو آپ بہت جلد سوتے اور صبح بہت سویرے اٹھ جاتے۔ ابتدائی ایام کا تو میں نہیں لکھ سکتا۔ البتہ ۲۰۰۰ء سے مجھے حضرت کی رفاقت کا شرف ملا تو گرمیوں میں حضرت اڑھائی بجے بیدار ہو جاتے اور سردیوں میں ساڑھے تین بجے بیدار ہو جاتے اور آپ اٹھ کر سب سے پہلے یہ کلمات پڑھتے۔ ۱-ایمان مجمل، ۲-ایمان مفصل، ۳-اور یہ دعا پڑھتے: ”اللّٰھم فاطر السمٰوٰت والأرض عالم الغیب والشھادۃ ذا الجلال والاکرام فاعھد الیک فی ھٰذہ الحیاۃ الدنیا واشھدک وکفیٰ باللہ شھیدًا، انی

اشھد ان لا الٰہ الّا انت وحدک لا شریک واشھد انّ محمدًا عبدک ورسولک واشھد انّ وعدک حقٌّ ولقائک حقٌّ والساعۃ آتیۃ لا ریب فیھا وانک تبعث من فی القبور، لا تکلنی الیٰ نفسی طرفۃ عین. اللّٰھم ان تکلنی الیٰ نفسی تکلنی الیٰ ضعف وعورۃ وذنب وخطیئۃ وانی لا اثق الّا برحمتک فاغفرلی ذنوبی کلھا انہ لا یغفر الذنوب الّا انت وتب علیَّ انک انت التواب الرحیم۔''

اس کے بعد آپ وضوفرماتے اور آسمان کی طرف دیکھ کر سورۃ آل عمران کی آخری آیات ''انّ فی خلق السمٰوٰت '' سے آخر تک اور یہ دعا پڑھتے: ''اللّٰھم انت نور السمٰوٰت والارض ... الیٰ آخر الدعاء '' پھر آپ تہجد کے نوافل میں مشغول ہوجاتے۔ سورۃ یٰسین شریف کبھی نماز فجر سے قبل اور کبھی نماز فجر کے بعد پڑھتے اور یومیہ قرآن کریم کا ایک پارہ تلاوت فرماتے تھے، اور مغرب کی نماز کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ تک مسجد میں دوزانو بیٹھ کر ادعیہ مسنونہ، سورۃ الواقعہ اور سورۃ الدخان، سورۃ الملک اور سورۃ السجدۃ کی تلاوت فرماتے۔ رات بہت جلد آرام فرماتے۔ عشاء کے بعد زیادہ گفتگو (دُنیوی اُمور میں) ناگوار ہوتی تھی۔ البتہ دینی مجالس اور اجتماعات اس سے مستثنیٰ تھے۔ نمازِ فجر میں آپ طویل قرأت پسند فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں اپنے امام حضرت محمد احمد (اس سیہ کار کے استاذ، بندہ نے مسلم شریف مکمل، جلالین شریف، ہدایہ ثالث ان سے پڑھی) کی تعریف فرماتے کہ قاری صاحب طویل قرأت فرماتے ہیں۔ اور آپ زندگی کے آخر دن تک مسجد میں آکر نماز ادا فرماتے رہے۔ جب چلنا دشوار ہوا تو حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کو موٹر سائیکل پر لایا جاتا تھا۔ عزیزم مولانا محمد سعد (صاحبزادہ محترم حضرت اقدس الشیخ حبیب الرحمٰن) جنھوں نے بڑی سعادت مندی سے خدمات سرانجام دی ہیں اور حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کی راحت رسانی کا بھی بہت خیال رکھا۔

ہمارے شیخ حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ قبرہ وبرد اللہ مضجعہ کا ایک عجیب معمول تھا کہ آپ تدبر قرآن بہت فرماتے تھے۔ بظاہر آنکھیں بند ہوتیں۔ لیکن ذہن پوری سرعت اور قوت کے ساتھ قرآن کے معانی میں غوطہ زن ہوتا تھا۔ بسا اوقات آدھا گھنٹہ گزر جاتا اور ہم سمجھ جاتے کہ حضرت سوگئے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد آواز آتی، قاری صاحب! یہ لفظ قرآن پاک میں کہاں کہاں ہے؟ اس پر اس سیہ کار کی حیرت کی انتہا نہ ہوتی۔ ایک بار اس سیہ کار نے عرض کیا: بظاہر تو آپ سوجاتے ہیں، لیکن بہت دیر کے بعد اچانک ہمارا امتحان شروع فرمادیتے ہیں۔ تو اپنی عادت

شریفہ کے مطابق مسکرائے اور فرمایا: اللہ نے یہ میرے اوپر بہت انعام فرمایا ہے کہ مجھے قرآن کریم میں تدبر اور غور وخوض کا حظِ وافر نصیب ہوا ہے۔ بظاہر تو میں سویا ہوا ہوتا ہوں، لیکن میں آنکھیں بند کئے اس میں غور کرتا رہتا ہوں، اور اس سلسلہ میں عجیب وغریب معانی وتفاسیر اللہ تعالیٰ میرے دل پر القاء فرماتے ہیں، اور بسا اوقات ایک لفظ پر گھنٹوں اور بعض اوقات ہفتوں غور کرتا ہوں۔ اور آپ موقع محل کے مطابق قرآنی آیات سے استدلال فرماتے اور خوب اچھی طرح سمجھاتے۔ اگر حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے مقامات کو بیان کروں تو شاید کتاب بن جائے۔ ایک بار بندہ نے عرض کیا کہ آپ قرآن کریم کے حافظ نہیں ہیں۔ لیکن جب مختلف الفاظ کو قرآن کریم سے بیان فرماتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے۔ کئی مجالس میں حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا تو ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر یہ انعام فرمایا ہے کہ میں جب قرآن کریم کے کسی لفظ پر غور شروع کرتا ہوں تو چند سیکنڈ میں الحمد سے پورا قرآن میری نظر سے گزر جاتا ہے اور میں اس سے اپنے مطلب کے الفاظ وآیات کا انتخاب کر لیتا ہوں۔

آپ نماز باجماعت صف اوّل تکبیر اولیٰ اور امام کے پیچھے پڑھنے کے عادی تھے۔ فجر کی نماز سے ۱۰ یا ۲۰ منٹ قبل مسجد میں تشریف لا کر اپنے معمولات کو پورا فرماتے۔ ظہر کی نماز سے تقریباً ۱۰ منٹ قبل تشریف لاتے اور سنت ظہر کے قیام کو طویل فرماتے۔ ایسے عصر سے قبل آ کر دو یا چار رکعت ادا فرماتے۔ عصر کے بعد آپ کے محبین کا حلقہ آپ کے اردگرد جمع ہو جاتا تھا۔ مغرب تک آپ بزرگوں کی سوانحات سنتے۔ البتہ مغرب کے بعد دوسنتوں سے فارغ ہو کر تقریباً پون گھنٹے تک دوزانو اپنی جگہ بیٹھے رہتے اور معمولات پورے کرتے۔ ایسے عشاء سے قبل تشریف لاتے۔

منگل والے دن عشاء کے بعد آپ کا ہفتہ واری بیان ہوتا۔ جس میں اصلاح احوال اور عقائد کی تصحیح پر زور دیا جاتا۔ (قاری عزیز الرحمٰن رحیمی)

متفرقات

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی ڈائری میں مختلف عنوانات کے تحت خاص خاص پسندیدہ باتیں درج تھیں، انہیں نقل بمطابق اصل درج کیا جاتا ہے۔

سیاست اور تعلیم

خوب یاد رکھا جائے سیاست اور تعلیم دونوں کے راستے دونوں کے قاعدے، دونوں کے طرز استدلال الگ الگ ہیں۔ علمی مزاج پر سکون ماحول کا طالب ہے۔ جہاں زبان شائستہ اور

شگفتہ ہوتی ہے۔ دوسرے کا مزاج ہنگامہ، شوروغل اور افراتفری کو چاہتا ہے۔ جہاں شگفتگی اور سائستگی ہوتی ہے نہ اطمیان وسکون، بلکہ طنز وتشنیع، گالم گلوچ، ماردھاڑ۔

مدارس دینیہ کا اصل موضوع تعلیم وتربیت ہے۔ یہ موضوع سیاسی مزاج کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔ نہ اس کے لب ولہجہ اور عنوان وبیان کی اس میں گنجائش ہے۔ اہل علم اس فرق کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ عام مسلمانوں کو بھی اس فرق کو محسوس کرنا چاہئے اور اس کے مطابق قدم اٹھانا چاہئے اور اس لائن پر سوچنا چاہئے۔ مدارس اسلامیہ کے ذمہ داروں پر فرض ہے کہ وہ تعلیمی اداروں کو سیاست کی چھاؤنی بنانے سے باز آئیں۔ جتنا جلد ممکن ہو تعلیمی اداروں کو اس سے پاک کرنے کی جدوجہد فرمائیں۔ ورنہ تعلیم نام کی کوئی چیز باقی نہ رہنے پائے گی۔ سیاست ہی سیاست رہ جائے گی۔

عبدالمجید غفرلہ

۲۱؍ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ، مطابق ۱۷؍اپریل ۱۹۸۲ء

فاران، جبل نور کا نام ہے جس کی چوٹی پر غار حراء ہے۔

خورشید علی عباسی کا وصال

۱۱؍دسمبر ۱۹۸۰ء صبح دو بجے بروز جمعرات بمطابق ۲؍صفر ۱۴۰۱ھ کرم فرمائے بندہ محمد خورشید علی عباسی اس دارفانی سے رحلت فرماگئے۔ رحمه الله رحمةً واسعةً!

حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت

۳؍مئی ۱۹۷۸ء، بمطابق ۲۴؍جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ کو ملتان حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی زیارت کے لئے جانا ہوا۔

مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت

۸؍مئی ۱۹۷۸ء، بمطابق ۲۹؍جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ حضرت اقدس مولانا عبدالعزیز (سرگودھوی) دامت برکاتہم کی زیارت کے لئے قبولہ حاضری ہوئی۔

دعاء کرب

”لا الہ الا الله العظیم الحلیم. لا اله الا الله رب العرش العظیم. لا اله الا الله رب السمٰوٰت ورب الارض ورب العرش الکریم“

”لمن اراد ان یخفی علی الاعداء. انا جعلنا علی قلوبهم اكنةً ان

یفقھوہ وفی آذانھم وقراً (اسراء) اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبھم وسمعھم وابصارھم (نحل) افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ (جاثیہ)" ان تینوں آیات کے ساتھ سورۂ یٰسین کی ابتدائی آیات "**فھم لا یبصرون**" تک اضافہ کرلیا جائے۔ (معارف القرآن ج۵ ص۴۷۹)

خلاف، اشاعت کی روک تھام کے لئے "قعدہ اخیرہ" میں **خشعت الأصوات للرحمٰن فلا تسمع الّا ھمسا.**

خالق ارض وسماء سے مانگنا چاہئے

انسانوں نے اپنے معاش کے لئے مختلف ذرائع اختیار کر رکھے ہیں۔ ان ذرائع میں سے ایک ذریعہ گداگری بھی ہے۔ انسانوں کی معتدبہ تعداد اسی پیشہ سے گزراوقات کرتی ہے۔ عاجز اور محتاج انسان کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے بھی بھوکے نہیں رہتے۔ بلکہ بآسانی وبفراغت ایسی ضروریات پوری کرتے ہیں تو **خزائن السموات والارض** کے مالک کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے کیسے محروم رہیں گے۔ جب کہ وہ جواد اور کریم بھی ہے۔ اس لئے دعا رزق حاصل کرنے کا بہت قوی ذریعہ ہے۔ عبدالمجید غفرلہ

۲۹؍ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ، مطابق ۲۸؍اکتوبر ۱۹۸۱ء، بدھ

غفلت کی زندگی ایک خواب ہے

یہ ایک حقیقت ہے جس میں ذرا مبالغہ نہیں کہ غفلت کی زندگی کا سارا طول وعرض صرف اس وقت تک محسوس ہوتا ہے جب تک وہ حاصل ہے۔ جب گزر جاتی ہے تو بس ایک خواب معلوم ہوتا ہے۔ **ان لبثتم الّا قلیلاً لو انکم کنتم تعلمون!**

یکم؍صفر ۱۴۰۲ھ، مطابق ۲۹؍نومبر ۱۹۸۱ء، اتوار

تعلیم وتربیت کے اصول

۱... متعلّم کی توجہ مرکوز کرنا۔ ۲... عملی مظاہرہ۔ ۳... تکرار واعادہ۔ ۴... تشبیہات کا استعمال۔ ۵... سائل کے سوال کو توجہ سے سننا۔ ۶... سوال وجواب کے ذریعہ تعلیم۔

تربیتی اصول

۱... قول وعمل کی یکسانی۔ ۲... تربیت میں نفسیات کا لحاظ۔ ۳... طویل خطبوں سے

احتراز۔۴...عزت نفس کا خیال۔ ۵...اصلاح میں صبر وتحمل۔۶...اصلاح کے لئے مناسب نفسیاتی لمحہ کا انتخاب۔۷...اخلاص خیر خواہی اور ہمدردی۔۸...اجتماعی ماحول کے ذریعہ اصلاح۔

(میثاق صفر المظفر ۱۴۰۴ھ،نومبر ۱۹۸۳ء)

نھارک بالضرور سھو وغفلة ولیک نوم والردی لک لازم
فلا انت فی الیقاظ یقظان حازم ولا انت فی النوام ناج و سالم
تسعی الیٰ ما سوف تکبرہ غبةً کذالک فی الدنیا تعیش ایھا ثم

اے فریب خوردہ تیرا سارا دن غفلت میں اور رات نیند میں صرف ہوتی ہے۔ حالانکہ موت تیرے لئے لازم ہے نہ تو بیدار لوگوں میں ہوشیار و بیدار ہے نہ سونے والوں میں اپنی نجات پر مطمئن ہے۔ تیری کوشش ایسے کاموں میں رہتی ہے جس کا انجام ناگوار صورت میں سامنے آئے گا۔ دنیا میں چوپائے جانور ایسے ہی جیا کرتے ہیں۔

۳۱۸ھ ذوالحجہ میں ابوطاہر قرمطی نے ایام حج میں حاجیوں کا قتل عام کیا۔ سنگ اسود توڑا اور اپنے دارالسلطنت ہجر علاقہ بحرین میں لے گئے۔ ۳۳۹ھ میں خلیفہ مطیع اللہ عباسی نے اس کو حاصل کر کے دوبارہ بیت اللہ میں لگایا۔ تقریباً اکیس سال سنگ اسود بیت اللہ سے جدا رہا۔ زوال امت ص ۱۲۰، اکبر نجیب آبادی، معز الدولہ دیلمی نے ۱۸؍ذوالحجہ ۳۵۱ھ میں بغداد میں عید خم غدیر منانے کا حکم دیا۔ (شہادت عثمان رضی اللہ عنہ اسی تاریخ میں ہے)

۳۵۲ھ شروع ہونے پر ابن بابویہ معز الدولہ مذکور نے ۱۰؍محرم کو غم حسین رضی اللہ عنہ میں دکانیں بند کرنے کا حکم دیا۔ (زوال امت ص ۱۳۲)

مولانا مشتاق احمد مخدوم رشید کا وصال

۱۲؍مئی ۱۹۸۴ء بمطابق ۱۰؍شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ مولانا مشتاق احمد دن کے گیارہ بجے بعارضہ قلب نشتر ہسپتال میں انتقال فرما گئے۔ صلوٰۃ جنازہ وتدفین مخدوم رشید عمل میں آئی۔ ہفتہ کی شام مغرب کے بعد صلوٰۃ جنازہ میری اقتداء میں ادا کی گئی۔ مولانا مشتاق احمد سے تعلق شوال ۱۳۸۷ھ بمطابق جنوری ۱۹۶۷ء سے قائم ہوا۔ شعبان ۱۴۰۴ھ، بمطابق مئی ۱۹۸۴ء میں کمال کو پہنچا۔ ۱۷ سال محبت کا تعلق قائم رہا۔

كُنَّا كَنَدْمَانَىْ جُزَيْمَةَ حِقْبَةً مِنَ الدَّهْرِ حَتّٰى قِيْلَ لَنْ يَّتَصَدَّعَا
فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّىْ وَمَالِكًا لِطُوْلِ اِجْتِمَاعٍ لَّمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَّعًا

ترجمہ:... ’’ہم جزیمہ کے دوہم نشینوں کی طرح زمانہ دراز تک رہے۔حتیٰ کہ کہا جاتا تھا کہ کبھی جدانہیں ہوں گے۔ لیکن جب میں اور مالک جدا ہوئے تو مدت تک اکٹھے رہنے کے باوجود یوں لگتا ہے جیسے ایک رات بھی اکٹھے نہیں رہے۔ **العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الّا ما یرضٰی ربنا، وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون!**

سفرامروٹ شریف

۳۰رشعبان المعظم ۱۴۰۵ھ بروزمنگل مولانا ظفراقبال مفتی باب العلوم، مولانا اللہ بخش ایازمدرس باب العلوم، مولانا محفوظ احمد مفتی مدرسہ اشرفیہ سکھر کی معیت میں مولانا تاج محمود امروٹی کی خانقاہ امروٹ ضلع سکھر حاضری کا اتفاق ہوا۔ موجودہ سجادہ نشین مولانا محمد شاہ امروٹی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنے خاندانی عملیات میں سے دو کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۱-عمل برائے تحفظ من الاعداء

سورۂ روم مکمل لکھ کر بوتل میں رکھ دی جائے۔ عدو کا تصور کر کے ان کے حواس خمسہ اور ان کے اسلحہ کو ماؤف معطل کرنے کا ذکر کر کے بوتل میں پھونک دیا جائے۔ پھر کاک لگا کر بوتل کو بند کر دیا جائے اور کہیں دفن کر دیا جائے۔

۲-برائے قضاء حاجات

دو رکعت نفل میں سورۂ فاتحہ پڑھتے وقت ’’**ایاک نعبد وایاک نستعین**‘‘ ۳۷۳دفعہ پڑھا جائے۔ ختم سورۃ کوئی کر لی جائے، نماز سے فارغ ہو کر الحاح سے اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کی جائے۔

دردگردہ کا علاج، سانپ کا بھگانا، مکھی، مچھر کا مارنا

چاول کچی باسمتی اور آم کے خشک پتے ملا کر تمبا کو کی جگہ چلم میں بھر کر حقہ پینا دردگردہ کے لئے فی الفور مؤثر ہے۔ باذن اللہ!

بکری کے سینگ جس گھر میں جلائے جائیں وہاں سانپ نہیں ٹھہرتا۔

چائے کی ابلی ہوئی پتی خشک کر کے مکان میں اس کا دھواں دیا جائے تو مکھی، مچھر ہر چیز مر جاتی ہے۔

یہ تینوں نسخے مکہ مکرمہ میں مولانا سیف الرحمٰن نے ذکر کئے۔

۳۱/جولائی ۱۹۸۹ء، ۲۸/ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ سعودیہ بروز پیر بعد العصر مولانا عاشق الٰہی کے مکان پر حاضر ہوکر مسلسلات کی تلاوت کے بعد اجازت عامہ تامہ حاصل کی۔ **الحمد للہ علیٰ ذالک حمداً کثیراً!**

۱۸/مارچ ۱۹۷۷ء بھٹو نے کہا تھا کہ میری کرسی بہت مضبوط ہے۔ ۱۸/مارچ ۱۹۷۸ء میں پھانسی سزا ہوئی۔

حادثہ آگ

۱۳/نومبر ۱۹۹۵ء بعد از نماز عشاء ساڑھے دس بجے آگ کے حادثہ کا شکار ہوا۔

اہلیہ کا سفر آخرت

۳۰/شوال ۱۴۲۷ھ بروز بدھ یکم/ذیقعدہ بروز جمعرات کی درمیانی شب تقریباً ۱۲/بجے ہارٹ اٹیک ہوا۔ چند لمحوں میں دنیا فانی سے دار البقاء کی طرف انتقال ہوگیا۔ جمعرات صبح ۹ بجے جنازہ باب العلوم ہوا۔ بندہ نے شام چار بجے کمالیہ میں جنازہ پڑھایا۔ اذان مغرب سے چند لمحے پہلے دفن سے فارغ ہوگئے۔ ۲۳/محرم ۱۳۷۰ھ نکاح ہوا۔ یکم/ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ اختتام کو پہنچا۔ دو ماہ کم ۵۷ سال رفاقت رہی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ **ما لبثت لیلۃ معاً** یعنی گویا کہ ہم ایک رات بھی اکٹھے نہیں رہے۔ **رحمھا اللہ رحمۃً واسعۃً!** عبدالمجید غفرلہ

جلسہ ختم بخاری

۳۰/جون ۱۹۷۸ء، ۲۳/رجب ۱۳۹۸ھ بروز جمعہ ختم بخاری شریف کے سلسلہ میں جلسہ منعقد ہوا۔

پہلا ختم بخاری ۱۹۷۶ء میں ہوا تھا۔ ۱۹۷۷ء میں دورۂ حدیث شریف کا ناغہ ہوا۔ یہ تحریک کا سال تھا۔ ۱۹۷۸ء میں پھر ختم بخاری کا جلسہ ہوا۔

مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷۵ء میں تشریف لائے تھے۔ جب کہ مکمل دورۂ حدیث شریف نہیں بلکہ صرف چار طلبہ کو صرف صحیح بخاری ہی پڑھائی تھی۔ قاری محمد افضل، مولوی محمد اکرم سیالکوٹی، قاری اللہ بخش، مولوی عبدالخالق بھٹہ۔

پہلا سفر ہندوستان

۱۷/مارچ ۱۹۸۰ء بمطابق ۲۹/ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ بروز پیر پاکستان سے انڈیا کا بارڈر

کراس کیا۔

یکم اپریل ۱۹۸۰ء بروز منگل ۱۴؍جمادی الاوّل ۱۴۰۰ھ انڈیا سے پاکستان کا بارڈر عبور کیا۔ سفر میں ۱۷دن صرف ہوئے۔ مظفر نگر، دیوبند، تھانہ بھون، گنگوہ، نانوتہ، رائے پور، سہارن پور، میرٹھ، دہلی، مقامات میں حاضری ہوئی۔

۳۱؍مارچ ۱۹۸۰ء بروز پیر کی صبح مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کے صاحبزادہ مسعود علی سے ملاقات ہوئی۔ حزب اعظم، دلائل الخیرات پڑھنے کی اجازت لی۔ **والحمد ﷲ علیٰ احسانہ!**

مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے تھا اور حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے قدرت کی طرف سے تکوینی طور پر متوجہ تھے۔ ختم نبوت کے تحفظ کے کام کے ارکان اربعہ، جن پر اس کام کی عمارت قدرت نے کھڑی کی، مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ تھے، جنہوں نے اپنے اپنے دور میں منظّم اور تحریکی انداز میں تحفظ ختم نبوت کے مشن کو ہمہ جہت کامیاب کیا۔

مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو ختم نبوت کے تحفظ کا کام مزاجاً اپنے پیرومرشد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملا۔ مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنمایان بالخصوص حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے دل وجان سے فداکارانہ طور پر معتقد تھے۔ مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کو جب مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کا رکن بنایا گیا تو اطلاع کا خط آپ کو لکھا گیا۔ اس کے جواب میں آپ نے اپنے قلم سے دو صفحات کا خط تحریر کیا جو یہ ہے:

کرم فرما مولانا عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ملفوف موصول ہوکر باعث شرف ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جب سے ہوش سنبھالی ہے اکابر دیوبند کا شیدائی ہوں۔ اس مسلک کی ہر جماعت سے ذہنی وابستگی ہے۔ لیکن مجلس تحفظ ختم نبوت سے سب سے زیادہ جذباتی تعلق ہے۔ عملاً درسگاہی ہوں۔ کسی جماعت میں شامل ہوکر میدان میں کام کا موقع نہیں ملا۔ زندگی کے آخری ایام میں اگر عملاً بھی اس جماعت میں

شرکت ہوجائے تو سعادت سمجھتا ہوں۔ ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ!

آپ کے مکتوب میں یہ جملہ ’’شہید ختم نبوت حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ عبدالمجید کو متعین کیا گیا ہے۔‘‘ زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن کا مصداق ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بزرگوں کے حسن ظن کو اپنے لئے فال حسن سمجھتا ہوں۔ واللہ الموفق!

عبدالمجید لدھیانوی

جامعہ اسلامیہ باب العلوم، کہروڑ پکا

۲۲؍جون ۲۰۰۰ء

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی کانفرنسوں میں شرکت فرماتے۔ آپ شوریٰ کے رکن تو ۲۰۰۰ء میں بنے، جب کہ ۱۹۸۵ء ختم نبوت کانفرنس لندن میں آپ نے شرکت فرمائی۔ چناب نگر میں ہونے والے کورس کے اختتامی پروگرام پر تو التزام کے ساتھ تشریف لاتے۔ آپ کے اس محبانہ برتاؤ اور جماعت کی طرف آپ کے میلان طبع کو سامنے رکھ کر آپ کو شوریٰ کا رکن بنایا گیا۔ آپ کی شوریٰ کی رکنیت کے لئے داعیہ یہ بنا کہ ۱۸؍مئی ۲۰۰۰ء کو حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر بھی تھے۔ چنانچہ ۱۰؍جون ۲۰۰۰ء کو لاہور دفتر میں مجلس منتظمہ کا اجلاس ہوا۔ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ، قاضی فیض احمد، حاجی بلند اختر (ارکان شوریٰ)، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، فقیر راقم اللہ وسایا، مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی شریک اجلاس ہوئے۔ اس میں فیصلہ کیا گیا کہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ اب نائب امیر حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے۔

اس اجلاس میں شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ مرکزی شوریٰ کا رکن حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، اسی طرح مولانا صاحبزادہ محمد عابد مرحوم کی جگہ مولانا قاری خلیل احمد بندھانی (سکھر) اور مولانا محمد عبداللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ اسلام آباد کی جگہ مولانا محمد شریف ہزاروی کو مرکزی شوریٰ کا رکن مقرر کیا گیا۔ شوریٰ میں آپ کو حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ نامزد کیا گیا۔ اس لئے مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ بیک وقت رائے پوری حضرات سے بھی منسلک تھے اور لدھیانوی بھی تھے اور یہ دونوں صفات مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ میں بدرجہ اتم تھیں۔

دستور کے مطابق ہر تین سال بعد امیر مرکزی اور نائب امیر کے انتخاب کے لئے مجلس عمومی کا اجلاس منعقد ہوتا ہے۔ چنانچہ ۱۳؍اکتوبر ۲۰۰۰ء کو چناب نگر مسلم کالونی میں مجلس عمومی کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں امیر مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ اور نائب امیر حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ منتخب ہوئے۔ اسی اجلاس کی کارروائی کے اختتام پر جو مرکزی مجلس شوریٰ کی فہرست مرتب ہوکر کارروائی کا حصہ بنی اس میں سب سے پہلا نام حضرت مولانا فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ (ملتان) کا ہے اور دوسرا نام میرے ممدوح حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ان کارروائیوں کے بعد جو مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ۲۶؍اپریل ۲۰۰۱ء کو ملتان میں منعقد ہوا اس حوالہ سے یہ پہلا اجلاس تھا جس میں حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرکت فرمائی۔ اس اجلاس میں دیگر فیصلوں کے علاوہ ایک فیصلہ یہ بھی ہوا کہ کتاب ''آئینہ قادیانیت'' وفاق المدارس کے نصاب میں شامل کرانے کے لئے نائب امیر حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کی سربراہی میں کمیٹی قائم کی گئی جس کے دو رکن تھے۔ مولانا مفتی نظام الدین شامزئی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کہ یہ تینوں حضرات مل کر وفاق کے نصاب میں اس کتاب کو شامل کرائیں گے۔

مجلس شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق حق تعالیٰ شانہ نے کرم کا معاملہ فرمایا کہ وفاق المدارس کے نصاب میں ''آئینہ قادیانیت'' شامل ہوگئی۔ اسے نصاب میں شامل کرانے کے لئے حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو سر توڑ کوشش فرمائی اس پر وہ ڈھیروں مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اس کے بعد وفات تک ایک بھی مجلس شوریٰ کا اجلاس نہیں جس میں آپ نے شرکت نہ فرمائی۔ باضابطہ اجلاس میں شرکت سے سرفراز کرتے۔ البتہ جو اجلاس آپ کی امارت کے انتخاب کے لئے منعقد ہوا اس میں آپ تشریف نہیں لائے کہ حج پر تھے۔ لیکن وہ اجلاس مجلس عمومی کا تھا۔ جہاں تک مجلس شوریٰ کے اجلاس کا تعلق ہے تو رکنیت کے بعد ایک اجلاس سے بھی غیر حاضری نہیں فرمائی۔

۵؍مئی ۲۰۱۰ء کو حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا سانحہ پیش آیا۔ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ اس وقت نائب امیر تھے۔ دستور کے مطابق وہ مستقل امیر مرکزیہ کے تقرر تک قائم مقام امیر مرکزیہ قرار پائے۔ لیکن اب امیر مرکزیہ کے انتخاب کا مرحلہ درپیش تھا۔ چنانچہ ۳۰؍مئی ۲۰۱۰ء کو مولانا صاحبزادہ عزیز احمد ملتان تشریف لائے۔ ہنگامی طور پر مجلس منتظمہ کا اجلاس طلب کیا گیا۔ جس میں مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا بشیر احمد، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا قاضی احسان احمد اور دیگر

حضرات شریک ہوئے۔ طویل غور وغوض کے بعد فیصلہ ہوا کہ مجلس عمومی کا چناب نگر ختم نبوت کانفرنس کے موقعہ پر اجلاس بلایا جائے۔ اس سے پہلے تمام شوریٰ کے ارکان سے رائے طلب کر لی جائے اور شوریٰ سے رائے حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق معلوم کی جائے کہ انہیں امیر مرکزیہ کے عہدہ کے لئے مجلس شوریٰ کی طرف سے تجویز کیا جائے۔ پھر جو مجلس عمومی فیصلہ دے۔ چنانچہ خط مرکزی ناظم اعلیٰ کی طرف سے مرتب ہوکر شوریٰ کے اراکین کو ارسال کیا گیا کہ کیا وہ شوریٰ کی طرف سے مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے امیر مرکزیہ کے طور پر تجویز کرنے کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں تو:

۱- حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر (کراچی)
۲- مولانا سید سلمان بنوری (کراچی)
۳- مولانا مفتی خالد محمود (کراچی)
۴- مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی (پشاور)
۵- مولانا نورالحق نور (پشاور)
۶- مولانا عبدالرؤف (اسلام آباد)
۷- مولانا مفتی محمد حسن (لاہور)
۸- مولانا عبدالواحد (کوئٹہ)
۹- قاری خلیل احمد بندھانی (سکھر)
۱۰- مولانا قاضی عزیزالرحمٰن (رحیم یار خان)
۱۱- مولانا قاری محمد یٰسین (فیصل آباد)
۱۲- رانا محمد انور (کراچی)
۱۳- حافظ نذیر احمد (گوجرانوالہ)
۱۴- حاجی سیف الرحمٰن (بہاولپور)
۱۵- قاضی فیض احمد (ٹوبہ ٹیک سنگھ)
۱۶- حاجی اشتیاق احمد (جھنگ)
۱۷- قاری محمد یوسف عثمانی (گوجرانوالہ)

نے تحریری طور پر مطلع کیا کہ ہمیں اس تجویز سے اتفاق ہے۔ مجلس عمومی کے ارکان کو مجلس شوریٰ کی طرف سے تجویز دی جائے کہ وہ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو امیر مرکزیہ منتخب

کریں۔ سات اراکین منتظمہ کی پہلے سے یہ رائے تھی۔ گویا چوبیس اراکین شوریٰ کی طرف سے یہ تجویز پیش کی گئی۔

چنانچہ ۱۵؍اکتوبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۶؍ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ بروز جمعہ کو مجلس عمومی کے اراکین کا بھرپور اجلاس چناب نگر میں زیر صدارت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ منعقد ہوا۔ جس میں ۱۳؍اراکین شوریٰ، ۷؍مجلس منتظمہ کے اراکین، ۳۰؍مبلغین حضرات اور ۵۳؍مجالس کے نمائندگان گویا ۱۰۳؍اراکین مجلس عمومی نے متفقہ طور پر مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو امیر مرکزیہ، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر اور مولانا صاحبزادہ عزیز احمد کو نائب امیر منتخب کیا گیا۔

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو جب امیر مرکزیہ منتخب کیا گیا، آپ حجاز مقدس حج کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے تھے اور اس عہدہ پر فائز ہونے کی آپ کو اطلاع مدینہ منورہ دی گئی۔ زہے نصیب! اللہ رب العزت کی شان کہ آپ اگلے سال بھی کانفرنس کے موقعہ پر آپ حج پر تشریف لے گئے۔

آپ نے اس موقع پر ایک پیغام ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے نام دیا جو تحریری شکل میں مولانا مفتی ظفر اقبال نے آخری اجلاس میں پڑھ کر کانفرنس کے شرکاء کو سنایا۔

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا پیغام

تیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے شرکاء کے نام

الحمدللہ و کفیٰ وسلام علیٰ سیدالرسل و خاتم الانبیاء. امابعد!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام تیسویں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں ملک بھر سے تشریف لانے والے شرکائے کرام! آپ حضرات کی تشریف آوری ہمارے لئے بہت ہی حوصلہ کا باعث ہے۔ آپ دور دراز کا سفر طے کر کے، اپنے وقت و مال کی قربانی دے کر جس خلوص و محبت سے اس کانفرنس میں شریک ہوئے ہیں۔ اس پر میں آپ کی تشریف آوری کا دل کی گہرائیوں سے خیر مقدم کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت اس کے بدلہ میں آپ کو قیامت کے دن اپنی رحمت اور حضور علیہ السلام کی شفاعت کی نعمت سے سرفراز فرمائیں۔

حضرات علمائے کرام، سامعین گرامی، مہمانان ذی وقار! آپ حضرات کی اس کثرت

کے ساتھ تشریف آوری نظم وضبط کے ساتھ کانفرنس میں شرکت، شب وروز لگا تار کانفرنس کے پروگرام میں تسلسل کے ساتھ حاضری واستفادہ کی کوشش یہ ان شاء اللہ العزیز! اس حوالہ سے حوصلہ افزاء ہے کہ اگر امت مسلمہ کی پرامن جدوجہد کا یہ تسلسل برقرار رہا تو کامیابی یقینی اور منزل مراد قریب تر ہے۔ آپ حضرات نے گزشتہ سال کانفرنس کے موقعہ پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مجلس عمومی کے اجلاس میں مجھے متفقہ طور پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا امیر مرکزیہ منتخب کیا۔ میں اس وقت بھی سفرحج کے باعث آپ حضرات کے پاس موجود نہ تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ امسال بھی شدید خواہش اور قلبی چاہت کے باوجود حج کی فلائٹوں کا شیڈول ایسے ہی طے ہوا کہ حرمین شریفین کی حاضری کے باعث اس مرتبہ بھی کانفرنس میں شریک نہ ہوسکا۔ ہر چند کہ میں آپ حضرات کے پاس موجود نہیں۔ لیکن یقین فرمایئے کہ مدینہ طیبہ کے مقبول اعمال کی ہر دعا میں ختم نبوت کانفرنس کے شرکاء کو کبھی نہیں بھولا۔

حضرات شرکاء کرام! میرے لئے اپنی گوناگوں مصروفیات درس وتدریس کی ذمہ داری کے باعث عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کے لئے ہمہ وقتی ڈیوٹی دینا مشکل امر ہے۔ لیکن آپ حضرات یقین فرمائیں کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام پروگراموں میں شرکت اوران کو پایہ تکمیل تک پہنچانا اپنے لئے ذخیرہ آخرت اور رحمت دوعالم ﷺ کی شفاعت کا ذریعہ یقین کرتا ہوں۔

حضرات گرامی! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امراء حضرات، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی پالیسی اور طریق عمل جوان حضرات نے طے کیا۔ اس کی روشنی میں اپنے سفر کو جاری رکھنا ہم سب کے لئے سعادتوں کا باعث ہے۔ حضرات گرامی! عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جدوجہد کرنا عبادت اور عمل مقبول ہے۔ اس میں تساہل وسستی کا دخل نہیں ہونا چاہئے اور نیز یہ کہ تمام دینی جماعتوں کا احترام، تمام مسالک کے ساتھ رابطہ کے ذریعہ آپ اپنے کام کو آگے بڑھائیں۔

ان شاء اللہ العزیز! کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔ اخلاص وللّٰہیت توکل ورضا الٰہی اور خشیت باری تعالیٰ تمام اعمال کے لئے روح کا درجہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق بخشیں۔ میں غائبانہ آپ حضرات کی دارین کی کامیابیوں کے لئے دعاگو ہوں اور توقع رکھتا ہوں کہ آپ حضرات بھی اپنی دعاؤں میں مجھے بھی یاد رکھیں گے۔ حق تعالیٰ شانہ ہم سب کے حامی وناصر ہوں۔ آمین! بحرمة النبی الکریم!

۱۵؍اکتوبر ۲۰۱۰ء کو آپ کو امیر مرکزیہ منتخب کیا گیا۔ نومبر کے وسط میں آپ واپس پاکستان تشریف لائے۔ اس دوران میں ننکانہ چک نمبر ۳۰، اٹانوالی کی آسیہ مسیح کو شیخوپورہ کے سیشن جج نے توہین رسالت کیس میں سزائے موت کی سزا دی۔ اس فیصلہ کا اعلان ہوتے ہی تمام مغربی این.جی.اوز اور پتہ نہیں کون کون پاکستان پر دباؤ ڈالنے کے درپے ہوئے کہ تحفظ ناموس رسالت قانون ختم کیا جائے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی مرکز میں حکومت تھی۔ آصف زرداری صدر مملکت، یوسف رضا گیلانی وزیراعظم تھے۔ پیپلز پارٹی کی رکن شیریں رحمان نے قومی اسمبلی میں بل جمع کرادیا کہ یہ قانون ختم کیا جائے۔ چنانچہ حضرت امیر مرکزیہ مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کی ہدایت پر مولانا صاحبزادہ عزیز احمد اور فقیر راقم اللہ وسایا نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ سے جاکر اسلام آباد ملاقات کی۔ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری اور دوسرے حضرات سے مشاورت ہوئی۔ چنانچہ ۱۵؍دسمبر ۲۰۱۰ء کو ڈریم لینڈ ہوٹل اسلام آباد میں آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنس طلب کرلی گئی۔ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کی فراست کا اندازہ فرمائیں کہ کانفرنس کی میزبان مجلس تحفظ ختم نبوت تھی۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ کانفرنس کی صدارت حضرت مولانا فضل الرحمٰن اور نقابت قاری محمد حنیف جالندھری فرمائیں گے۔

اب آگے چلنے سے پہلے اس کانفرنس کے حوالہ سے مولانا زاہد الراشدی نے ایک مضمون تحریر فرمایا۔ وہ ملاحظہ فرمائیں:

آل پارٹیز تحفظ ختم نبوت کانفرنس اسلام آباد

گذشتہ روز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما مولانا اللہ وسایا نے جمعیت علمائے اسلام (ف) پنجاب کے امیر مولانا رشید احمد لدھیانوی اور عالمی مجلس کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کے ہمراہ غریب خانے پر قدم رنجہ فرمایا۔ وہ ان دنوں ۱۵؍دسمبر کو اسلام آباد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام منعقد ہونے والی آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنس کے سلسلے میں رابطہ مہم پر ہیں اور مختلف دینی جماعتوں کے راہنماؤں کے ساتھ ملاقاتیں کررہے ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو تحفظ عقیدۂ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے محاذ پر قومی سطح پر متحرک دیکھنے کی ایک عرصے سے خواہش تھی۔ جس کا اظہار اس کالم (روزنامہ اسلام) میں بھی وقتاً فوقتاً ہوتا رہا ہے۔ اسے پورا ہوتے دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر اور مولانا اللہ وسایا کا شکریہ ادا کیا

کہ اس وقت وہی ایک متحرک اور بیدار مغز شخصیت ہیں جو اس محاذ کے علمی تقاضوں سے عہدہ برا ہوسکتے ہیں اور ضعف وعلالت کے باوجود اس سلسلے میں سرگرم عمل رہتے ہیں۔

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور منکرین ختم نبوت بالخصوص قادیانیوں کے تعاقب اور ان کی اسلام دشمن سرگرمیوں کے سدباب کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ایک مستقل تاریخ ہے اور پاکستان میں تحریک ختم نبوت کے سرگرم ادوار میں اپنے قیام کے بعد سے اس کا کردار ہمیشہ قائدانہ رہا ہے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی امارت میں کام کرنے والی یہ جماعت اب ہمارے مخدوم ومحترم حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم کی زیر امارت اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ جب کہ اس جماعت اور مشن کے لئے حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری اور مولانا اللہ وسایا کی جدوجہد اور کاوشیں عالمی مجلس کی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں۔

راقم الحروف کا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سات ایک غیر رسمی کارکن کے طور پر بچپن سے تعلق چلا آرہا ہے۔ فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ میرے استاد محترم ہیں۔ جن سے میں نے طالب علمی کے دور میں ردقادیانیت کا کورس پڑھا تھا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیات ایک کارکن کی حیثیت سے میرے لئے آئیڈیل شخصیات رہی ہیں۔ جن سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے اور جماعتی وتحریکی زندگی میں ایک کارکن کا کردار کیا ہوتا ہے اس کا عملی سبق میں نے حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حاصل کیا ہے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کردار ایک داعی اور راہنماء کا ایسا کردار تھا کہ عوامی حلقوں میں وہ تحریک انہی سے منسوب ہوتی ہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت جس کے نتیجے میں قادیانیوں کو دستوری طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں چلی

اور۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت جس کے ثمرے میں امتناع قادیانیت کا صدارتی آرڈیننس نافذ ہوا۔ وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی سربراہی میں تکمیل تک پہنچی۔ مجھے دونوں تحریکوں میں ایک کارکن کی حیثیت سے خدمات سرانجام دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک کے دوران میں گوجرانوالہ کی کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا سیکرٹری تھا اور ۱۹۸۴ء میں مجھے کل جماعتی مجلس عمل کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات کے طور پر کام کرنے کا شرف ملا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا نہ صرف پاکستان بھر میں، بلکہ برطانیہ، بنگلہ دیش اور دیگر ممالک میں بھی ایک وسیع نیٹ ورک ہے۔ جس کے تحت سینکڑوں مبلغین اور ہزاروں کارکن شب وروز تحفظ عقیدۂ ختم نبوت کی جدوجہد میں مصروف ہیں اور باقاعدہ ایک منظّم پروگرام کے مطابق کام کررہے ہیں۔ اشاعتی محاذ پر بھی عالمی مجلس کا وسیع کام ہے اور میرے نزدیک اس ضمن میں سب سے بڑا کام یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کے بعد سے اس سلسلے میں مختلف مکاتب فکر کے اکابر علمائے کرام نے جو کچھ بھی لکھا ہے اسے ''احتساب قادیانیت'' کے نام سے جمع ومرتب کر کے شائع کیا جارہا ہے اور مولانا اللہ وسایا ان کتابوں اور رسائل کو جمع کر کے ان کی ترتیب وطباعت کے لئے اچھی خاصی محنت کررہے ہیں۔ اس کی اب تک تینتیس جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ تینتیسویں جلد ابھی اسی سفر میں مولانا اللہ وسایا نے عنایت فرمائی ہے۔ جس میں اس موضوع پر والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ العزیز کے چار رسائل بھی شامل ہیں۔ مولانا اللہ وسایا کا کہنا ہے کہ ابھی اس کا سلسلہ جاری ہے اور مزید کئی جلدیں شائع ہوسکتی ہیں۔

یہ ردقادیانیت کی علمی جدوجہد کی ایک مرتب تاریخ کے ساتھ ساتھ بہت بڑا علمی ذخیرہ بھی ہے۔ جس میں عقیدۂ ختم نبوت، حیات مسیح علیہ السلام، امام مہدی کے ظہور اور دیگر متعلقہ موضوعات پر معلومات، استدلالات اور اسالیب کا اتنا بڑا مجموعہ مرتب ہوگیا ہے جو بڑی بڑی لائبریریوں سے بے نیاز کردیتا ہے اور اس میں تمام مکاتب فکر کے اکابر علمائے کرام اور ارباب دانش کی علمی کاوشیں شامل ہیں۔ مولانا اللہ وسایا کی ہمت کی داد دینا پڑتی ہے کہ وہ جماعتی اور تحریکی زندگی کی مصروفیات کے باوجود اتنا بڑا علمی ذخیرہ جمع ومرتب کرنے کی خدمت بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبولیت وثمرات سے نوازیں، آمین یارب العالمین!

جہاں تک ۱۵ر دسمبر ۲۰۱۰ء کو اسلام آباد میں منعقد ہونے والی ''آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنس'' کا تعلق ہے۔ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ میں نے حالیہ ملاقات میں مولانا

اللہ وسایا سے عرض کیا ہے کہ اس وقت نظریاتی طور پر ملک کی جو صورتحال ہے۔ اس کے پیش نظر ایک مضبوط و متحرک دینی فورم کی قومی سطح پر ضرورت ہے۔ جو تمام مکاتب فکر کی نمائندگی کرتا ہو اور متحرک و بیدار مغز قیادت رکھتا ہو۔ اس لئے کہ پاکستان کی وحدت و سالمیت کے تحفظ کے ساتھ ملک کی نظریاتی حیثیت و تشخص اور دستور کی اسلامی دفعات کی بقاء کے لئے فیصلہ کن معرکے کا وقت آ گیا ہے۔ تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ عقیدۂ ختم نبوت کے قوانین ایک علامت ہیں۔ جن کے خاتمے یا انہیں غیر مؤثر بنانے کے لئے عالمی استعماری قوتیں اور پاکستان کے اندر ان کے نظریاتی وثقافتی حلیف آخری راؤنڈ کی تیاریاں کررہے ہیں۔

پاکستان، اسلام اور ملک کے دینی حلقے ان کا ٹارگٹ ہیں۔ لابنگ، میڈیا اور فنڈنگ کے تمام عالمی وسائل ان کی پشت پناہی کررہے ہیں۔ ملک کی داخلی اسٹیبلشمنٹ کی ہمدردیاں اور درپردہ تعاون بھی انہیں حاصل ہے اور وہ اس وقت کو اس کام کے لئے موزوں ترین سمجھتے ہوئے بہرحال اس کام کو کر گزرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ملک کی تمام دینی جماعتوں کو خواہ وہ کسی مسلک اور سیاسی حد بندیوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نہ صرف متحد ہونا ہوگا۔ بلکہ اس جدوجہد اور محاذ آرائی کے عصری تقاضوں کا پوری طرح ادراک کرتے ہوئے متحرک کردار ادا کرنا ہوگا۔

تحفظ ناموس رسالت کا قانون ایک ’’ٹیسٹ کیس‘‘ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے نتائج دونوں کیمپوں کی آئندہ ترجیحات کی بنیاد بنیں گے اور اگلی معرکہ آرائی اسی دائرے میں ہوگی۔ ملک کے سیکولر حلقوں کو حدود شرعیہ کے قانون کے حوالے سے اپنی پیش رفت سے خاصا حوصلہ ملا ہے اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اسی طرح وہ اگلے مراحل سے بھی بآسانی گزر سکتے ہیں۔ اس لئے اگر بعض دوستوں کو طبیعتوں پر گراں نہ گزرے تو حدود شرعیہ کے تحفظ کے محاذ پر دینی حلقوں کی پسپائی کے اسباب کا بھی اس مرحلے پر جائزہ لے لینا چاہئے۔ تاکہ ان غلطیوں کا دوبارہ اعادہ نہ ہو۔ جو حدود آرڈیننس میں ترامیم کے سلسلے میں سیکولر حلقوں کی پیش رفت کا باعث بنی ہیں اور دینی حلقوں کے لئے بہرحال دھچکا ثابت ہوئی ہیں۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے۔ راقم الحروف اور پاکستان شریعت کونسل کے علماء وکارکن اس جدوجہد میں پیش رفت کرنے والی ہر جماعت کے خادم ہیں۔ خواہ اس کا تعلق کسی بھی مکتب فکر سے ہو۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تو ہمارے بزرگوں کی جماعت ہے۔ اس کی خدمت سے زیادہ ہمیں کس بات پر خوشی ہوسکتی ہے۔ (مولانا زاہد الراشدی)

۱۵؍دسمبر ۲۰۱۰ء کو اسلام آباد میں کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس موقعہ پر کانفرنس کے بعد مولانا قاری محمد حنیف جالندھری کا ذیل کا مضمون روزنامہ اسلام میں شائع ہوا۔

کل جماعتی تحفظ ناموس رسالت ﷺ کانفرنس ...... احوال واثرات!

۱۵؍دسمبر ۲۰۱۰ء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام اسلام آباد میں منعقد ہونے والی آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنس اپنی نوعیت کی ایک منفرد، یادگار اور تاریخ ساز کانفرنس تھی۔ اس قسم کی کانفرنس اور ایسے امید افزاء مناظر برسوں بعد دیکھنے نصیب ہوتے ہیں۔ یہ کل جماعتی کانفرنس جہاں حضور ﷺ سے اہل ایمان کی بے پناہ محبت کا مظہر تھیں۔ وہیں امت کے بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرونے کا ذریعہ بھی تھی۔ اس کانفرنس کی وجہ سے جس طرح اہل ایمان کے دل باغ باغ ہوئے۔ اسی طرح سیکولر قوتوں اور منفی مقاصد کے حامل لوگوں کے مذموم عزائم پر اوس بھی پڑی۔ اس کانفرنس کو تحفظ ناموس رسالت کے ایک نئے سفر کا سنگ میل بھی کہا جاسکتا ہے اور مستقبل میں حاصل ہونے والی بہت سی خیروں اور کامیابیوں کا پیش خیمہ بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس کانفرنس میں ملک بھر کے تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے حضرات، تمام قابل ذکر دینی، سیاسی اور قومی جماعتوں کے قائدین اور ملک بھر کی اہم شخصیات نے شرکت کی۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سربراہ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی، وفاق المدارس کے نائب صدر مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر جیسی اہم شخصیات نے کانفرنس میں شرکت کی۔ کانفرنس کی تیاریوں، دعوتوں، رابطوں اور انتظام وانصرام کے سلسلے میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماء مولانا اللہ وسایا کی قیادت میں منتظمہ کمیٹی نے بہت فعال کردار ادا کر کے اس کانفرنس کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم العالیہ کے حکم پر مولانا فضل الرحمٰن کو کانفرنس کی صدارت کا اعزاز حاصل ہوا۔ جبکہ کانفرنس کی نظامت ونقابت کی ذمہ داریاں راقم الحروف کے حصے میں آئیں۔

کانفرنس کے اختتام پر مولانا فضل الرحمٰن نے کانفرنس کے فیصلوں کا اعلان کیا۔ جبکہ اعلامیہ پیش کرنے کا شرف مجھے حاصل ہوا۔ مولانا فضل الرحمٰن نے کانفرنس کے فیصلوں کا اعلان کرتے ہوئے پہلے تو اس عزم کا اظہار کیا کہ ناموس رسالت کے قانون میں کسی کو ترمیم کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے کسی قربانی سے گریز نہیں کریں گے۔ ہر میدان اور ہر فورم پر انسداد توہین رسالت قانون کا تحفظ کیا جائے گا۔ ناموس رسالت کے

تحفظ کے باہمی اتحاد ویکجہتی کو ہر قیمت پر برقرار رکھا جائے گا۔ بیرونی ایجنڈے کی تکمیل کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ انہوں نے اس بات کا بھی اعلان کیا کہ تحریک ناموس رسالت کے سلسلے میں ۲۴؍دسمبر کو ملک بھر میں مساجد کی سطح پر احتجاجی مظاہرے ہوں گے۔ ۳۱؍دسمبر کو شٹر ڈاؤن ہڑتال ہوگی۔ جبکہ ۹؍جنوری کو کراچی میں بڑا احتجاجی مظاہرہ ہوگا جس میں آئندہ کے لائحہ عمل کا اعلان کیا جائے گا۔

اس موقع پر مولانا ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر کی سربراہی میں تشکیل دی جانے والی تحریک ناموس رسالت کو منظّم ومتحرک کرنے والی کمیٹی کی بھی تائید وتوثیق کی گئی اور اس کمیٹی سے کہا گیا کہ وہ نچلی سطح پر بھی کمیٹیاں قائم کرے اور تحفظ ناموس رسالت کی تحریک کو مزید تیز سے تیز تر کرے۔

مولانا فضل الرحمٰن نے کانفرنس کے آغاز میں اس کانفرنس کے اہداف ومقاصد، ضرورت واہمیت اور پس منظر کے حوالے سے اپنے مخصوص مدلل اور نپے تلے انداز میں بہت ہی جامع خطاب فرمایا۔ مولانا نے اپنی گفتگو میں عالمی حالات، استعماری قوتوں کی سازشوں، ناموس رسالت اور دیگر اسلامی قوانین کو نشانہ بنانے والی قوتوں کے مذموم عزائم کے بارے میں بہت چشم کشا گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کا دشمن ہمیں منقسم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جبکہ آج بھی حضور ﷺ کی ذات بابرکات اور آپ ﷺ کا اسم مبارک ایک ایسا مرکز اتحاد اور نکتہ وحدت ہے جو ہم سب کو جمع کر رہا ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے کہا کہ کوئی مائی کا لعل انسداد توہین رسالت کے قانون میں تبدیلی کی جسارت نہیں کر سکتا۔

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے چودھری شجاعت حسین نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے چودھری ظہور الٰہی شہید کی روایات برقرار رکھنے کے عزم کا اظہار کیا اور کہا کہ وہ پارلیمنٹ اور سینٹ میں ناموسِ رسالت کی بھرپور وکالت کریں گے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ میڈیا اور پارلیمنٹ وسینٹ میں ناموس رسالت کے حوالے سے شعور اجاگر کرنے کے لیے پینل بنائے جائیں۔ چودھری شجاعت نے اپنے خطاب میں ناموس رسالت کے قانون کو ختم کرنے کی کوشش میں پیش پیش روشن خیالوں کو آڑے ہاتھوں لیا اور ایسے لوگوں کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا۔ جماعت اسلامی پاکستان کے امیر سید منور حسن نے تحریک کی بھرپور حمایت کرتے ہوئے اسے پرامن رکھنے کی ضرورت پر زور دیا اور میڈیا کی مانیٹرنگ اور میڈیا کے ساتھ مؤثر رابطوں میں اضافے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے اعداد وشمار کی روشنی میں بتایا کہ انسداد توہین رسالت کے قانون سے اقلیتیں متاثر نہیں ہوتیں۔ جماعت اسلامی کے سابق امیر قاضی حسین احمد نے کہا

کہ اس تحریک کا دائرہ وسیع کر کے اسے نفاذِ اسلام کی تحریک میں تبدیل کر دینا چاہیے۔ جمعیت علماء اسلام (س) کے سربراہ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ گستاخ رسول کو نہ کوئی پارلیمنٹ معاف کرسکتی ہے نہ کوئی عدالت اور نہ ہی کوئی شخصیت۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ جب تک ہم استعماری قوتوں کی غلامی سے چھٹکارا حاصل نہیں کر لیتے اس وقت تک مسائل حل نہیں ہوں گے ۔وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نائب صدر مولانا انوار الحق حقانی نے اپنے بیان میں وفاق المدارس کی طرف سے ناموس رسالت تحریک میں ہراول دستے کے طور پر کردار ادا کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔

عالم اسلام کی معروف علمی شخصیت اور عالمی مجلس کے نائب امیر مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر نے حکمرانوں سے مکمل خیر خواہی سے اپیل کی کہ وہ اقتدار کے نشے میں ناموسِ رسالت کے قانون سے چھیڑ چھاڑ سے گریز کریں۔ انہوں نے میڈیا کے ذمہ داران سے بھی اپیل کی کہ وہ غلط فہمیاں پیدا کرنے والے عناصر کو لوگوں کو گمراہ کرنے کا موقع نہ دیں۔

آل پاکستان اخبار فروش فیڈریشن کے رہنما ٹکا خان نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے لانگ مارچ کی تجویز دی۔ جسے تمام شرکاء نے بہت سراہا۔ٹکا خان کی ایمانی جذبات سے لبریز تقریر کے دوران حاضرین میں غیر معمولی جوش وخروش دیکھنے میں آیا۔اے پی این ایس کے رہنما ءمہتاب خان چیف ایڈیٹر روزنامہ اوصاف نے صحافتی برادری اور اپنے ادارے کی طرف سے ہر ممکن تعاون کی یقین دہانی کروائی۔ مولانا محمد احمد لدھیانوی نے کہا کہ آج کی کانفرنس میں جن بعض جماعتوں کے قائدین شریک نہیں ہوسکے۔ان سے فرداً فرداً ملاقاتیں کی جانی چاہیں۔انہوں نے ٹکا خان کی لانگ مارچ کی تجویز کی بھی تائید کی۔

مجلس احرار اسلام کے رہنما مولانا عطاء المومن شاہ بخاری سمیت کئی لوگوں نے مسلم لیگ (ن) کے سربراہ میاں نواز شریف کی پراسرار خاموش کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا۔ مسلم لیگ (ن) کی طرف سے ڈاکٹر طارق فضل چودھری نے نمائندگی کی اور بتایا کہ راجہ ظفر الحق اپنے آبائی گاؤں میں اچانک فوتگی کی وجہ سے کانفرنس میں شریک نہ ہوسکے جس پر میں نے ان سے کہا کہ آپ میاں نواز شریف اور اپنی پارٹی کے دیگر رہنماؤں کی اس معاملے پر پراسرار خاموشی کا خاتمہ کروا کر ان کی پوزیشن واضح کروائیں اور ان کی طرف سے فوری طور پر بیان جاری کروائیں۔

بہر حال بحثیت مجموعی یہ کانفرنس بہت ہی کامیاب اور یادگار رہی۔ ملک بھر کے تمام قائدین نے اس میں شرکت کر کے ناموس رسالت کے قانون کے تحفظ کے لیے بیک آواز ہو کر

اپنے عزائم کا اظہار کیا۔ ایک دوسرے کے شانہ بشانہ چلنے کا عزم مصمم کیا اور ایک مشترکہ لائحہ عمل قوم کے سامنے رکھا۔ اب تمام غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کی ذمہ داری ہے کہ وہ جس شعبے سے بھی وابستہ ہوں۔ غیرت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے اس پیغام کو مزید مؤثر بنانے کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ بالخصوص تاجر برادری ۳۱؍دسمبر ۲۰۱۰ء کی ہڑتال کو کامیاب کروانے کے لیے اپنا مؤثر کردار ادا کرے اور جس طرح اس کانفرنس میں اتحاد و یکجہتی کا مظاہرہ کیا گیا۔ نچلی سطح تک تمام لوگ حضور ﷺ کی ذات بابرکات کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے جمع ہو جائیں اور انسداد توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کے خواب دیکھنے والوں اور پاکستان کا اسلامی تشخص مٹانے کے منصوبے بنانے والوں کے مذموم عزائم کو خاک میں ملا دیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام اسلام آباد میں منعقد ہونے والی کل جماعتی کانفرنس کا اعلامیہ ملاحظہ فرمائیے:

ملک کی دینی جماعتوں اور تمام مکاتب فکر کے اکابر علمائے کرام کا یہ بھرپور نمائندہ اجتماع تحفظ ناموس رسالت کے قانون کے حوالے سے کنفیوژن اور بے اعتمادی کی فضا پیدا کرنے کی اس مہم کو شدید نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اسے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نظریاتی اور اسلامی تشخص کو ختم کرنے کی عالمی استعماری مہم کا ایک حصہ سمجھتے ہوئے اس میں منفی کردار ادا کرنے والے تمام افراد کی مذمت کرتا ہے۔

ملک کے محبّ وطن دینی سیاسی حلقے اور عامتہ الناس اس بات پر مکمل یقین رکھتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا مقصد، قیام اور اس کے استحکام و بقاء کی بنیاد صرف اور صرف اسلام اور اسلام کے عادلانہ نظام کے مکمل اور عملی نفاذ کے ذریعہ ہی قومی وحدت، ملکی استحکام اور ملی امنگوں کی تکمیل کی جاسکتی ہے۔ لیکن برسر اقتدار طبقات نے عالمی آقاؤں کے اشاروں پر اس میں ہمیشہ روڑے اٹکائے ہیں اور پاکستان کے تشخص کو مجروح کرنے کی سازش کی ہے جس کے نتیجے میں وطن عزیز بین الاقوامی مداخلت اور سازشوں کی آماجگاہ بن گیا ہے اور قوم باہم خلفشار، لوٹ گھسوٹ، کرپشن، خانہ جنگی، دہشت گردی، ہوشربا مہنگائی، فحاشی اور عریانی کی دلدل میں مسلسل دھنستی چلی جارہی ہے۔

قرارداد مقاصد سمیت دستور پاکستان کی اسلامی دفعات بالخصوص تحفظ ختم نبوت کے دستوری فیصلے اور تحفظ ناموس رسالت کے قانون کے خلاف سیکولر عناصر کا واویلا، حکومتی حلقوں میں گھسے ہوئے دین دشمن افراد کی سازشیں اور میڈیا کے بعض حلقوں کی سرگرمیاں شرمناک حد تک

بڑھ چکی ہیں اور ضروری ہوگیا ہے کہ ملک کے دینی حلقے اور دیگر محبّ وطن عناصر قومی سطح پر متحد ہوکر تحریک پاکستان، تحریک تحفظ ختم نبوت و ناموس رسالت اور تحریک نظام مصطفیٰؐ کی فضا کو دوبارہ بحال کریں اور مکمل اتحاد اور یک جہتی کے ساتھ اسلام اور پاکستان کے خلاف اندرونی اور بیرونی سازشوں کو ناکام بنادیں۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کی بنیاد پر ملک کے نظریاتی تشخص کے تحفظ اور بیرونی مداخلت کے سدباب کے لئے قومی خودمختاری کی بحالی ہی اس وقت کی اولین ترجیح ہوسکتی ہے اور ملک کے غریب عوام کو اسلام کے سادہ اور فطری نظام کے ذریعے ہی کرپشن، مہنگائی، بڑھتی ہوئی غربت اور لاقانونیت سے نجات دلائی جاسکتی ہے۔ اس لئے اس اجتماع میں شریک جماعتیں اور راہ نما یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ تمام مکاتب فکر نئے عزم سے ۱۹۵۳ء/۱۹۷۴ء/۱۹۸۴ء کی طرح ایک بار پھر پوری قوم کو ایک متفقہ دینی محاذ پر مجتمع کر کے اسلام، عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے خلاف ہر قسم کی سازشوں کا مقابلہ کرتے ہوئے پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی جمہوری ریاست بنانے کی طرف پیش رفت کی جائے۔

اس مقصد کے لئے جناب ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر کی سربراہی میں ایک مرکزی کونسل کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اس اجتماع میں شریک تمام جماعتیں اس کی ممبر ہوں گی اور جماعتوں کے نمائندے مل بیٹھ کر اپنے تنظیمی ڈھانچے اور لائحہ عمل کا فیصلہ کریں گے۔ اس موقع پر اس عظیم اجتماع میں شریک تمام جماعتیں اور راہ نما اس امر کا اعلان ضروری سمجھتے ہیں کہ تحفظ ناموس رسالت کے قانون میں کسی نوعیت کی ترمیم برداشت نہیں کی جائے گی اور تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت سمیت دستور و قانون کے کسی حصے کو ختم کرنے، کمزور و بے اثر بنانے کی ہر کوشش کی پوری قوت کے ساتھ مزاحمت کی جائے گی۔

یہ اجتماع ملک کی تمام سیاسی جماعتوں، ارکان پارلیمنٹ اور میڈیا کے ذمہ دار حضرات سے اپیل کرتا ہے کہ وہ بھی سیاسی مصلحتوں اور فروعی مفادات سے بالاتر ہوکر اپنے عقیدہ، ایمان، قومی خودمختاری اور ملکی نظریاتی حیثیت کے تحفظ کی فکر کریں اور حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ اپنی عقیدت و محبت کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے اس قومی جدوجہد میں کردار ادا کریں۔

یہ اجتماع قوم کے تمام طبقات سے اپیل کرتا ہے کہ وہ بھرپور اتحاد اور روایتی جوش وخروش کا اظہار کرتے ہوئے اس جدوجہد میں شریک ہوں۔ ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ اگر بیرونی مداخلت کے خاتمے کے ساتھ قومی خودمختاری کی بحالی کا کوئی راستہ نکل آئے اور استعماری

قوتوں کے معاشی چنگل سے نجات حاصل کرلی جائے تو کرپشن، مہنگائی، لوڈشیڈنگ اور لاقانونیت کے عفریت سے بھی نجات حاصل کی جاسکتی ہے اور پاکستان کو اسلام کے سنہری اصولوں کی بنیاد پر ایک مثالی فلاحی ریاست بنانے کا مقصد بھی پورا ہوسکتا ہے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ہمیں ان عزائم پر استقامت عطاء فرمائیں اور دین ملک اور قوم کے بہتر مستقبل کے لئے مخلصانہ اور نتیجہ خیز جدوجہد کی توفیق سے نوازیں۔ آمین یارب العالمین!

اس اعلامیہ کے ساتھ ساتھ کانفرنس کی چند چیدہ چیدہ قراردادیں بھی ملاحظہ فرمالیجئے:

ملک کے تمام کاتب فکر کے راہنماؤں اور دینی جماعتوں کے ذمہ دار نمائندوں کا یہ نمائندہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ:

- ...... امریکی مداخلت اور عالمی استعماری قوتوں کی مسلسل سازشوں کے خلاف جرأت مندانہ مؤقف اختیار کیا جائے اور ڈرون حملوں کو بند کرانے کے ساتھ ساتھ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے حوالے سے پارلیمنٹ کی متفقہ قرارداد پر فوری عمل درآمد کا اہتمام کیا جائے۔ کیونکہ ڈرون حملوں کے خاتمے اور پارلیمنٹ کی متفقہ قرارداد پر مکمل طور پر عمل کئے بغیر خودمختاری اور ملکی امن وامان کے حوالے سے کسی پیش رفت کا امکان نہیں۔
- ...... ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ سمیت دستور وقانون کی مختلف اسلامی دفعات کے بارے میں حکومتی حلقوں کے پیدا کردہ کنفیوژن کے خاتمے کے لئے حکومت اس سلسلے میں اپنی پوزیشن کی وضاحت کرے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اسلامی نظریاتی تشخص کے ساتھ اپنی وابستگی اور وفاداری کا دوٹوک اعلان کرے۔
- ...... قبائلی علاقوں میں فوجی آپریشن کی صورتحال فوری طور پر ختم کر کے مذاکرات کا اعلان کیا جائے اور مسلح گروپوں کو گفتگو اور مذاکرات کے ذریعے ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کر کے امن کی بحالی کے لئے حقیقت پسندانہ طرزعمل اختیار کیا جائے۔
- ...... مہنگائی، لوڈشیڈنگ اور کرپشن کے خاتمہ کے لئے مؤثر قومی پالیسی طے کی جائے اور بیرونی مداخلت اور ڈکٹیشن سے نجات حاصل کر کے قومی مشاورت کے ساتھ ان مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔

- ...... ملک میں بڑھتی ہوئی فحاشی اور عریانی پر کنٹرول کیا جائے اور میڈیا اور ذرائع ابلاغ کو بے لگام چھوڑ دینے کی بجائے اسلامی اصول واخلاق کا پابند بنایا جائے۔
- ...... ملک کے تعلیمی نظام میں استعماری قوتوں کی ہدایات پر منفی تبدیلیوں کا سلسلہ بند کیا جائے اور دستور کے مطابق تعلیمی نصاب ونظام کو اسلامی تعلیمات اور اصولوں کے دائرے میں لانے کی پالیسی اختیار کی جائے۔
- ...... حکومت افغانستان، عراق، فلسطین اور کشمیر کے مجاہدین آزادی کے ساتھ ہم آہنگی اور یک جہتی کا اظہار کرے اور مسلمہ اسلامی اور عالمی اصولوں کے مطابق قومی خود مختاری اور آزادی کے حصول کے لئے جدوجہد کرنے والی تحریکات کی حمایت کا اعلان کرے۔

اللہ تعالیٰ اس اہم اور تاریخی کانفرنس کو شرف قبولیت بخشیں اور تحفظ ناموس رسالت اور اتحاد امت کے لئے اسے اہم سنگ میل بنائیں۔آمین! (مولانا قاری محمد حنیف جالندھری)

آپ نے مولانا زاہد الراشدی اور مولانا قاری محمد حنیف جالندھری کے اس کانفرنس سے متعلق رشحات قلم کو ملاحظہ فرمایا۔فقیر راقم نے اس کانفرنس کی تفصیلی رپورٹ ماہنامہ ''لولاک'' میں لکھی تھی جو یہ ہے:

آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت ﷺ کانفرنس کی تفصیلی رپورٹ

مولانا قاضی احسان احمد خوب باصلاحیت آدمی ہیں۔لیکن وہ بھول جاتے ہیں کہ وہ خود چالیس سے پچاس اور فقیر ستر سے اسّی کے پیٹے میں ہے۔وہ مجھے فرماتے ہیں کہ اسی طرح دوڑیں جس طرح میں دوڑتا ہوں۔حالانکہ چند قدم پر ہی میرا سانس پھول جاتا ہے۔انہوں نے حکم دیا کہ عید سے اگلے دن سفر کر کے کراچی پہنچیں۔وہاں پروگرام طے کر رکھے ہیں۔۱۶رنومبر کو عید تھی۔۱۹رنومبر کو کراچی حاضر ہوا۔ایک دن اخبار میں خبر پڑھی کہ آسیہ نامی مسیحی خاتون کو ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ میں گورنر پنجاب سلمان تاثیر ملنے گئے۔گورنر کی بیٹی بھی ساتھ تھی۔خیال ہوا کہ گورنر صاحب کی ایک اہلیہ سکھ تھیں۔سکھوں سے ان کی رشتہ داری ہے تو شاید مسیحوں سے بھی ہو۔تبھی تو اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر گئے۔لیکن تفصیل میں گئے تو خبر میں ذکر تھا کہ ملعونہ آسیہ نے اہانت رسول ﷺ کا ارتکاب کیا۔اس پر کیس چلا۔سیشن عدالت سے اسے سزا ہوئی۔تو گورنر اہانت رسول ﷺ کرنے والی مسیحی عورت سے اظہار ہمدردی کے لئے گئے۔اگلے دن اخبارات میں نیا

موضوع ہی یہی خبر تھی۔

اسی شام حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری کا ملتان سے فون آیا کہ آپ نے خبر پڑھ لی؟ عرض کیا پڑھ لی۔ فرمایا کیا کرنا ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ تمام جماعتوں کو اکٹھا کریں جو فیصلہ ہو جائے اس پر عمل کریں۔ حضرت قاری صاحب نے فرمایا کہ تمام جماعتوں کا مشترکہ اجلاس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت طلب کرے۔ فقیر نے عرض کیا کہ جمعیت علمائے اسلام، وفاق المدارس تعاون کریں تو یہ ڈیوٹی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرانجام دینے کے لئے تیار ہے۔ ورنہ جمعیت علمائے اسلام اجلاس بلائے۔ وفاق اور عالمی مجلس تعاون کریں۔ قاری صاحب نے فرمایا کہ ملاقات ضروری ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ دو تین دن تک ملتان ملاقات کے لئے حاضر ہوں گا۔

۲۶ر نومبر کراچی بعد از عشاء آخری پروگرام تھا۔ ۲۷ر کو سکھر میں ایک جلسہ تھا۔ ۲۹، ۳۰ر نومبر ملتان دفتر میٹنگ تھی۔ ۲ر دسمبر کو قبلہ حضرت قاری محمد حنیف جالندھری سے مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کی اردلی میں فقیر کی ملاقات ہوئی۔ وہاں سے حضرت مولانا عبدالغفور حیدری کو فون کیا۔ وہ مولانا ابوالخیر محمد زبیر کی دعوت پر کراچی تھے۔ مخدوم محترم مولانا صاحبزادہ عزیز احمد نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی میں تھے۔ حضرت مولانا عبدالغفور حیدری دفتر ختم نبوت کراچی تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر کی سربراہی میں تحفظ ناموس رسالت محاذ بن گیا ہے۔ اور یہ کہ اب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی میزبانی میں اسلام آباد آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت رکھی جائے۔

صاحبزادہ صاحب اور حضرت حیدری صاحب نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن سے رابطہ کیا۔ وہ ایک کانفرنس کے سلسلہ میں کموڈیا میں تھے۔ چنانچہ مولانا فضل الرحمٰن نے فرمایا کہ ۱۰ر دسمبر کو اسلام آباد میں کانفرنس رکھ لی جائے۔ ۱۰ر کو جمعہ تھا۔ ۱۱، ۱۲ر رائے ونڈ کا اجتماع۔ چنانچہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن کو صاحبزادہ عزیز احمد اور مولانا عبدالغفور حیدری نے فون کر کے اگلے روز ۴ر دسمبر کو اطلاع دی کہ کانفرنس ۱۵ر دسمبر کو اسلام آباد رکھی جائے۔

تفصیلی رپورٹ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم سے عرض کی۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے قبلہ امیر مرکزیہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم سے رپورٹ عرض کرنے اور دعاؤں کی درخواست کا حکم فرمایا۔ مولانا مفتی ظفر اقبال سے یہ صورت حال عرض کی۔ اجازت ملنے پر اسی دن ۵ر دسمبر کو جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے امیر حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی ملتان دفتر تشریف لائے۔ طے ہوا کہ حضرت مولانا رشید احمد

لدھیانوی کانفرنس کے اختتام تک کا پورا وقت کانفرنس کی کامیابی کے لئے دیں گے۔اس دوران میں مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے مدعوین کی فہرست تیار کرلی جو حضرت قاری محمد حنیف جالندھری کو دیکھادی گئی۔انہوں نے حسب صوابدید ترمیم واضافہ فرمایا۔ وہ فہرست لے کر حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، فقیر راقم ۶ ردسمبر کی علی الصبح ملتان دفتر سے روانہ ہوئے۔ ۶ ردسمبر کی دوپہر لاہور حاضر ہوئے۔مولانا عبدالوحید قاسمی، مولانا ہارون الرشید، مولانا محمد طیب فاروقی، مولانا زاہد وسیم کے ذمہ تھا کہ وہ اسلام آباد میں ہوٹل بک کرائیں۔ ہمارے لاہور پہنچنے سے پہلے اسلام آباد سے کنفرم ہوگیا کہ ہوٹل بک ہوگیا ہے۔ چنانچہ لاہور پہنچتے ہی دعوت نامہ ترتیب دیا۔جو یہ ہے:

دعوت نامہ

آل پاکستان

تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس اسلام آباد

بتاریخ 15 دسمبر 2010ء بروز بدھ بوقت 10:30 بجے صبح

بمقام ڈریم لینڈ ہوٹل 4 اسلام آباد کلب روڈ اسلام آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت عالی جناب مکرم ومحترم .... زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ مزاج گرامی

آپ کے علم میں ہے کہ اس وقت آسیہ کیس کی آڑ میں تحفظ ناموس رسالتﷺ قانون کوختم کرنے کے لیے مختلف لابیاں سرگرم عمل ہیں ان حالات میں ضروری ہے کہ پورے ملک کی دینی وسیاسی قیادت بیٹھ کر فیصلہ کرے کہ کس طرح آئین میں تحفظ ناموس رسالتﷺ قانون کو جوں کاتوں باقی رکھنا ہے۔خدانہ کرے اگر یہ قانون ختم ہوتا ہے تو پھر یہ معاملہ یہاں تک نہیں رکے گا بلکہ سیکولر طاقتیں اور مغربی این۔جی۔اوز پاکستان کے اسلامی تشخص کوختم کرنے کے درپے ہوں گی۔رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ناموس کا تحفظ ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔چنانچہ اس اہم فریضہ کی ادائیگی کے لیے آنجناب سے درخواست ہے کہ بروقت اپنی شرکت کو یقینی بنائیں۔شکریہ

منجانب:

(مولانا) عبدالمجید لدھیانوی
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

(مولانا) سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس پاکستان

(مولانا) فضل الرحمٰن
امیر مرکزیہ جمعیت علماء اسلام

تاکید مزید:

(مولانا) سمیع الحق اکوڑہ خٹک
(مولانا) عزیز الرحمٰن جالندھری ملتان
(مولانا) عبدالغفور حیدری اسلام آباد
(مولانا) محمد حنیف جالندھری ملتان

برائے رابطہ:

(مولانا) رشید احمد لدھیانوی
امیر جمعیت علماء اسلام پنجاب

(مولانا) عزیز الرحمٰن ثانی
مرکزی ناظم اطلاعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان پاکستان

دفتر اسلام آباد: 0300-5111583, 0300-7550481

اسی شام وزیراعلیٰ ہاؤس میں پنجاب کے دیوبندی علمائے کرام کی میٹنگ تھی۔ اس میں پورے پنجاب سے نمائندگی موجود تھی۔ وہاں پھر اپنے مسلک کی تمام قیادت سے ملاقات ہوگئی۔ اس میٹنگ میں جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے سیکرٹری اطلاعات مخدوم زادہ حضرت مولانا امجد خان موجود تھے۔ ان سے عرض کیا کہ آپ ملاقاتوں کے لئے وقت لیں۔ حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری سے ملاقات ہوئی۔ طے ہوا کہ کل جامعۃ الخیر لاہور میں ۸ بجے حضرت قاری محمد حنیف سے ملاقات ہوگی۔ اس دوران مولانا محمد امجد خان کا فون آ گیا کہ ۱۱ بجے دفتر جماعت منصورہ ملاقات کا وقت طے ہوگیا ہے۔ ایک بجے جناب قاری زوار بہادر۔ اس دوران میں تنظیم اسلامی اور منہاج القرآن کے حضرات سے بھی ملاقاتیں ہوجائیں گی۔ رات گئے دعوت نامہ بھی چھپ کر مل گیا۔ لاہور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے (سابق) مبلغ مولانا محمد عرفان دیول نے رات ہی دعوت نامہ کو لفافوں میں ڈال کر تیار کر دیا۔

ملاقاتوں کا آغاز

چنانچہ ۷؍دسمبر بروز منگل سب سے پہلے جامعۃ الخیر میں سہ رکنی وفد مولانا رشید احمد لدھیانوی، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، راقم نے حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری سے ملاقات کی۔ فہرست پر دوبارہ غور ہوا۔ پانچوں وفاق المدارس کے ذمہ داران کو دعوت نامہ ارسال کرنا ہمارے ذمہ ٹھہرا۔ ان کی اجلاس میں شرکت کو یقینی بنانا مولانا قاری محمد حنیف نے اپنے ذمہ لے لیا۔ چنانچہ سید عطاء المہیمن شاہ مجلس احرار اسلام، تنظیم اہل سنت، مجلس علمائے اہل سنت کے ۱۳؍دعوت نامے حضرت قاری محمد حنیف جالندھری کو پیش کیے۔ وہاں سے وفد اٹھا تو تنظیم اسلامی

کے سربراہ جناب محترم عاکف سعید سے ان کے دفتر ملاقات کی۔ دعوت نامہ دیا۔ انہوں نے بھرپور مسرت کے ساتھ شرکت کا وعدہ کیا۔ وہاں سے جماعت اسلامی کے مرکز منصورہ حاضری ہوئی۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا محمد امجد خان بھی وفد میں شامل ہوگئے۔ چنانچہ چار رکنی وفد نے مولانا عبدالمالک خان، سید منور حسن، جناب لیاقت بلوچ، جناب فرید احمد پراچہ سے ملاقات کی۔ ان حضرات کی میٹنگ ہورہی تھی۔ میٹنگ ختم کر کے وفد کو وہیں بلالیا۔ تفصیلی تبادلہ خیال ہوا۔ جناب حضرت قاضی حسین احمد کا دعوت نامہ یہاں دے دیا۔

یہاں سے فارغ ہوئے۔ منہاج القرآن دفتر میں حاضری ہوئی۔ جناب فضل الرحمٰن مسکین درانی، جناب مولانا علی غضفر کراروی، جناب فرحت حسین شاہ کو دعوت نامے پیش کئے۔ ان حضرات نے بہت محبتوں سے نوازا۔ یہاں سے فارغ ہوکر حضرت مولانا قاری زوار بہادر سیکرٹری جنرل جمعیت علمائے پاکستان کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ ان کو دعوت دی۔ نماز ظہر ہوچکی تھی۔ یہاں پر نماز پڑھی۔ حضرت مولانا محمد امجد خان نے وفد کو پرتکلف ضیافت سے ممنون فرمایا۔ یہاں سے فارغ ہوکر حافظ سعید، مولانا امیر حمزہ الدعوہ کے مرکز میں حاضری ہوئی۔ دونوں حضرات تو مرید کے تشریف لے جاچکے تھے۔ البتہ دعوت نامے دیئے۔ یہاں سے مرکزی جمعیت اہل حدیث کے دفتر فون کیا۔ مولانا زبیر ظہیر سے بات ہوئی۔ محترم پروفیسر ساجد میر نے فرمایا کہ میں تو دفتر سے نکل رہا ہوں۔ آپ دعوت نامہ بھجوادیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد امجد خان نے دعوت نامے وصول فرمائے اور یہ طے ہوا کہ مولانا امجد خان، تحریک انصاف، مرکزی جمعیت اہل حدیث، نون لیگ کو دعوت نامے پہنچائیں گے۔

رات گئے دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مسلم ٹاؤن واپسی ہوئی تو ڈاک تیار کی۔ کراچی کے حضرات کے لئے دس دعوت نامے مولانا قاضی احسان احمد، بھرچونڈی شریف ودیگر حضرات کے لئے محترم مولانا محمد حسین ناصر سکھر، مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری ساہیوال، مرکزی دفتر ملتان پانچ عدد دعوت نامے جن میں مجلس احرار اسلام کے قائد مولانا سید عطاء المومن بخاری کا دعوت نامہ بھی تھا۔ اسی طرح مولانا صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی، مولانا محمد طیب جامعہ امدادیہ فیصل آباد، حضرت مولانا قاضی ظہور حسین چکوال، مولانا محمد ضیاء مدنی جامع مسجد کچہری بازار فیصل آباد، حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر گجرات، حضرت قاری محمد یاسین فیصل آباد اور دیگر حضرات کو دعوت نامے ڈاک سے بھجوانے کا کام مولانا محمد عرفان دیول کے سپرد کیا۔ مولانا محمد احمد لدھیانوی اگلے روز لاہور پریس کلب آرہے تھے۔ ان کا دعوت نامہ بھی مولانا دیول کے سپرد کیا۔

گوجرانوالہ، جہلم، راولپنڈی

گوجرانوالہ، جہلم، راولپنڈی کے لئے ۸؍دسمبر صبح سفر کا آغاز کیا۔ راستہ میں دفتر ختم نبوت گوجرانوالہ کھیالی سے مولانا محمد عارف شامی ساتھ ہولئے۔ جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں حضرت مولانا زاہد الراشدی سے ملاقات کی وفد نے سعادت حاصل کی۔ دعوت نامہ دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ مولانا خالد حسن مجددی گوجرانوالہ، مولانا ڈاکٹر زاہد اشرف فیصل آباد کو بھی دعوت دی جائے۔ چنانچہ ان دونوں حضرات کے دعوت نامے مولانا محمد عارف شامی کے سپرد کئے اور آگے چل دیئے۔ کانفرنس میں کیا کرنا کیا ہونا چاہئے۔ اس پر جو تبادلہ خیال ہوا وہ حضرت زاہد الراشدی نے روزنامہ اسلام کے کالم میں تحریر فرمایا ہے۔ (وہ آپ پڑھ چکے ہیں)

راستہ میں ظہر کی نماز جامعہ حنفیہ جہلم میں پڑھی۔ حضرت مولانا محمد ابوبکر صدیق کی خدمت میں دعوت نامہ پیش کیا۔ محترم مولانا قاضی ظہور حسین کی تشریف آوری یقینی بنانے کے لئے درخواست کی۔ وہاں سے چل کر حضرت مولانا قاری ہارون الرشید کے ہاں جامعہ مسجد الرشید گلزار قائد راولپنڈی جاکر قیام کیا۔ حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی دامت برکاتہم نے حضرت مولانا حیدری سے رابطہ کیا۔ معلوم ہوا کہ آج رات مولانا فضل الرحمٰن بھی کمبوڈیا سے واپس تشریف لارہے ہیں۔ حضرت حیدری صاحب نے فرمایا کہ کل ۱۰بجے ایوان پارلیمنٹ میں آجائیں۔ وہاں ملاقات ہوگی۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن سے ملاقات

چنانچہ ۹؍دسمبر ۲۰۱۰ء ایوان پارلیمنٹ میں مولانا عبدالغفور حیدری کے دفتر حاضر ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد قائد محترم حضرت مولانا فضل الرحمٰن سمیت حضرت حیدری صاحب تشریف لائے۔ حضرت مولانا کے سامنے پورے سفر کی روئیداد عرض کی۔ آپ نے دعوت نامہ ملاحظہ کیا۔ مدعوین کی اجمالی فہرست عرض کی۔ آپ نے ہدایات سے نوازا۔ چنانچہ طے ہوا کہ تمام حضرات کو دعوت نامے مل جائیں تو فہرست حضرت حیدری صاحب کو بمع فون کے پہنچادی جائے۔ وہ سب سے رابطہ کریں گے۔

طے ہوا کہ ۱۲؍دسمبر کو مرکزی جماعت اہل سنت نے پرل انٹر کانٹی ہوٹل راولپنڈی میں اجلاس طلب کررکھا ہے۔ اس اجلاس میں شریک ہوں گے اور اس اجلاس کے فیصلوں کا اعلان بھی ۱۵؍دسمبر کی اے پی سی میں کیا جائے گا۔ یہاں سے فارغ ہوتے ہی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

اسلام آباد میں حاضری ہوئی۔ مولانا محمد طیب فاروقی، مولانا عبدالوحید، مولانا مفتی محمد اویس تشریف فرماتھے۔ان حضرات نے راجہ ظفر الحق سے وقت لیا۔ان کے ہاں وفد حاضر ہوا۔دعوت نامہ دیا۔وہاں سے چوہدری شجاعت حسین سے فون پر بات ہوئی۔ وہ لاہور تھے۔ چنانچہ ان کا دعوت نامہ ان کی ہدایت پر ان کی رہائش گاہ پر پہنچایا۔ جناب حشمت حبیب ایڈووکیٹ اور اخبارات کے کالم نگار حضرات اور جناب اعجاز الحق کے دعوت نامے مولانا محمد طیب فاروقی کے سپرد کئے۔ اس دوران میں جناب اعجاز الحق سے فون پر بات ہوئی۔ انہوں نے دعوت قبول فرمائی۔ان کا دعوت نامہ مفتی محمد اویس کے سپرد کیا۔وہاں سے جامعہ فرقانیہ کوہاٹی بازار گئے۔وہاں سے مولانا ڈاکٹر عتیق الرحمٰن سیکرٹری جنرل جمعیت علمائے اسلام کوفون کیا۔وہ گھر پر کسی جرگہ کے سلسلہ میں تشریف لے گئے تھے۔اگلے دن ملاقات کا طے ہوا۔

وفاق المدارس کے نائب ناظم حضرت قاضی مولانا عبدالرشید ایک کام کے سلسلہ میں ملتان تشریف لے گئے تھے۔رات گئے قاری ہارون کے ہاں جا کر آرام کیا۔وہاں پر پہنچتے پہنچتے حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی کو بخار ہوگیا۔ان کے بخار ہوتے ہی جو مجھ پر گزری اس سے اندازہ ہوا کہ مولانا کی محبت نے میرے دل میں کتنا گھر کیا ہوا ہے۔ بہت ہی صاحب درد بزرگ رہنما ہیں۔ پورا ہفتہ وقت نکال کر در در پھرنا کون کرتا ہے۔ یہ محض ان کی محبت اور کاز سے بے پناہ محبت کی دلیل ہے۔

۱۰ر دسمبر بروز جمعہ

فقیر نے جمعہ حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی کی مسجد میں پڑھایا۔ مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کا جمعہ مولانا محمد طیب نے اسلام آباد میں رکھا۔ جمعہ سے فراغت کے بعد مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا محمد ہارون الرشید نے دارالعلوم راجہ بازار میں جا کر حضرت صاحبزادہ مولانا اشرف علی، حضرت مولانا عبدالمجید ندیم شاہ کے گھر ان کا دعوت نامہ پہنچایا۔مولانا رشید احمد لدھیانوی نے تحریک اسلامی کے قائد جناب علامہ ساجد حسین نقوی سے ملاقات کے لئے فرمایا۔ آپ اس وقت بہت دور تھے۔انہوں نے فرمایا کہ میرا دعوت نامہ میرے دفتر پہنچادیں۔ چنانچہ ایسے ہوا۔اب تقریباً دعوت نامے پہنچانے کا عمل مکمل ہوا۔

۱۱ر دسمبر کو مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا ہارون الرشید، مولانا مفتی محمد اویس نے فہرستوں کی تکمیل کی۔ انہیں کمپوز کیا۔ ہوٹل میں جا کر اس کا جائزہ لیا۔فقیر نے آج مانسہرہ بعداز

مغرب کانفرنس میں شرکت کرنا تھی۔ اس کے لئے جناب عبدالرؤف روفی اور یاسر خٹک نے سواری بھجوائی۔ رات وہاں جامع مسجد ناڑی میں بہت بڑی کانفرنس ہوئی۔ حضرت مولانا سید غلام نبی شاہ صاحب صدر تھے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ مہمان خصوصی۔ ضلع مانسہرہ وایبٹ آباد کی پوری دینی قیادت جمع تھی۔ عشاء دیر سے کانفرنس ختم کر کے پڑھی۔

۱۲؍دسمبر کو اگلے دن ۱۱ بجے پرل کانٹی نینٹل میں مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنس منعقد ہوئی۔ حضرت مولانا پیر عبدالخالق بھرچونڈی شریف، حضرت مولانا فضل الرحمٰن، حضرت مولانا محمد خان شیرانی، مولانا ابوالخیر محمد زبیر، جناب سید منور حسن، جناب قاضی حسین احمد، جناب مفتی منیب الرحمٰن، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا ہارون الرشید، پروفیسر ساجد میر، جناب سید علامہ ساجد حسین نقوی، جناب حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مولانا عبدالمالک خان، مولانا محمد یاسین ظفر جامعہ سلفیہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ مولانا پیر عتیق الرحمٰن میزبان تھے۔ بھرپور اجلاس ہوا۔ اس میں طے ہوا کہ ناموس رسالت کی اس تازہ جدوجہد کے لئے پلیٹ فارم کا نام ''تحریک ناموس رسالت'' ہوگا۔ اس کے کنوینر حضرت صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر ہوں گے۔ ۷؍حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی گئی:

۱- مولانا عبدالغفور حیدری
۲- مولانا عبدالرؤف فاروقی
۳- جناب لیاقت بلوچ
۴- مولانا عزیز الرحمٰن ثانی
۵- جناب محمد شفیق پسروری
۶- جناب سکندر عباس
۷- مولانا محمد شریف سرکی

اس کمیٹی نے آئندہ کا لائحہ عمل طے کر کے ۱۵؍دسمبر کی آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنس میں پیش کرنا ہے۔ چنانچہ وہی ہوا جو حضرت مولانا فضل الرحمٰن طے کر کے تشریف لائے تھے۔ سب سے زیادہ مؤثر گفتگو بھی آپ کی ہوئی اسی کا اعلان ہوگیا اور سب سے آخری بیان بھی آپ کا ہوا۔ آج صبح ہی حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی جناب عتیق الرحمٰن کے ہمراہ لاہور تشریف لے گئے تھے۔ ۱۲، ۱۳ کو جمعیت علمائے اسلام پنجاب کی عاملہ کا اجلاس تھا۔ وہ صبح سے لاہور تشریف لے گئے۔ ہم مغرب کے قریب روانہ ہوئے تو رات گئے لاہور حاضر ہوئے۔

جمعیۃ علمائے اسلام (س) کی کانفرنس

۱۳؍دسمبر دن گیارہ بجے عامر ہوٹل لاہور نزد سیشن کچہری میں جمعیۃ علمائے اسلام (س) کے مرکزی جنرل سیکرٹری حضرت مولانا عبدالرؤف فاروقی نے آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنس طلب کر رکھی تھی۔ اس اجلاس میں انہوں نے جماعتوں کے صدور کی بجائے سیکرٹری جنرل حضرات کو دعوت دی تھی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ یادگار اسلاف حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے مولانا عزیز الرحمٰن ثانی اور فقیر کو حکم فرمایا کہ مجلس کی نمائندگی کریں۔ لاہور پہنچے تو حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی تشریف لائے ہوئے تھے۔ مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے پروگرام یہ ترتیب دیا کہ مولانا شجاع آبادی اور فقیر اجلاس میں شرکت کریں۔ وہ خود نشر و اشاعت سے متعلق جو امور تھے۔ وہ نبٹالیں۔ چنانچہ ایسے ہوا۔ بھرپور اجلاس تھا۔ اجلاس کے آخر پر حضرت مولانا سمیع الحق بھی تشریف لائے اور پالیسی خطاب فرمایا۔ یہاں بھی یہی فیصلہ ہوا کہ تمام فیصلوں کا ۱۵؍دسمبر ۲۰۱۰ء کی آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنس میں اعلان کیا جائے گا۔ یوں اللہ رب العزت نے کرم فرمایا کہ ۱۲؍دسمبر کی اے پی سی راولپنڈی اور ۱۳؍دسمبر کی اے پی سی لاہور میں یہی اعلانات ہوئے کہ تمام فیصلوں کا اعلان ۱۵؍دسمبر کی کانفرنس میں ہوگا۔ اس سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی میزبانی میں ہونے والی کانفرنس اسلام آباد بہت اہمیت اختیار کر گئی۔

۱۳؍دسمبر کی شام کو مولانا محمد اسماعیل، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا ہارون الرشید اور فقیر راولپنڈی کے لئے روانہ ہوئے۔ رات گئے وہاں حاضر ہوئے۔ ۱۴؍دسمبر کا دن باقی تھا۔ اگلے دن کانفرنس ہونا تھی۔ اس لئے ۱۴؍دسمبر تمام انتظامات کو آخری شکل دینا تھی۔ آج معلوم ہوا کہ حضرت مولانا عبدالسلام حضرو والوں کو دعوت نامہ نہیں جاسکا تو حضرت مولانا محمد زاہد وسیم کو بھیجا۔ انہوں نے جا کر حضرو آپ کو دعوت نامہ دیا۔

۱۴؍دسمبر کو ۲ بجے اسلام آباد پریس کلب میں پریس کانفرنس رکھی۔ مولانا عبدالغفور حیدری نے پریس کانفرنس سے خطاب کرنا تھا۔ پریس کلب پہنچ کر مولانا رشید احمد لدھیانوی نے بتایا کہ جناب احمد سعید کاظمی اور جناب اعظم خان سواتی کو حکومت نے وزارتوں سے سبکدوش کر دیا ہے۔ اس نئے بحران پر غور و فکر کے لئے جمعیت علماء اسلام کے سینٹ و قومی اسمبلی کے ممبران کا اجلاس ہو رہا ہے۔ حضرت حیدری صاحب تو تشریف نہ لاسکیں گے۔ چنانچہ مولانا رشید احمد

لدھیانوی، مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا عزیزالرحمٰن ثانی، مولانا ظہور احمد علوی، جناب ڈاکٹر عتیق الرحمٰن نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ وہاں سے فارغ ہوکر سب شرکائے کانفرنس نے جامعہ محمدیہ میں حضرت مولانا ظہور احمد علوی کے ہاں عصر کی نماز پڑھی۔ جامعہ محمدیہ کے شیخ الحدیث یادگار اسلاف حضرت مولانا عبدالقیوم کی فقیر نے زیارت کی۔ آپ نے ڈھیروں دعاؤں سے نوازا اور یہاں پر اگلے دن کی کانفرنس کے لئے مشاورت ہوئی۔ راولپنڈی جاتے جاتے مغرب ہوگئی۔ مولانا رشید سے فون پر معلوم کیا کہ کیا ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ جمعیت نے وفاقی وزارتوں سے استعفیٰ دے دیا ہے۔

آج ۱۴؍دسمبر کی شام کو ۷ رکنی کمیٹی کا اسلام آباد میں حضرت صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نے اجلاس طلب کر رکھا تھا۔ رات ۹ بجے وہاں حاضری ہوئی۔ یادگار اسلاف مولانا عبدالستار توحیدی کے پوتے مولانا محمد طیب اپنے ہمراہ وہاں لے گئے۔ آج اس کے اجلاس میں سوائے مولانا عبدالرؤف فاروقی کے تمام ممبران شامل ہوئے۔ حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری اور راقم کو خصوصی طور پر مولانا صاحبزادہ محمد زبیر نے حکم فرمایا۔ رات ساڑھے ۱۱ بجے تک اجلاس جاری رہا۔ فیصلوں کو آخری شکل دی گئی۔ جس پر اگلے روز قائدین نے غور کرنا تھا۔

آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت ﷺ کانفرنس اسلام آباد

۱۵؍دسمبر کو تقریباً ۹ بجے مولانا محمد اسماعیل، مولانا محمد طیب، مولانا زاہد وسیم، مولانا عزیزالرحمٰن ثانی، مولانا محمد اویس (بمع اپنے مدرسہ کے اساتذہ وطلباء کے جنہوں نے ڈیوٹی دینا تھی) مولانا ہارون الرشید، مولانا رشید احمد لدھیانوی، ڈاکٹر عتیق الرحمٰن، جناب محمد افضل سالار جمعیت علمائے اسلام بمع اپنے رضا کاروں کے تشریف لائے۔ مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا ظہور احمد علوی، مولانا قاری احسان اللہ ہزاروی، مولانا تاج محمد، مولانا عبدالمجید ہزاروی اور دیگر معاونین و منتظمین نے مل کر نشستوں کی ترتیب اور ان پر کارڈ رکھنے کا عمل مکمل کیا۔ اتنے میں جمعیت علمائے اسلام پاکستان مولانا محمد امجد خان تشریف لائے۔ انہوں نے بھی اپنا صوابدیدی اختیار استعمال کیا۔ بہت سی ترتیب نو قائم کی۔ اتنے میں حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، حضرت مولانا عبدالغفور حیدری تشریف لائے۔ انہوں نے نظم سنبھالا۔ لیجئے! اب مہمانوں کی آمد شروع ہوگئی۔ جوں ہی مہمانان گرامی تشریف لاتے گئے اپنی سیٹوں پر تشریف رکھتے گئے۔ ساڑھے دس بجے سے قبل مہمانوں کی آمد شروع ہوگئی۔ کوئی پونے گیارہ بجے کے قریب حضرت

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری نے نقابت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے اپنی تلاوت سے کانفرنس کا آغاز کیا۔ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نے قصیدہ بردہ شریف کے چند اشعار پڑھے۔ صدر اجلاس مولانا فضل الرحمٰن تھے نے اجلاس کی غرض وغایت بیان فرمائی۔

شرکاء کے اسمائے گرامی جماعتوں کے حوالہ سے پیش خدمت ہیں:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، مولانا صاحبزادہ خلیل احمد، صاحبزادہ نجیب احمد، صاحبزادہ سعید احمد، مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ، مولانا قاری محمد یٰسین، مولانا عزیز الرحمٰن، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد طیب فاروقی، مولانا زاہد وسیم۔
جمعیت علمائے اسلام	صدر اجلاس مولانا فضل الرحمٰن، مولانا عبدالغفور حیدری، مولانا محمد امجد خان، مولانا رشید احمد لدھیانوی، مولانا ڈاکٹر عتیق الرحمٰن۔
جمعیت علمائے پاکستان	مولانا صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، مولانا نقشبندی، جناب حامد رضا بھٹی اور دیگر۔
جمعیت علمائے اسلام (س)	مولانا سمیع الحق، مولانا حامد الحق، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا سید محمد یوسف شاہ
جماعت اسلامی	جناب قاضی حسین احمد، جناب سید منور حسن، جناب لیاقت بلوچ، جناب میاں محمد اسلم
مرکزی جمعیت اہل حدیث	حضرت مولانا عبدالعزیز حنیف، جمعیت اہلحدیث حضرت مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری۔
جمعیت علمائے اسلام	مولانا پیر عبدالرحیم نقشبندی، مولانا عبدالشکور نقشبندی
تحریک اسلامی	جناب علامہ سید ساجد حسین نقوی ودیگر
اہل سنت والجماعت	جناب مولانا محمد احمد لدھیانوی، ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں ودیگر
مجلس احرار اسلام	جناب مولانا سید عطاء المومن بخاری، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ثالث، مجلس احرار اسلام جناب عبداللطیف چیمہ، جناب حافظ محمد یوسف احرار

مرکزی جماعت اہل سنت	حضرت پیر عبدالخالق سجادہ نشین بھرچونڈی شریف، صاحبزادہ محبوب الرسول ودیگر
وفاق المدارس	حضرت مولانا سلیم اللہ خان، حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا مفتی محمد طیب فیصل آباد، مولانا انوارالحق حقانی۔
مشائخ	مولانا صاحبزادہ امین الحسنات بھیرہ شریف، مولانا قاضی ارشدالحسینی۔
جامعہ اشرفیہ لاہور	صاحبزادہ مولانا محمد اسعد عبید۔
شریعت کونسل	حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی، حضرت مولانا زاہدالراشدی۔
اتحاد اہل سنت	حضرت مولانا محمد الیاس گھمن۔
اقراء روضۃ الاطفال	حضرت مولانا مفتی خالد محمود، مولانا مفتی محمد بن مفتی محمد جمیل خان رحمۃ اللہ علیہ، جناب شبیر احمد ودیگر حضرات۔
جماعت الدعوہ	حضرت حافظ سعید، جناب مولانا امیر حمزہ، قاری محمد یعقوب ودیگر حضرات۔
شخصیات	مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا صاحبزادہ عبدالخبیر آزاد، مولانا عبدالغفار لال مسجد، مولانا قاری احسان اللہ ہزاروی، مولانا ظہور احمد علوی، مولانا عبدالوحید قاسمی، مولانا مفتی ظفر اقبال۔
اتحاد العلماء	حضرت مولانا عبدالمالک خان۔
تحریک اسلامی	جناب عاکف سعید ودیگر حضرات۔
منہاج القرآن	جناب سید فرحت حسین شاہ، جناب مولانا علی غضنفر کراروی۔
مسلم لیگ (ق)	جناب چوہدری شجاعت حسین سابق وزیراعظم پاکستان، سندھ وبلوچستان کے دو سابق وزرائے اعلیٰ ودیگر مرکزی قائدین
مسلم لیگ (نون)	ڈاکٹر چوہدری طارق فضل ایم این اے۔

مسلم لیگ (ضیاء الحق) جناب اعجاز الحق سابق وفاقی مذہبی امور۔
اشاعت التوحید حضرت مولانا عبدالسلام حضرو۔ صاحبزادہ مولانا امان اللہ جامعہ تعلیم القرآن راجہ بازار۔

ان کے علاوہ اتنی اہم شخصیات تھیں کہ سبحان اللہ۔ کسی کا نام رہ گیا ہو تو اللہ رب العزت معاف فرمائیں۔ عمداً کسی مدعو کا نام ترک نہیں کیا۔ جو غلطی سے رہ گیا ہو احباب معاف فرمادیں کیا کیا خطابات ہوئے۔ وہ موقعہ پر جستہ جستہ حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی قلمبند کرتے گئے۔ جو یہ ہیں ان میں بھی جو نام رہ گیا ہو اس کی معذرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کی جگہ فقیر کئے دیتا ہے۔ امید ہے کہ کوئی نام نہیں رہا ہوگا۔ اجلاس کے آغاز سے اجلاس کے اختتام تک پوری کاروائی کو جم کر لکھنا۔ کارے دارد کوئی نام رہ گیا ہو تو معاف فرمادیں۔

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت علماء اسلام پاکستان کے امیر، صدر اجلاس، مولانا فضل الرحمٰن نے فرمایا:

ہم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شکر گذار ہیں کہ اس نے امت کو مجتمع کرنے اور امت کی صفوں کو درست کرنے کی دعوت دی۔ میں مجلس کی طرف سے تمام شرکاء کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ مجلس کے مرکزی امیر صدارت فرماتے۔ لیکن ان کے حکم سے مجھے یہ اعزاز بخشا گیا۔ میں مولانا ابوالخیر کا بھی شکر گذار ہوں کہ انہوں نے کراچی میں اس کام کا آغاز کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ حکومت تحفظ ناموس رسالت کے قانون کو تبدیل یا ختم یا غیر مؤثر کرنا چاہتی ہے۔ اس سے قبل پیر عبدالخالق بھرچونڈی شریف نے بھی کانفرنس رکھی۔ جس میں تجاویز مرتب کرنے کے لئے کمیٹی قائم کی گئی۔ کمیٹی نے تجاویز پیش کیں۔ انہیں حتمی شکل دی گئی اور ایک مکمل پروگرام ترتیب دیا گیا اور دنیا کو پیغام دیا جائے گا کہ اسلامیان پاکستان ان کے ایجنڈے کے سامنے بند باندھیں گے۔ مغرب کا ایجنڈا یہ ہے کہ دینی و مذہبی تبلیغ و ترویج اور تعلیمات دینے والے اداروں کا کردار ختم کر دیا جائے۔ مغرب نے جہاد کو دہشت گردی کا نام دے دیا ہے۔ دینی مدارس کا وجود اور کردار کا خاتمہ یا غیر مؤثر بنانا۔ اسلامی تہذیب کا خاتمہ اور مغربی تہذیب کا رواج اس کا حصہ ہے اور سوسائٹی کو مغرب کے معیار پر لانا اس کا اہم حصہ ہے۔ جب دین کی اساس محفوظ نہیں رہے گی تو دین بھی محفوظ نہیں رہ سکے گا۔ حضرت جبریل کا کردار مشکوک بنانے کی کوشش، معجزات سے انکار، چونکہ وہ پیغام کو نہیں جھٹلا سکے۔ لہٰذا پیغام رساں کی ذات پر طعن و تشنیع کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ ہیں تو آپ ﷺ کے آداب بھی ہیں۔ مغربی دنیا امت کو تقسیم کرنا چاہتی ہے۔ امت میں دیوبندی،

بریلوی، مقلد وغیر مقلد، سنی وشیعہ کے عنوان سے افتراق وانتشار اور تقسیم کیا جارہا ہے۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات ہمیں اکٹھا کررہی ہے۔ ہمیں رسالت کی ضرورت پر لبیک کہنا چاہئے۔ کیونکہ وحدت کا وہی نقطہ ہے۔ آج اللہ پاک نے موقع دیا ہے کہ اس موضوع کی اہمیت سمجھیں اور دنیا کو پیغام دیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات کے خلاف کوئی طعن برداشت نہیں کیا جائے گا۔

جمعیت علماء پاکستان کے صدر ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نے کمیٹی کی تجاویز پیش کیں۔ انہوں نے کہا کہ حکمرانوں کے عزائم سامنے آچکے ہیں۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ پوری امت متحد ہوکر ناموس رسالت کا تحفظ کرے۔ چنانچہ تمام مکاتب فکر کے راہنماؤں نے مل بیٹھ کر درج ذیل تجاویز پاس کیں۔

☆...... ۲۴؍دسمبر کو ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے ہوں گے۔

☆...... ۳۱؍دسمبر کو مکمل ہڑتال کی جائے گی۔

☆...... ۹؍جنوری کراچی میں مرکزی احتجاجی جلسہ ہوگا۔ جس میں مرکزی قائدین شرکت کریں گے۔

☆...... ۹؍جنوری کو اگلا پروگرام طے کیا جائے گا۔

پاکستان مسلم لیگ ق کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین نے کہا کہ میری خوش نصیبی ہے کہ اس عظیم کانفرنس میں شرکت کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ اس ملک میں حضور ﷺ کی عزت وناموس پر حرف نہیں آنے دیا جائے گا۔ میں، میرا خاندان، میری پارٹی اس محاذ پر آپ کے ساتھ ہیں۔ میرے والد محترم نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ انہوں نے کہا نہ تو اس قانون کو ختم کیا جاسکتا ہے اور نہ ترمیم قبول کی جائے گی۔ قانون کو ختم کرنے کی ناپاک سازش کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ ہم پارلیمنٹ میں اس قانون کا مکمل تحفظ کریں گے۔ میں تمام تجاویز کی تائید کرتا ہوں اور پروگراموں میں شرکت کریں گے۔

جماعت الدعوہ کے سربراہ حافظ محمد سعید نے کہا کہ یہ اجلاس قابل مبارک باد ہے۔ ختم نبوت کی تحریک سے آئین میں ترمیم ہوئی۔ ناموس رسالت کا قانون علماء کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ کفر واسلام کی جنگ جو مغرب نے چھیڑی ہے۔ جہاد کو ختم کرنے کے لئے پروپیگنڈہ کیا گیا۔ مغرب کے دباؤ کی وجہ سے یہ قانون تبدیل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اگر متحد ہوکر اس مسئلہ پر کھڑے ہوئے ہیں تو باقی تمام مسائل بھی حل ہوں گے۔ اگر آج ہم کوتاہی کریں گے تو اگلا مسئلہ ختم نبوت کا ہوگا۔ حقیقی اتحاد قائم کیا جائے۔ میڈیا غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ علماء کرام

کا پینل تشکیل دیا جائے جو میڈیا پر پھیلائے جانے والے شکوک وشبہات کا جواب دے۔

پاکستان مسلم لیگ (ض) کے سربراہ جناب اعجاز الحق نے کہا میں بھی تجاویز کی تائید کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ سوچی سمجھی سازش کے تحت طے شدہ مسائل کو متنازعہ بتایا جا رہا ہے۔ تحفظ ناموس رسالت سمیت تمام اسلامی قوانین کے خلاف باقاعدہ مہم چلائی جارہی ہے اور پیسہ بھی خرچ کیا جارہا ہے۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے بھرپور طریقہ کار وضع کیا جائے۔ باقی معاملات پر پابندی ہے۔ لیکن حضور ﷺ کے خلاف بات کو آزادی رائے کا اظہار کہا جاتا ہے۔ انہوں نے تجاویز کے ساتھ مکمل اتفاق کا اعلان کیا۔

تنظیم اسلامی کے سربراہ جناب عاکف سعید نے کہا کہ ۶۵ سال تک شریعت سے بغاوت کا ارتکاب کیا گیا۔ ہماری تنظیم اس سلسلہ میں آپ کے ساتھ ہے۔ ان تمام پروگراموں میں شرکت کریں گے۔ مرکزی جماعت اہل سنت کے سربراہ پیر عبدالخالق آف بھرچونڈی شریف نے کہا کہ میں تجاویز کی تائید کرتا ہوں۔

مسلم لیگ (ن) کے ڈاکٹر طارق فضل چوہدری (M.N.A) نے کہا کہ میں منتظمین کانفرنس کا شکر گزار ہوں۔ ملک میں قائم ہونے والی فضا ایک چیلنج ہے۔ لیکن ناموس رسالت کا مسئلہ امت میں نقطہ اتحاد ہے۔ پاکستانی قوم ایک غیرت مند قوم ہے۔ اس سلسلہ میں مسلم لیگ (ن) آپ کے ساتھ ہے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نائب صدر مولانا انوار الحق نے کہا کہ وفاق المدارس سے متعلق پندرہ ہزار سے زائد مدارس اس سلسلہ میں آپ کے ساتھ ہیں۔

رابطۃ المدارس العربیہ پاکستان کے صدر مولانا عبدالمالک خاں نے کہا کہ اس پروگرام کے انعقاد پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ رابطہ کے تمام مدارس آپ کے ساتھ ہیں۔

اخبار فروش یونین کے صدر ٹکا خاں نے کہا کہ والی دوجہاں ﷺ کی ذات گرامی کے لئے ضرورت پڑی تو میں پہلی گولی کھانے کے لئے تیار ہوں۔ اٹھارہ کروڑ عوام اس سلسلہ میں آپ کے ساتھ ہیں۔

جناب مہتاب عباسی ایڈیٹر روزنامہ اوصاف نے کہا کہ میں سب سے پہلے آپ لوگوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ آج کل میڈیا پر این جی اوز کے افراد ایسے دلائل پیش کرتے ہیں۔ ان کا مقابلہ ہر محاذ پر کرنا چاہئے۔ میں اور میرا ادارہ فرنٹ لائن پر ہوں گے۔

منہاج القرآن علماء کونسل کے سید فرحت حسین شاہ نے کہا کہ ٹی وی چینلز کا بھرپور جواب دینا چاہئے۔ ادارہ منہاج القرآن اس تحریک میں آپ کے شانہ بشانہ ہے۔

مجلس احرار اسلام کے راہنما مولانا سید عطاء المؤمن شاہ بخاری نے فرمایا۔ عظیم تر مقصد کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مؤقر اجلاس انعقاد پذیر ہے۔ اس اعلیٰ ترین مقصد کے لئے جو تجاویز پیش فرمائی گئیں۔ اس کی تائید کرتے ہیں۔ اسلام دشمن طاقتیں کسی وقت اپنے مؤقف سے باز نہیں آسکتیں تو ہم اپنے مؤقف سے پیچھے کیوں ہٹیں؟ انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ (ن) کو کھل کر میدان میں آنا چاہئے۔ بے شمار اختلافات کے باوجود امت مسلمہ کے لئے حضور ﷺ کی ذات گرامی باعث اتحاد ہے۔

میڈیا کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے ہم حاضر ہیں۔ اس سلسلہ میں قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔ گستاخ رسول کی سزا چودہ سو سال سے سزائے موت چلی آرہی ہے۔ جس میں کسی صورت میں تغیر وتبدیلی کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ الیکٹرانک میڈیا کے لئے ٹیم تشکیل دی جائے۔

مولانا محمد احمد لدھیانوی صدر اہل سنت والجماعت نے فرمایا کہ جو تجاویز اور پروگرام دیئے گئے ہیں۔ اس اہم عنوان پر کسی کو اختلاف نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے کہا کہ لانگ مارچ کی کال اور پارلیمنٹ کا محاصرہ کرنے کی کال بھی دی جائے۔ وزیراعظم جو خیر سے سید ہیں اس عنوان پر وہ پیغمبر ﷺ کے ساتھ ہیں یا امریکہ کے ساتھ ہیں۔ انہیں وضاحت کرنی ہوگی۔ گورنر پنجاب کو وقت دیا جائے۔ بعد میں معزولی کے احتجاج کا اعلان بھی کرنا چاہئے۔ یہ اتحاد اتنا مضبوط ہونا چاہئے جو حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردے۔

جناب قاضی حسین احمد نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ کردی۔ جو تمام مکاتب فکر کو ساتھ لے کر چلتے تھے۔ انہوں نے شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ کو مبارکباد دی۔ انہوں نے کہا کہ دین اور سیاست سے علیحدگی اختیار نہیں کی جاسکتی۔

انہوں نے کہا کہ تحفظ ناموس رسالت کا تقاضا پورے نظام کو آپ ﷺ کے فرامین مبارکہ کے تابع کرنا چاہئے۔ کافرانہ نظام کے خلاف جدوجہد اور اتحاد کی ضرورت ہے۔ یہی ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کا تقاضا ہے۔ اسی طرح نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی کوشش کرنی چاہئے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر ڈاکٹر مولانا عبدالرزاق اسکندر نے فرمایا کہ آج کا یہ اجتماع اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم ایک امت ہیں۔ علماء کرام امت میں اتحاد واتفاق پیدا کریں۔ قادیانیت کے مسئلہ میں امت کے اتحاد نے حکمرانوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ آج بھی انشاءاللہ العزیز امت کا اتحاد انہیں مجبور کر دے گا۔ حکمرانوں سے کہتا ہوں کہ وہ بھی مسلمان ہیں اور حضور ﷺ کی شفاعت کے متمنی ہیں۔ تو واضح اعلان کر دیجئے کہ اس قانون کو نہیں چھیڑا جائے گا۔ میڈیا والوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ برائی کا تعاون کرنا برائی ہے۔ لہٰذا وہ توہین رسالت کرنے کو ہلّا شیری نہ کریں۔

تحریک اسلامی کے قائد علامہ ساجد نقوی نے کہا کہ ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے مجلس تحفظ ختم نبوت نے مثبت سوچ رکھنے والوں کو اکٹھا کیا ہے۔ لائق تبریک ہے۔ یہ ایک منصوبہ بندی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ہم ان کا راستہ روکیں گے۔ کچھ واقعات کو بہانہ بنا کر قانون ختم کرنے کے لئے تو آغاز کیا جا رہا ہے۔ ہمیں مذاکرات کے لئے دروازہ کھلا رکھنا چاہئے۔ اگر حکمران وعدہ کریں کہ قانون میں ترمیم و تنسیخ نہیں کریں گے تو تحریک کی ضرورت نہ رہے گی۔ انہوں نے کہا کہ ہم تمام تجاویز کی حمایت کرتے ہیں۔

مولانا عبدالعزیز حنیف سنئیر نائب صدر مرکزی جمعیت اہل حدیث نے مجلس کو ہدیہ تبریک پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس احتجاج کا یقیناً کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور نکلے گا۔ ان تمام پروگراموں میں مرکزی جمعیت اہل حدیث (ساجد میر) پراوّل دستہ کا کردار ادا کرے گی۔ علماء اسلام آباد نے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔

مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ پوری امت کا اتحاد لائق تبریک ہے اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی کوشش میں یہ حضور ﷺ کا اعجاز ہے۔ پوری کوشش کی جا رہی تھی کہ امت ٹکڑیوں میں بٹ جائے۔ لیکن حضور ﷺ نے ہمیں اکٹھا کر دیا۔ پارلیمنٹ کو، عدالت عالیہ اور عدالت عظمیٰ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ ناموس رسالت کے خلاف کوئی فیصلہ دے۔ اصل مسئلہ اسلامی تشخص کو مٹانا ہے۔ ہماری پالیسیاں ہماری نہیں ہم استعمار کے غلام ہیں۔ مغربی ایجنڈا ناکام ہوگا۔ حکومت ناکامی کے کنارے پر پہنچ چکی ہے۔ اگر حکمرانوں نے کوئی ایسا فیصلہ کیا تو حکومت کا آخری دن ہوگا۔ پوری امت کا مغز جمع ہے۔ استعماری قوتوں کی سازشوں کا توڑ پیدا کیا جائے۔

جماعت اسلامی کے امیر سید منور حسن نے کہا کہ یہ تیسری چوتھی کانفرنس ہے۔ جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس بزم کو آراستہ و پیراستہ کیا ہے۔ ہمیں اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں کا جائزہ

لینا چاہئے۔ میڈیا کی بحثوں اور مکالموں میں مدلل گفتگو ضروری ہے۔ پروپیگنڈہ کے حوالہ سے اعداد وشمار جمع کئے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ ۱۹۸۶ء سے لے کر اب تک ۹۶۴ مقدمات درج ہوئے ہیں۔ جن میں سے ۴۷۹ مسلمانوں کے خلاف درج ہوئے۔ ۳۴۰ کا تعلق قادیانیوں سے ہے۔ ۱۱۹ کا تعلق عیسائیوں سے ہے۔ ۱۴ کا ہندوؤں سے ہے۔ ۱۰ دیگر مذاہب سے تھا۔ کسی بھی کیس میں آج تک سزا نہیں دی گئی۔ تجاویز کوری ایڈٹ کرنے کی ضرورت ہے۔ حکمت عملی کے بارہ میں سوچنا چاہئے۔ میدان عمل میں اترنے کا یہی وقت ہے اور تحریک پر امن، دیر اور دور تک چلنی چاہئے۔

حضرت مولانا سلیم خان نے دعا کے ذریعہ پہلی نشست کا اختتام کیا۔ دوسری نشست بعد نماز ظہر منعقد ہوئی۔ جس میں مولانا قاری محمد حنیف جالندھری نے اعلامیہ پیش کیا۔ (جو قاری صاحب کے مضمون میں شامل جو شریک اشاعت ہے۔ ابھی آپ نے اس کتاب میں پڑھا) آخر میں مولانا فضل الرحمٰن نے پریس بریفنگ میں کانفرنس کے فیصلوں کا اعلان کیا۔

ناموس رسالت کے تحفظ کی جنگ ہر فورم پر لڑی جائے گی۔ حکمران اپنے مؤقف کا واضح اعلان کریں۔ ورنہ ذلت آمیز انجام کے لئے تیار ہو جائیں۔ تحریک ناموس رسالت کے مرکزی کنونئر ڈاکٹر محمد زبیر ہوں۔ مرکزی کمیٹی، صوبائی، ضلعی اور مقامی سطح پر کمیٹیاں قائم کرے گی۔

پورے ملک میں ۲۴؍دسمبر کو احتجاج ہوگا اور مظاہرے کئے جائیں گے۔ ۳۱؍دسمبر و ملک بھر میں عام ہڑتال کی جائے گی۔ ۹؍جنوری کو کراچی میں فقید المثال مظاہرہ ہوگا اور آئندہ کا لائحہ عمل طے کیا جائے گا۔ ناموس رسالت کے قانون میں تبدیلی کی کسی کو اجازت نہیں دیں گے۔ پارلیمنٹ کے فلور پر ان کا بھرپور تعاقب کیا جائے۔ تمام تاجر برادری سے اپیل ہے کہ وہ آج کے اس نمائندہ احتجاج کی اپیل پر لبیک کہیں اور ۳۱؍دسمبر کو شٹر ڈاؤن کریں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نے اختتامی دعاء فرمائی۔ (مولانا اللہ وسایا)

اس اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ:

۱۔ ۲۴؍دسمبر ۲۰۱۰ء کو پورے ملک میں یوم احتجاج منایا جائے گا۔

۲۔ ۳۱؍دسمبر ۲۰۱۰ء کو پورے ملک میں ہڑتال ہوگی۔

۳۔ ۹؍جنوری ۲۰۱۱ء کو کراچی میں احتجاجی ریلی نکالی جائے گی۔ چنانچہ یوم احتجاج منایا گیا۔ چاروں مکاتب فکر کے مساجد ومنابر سے ایسی احتجاجی صداء بلند ہوئی کہ حکمرانوں کے دماغ سوچنے پر مجبور ہوگئے۔

اس موقعہ پر مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل کا خط علماء کے نام ارسال فرمایا:

امیر مرکزیہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے

حضرات علماء کرام کی خدمت میں ضروری گذارش

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم. اما بعد!

بخدمت عالی جناب حضرات علماء کرام! آپ سے بہتر کون اس بات کو جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ کا مسئلہ مسلمانوں کے ایمان کی جان ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ادنیٰ سی گستاخی انسان کو دارین کی فلاح سے محروم اور ابدی عذاب وشقاوت کا مستحق بنادیتی ہے۔ حال ہی میں ملکی اخبارات میں ننکانہ کی ملعونہ آسیہ کا کیس بہت شہرت حاصل کرگیا ہے۔ اس مسیحی خاتون نے آنحضرت ﷺ کی اہانت کا ارتکاب کیا۔ پنچائیت، پولیس کی انکوائری نے اسے ملزم ثابت کیا۔ پرچہ درج ہوا۔ سیشن جج نے کیس کی سماعت کی۔ گواہان کے بیانات، مقدمہ کے چالان اور خود ملزمہ کے اعتراف کے بعد عدالت نے اسے مجرم قرار دے کر سزا سنائی۔

ہائیکورٹ میں اس فیصلہ کے خلاف مجرمہ نے اپیل دائر کر رکھی ہے۔ اس کی سماعت نہیں ہوئی۔ اگر ہائیکورٹ کا فیصلہ مجرمہ کے خلاف ہوا تو سپریم کورٹ میں اس کے خلاف اپیل کا مرحلہ باقی ہے۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ اگر خلاف ہوجائے تو بھی مجرمہ سپریم کورٹ میں سپریم کورٹ کے فیصلہ کے خلاف نظر ثانی کی درخواست کا حق رکھتی ہے۔ ابھی تمام تر یہ عدالتی طریق کار باقی ہے۔ ان سب کو نظر انداز کر کے ملعونہ آسیہ کے ہاں جیل میں گورنر پنجاب گئے اور پھر ملک میں آسیہ کو بچانے کی جدوجہد، اس قانون تحفظ ناموس رسالت کو ختم کرنے کا پروپیگنڈہ اس زور کے ساتھ شروع ہوگیا ہے کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی۔ ان حالات میں پیپلزپارٹی کی ایک رکن قومی اسمبلی جناب شیریں رحمان نے اس قانون کو ختم کرنے یا تبدیل کرنے کا بل قومی اسمبلی میں جمع کرادیا ہے۔

گورنر پنجاب، شیریں رحمان، ملک بھر کی این جی اوز وغیرہ کی کارروائیوں کو امریکی مطالبہ کے تناظر میں دیکھا جائے تو شدید اندیشہ پیدا ہوگیا ہے کہ کسی وقت بھی تحفظ ناموس رسالت کو ختم کرنے کی سازش تکمیل کو پہنچ سکتی ہے۔ اس کے بعد سوائے کف افسوس ملنے کے ہمارے پاس باقی کچھ نہ رہ پائے گا۔

ان حالات میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ خطبہ جمعہ، تحریر وتقریر، اخبارات کے ذریعہ اس قانون کی اہمیت وافادیت اور تحفظ ناموس رسالت کی مسلمانوں کے ہاں حساسیت کے لئے رائے عامہ کو بیدار کرنے میں اپنا فرض ادا کریں۔ اپنے حلقہ کے قومی اسمبلی کے ممبران کو قائل کریں کہ اسمبلی میں بھی اس سازش کو ناکام بنائیں۔ امید ہے کہ اپنی خداداد صلاحیتوں کو پیغمبر علیہ السلام کی عزت وناموس کے تحفظ کے لئے صرف کر کے ممنون فرمائیں گے۔ **جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء!**

۳۱؍دسمبر ۲۰۱۰ء کو پورے ملک کی عدیم المثال ہڑتال ہوئی۔ ہر عام وخاص کو پتہ چل گیا کہ تحفظ ناموس رسالت کے لئے مسلمانوں کا ایمانی جذبہ تلاطم خیز سمندر سے بھی زیادہ وسعتیں رکھتا ہے اور اس کا سونامی کئی ناعاقبت اندیش لوگوں کو بہالے جائے گا۔

۹؍جنوری ۲۰۱۱ء کراچی کی ریلی میں ملک بھر کی دینی قیادت اکٹھی ہوئی۔ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں شرکت فرمائی۔ ریلی سے ایک دن قبل ۸؍جنوری کو جمعیۃ علماء اسلام کے تحت تحفظ ناموس رسالت کا پرل ہوٹل میں اے۔ پی۔ سی ہوا۔ جس میں فیصلہ ہوا کہ کل ۹؍جنوری کو ریلی میں اعلان کیا جائے کہ ۳۰؍جنوری ۲۰۱۱ء کو لاہور میں تحفظ ناموس رسالت ریلی نکالی جائے گی۔

حب پروگرام میں ۹؍جنوری ۲۰۱۱ء کو بہت بڑی ریلی نکالی گئی جس میں لاکھوں انسانوں نے شرکت کی۔ قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ نے لاکھوں مسلمانوں سے ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے سردھڑ کی بازی لگانے کی اپیل کی۔ لاکھوں انسانوں سے تائید کی۔

اسی ریلی میں مولانا فضل الرحمٰن نے اعلان کیا کہ اگر صدر آصف علی زرداری نے پوپ سے ویٹیکن سٹی میں وعدہ کیا ہے تو تحفظ ناموس رسالت کے قانون کو بدلنے کا، تو میں نے گنبد خضراء پر حضور ﷺ سے جان دے کر بھی اس قانون کو بچانے کا عہد کیا ہے۔ ریلی کیا تھی؟ لاکھوں اسلامیان سندھ کا وہ قابل رشک اجتماع جس نے دیکھا، پکار اٹھا کہ ان شاء اللہ فتح اہل حق کی ہوگی۔ اس دوران میں سلمان تاثیر گورنر لڑھک گئے۔ اس دوران میں مانسہرہ سے جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے صوبائی اسمبلی کے ممبر مولانا مفتی کفایت اللہ نے خیبر پختونخواہ اسمبلی میں قرارداد پیش کی کہ ناموس رسالت کے تحفظ کے قانون میں کسی قسم کی ترمیم وتنسیخ نہ کی جائے۔ خیبر پختونخواہ اسمبلی نے متفقہ طور پر قرارداد منظور کی۔

خیبر پختونخواہ اسمبلی میں مفتی کفایت اللہ کی قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ میں ترمیم نہ کرنے کی متفقہ قرارداد منظور

مانسہرہ سے جمعیۃ علماء اسلام کے رکن صوبائی اسمبلی آل پارٹیز تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ ضلع مانسہرہ کے امیر مولانا مفتی کفایت اللہ نے خیبر پختونخواہ اسمبلی میں ۷؍جنوری کو تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے قانون کے حوالے سے ایک قرارداد صوبائی اسمبلی میں پیش کی۔ قرارداد کو متفقہ حیثیت دلانے کے لئے خیبر پختونخواہ اسمبلی میں موجود تمام سیاسی جماعتوں کے پارلیمانی لیڈروں سے ملاقات کر کے ان کو اس قرارداد کو منظور کرنے کے سلسلے میں تعاون پر آمادہ کیا۔ مفتی کفایت اللہ کی اسمبلی میں دن بھر کی لابنگ سے تمام سیاسی جماعتوں اور پارلیمانی لیڈروں نے اس قرارداد پر دستخط کر دیئے اور اس طرح تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے قانون میں تبدیلی نہ کرنے کی قرارداد کو متفقہ حیثیت حاصل ہوگئی۔

قرارداد پیش کرتے ہوئے مفتی کفایت اللہ نے اسمبلی کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج ۷؍جنوری صوبائی اسمبلی خیبر پختونخواہ کی تاریخ میں ایک تاریخی اور مبارک باد دن ہے کہ آج ہماری اسمبلی قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ میں تبدیلی نہ کرنے کی قرارداد منظور کرنے کا شرف حاصل کر رہی ہے اور میرے لئے یہ اعزاز ہے کہ میں اس قرارداد کا محرک اور پیش کرنے والا ہوں۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ اس اسمبلی کو آج یہ اعزاز حاصل ہو رہا ہے کہ وہ مرکزی حکومت سے مطالبہ کریں کہ ناموس رسالت ﷺ کے قانون میں ترمیم یا تنسیخ سے اجتناب کرے۔ کیونکہ اس وقت ملک معاشرتی ناہمواریوں، امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورتحال اور خراب معاشی مسائل سے دوچار ہے۔ ان حالات میں ملک کسی افراتفری کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے مرکزی حکومت ناموس رسالت ﷺ کے قانون میں ترمیم یا تنسیخ نہ کرنے کا واضح اعلان کرے اور اس سلسلے میں رکن قومی اسمبلی شیری رحمان کی جانب سے قومی اسمبلی میں داخل کردہ ترمیمی بل واپس لے۔ خیبر پختونخواہ اسمبلی یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ناموس رسالت ﷺ کے قانون کے لئے بنائی گئی کمیٹی کے غیر مسلم سربراہ کو اس کے عہدے سے برطرف کیا جائے۔

قرارداد پیش ہونے کے بعد سپیکر خیبر پختونخواہ اسمبلی کرامت اللہ خان چغرمٹی نے قرارداد پر ایوان سے رائے لی۔ ایوان کے تمام اراکین نے ہاتھ کھڑا کر کے اس قرارداد کی حمایت کی اور اس طرح صوبائی اسمبلی خیبر پختونخواہ سے قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ سے متعلق یہ

قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی۔

اس دوران میں حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے وزیراعظم اور پارلیمنٹ کے ممبران کو تحفظ ناموس رسالت کے حوالہ سے خط رجسٹرڈ ڈاک سے ارسال کیا گیا۔

گرامی قدر ممبرانِ صوبائی وقومی اسمبلی کی خدمت میں ضروری گزارش

محترمی ومکرمی جناب .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے بہتر کون اس بات کو جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کے تحفظ کا مسئلہ مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ سی گستاخی انسان کو دارین کی فلاح سے محروم اور ابدی عذاب وشقاوت کا مستحق بنا دیتی ہے۔ قرآن واحادیث کے واضح احکام اور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کے فیصلوں کی روشنی میں توہین رسالت کا مرتکب سزائے موت کا مستحق ہے۔ یعنی اس مسئلہ پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم اور فقہائے امت متفق ہیں۔ پاکستان میں سینیٹ اور ممبرانِ قومی اسمبلی کی متفقہ منظوری سے گستاخِ رسول کی سزا مقرر کی گئی ہے۔

حال ہی میں آسیہ نامی خاتون کا کیس بہت شہرت حاصل کر گیا ہے۔ اس خاتون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کا ارتکاب کیا۔ پنچائت، پولیس کی انکوائری نے اسے ملزم ثابت کیا، پرچہ درج ہوا، سیشن جج نے کیس کی سماعت کی، گواہان کے بیانات، مقدمہ کا چالان اور خود ملزمہ کے اعتراف کے بعد عدالت نے اسے مجرم قرار دے کر سزا سنائی۔ ہائی کورٹ میں اس فیصلہ کے خلاف مجرمہ نے اپیل دائر کر رکھی ہے۔ اس کی سماعت نہیں ہوئی، اگر ہائی کورٹ کا فیصلہ مجرمہ کے خلاف ہوا تو سپریم کورٹ میں اس فیصلہ کے خلاف اپیل کا مرحلہ باقی ہے۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ اگر خلاف ہو جائے تو بھی مجرمہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے خلاف نظر ثانی کی درخواست کا حق رکھتی ہے۔ ابھی تمام تر یہ عدالتی طریق کار باقی ہیں۔ ان سب کو نظر انداز کر کے ملعونہ آسیہ کے ہاں جیل میں گورنر پنجاب گئے اور اس گستاخ رسول کو بچانے اور صدر سے معافی دلوانے کی جدوجہد شروع کر دی۔ اس کیس کی آڑ میں ایک رکن قومی اسمبلی نے اس قانون کو ختم کرنے یا تبدیل کرنے کا بل قومی اسمبلی میں جمع کرا دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ صدر پاکستان نے توہین رسالت کا قانون ختم کرنے کی یقین دہانی کرا دی ہے۔ وفاقی وزیر برائے اقلیتی امور شہباز بھٹی بھی اعلان کر چکے ہیں کہ اگلے سال یہ قانون ختم کر دیا جائے گا۔ غیر ملکی دباؤ اور این جی اوز کی پشت پناہی کے تناظر میں شدید اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ کسی وقت بھی قانون تحفظ ناموس رسالت کو ختم کرنے کی سازش تکمیل

کو پہنچ سکتی ہے۔ ملکی اخبارات ورسائل میں مذہبی وسیاسی جماعتوں کے راہنماؤں اور عوام الناس کا ردِعمل بھی آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ اس قانون کی اہمیت وافادیت اور مسلمانوں کے ہاں اس بارے میں حساسیت سے بھی آپ یقیناً آگاہ ہوں گے۔

ان حالات میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ محمد عربی ﷺ کی عزت وناموس کی حفاظت کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کیجئے، اسلام دشمن اور گستاخانِ رسول کی سازشوں کو ناکام بنادیجئے، امت مسلمہ کی نگاہیں آپ کی طرف اٹھی ہوئی ہیں، محبوب رب کائنات کی عزت وعظمت کے دفاع کے لئے آگے بڑھئے۔ امید ہے کہ آپ اپنی خداداد صلاحیتوں کو پیغمبر ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ کے لئے صرف کر کے آخرت میں شفاعت محمدی کے حق دار بنیں گے۔

(شیخ الحدیث مولانا) عبدالمجید لدھیانوی	(مولانا ڈاکٹر) عبدالرزاق اسکندر	(مولانا) صاحبزادہ عزیز احمد
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

اس دوران میں جناب وزیراعظم نے ایک اعلان کیا ملاحظہ فرمایا جائے۔

تحفظ ناموس رسالت کے قانون کو نہیں چھیڑا جائے گا... وزیراعظم کا اعلان

وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے ڈیرہ غازیخان میں ایک تقریب میں پاپائے روم ’’بینی ڈکٹ‘‘ کی جانب سے ’’قانون انسداد توہین رسالت‘‘ کے خاتمے اور اہانت رسول کی مرتکب عیسائی عورت آسیہ مسیح کی رہائی کے مطالبہ سے متعلق صحافیوں کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ: ’’تحفظ ناموس رسالت‘‘ کے قانون میں کوئی ترمیم نہیں کی جائے گی اور نہ اسے تبدیل کیا جارہا ہے۔ (روزنامہ اسلام لاہور، مورخہ ۱۳؍جنوری ۲۰۱۱ء)

غرض کراچی کی ریلی کے بعد ۳۰؍جنوری ۲۰۱۱ء کی لاہور ریلی کی تیاری شروع ہوئی۔ پورے پنجاب میں اس کی اتنی تیاری ہوئی۔ ادھر لاہور میں یہ جوش وخروش کہ آسمان بھی رشک کرنے لگا۔ ۲۹؍جنوری ۲۰۱۱ء کو لاہور جماعت اسلامی کی میزبانی میں منصورہ میں آل پارٹیز تحفظ ناموس رسالت کانفرنس ہوئی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ کل کی ریلی میں اعلان کیا جائے کہ ۱۹؍فروری کو پشاور میں جمعیۃ علماء اسلام کی میزبانی میں اے. پی.سی اور ۲۰؍فروری کو پشاور میں ریلی نکالی جائے گی۔

لاہور میں ۳۰؍جنوری ۲۰۱۱ء کو ریلی نکلی۔ (ایک جماعت کے کارکنوں کی حماقت، یاوہ

گوئی، ژاژخواہی اور کمینگی وبدفطرتی کے باوجود جس کی تفصیلات ابھی آتی ہیں) ریلی انتہائی کامیاب رہی۔ بلامبالغہ میلوں تک ریلی کے افراد تھے۔ پورا لاہور تحفظ ناموس رسالت کے نعرہ سے گونج اٹھا۔ صادق آباد سے قصور، راجن پور سے مری، اسلام آباد سے بہاولپور، پورے خطہ نے لاہور کا رخ کیا تو کفر پر لرزہ طاری ہوگیا۔ رہنماؤں کے ایمان پرور بیانات سے تحفظ ناموس رسالت کی تحریک ثریا پر چلی گئی۔ اللہ رب العزت کے کرم کو دیکھیں کہ ابھی پشاور وکوئٹہ کی ریلیوں کا وقت نہ آیا تھا کہ:

سید یوسف رضا گیلانی نے سمری پر دستخط کردیئے

وزیراعظم پاکستان سید یوسف رضا گیلانی نے ۸؍فروری ۲۰۱۱ء ۲۶ صفحات کی سمری پر مولانا فضل الرحمٰن کے سامنے دستخط کردیئے اور یقین دہانی کرائی کہ اس قانون کو نہیں چھیڑا جائے گا۔

نیز آسیہ مسیح کیس عدالتی طریقہ کار کے مطابق چلے گا۔ شیری رحمان نے بل واپس لے لیا۔ تحفظ ناموس رسالت قانون سے متعلق وزارت داخلہ اور وزارت اقلیتی امور کی رپورٹیں مسترد کردی گئیں۔ ۱۱؍فروری ۲۰۱۱ء کو تحریک ناموس رسالت کمیٹی کے اجلاس میں اس عظیم الشان کامیابی پر پوری قوم کو مبارکباد دی گئی۔ ۱۹؍فروری ۲۰۱۱ء کی اے. پی.سی اور ۲۰؍فروری کو پشاور میں ہونے والی ریلی اور جلسہ عام کو منسوخ کردیا گیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تحریک کامیاب ہونے کے باعث ختم کی جاتی ہے۔ البتہ رابطہ کمیٹی برقرار رہے گی۔

یہ سب تحریک ہمارے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ہوا۔ ان کی شبانہ روز دعاؤں سے ہوا۔ مولانا فضل الرحمٰن، قاضی حسین احمد، مولانا عبدالغفور حیدری، مولانا ضیاء اللہ شاہ بخاری، پروفیسر ساجد میر، جناب ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، جناب ساجد علی نقوی، لیاقت بلوچ اور پوری امت اس سلسلہ میں مبارکباد کی مستحق ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے جس بے جگری سے اس کیس کو لڑا، تحریک کو چلایا یقیناً آپ کے لئے ذخیرہ آخرت ہے اور قیامت کے دن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا باعث ہوگا۔

قارئین کرام! اس موقعہ پر تحریک کی کامیابی ماہنامہ ''لولاک'' میں اداریہ لکھا گیا اس کے بعد گورنمنٹ کے نوٹیفکیشن کا ترجمہ اور اصل شائع کیا گیا وہ تاریخ کا حصہ ہے وہ یہ ہے:

الحمدللہ! تحریک ناموس رسالت ﷺ سو فیصد کامیاب ہوگئی

نومبر ۲۰۱۰ء کے آخری عشرے میں چک نمبر ۳ ر اٹا نوالی ضلع ننکانہ کی مسیحی خاتون کے خلاف سیشن جج شیخوپورہ کا فیصلہ آیا۔ ملک میں ایک بار پھر تحفظ ناموس رسالت کے خلاف مغربی این جی اوز، یہودی، مسیحی لابیاں، امریکہ اور ویٹی گن کے پوپ سمیت متحد ہوگئے۔ قانون کی منسوخی یا کم از کم اس میں ایسی ترمیم کہ جس سے قانون کی افادیت ختم ہوجائے۔ ان کا ایجنڈا تھا۔ قانون ختم کرنے کے لئے مخالف قوتیں آندھی کی طرح نمودار ہوگئیں۔ اس کے نتیجہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اسلام آباد ڈریم لینڈ ہوٹل میں آل پارٹیز کانفرنس طلب کی جس کے متعلق مولانا زاہد الراشدی لکھتے ہیں:

۱۵ر دسمبر ۲۰۱۰ء کو اسلام آباد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے مسئلہ پر آل پارٹیز کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے امیر حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے کی اور اس میں تمام مکاتب فکر اور دینی جماعتوں کے قائدین اور راہنماؤں نے شرکت کی۔ ایک عرصہ کے بعد مختلف مکاتب فکر کے راہنماؤں کا اس قدر بھرپور اور نمائندہ اجتماع دیکھنے میں آیا اور انشاءاللہ تعالیٰ قومی سیاست اور دینی جدوجہد پر اس کے دیرپا اثرات محسوس کئے جائیں گے۔ تمام راہنماؤں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ اور تحفظ عقیدہ ختم نبوت سمیت دستور کی تمام اسلامی دفعات کے خلاف سیکولر حلقوں کی مہم دراصل پاکستان کے اسلامی نظریاتی تشخص کو ختم کرنے اور اسے سیکولر ملک بنانے کی عالمی سازشوں کا حصہ ہے۔ اس لئے ان کوششوں کا متحد ہوکر مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے اور ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی طرح ایک بار پوری قوم کو کل جماعتی دینی فورم پر متحد کرنا وقت کا ناگزیر تقاضا ہے۔

اجلاس میں طے پایا کہ ''تحریک ناموس رسالت ﷺ رابطہ کمیٹی'' کے نام سے متحدہ پلیٹ فارم تشکیل دے کر تمام مکاتب فکر کو اس پر جمع کیا جائے گا۔ جمعیت علمائے پاکستان (نورانی گروپ) کے صدر جناب ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر رابطہ کمیٹی کے سربراہ ہوں گے اور یہ رابطہ کمیٹی آل پارٹیز کانفرنس میں شریک تمام جماعتوں کے نمائندوں پر مشتمل ہوگی۔

آل پارٹیز کانفرنس میں ملک کے اسلامی نظریاتی تشخص، قومی خودمختاری، دستور کی اسلامی دفعات اور خاص طور پر تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے قانون کے تحفظ کے لئے قومی سطح پر

جدوجہد منظم کی جائے گی۔ جس کا آغاز ۲۴؍دسمبر ۲۰۱۰ء کو ملک بھر میں یوم احتجاج سے ہوگا۔ جبکہ ۳۱؍دسمبر کو پورے ملک میں شٹر ڈاؤن ہڑتال ہوگی اور ۹؍جنوری ۲۰۱۱ء کو کراچی میں عظیم الشان عوامی اجتماع ہوگا جس سے تمام مکاتب فکر کے قائدین خطاب کریں گے اور تحریک کے آئندہ لائحہ عمل کا اعلان کیا جائے گا۔

ہم ایک عرصہ سے اس بات پر زور دیتے آرہے ہیں کہ عالمی استعمار کی یلغار سے نہ صرف پاکستان کی قومی خودمختاری اور ملکی سالمیت کو مسلسل خطرات لاحق ہیں۔ بلکہ پاکستان کا اسلامی تشخص اور پاکستانی قوم کا اسلامی عقیدہ وثقافت بھی اس کی زد میں ہے۔

جس کے لئے عالمی استعمار کے اہل کار ایک عرصہ سے ملک کے اندر سرگرم عمل ہیں۔ اس کا مقابلہ صرف دینی قوتیں کرسکتی ہیں اور اس کے لئے ان کا باہمی اتحاد اور مشترکہ فورم ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں گزشتہ ماہ کے دوران کراچی، لاہور اور اسلام آباد میں جمعیت علمائے اسلام، عالمی مجلس احرار اسلام، ملی مجلس شرعی، جمعیت علمائے پاکستان اور جماعت اسلامی کے زیراہتمام نصف درجن کے لگ بھگ مشترکہ اجتماعات منعقد ہوئے۔ جن سے قومی وحدت اور ملی یکجہتی کے رجحانات کو فروغ حاصل ہوا اور سب سے آخر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام ۱۵؍دسمبر کو اسلام آباد میں منعقد ہونے والی مذکورہ آل پارٹیز کانفرنس نے ان تمام اجتماعات کے فیصلوں اور تجاویز کو عملی شکل دیتے ہوئے قومی سطح پر دینی جماعتوں کے مشترکہ محاذ کی تشکیل کا اعلان کردیا ہے جو ایک خوش آئندہ امر ہے اور ملک کا ہر محبّ وطن شہری اس پر اطمینان کا اظہار کرے گا۔

اس حوالہ سے ہماری اصل تجویز تو یہ تھی کہ ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی طرز پر ''کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' کو بحال کیا جائے جو اپنا ایک مستقل ماضی اور تعارف رکھتی ہے اور ہم اس کے لئے مختلف کالموں میں گزارش کرتے آرہے ہیں۔ لیکن ''تحریک تحفظ ناموس رسالت رابطہ کمیٹی'' کے عنوان سے ایک نئے فورم کی تشکیل بھی بساغنیمت ہے اور ہم اس کا خیرمقدم کرتے ہوئے اس پیش رفت پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم اور ان کے رفقاء کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

ملک بھر کے دینی حلقوں سے ہماری گزارش ہے کہ وہ موجودہ ملکی حالات اور قومی صورت حال کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے ''تحریک تحفظ ناموس رسالت رابطہ کمیٹی'' اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ تاکہ دین، ملک اور قوم کے خلاف استعماری قوتوں کی سازشوں کا متحد ہوکر مقابلہ کیا جاسکے۔ (اداریہ ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ جنوری ۲۰۱۱ء)

اجلاس کے فیصلوں پر عمل درآمد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی میزبانی میں اسلام آباد کی اے پی سی نے فیصلہ کیا کہ ۲۴؍دسمبر ۲۰۱۰ء کو پورے ملک میں یوم احتجاج منائیں اور ۳۱؍دسمبر ۲۰۱۰ء کو ملک گیر ہڑتال کی جائے۔ چنانچہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے روزنامہ اسلام کے ملک بھر کے ایڈیشنوں میں ۲۲،۲۳؍دسمبر ۲۰۱۰ء میں ذیل کا اشتہار شائع کیا:

رحمت دو عالم ﷺ کی ناموس کا تحفظ فرض عین ہے

اسلام آباد میں تمام مکاتب فکر (دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث، شیعہ) تنظیمات مدارس عربیہ ملک بھر کی تمام مذہبی وسیاسی جماعتوں کے سربراہی اجلاس میں متفقہ فیصلہ کہ

۲۴ دسمبر کو ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے ہوں گے

ہر مسلمان ''تحریک ناموس رسالت'' کے زیر اہتمام تمام پروگراموں میں دیوانہ وار شرکت کرکے حکمرانوں پر واضح کرے کہ ۲۹۵سی کے قانون وپروسیجر میں کوئی ترمیم وتنسیخ قبول نہیں۔ احتجاجی مظاہروں کو بھرپور طریقہ پر کامیاب بنانا ہر مسلمان کا فرض ہے

اپیل کنندگان

مولانا عبدالمجید لدھیانوی، مولانا فضل الرحمن، مولانا سلیم اللہ خان، مولانا سمیع الحق، صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، سید منور حسن، علامہ ساجد حسین نقوی، پروفیسر ساجد میر ودیگر قائدین شرکاء اے پی سی اسلام آباد

عطیہ اشتہار: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ملک بھر کی تمام دینی وسیاسی جماعتوں نے اس کے لئے جدوجہد شروع کی۔ اللہ رب العزت کی عنایت کردہ توفیق سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام رفقاء نے بھی بھرپور محنت کی۔ الحمدللہ! پورے ملک میں مثالی طور پر یوم احتجاج کامیاب ہوا۔ ۳۱؍دسمبر ۲۰۱۰ء کو ملک بھر میں عدیم النظیر ہڑتال ہوئی۔ اس سے ملک کے اندر تحریک ناموس رسالت ﷺ کے حوالے سے فضاء بنی۔

۸؍جنوری ۲۰۱۱ء کو کراچی میں جمعیت علمائے اسلام پاکستان کی میزبانی میں آل پارٹیز کانفرنس منعقد ہوئی۔ تمام مکاتب فکر، تمام مسالک کی تمام قابل الذکر جماعتیں مذہبی وسیاسی قیادت جمع ہوئی۔ ۹؍جنوری ۲۰۱۱ء کو کراچی میں جلسہ عام تھا۔ پورے کراچی کے درودیوار گواہ ہیں کہ ہر جماعت نے اس جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے محنت کی۔ ایک لاکھ سے زائد ہیڈ بل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی نے تقسیم کئے۔ ستر ہزار روپے سے زائد کے بینرز اور فلیکس شہر بھر میں لگوائے گئے۔ ۹؍جنوری کو جلسہ عام ہوا۔ کراچی کی تاریخ کا عظیم ترین جلسہ تھا۔ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجزن تھا۔ کراچی کے جلسہ عام میں اعلان کیا گیا کہ ۲۹؍جنوری ۲۰۱۱ء کو لاہور میں جماعت اسلامی کی میزبانی میں اے پی سی اور ۳۰؍جنوری ۲۰۱۱ء کو لاہور میں ریلی وجلسہ ہوگا۔

کراچی کی ریلی وکانفرنس کے بعد فقیر راقم، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا عبدالنعیم، مولانا محمد عرفان نے لاہور میں کیمپ لگالیا۔ ہر روز لاہور میں مختلف مقامات پر کئی بیانات واجتماع ہوئے۔ قصور، شیخوپورہ، ننکانہ میں ضلعی کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ سیالکوٹ اور گوجرانوالہ میں جمعہ کے اجتماعات رکھے گئے۔ گوجرانوالہ میں مولانا محمد عارف، سیالکوٹ میں مولانا فقیر اللہ اختر پوری جماعت کی قیادت میں سرگرم ہوگئے۔ سرگودھا ڈویژن میں مولانا محمد اکرم طوفانی نے بمع اپنی پوری جماعت کے دن رات اس کام کے لئے وقف کئے رکھے۔ راولپنڈی ڈویژن میں مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی، مولانا محمد طیب فاروقی، مولانا قاضی ہارون الرشید، مولانا زاہد وسیم، مولانا قاضی مشتاق الرحمٰن اور دیگر جماعتی احباب نے اپنے ایمان کا تقاضا سمجھ کر کوشش کی۔

۳۰؍جنوری کی ریلی

چنانچہ راولپنڈی سے ستر بسوں کا قافلہ مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی، سرگودھا سے تیس سے زائد بسوں کا قافلہ مولانا محمد اکرم طوفانی کی قیادت میں لاہور کی ریلی میں شامل ہوا۔ یہ صرف

دو شہروں کی رپورٹ ہے۔ اسی طرح صادق آباد سے اٹک تک مولانا رشید احمد لدھیانوی کنوینر تحریک ناموس رسالت پنجاب نے دن رات ایک کر دیئے۔ ہر ایک جماعت نے مقدور بھر محنت کی۔ ۲۹؍جنوری کو جماعت اسلامی کے مرکز منصورہ میں اے پی سی منعقد ہوئی۔ اس میں فیصلہ کیا گیا کہ ۱۹؍فروری ۲۰۱۱ء کو پشاور میں اے پی سی جمعیت علمائے اسلام کی میزبانی میں منعقد ہوگی۔ ۲۰؍فروری کو جلسہ عام ہوگا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پشاور کی پوری قیادت حضرت مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی کی قیادت میں متحرک ہوگئے۔ اسلام آباد کے مبلغ مولانا محمد طیب فاروقی نے پشاور جا کر تبلیغی جدوجہد شروع کر دی۔

ادھر ۳۰؍جنوری کو لاہور میں جلسہ عام ہوا۔ لاہور کے در و دیوار عشق رسالت مآب ﷺ کی فضاؤں سے گونجنے لگے۔ جلسہ عام کیا تھا۔ پورے پنجاب کی تمام دینی قیادت وسیاسی سیادت جمع ہوگئی۔ دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سنی، اہلحدیث، حنفی، ن لیگ، ق لیگ، تحریک انصاف، علماء مشائخ، شیوخ حدیث، سیاسی قائدین۔ غرض تمام امت ناموس رسالت کے جھنڈے تلے جمع ہوگئی۔ جلسہ عام ہوا اور مثالی طور پر کامیاب ہوا۔

پیدل مارچ

اس تحریک میں اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے بہت سارے مناظر ایسے دیکھنے نصیب ہوئے جنہوں نے ماضی کی محبتوں کی داستانوں کو حقیقت کا روپ دے دیا۔ ہڑپہ سے جناب حاجی محمد رمضان بگھیلا کی قیادت میں ایک قافلہ نے ہڑپہ سے لاہور تک کا پیدل مارچ کیا۔ تین راتیں سفر میں گزریں۔ انہوں نے اپنے آبلہ ہائے پاء سے حکومت پر واضح کر دیا کہ ناموس رسالت کے لئے بڑی سے بڑی قربانی خندہ پیشانی سے دینے کے لئے امت تیار ہے۔

لاہور کے کامیاب پروگرام کے بعد جیسا کہ گزشتہ لولاک کے اداریہ میں عرض کیا تھا کہ ''برف پگھل رہی ہے'' چنانچہ قائد جمعیت، تحریک ناموس رسالت کے روح رواں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب صدر مملکت کی دعوت پر ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے مژدہ سنایا کہ وزارت قانون نے سمری بھیجی تھی۔ اسے وزیراعظم نے منظور کر لیا ہے۔ چنانچہ صدر مملکت کے فون کرنے پر وزیراعظم نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن کو دعوت دی۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ وزیراعظم نے وزیراعظم سیکرٹریٹ کی طرف سے منظور کردہ فائل آپ کے سپرد کی۔ یہ سمری

۸؍فروری ۲۰۱۱ء کی منظور کردہ ہے۔ چنانچہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے وہ سمری مولانا صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر صاحب کو بھجوائی۔ ڈاکٹر صاحب نے ۱۰؍فروری ۲۰۱۱ء کو اسلام آباد میں تحریک ناموس رسالت کمیٹی کا اجلاس منعقد کیا۔ جس میں کمیٹی کے ارکان کے علاوہ نامور قانون دانوں نے بھی شرکت کی۔ وزارت قانون کی سمری کے ایک ایک حرف کو زیر غور لایا گیا۔ تمام حضرات کی متفقہ رائے ہوئی کہ سمری میں یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ:

۱...... آسیہ کیس عدالتی طریقہ کار کے مطابق چلے گا۔

۲...... شیریں رحمان کا بل واپس۔

۳...... قانون ناموس رسالت میں کسی قسم کی ترمیم یا تنسیخ نہ ہوگی جہاں تک اقلیتی امور وزارت داخلہ کی رپورٹیں تھیں ان سب کو مسترد کردیا گیا۔

یہ اتنی بڑی کامیابی تھی کہ اس پر اللہ رب العزت کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

چنانچہ ۱۰؍فروری ۲۰۱۱ء کے اجلاس میں طے ہوا کہ ۱۱؍فروری جمعہ کے دن بعد از عشاء منصورہ میں تحریک ناموس رسالت میں شامل تمام جماعتوں کا سربراہی اجلاس ہو اور اس میں اس کمیٹی کی رائے کو پیش کر کے مرکزی قیادت تحریک کے جاری رکھنے یا کامیابی پر ختم کرنے کا اعلان کرے۔

چنانچہ پروگرام کے مطابق ۱۱؍فروری کو اجلاس ہوا۔ اس میں تحریک میں کامیابی پر پوری قوم کو مبارک باد دی گئی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نمائندگان نے اپنے امیر مرکزیہ دامت برکاتہم کی ہدایت کے مطابق اجلاس کے سامنے یہی رائے رکھی کہ کمیٹی برقرار رکھی جائے۔ تاکہ وہ اس سمری پر عمل درآمد سے باخبر رہے۔ البتہ تحریک کا کامیاب ہونے کے باعث اختتام کا اعلان کردیا جائے۔ کم وبیش تمام جماعتوں کے نمائندگان کی یہی رائے تھی۔

چنانچہ اعلان کیا گیا کہ ۱۹؍فروری ۲۰۱۱ء کی اے پی سی اور ۲۰؍فروری کا جلسہ عام وریلی پشاور عدم ضرورت کے باعث منسوخ کی جاتی ہیں۔ البتہ ۱۸؍فروری کے جمعہ کو یوم تشکر کے طور پر منایا جائے گا۔ چنانچہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے ذیل کا اشتہار روزنامہ اسلام میں شائع ہوا:

قارئین کرام! ہروہ شخص جس نے اخلاص کے ساتھ اس تحریک میں حصہ لیا۔ وہ سب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا کہ بغیر کسی ابتلاء کے اللہ رب العزت نے سوفیصد کامیابی سے سرفراز فرمایا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر بننے کے بعد یہ پہلی تحریک تھی جس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے آپ کی قیادت باسعادت میں بھرپور حصہ لیا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ آپ نے ۱۵/دسمبر کو اسلام آباد، ۸/جنوری کو کراچی، ۲۹/جنوری کو لاہور کی اے پی سی میں بذات خود تمام تر عوارضات کے باوجود شرکت فرمائی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر نے اسلام آباد و کراچی کے اجلاسوں میں شرکت فرمائی۔ ان اکابر کی سرپرستی میں اس کامیابی پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اللہ رب العزت کے حضور جبین نیاز شکر بجالاتی ہے۔

خانقاہ سراجیہ

قارئین کرام! ایک اور بھی سنئے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی رحلت کے بعد یہ پہلی تحریک تھی جس میں خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ خلیل احمد صاحب اور آپ کے برادر گرامی حضرت صاحبزادہ سعید احمد صاحب نے اسلام آباد کی اے۔پی۔سی میں شرکت کی۔ محترم صاحبزادہ سعید احمد صاحب نے لاہور کی ریلی کے لئے اپنے علاقہ میں بھرپور محنت کر کے اپنے والد گرامی حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی روح پرفتوح کو خوش کیا کہ خانقاہ سراجیہ کی بستی سے اپنے خرچہ پر دو بسوں کا قافلہ لے کر لاہور کے جلسہ میں شریک ہوئے۔

قارئین کرام! یقین فرمائیے کہ اس تحریک نے ایک بار پھر دینی ماحول کو زندہ جاوید بنا دیا ہے۔ اللہ رب العزت اس فضاء کو برقرار رکھنے کی توفیق دیں۔ آمین!

حکومت پاکستان کی طرف سے ’’تحفظ ناموس رسالت ﷺ‘‘ قانون سے متعلق تازہ فیصلہ کا مکمل ترجمہ

نیشنل اسمبلی، وفاقی وزارت داخلہ، وفاقی وزارت خارجہ، وفاقی وزارت اقلیتی امور اور دیگر ملکی وغیر ملکی اداروں وشخصیات نے وزیر اعظم پاکستان کو اپنی اپنی طرف سے خطوط لکھے اور یاداشتیں بھجوائیں۔ وزیر اعظم پاکستان نے وفاقی وزرائے قانون و پارلیمانی امور کو وہ تمام مواد بھجوا کر ان کی رائے مانگی۔ وفاقی وزارت قانون سے ان تمام امور پر تفصیل سے غور کرنے کے بعد ایک تفصیلی سمری تیار کر کے وزیر اعظم پاکستان کو بھجوائی۔ وزیر اعظم نے سمری پر دستخط کر کے اسے قانونی حیثیت دے دی۔ ذیل میں اس سمری کا مکمل ترجمہ پیش خدمت ہے۔ یہ ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر عتیق الرحمٰن فیصل نے لکھا ہے۔ ادارہ!

ناموس رسالت قوانین کا مختلف حوالوں سے ایک مکمل جائزہ

(انبیاء علیہم السلام کے متعلق قوانین کا جائزہ)

وزیر اعظم پاکستان، وزارت قانون، انصاف و پالیمانی امور کی طرف سے پیش کی گئی تجاویز کو (ناموس رسالت قانون کے حق میں) بخوشی منظور کرتے ہیں اور اس سلسلے میں متعلقہ وزارتوں کو قابل عمل تجاویز کے متعلق ہدایت جاری کی جارہی ہیں۔

دستخط: خوشنود اختر لاشاری
پرنسپل سیکرٹری وزیر اعظم پاکستان
۸؍فروری ۲۰۱۱ء

پاکستان میں قوانین رسالت کے متعلق سوالات کا تفصیلی جائزہ

حال میں طرح طرح کے مختلف خطوط، مختلف افراد، تنظیموں اور غیر ملکیوں کی طرف سے محترم وزیر اعظم پاکستان کو لکھے گئے ((حوالہ 30 **PM.SECRETARIAT** **4.0.NO.5 FS/2010**)، (بتاریخ ۳۰؍دسمبر ۲۰۱۰ء آسیہ بی بی کیس) اور مختلف حوالہ جات جو کہ وزارت داخلہ کی طرف سے (بحوالہ لیٹر نمبر **4.0/7/32/2010 Ptns dated**

8/12/2010) وزارت عظمیٰ کو بھجوائے گئے۔ یہ سب خطوط سزا یافتہ آسیہ نورین کے متعلق لکھے گئے ہیں۔ جیسے کہ ایک معروف ترین عدالت نے سزا سنائی۔ اب ایک اور ریفرنس قانون رسالت میں ترمیم کے حوالے سے اقلیتی امور کی وزارت کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔

۲......وزارت خارجہ کی طرف سے وزارت عظمیٰ کو اسی اشو پر ایک ریفرنس (بتاریخ ۲۳رنومبر ۲۰۱۰ء DG(Americas-2010) بھجوایا گیا۔

۳......شیری رحمٰن (MNA) کی طرف سے پیش کئے گئے ترمیمی بل قانون رسالت (Amendment Law 2010) کو سیکرٹریٹ نیشنل اسمبلی نے وزارت عظمیٰ کو بحث اور تبصرے کے لئے بھجوایا۔ موصوفہ پینل کوڈ اور کریمنل لاء برائے قانون رسالت ۱۸۶۰ء (جو کہ پاکستانی قانون کا حصہ ہے) اور اس کے ساتھ ساتھ ۱۸۹۸ء کے کوڈ آف کریمنل لاء میں ترمیم چاہتی تھی۔

زیر دستخطی (محترم وزیراعظم صاحب) کو آگاہ کیا گیا کہ MNA شیری رحمٰن نے اس ارادے سے نوٹس دیا ہے کہ قانون رسالت کے بل میں ترمیم کر کے ترمیمی قانون رسالت (Amendment Law 2010) متعارف کروایا جائے۔ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ (شیریں رحمٰن کی طرف سے) پیش کئے گئے بل کی موزونیت کے حوالے سے فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے (PLD1991 فیڈرل شریعت کورٹ 10) کی روشنی میں وزارت قانون، انصاف و پارلیمانی امور کی مفصل رائے لی جائے۔

۴......اس معاملے کی حساسیت اور اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے وزارت قانون، انصاف اور پارلیمانی امور نے اس معاملے کا جائزہ قرآن وحدیث (ارشادات نبوی) اور پاکستان میں نافذ العمل قانون رسالت (پینل کوڈ 295-C-1860) اور اسی طرح اس قانون کا دوسرے ملکوں میں نافذ العمل ہونے کے حوالے سے تفصیلی جائزہ لیا ہے۔

۵......پرائیویٹ ممبر بل (جو کہ شیری رحمٰن MNA کی طرف سے نیشنل اسمبلی میں پیش کیا گیا ہے) پر حالیہ بحث کے حوالے سے جو کہ قانون رسالت سے متعلق ہے۔ قومی اسمبلی سیکرٹریٹ نے پہلی دفعہ اس سوال کا جواب فیڈرل شریعت کورٹ (PLD 1991.FSC P-10) کے فیصلے کی مسلمہ حیثیت کو برقرار رکھتے ہوئے پہلے ہی اس کو بلند ترین حیثیت میں منظور کیا ہوا ہے اور اس کو اسی اسلامی تصریحات (قرآن وحدیث کے مطابق) لاگو کیا ہوا ہے۔

آج بھی یہ قانون اور فیصلہ اسی طرح رائج ہے۔ آئین پاکستان کے تحت یہ قانون پہلے ہی سے بالوضاحت موجود تھا کہ قانون کے کسی بھی حصے یا شق کے متعلق کوئی فورم تشکیل دیا جائے کہ آیا یہ اسلامی تصریحات سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں۔ یہ اختیارات فیڈرل شریعت کورٹ کو (203-D اسلامک ریپبلک آف پاکستان کے قانون کے مطابق) دیئے گئے ہیں اور اس آرٹیکل کا متن نیچے دیا گیا ہے اور اس معاملے میں کسی بھی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

شریعت کورٹ کے آئینی حدود واختیارات

''شریعت کورٹ از خود نوٹس لے کر یا پاکستان کے کسی شہری یا وفاقی یا صوبائی حکومت کی رٹ پر اس سوال کا جائزہ لے سکتی ہے اور فیصلہ دے سکتی ہے کہ آیا کہ وہ قرآن وسنت اور اسلامی تصریحات کے مطابق ہے یا نہیں۔''

۶...... بلاشبہ پاکستان کی پارلیمنٹ کو قوانین کی تشریح، ترمیم اور تنسیخ کے وسیع تر اختیارات ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ پارلیمانی روایات اور ٹھوس آئینی روایات کے مطابق یہ قانون جو کہ پارلیمنٹ نے رائج کیا ہے اور کئی عشروں سے موجود رہا ہے اور عدلیہ کی انتہائی گہرے جائزے اور جانچ پڑتال میں رہا ہے اور اس سلسلے میں انتہائی آئینی تجزیئے میں رہا ہے۔ رہا پیش کردہ ترمیمی بل جس کو زبانی طور پر متعلقہ ممبر نے واپس لے لیا ہے اور اس بل کی واپسی کے سلسلے میں ممبر نے کہیں بھی انکار نہیں کیا ہے۔ قانون رسالت جو کہ دیئے گئے پیراگرافس میں بحث کیا گیا ہے۔ جسے پہلے ہی وفاقی شرعی عدالت نے (شق 2 آرٹیکل 203-D) میں جائزہ لیا ہے اور پہلے ہی اس کا فیصلہ کیا ہے کہ یہ قانون (قانون رسالت) عین اسلامی تصریحات کے مطابق ہے اور اعلان کر دیا ہے کہ اس کی سزا اسلامی تصریحات (احکامات) کے عین مطابق ہے۔ اس لئے متذکرہ بالا قانون رسالت کا نظر ثانی شدہ سزا کا ترمیمی بل ۲۰۱۰ء جسے شیریں رحمٰن نے اسمبلی میں پیش کیا تھا۔ اسے مسترد کیا جاتا ہے۔

۷...... قرآن پاک سے اس سلسلے میں چند آیات کا نیچے حوالہ دیا گیا ہے۔

آیت نمبر:۱

''اور بعض ان میں بدگوئی کرتے ہیں۔ نبی کی اور کہتے ہیں کہ یہ شخص سننے والا ہے تو کہہ سننے والا ہے تمہارے بھلے کے واسطے یقین رکھتا ہے اللہ پر، اور یقین کرتا ہے مسلمانوں کی بات کا

اور رحمت ایمان والوں کے حق میں تم میں سے اور جو لوگ بدگوئی کرتے ہیں اللہ کے رسول کی ان کے لئے عذاب ہے دردناک۔'' (توبہ:۶۱)

آیت نمبر:۲

''وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

(الاحزاب:۵۷)

آیت نمبر:۳

''اے ایمان والو! اپنی آواز میں اپنے نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور بات کرتے ہوئے تم نہ چیخو۔ ان کے پاس جیسے بعض تم میں سے آپس میں چیختے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع کر دیئے جائیں اور تمہیں خبر (شعور) بھی نہ ہو۔'' (الحجرات:۲)

آیت نمبر:۴

''تم پیغمبر کی دعا کو اپنے بعض لوگوں کی دعا کی طرح نہ سمجھو۔ اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے۔ جو نظریں چرا کر اپنے آپ کو چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو کہ احکامات کو نظر انداز کرنے کی سازش کرتے ہیں جانتا ہے۔ خبردار ہو کہ ان کو غم اور دردناک عذاب پہنچے۔''

(النور:۶۳)

آیت نمبر:۵

''تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی عزت کرو اور اس کی قدر کرو اور اس کی تعریف کرو۔ صبح و شام۔'' (الفتح:۹)

آیت نمبر:۶

''اے ایمان والو! تم پیغمبر کے گھروں میں طعام کے لئے بلا اجازت داخل نہ ہو۔ لیکن اگر تمہیں دعوت دی جائے تو داخل ہونا اور جب کھانا ختم ہو جائے۔ تب چلے جاؤ اور گفتگو کے سلسلہ میں زیادہ دیر وہاں مت ٹھہرو۔ یہ بات نبی کریم ﷺ کے لئے باعث تکلیف ہوتی ہے اور وہ تمہارے وہاں جانے پر عار محسوس کرتے ہیں۔ لیکن اللہ اس حق کے کہنے میں عار محسوس نہیں کرتا اور

جب تم کوئی چیز حضور ﷺ کی ازواج مطہرات سے پوچھنا چاہو تو اسے پردے کے پیچھے سے پوچھو۔ یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے اطہر ہے۔ نبی کریم ﷺ کو تکلیف (ایذا) پہنچانا نامناسب ہے (اس بات کی اجازت نہیں) انہیں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے (کسی سے بھی) ان کی زندگی کے بعد بھی نکاح کی اجازت نہیں۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت گناہ کی بات ہے۔" (الاحزاب:۵۳)

آیت نمبر:۷

"وہ لوگ جو اللہ اور اس کے پیغمبر کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ بہت ہی ذلیل لوگوں میں سے ہوں گے۔" (المجادلہ:۲۰)

آیت نمبر:۸

"بے شک اے نبی تمہارا دشمن دم کٹا ہے۔" (الکوثر:۳)

آیت نمبر:۹

"وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کو قتل کر دیا جائے گا یا ان کو پھانسی (صلیب چڑھانا) دے دی جائے گی اور ان کے ہاتھ اور پاؤں (متبادل سمتوں سے) کاٹ دیئے جائیں گے۔ یا انہیں وہاں سے (اس جگہ سے) نکال دیا جائے گا۔ پس دنیا میں بھی ان کے لئے ذلت ہے اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔" (المائدہ:۳۳)

آیت نمبر:۱۰

"اگر وہ عہد کے بعد اپنے عہد سے پھر جائیں اور تمہارے دین پر طعن و تشنیع کریں تو کفار کے سرداروں سے قتال کرو۔ کیونکہ ان کا کوئی ایمان نہیں۔ کیونکہ وہ پھرنے (اپنے عہد سے) والے ہیں۔" (التوبہ:۱۲)

(اب کچھ حوالہ جات احادیث سے درج ذیل ہیں)

حدیث نمبر:۱

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ مکہ میں داخل

ہوئے اور وہ اپنے سر پر خود پہنے ہوئے تھے جب انہوں نے اسے اتارا۔ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ ابن خطل غلاف کعبہ سے چمٹ رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کو قتل کردو اور مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس دن حضور ﷺ احرام کی حالت میں نہیں تھے اور اللہ بہتر جانتا ہے۔''

(صحیح بخاری ج۵ باب ۵۸۲ ص ۴۰۵، ۴۰۶)

حدیث نمبر:۲

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا (جابر بن حیان رضی اللہ عنہ سے) کہ کعب بن اشرف (یہودی) کو مارنے کے لئے کون تیار ہے؟ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ''کیا آپ ﷺ پسند فرمائیں گے کہ میں اسے مار ڈالوں۔'' تو نبی کریم ﷺ نے اجازت دی۔ (ہاں کہی) تو مجھے یہ کہنے کی اجازت دی کہ میں جب چاہوں اسے قتل کردوں۔ نبی کریم ﷺ نے اجازت عطاء فرمائی۔''

(صحیح بخاری ج۴ باب ۱۷۱ ص ۱۰۸)

حدیث نمبر:۳

''حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے انصار میں سے کچھ لوگوں کو ابورافع (یہودی) کے قتل کے لئے بھیجا اور عبداللہ بن عاتک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا۔ ابورافع نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا تھا اور آپ ﷺ کے دشمنوں کی مدد کرتا تھا۔ وہ حجاز کی سرزمین میں ایک قلعے میں رہتا تھا۔ جب سورج غروب ہونے کے بعد اس کے قلعے تک پہنچے اور تب لوگ اپنا سامان اپنے گھروں میں (واپس) لا چکے تھے۔ تو عبداللہ بن عاتک رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ اور میں گیٹ کے دربان سے گیٹ میں داخل ہونے کے لئے کوئی حربہ کروں گا تو عبداللہ رضی اللہ عنہ قلعے کی طرف روانہ ہوئے اور جب دروازے پر پہنچے تو انہوں نے اپنے آپ کو قصداً کپڑوں میں ڈھانپ لیا۔ تاکہ دربان انہیں (وہیں کا سمجھتے ہوئے) اندر بلا لے۔ لوگ اندر جا چکے تھے اور دربان نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو (قلعے کے خدام) میں سے سمجھتے ہوئے کہا۔ او اللہ کے بندے۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو اندر داخل ہو جاؤ۔ کیونکہ میں گیٹ بند کرنا چاہتا ہوں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی کہانی میں اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ میں قلعے میں داخل ہو گیا اور اپنے آپ کو چھپا لیا۔ جب لوگ اندر داخل ہو گئے تو دربان نے دروازہ بند کر لیا اور چابیاں لکڑی کی ایک کھونٹی سے لٹکا دیں۔ میں اٹھا اور چابیاں لے کر میں نے دروازہ کھول دیا۔ کچھ لوگ رات کے وقت ابورافع کے ساتھ خوشگوار رات گذارنے کے لئے اس کے کمرے میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

جب اس کے ساتھی رات کی تفریح کے بعد چلے گئے تو میں اس کی طرف چڑھا اور جب میں نے ایک دروازہ کھولا تو اسے اندر سے بند کر دیا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا۔ کیا ان لوگوں کو میری موجودگی کا پتہ چلنا چاہئے۔ وہ مجھے اس کو قتل کرنے تک نہیں پکڑ سکیں گے۔ تب میں اس تک پہنچ گیا اور اسے اپنے خاندان کے درمیان تاریک کمرے میں سوئے ہوئے پایا۔ لیکن میں اس کی موجودگی کی صحیح جگہ کو نہ پاسکا۔ اس لئے میں زور سے چلایا۔ ''اے ابورافع'' ابورافع نے کہا کون ہے۔ میں اس آواز کی سمت چل پڑا اور تلوار سے اس پر وار کیا۔ لیکن میں اس پریشانی کے سبب اسے قتل نہ کر سکا وہ زبردست چلایا اور میں مکان سے باہر آ گیا اور چند لمحے اس کا انتظار کیا اور تب دوبارہ اس کی طرف گیا۔ اے ابورافع یہ کیسی آواز (شور) ہے؟ ابورافع نے کہا۔ تمہاری ماں (خوار) ہو۔ ایک آدمی میرے گھر میں داخل ہوا اور تلوار سے مجھ پر وار کیا۔ میں نے اسے اور شدت سے تلوار ماری۔ لیکن اسے قتل نہ کر پایا۔ پھر میں نے تلوار کو اس کے پیٹ میں اتنا دبایا کہ اس کی کمر تک جا پہنچی۔ پھر مجھے احساس ہوا کہ اب میں نے اسے مار ڈالا ہے۔ میں نے ایک ایک کر کے دروازے کھولے اور پھر میں سیڑھیوں تک پہنچ گیا۔ (آخری سیڑھی تک) اور میں نے سمجھا میں آخری سیڑھی تک پہنچ گیا ہوں۔ میں نے باہر قدم رکھا۔ مگر پڑا اور چاندنی رات میں میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔ میں نے ٹانگ کو اپنی پگڑی سے باندھ لیا اور آگے روانہ ہوا اور دروازے پر جا بیٹھا اور کہا کہ آج رات میں نہیں باہر جاؤں گا۔ جب تک یہ نہ جان لوں کہ وہ مر چکا ہے۔ اگلے دن صبح (مرغ کے اذان کے وقت) موت کا اعلان کرنے والا دیوار پر کھڑا اعلان کر رہا تھا کہ میں ابورافع جو کہ حجاز کا سوداگر ہے۔ اس کی موت کا اعلان کرتا ہوں۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہا اب ہم اپنے آپ کو بچائیں۔ کیونکہ اللہ نے ابورافع کو مار دیا ہے۔ اس کے بعد میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہوا اور پاک پیغمبر ﷺ کے پاس پہنچ کر پورا قصہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ کو باہر نکالو۔'' میں نے اسے باہر نکالا آپ ﷺ نے اسے ملا تو یہ ایسے ٹھیک ہو گئی۔ جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ (یعنی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں)'' (صحیح بخاری ج ۵ باب نمبر ۱۷۳ ص ۲۵۱ تا ۲۵۳)

حدیث نمبر: ۴

''حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بن امیہ سے مصدقہ روایت ہے کہ اس کی مشرکہ بہن اسے تنگ کیا کرتی تھی۔ جب وہ حضور ﷺ سے ملتا تو وہ (ان کے سامنے) حضور ﷺ کو گالیاں دیتی تھی۔ آخر کار ایک دن اس (حضرت عمیر رضی اللہ عنہ) نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بیٹے چلائے اور کہا ہم ان

قاتلوں کو جانتے ہیں جنہوں نے ہماری ماں کو قتل کیا ہے اور ان لوگوں کے والدین مشرک (کافر) ہیں۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اس عورت کے بیٹے غلط آدمیوں کو قتل نہ کر دیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور تمام صورتحال عرض کی۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا، کیا تم نے اپنی بہن کو کیوں قتل کر دیا ہے؟ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی وہ مجھے آپ کے متعلق تکلیف پہنچاتی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اس عورت کے بیٹوں کو بلوایا اور قاتلوں کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے قاتلوں کے بارے میں کچھ اور لوگوں کے نام لئے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں اطلاع دی اور اعلان کیا کہ اس (عورت) کا قتل ٹھیک ہوا ہے۔'' (مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج۵ ص۲۶۰)

(جیسا کہ یہ PLD 1991-FSC10 میں رپورٹ شدہ ہے)

حدیث نمبر:۵

''حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مستند روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کو گالی دی تو پاک پیغمبر ﷺ نے فرمایا مجھے اس دشمن کے خلاف کون مدد دے گا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں۔ تب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس سے لڑے اور اسے مار ڈالا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے یہ نیکی عطاء فرمائی۔'' (PLD 1991 FSC10/25 میں رپورٹ کی گئی)

حدیث نمبر:۶

''عبداللہ بن محمد رضی اللہ عنہ سے سفیان بن عیینہ سے اور عمر رضی اللہ عنہ سے (ان تمام حوالوں سے) حضرت جبار رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کون کعب بن اشرف کو قتل کرے گا۔ کیونکہ پیغمبر ﷺ کو بہت ستایا ہے۔ محمد بن مسیلمہ نے دریافت کیا۔ اے اللہ کے پیغمبر ﷺ کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ میں اسے قتل کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور انہوں نے اسے مار ڈالا۔'' (صحیح مسلم کتاب الجہاد ۲۱۵۸)

حدیث نمبر:۷

''یہ بیان کیا گیا ہے۔ فتح مکہ کے بعد حضور ﷺ عام معافی کا اعلان کر چکے تو آپ ﷺ نے ابن خطل اور اس کی کنیزوں کو جو کہ نبی کریم ﷺ کے متعلق گستاخانہ شاعری کرتی تھیں۔ ان کے قتل کا حکم فرمایا۔'' (الشفاء از قاضی عیاض ج۲ ص۵۸۴)

(PLD 1991 FSC10 میں رپورٹ کیا گیا ہے)

سیکشن ۲۹۵-سی

پاکستان کے پینل کوڈ (تعزیرات پاکستان) اسی قانون سے متعلق ہے جو کہ زیر بحث ہے۔اس لئے یہ ضروری ہے کہ سیکشن ۲۹۵۔سی ۱۸۶۰ء پر اور کورٹ کے مجوزہ چارج پر بھی طائرانہ نظر ڈال لی جائے۔جو کہ درج ذیل ہیں۔

۲۹۵-سی قانون کی تشریح

گستاخانہ الفاظ کا استعمال (نبی کریم ﷺ یا انبیاء علیہم السلام کے متعلق)

''جو شخص الفاظ کے ذریعے جو بولے گئے یا تحریر کئے گئے یا ظاہری نقوش کے ذریعے یا کسی بہتان کے ذریعے یا طعن آمیزی کے ذریعے یا خوشامد کے ذریعے بالواسطہ یا بلاواسطہ ہو پاک پیغمبر ﷺ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرتا ہے۔اسے سزائے موت دی جائے گی۔یا عمر قید دی جائے گی اور جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔'' توہین رسالت پر مندرجہ ذیل چارج کورٹ آف سیشن وغیرہ کی طرف سے (اس نیچے دی گئی شکل کے مطابق چارج لگایا جائے گا)

توہین رسالت کے مرتکب مجرم پر قانونی عدالتی چارج

''یہ کہ تم نے فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو لکھ کر یا خطاب کرتے ہوئے ان الفاظ کا یا ظاہری نقوش یا بہتان کا ذکر کیا جو کہ اس نے جان بوجھ کر اور بدنیتی کے ارادے سے پاک پیغمبر محمد ﷺ کے مقدس نام کی بے حرمتی کی ہے۔ایسے نازیبا تاثرات (الفاظ) استعمال کئے۔اس طرح تم اس جرم کے مرتکب ہوئے اور اس طرح پاکستان پینل کوڈ ۱۸۶۰ء کی شک ۲۹۵۔سی کے مطابق سزا (سزائے موت اور عمر قید اور جرمانہ) کے مستحق ہوئے۔''

اور میری (جج) کی ہدایت پر اس الزام کی ٹرائل عدالت کے ذریعے کی گئی۔

متذکرہ بالا قرآنی آیات اور پاک پیغمبر ﷺ کی روایات سے عیاں ہے کہ قرآن وسنت اور پاکستان کے آئین کے مطابق ناموس رسالت کی بے حرمتی پر سزائے موت مقرر کی گئی ہے اور دستور پاکستان میں ایسے الفاظ کو استعمال کرنے سے جو کہ عملاً اور بدنیتی پر مبنی ہوں (اس خاص الزام میں) ایسے معاملے میں جو سزا رکھی گئی ہے۔پاکستان کی اور کوئی بھی عدالت اس سے ہٹ کر کوئی اور سزا نہیں دے سکتی۔یہ قانون کورٹ پر اس کے غلط استعمال پر دو ضمانتیں قدغن کے طور پر فراہم کرتا ہے۔پہلی بات یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ جج اس جرم کے تعین کے وقت بنظر

غائر دیکھے اور دوسرا یہ کہ توہین رسالت کے جرم کے اصل ارتکاب کو دیکھے۔ جرم کے معاملے میں انصاف کی رو سے یہ دونوں اصول بین الاقوامی طور پر مسلمہ ہیں اور بین الاقوامی معیاروں کے تمام عملی مقاصد پر پورا اترتے ہیں۔

توہین رسالت کا جرم تقریباً تمام الہامی مذاہب میں قابل سزا جرم ہے۔ اس کی ایک زندہ مثال ''یہودیت'' سے لی جاسکتی ہے۔ (تورات بک تین سے) (تورات:۱۶:۲۴، Livities) میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ: ''وہ جو اہانت رسول کرتے ہیں۔ ان کو یقیناً سزائے موت دی جائے گی۔''

اس غلط پروپیگنڈے کو ختم کرنے کے لئے کہ توہین رسالت کا قانون صرف پاکستان ہی میں رائج ہے اور اس طریقے سے صرف ایک مخصوص طبقے کو ٹارگٹ کرنے کے لئے (یہ قانون) بنایا گیا ہے۔ (یہ تاثر بالکل غلط ہے) اس سلسلے میں ہم توہین رسالت کے قانون کو مختلف ممالک میں رائج قوانین کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔

(تقابلی جائزہ درج ذیل ہے)

افغانستان: افغانستان جو کہ ایک اسلامی ریاست ہے۔ توہین رسالت کے قانون کو شریعت کی روشنی میں قتل یا پھانسی کی سزا دیتی ہے۔

آسٹریلیا: قانون ناموس رسالت کے معاملے میں کچھ ریاستوں اور علاقوں میں جرم ہے اور کچھ میں نہیں ہے۔ ناموس رسالت کے سلسلے میں توہین رسالت کے مجرم کو آخری دفعہ ۱۹۱۹ء میں وکٹوریہ میں پھانسی دی گئی۔

آسٹریا: آسٹریا میں توہین رسالت کے سلسلہ میں دو شقیں موجود ہیں۔ (۱) ۱۸۸/مذہبی تعلیمات میں تبدیلی لانا۔ (۲) ۱۸۹/مذہبی تعلیمات کو (ڈسٹرب) گڑبڑ پیدا کرنا۔

بنگلہ دیش: بنگلہ دیش قانون رسالت کی بے حرمتی کو قانوناً روکتا ہے اور مذہبی جذبات کو مجروح کرنے سے بھی روکتا ہے اور گفتگو کی آزادی کے سلسلے میں دیگر قوانین اور پالیسیوں کو بھی روکتا ہے۔

برازیل: آرٹیکل ۲۰۸/پینل کوڈ کے مطابق عوامی طور پر ایسا کوئی بھی عمل جو مذہبی تعلیمات میں تبدیلی کا باعث بنے ایک قابل سزا جرم ہے۔ جس کی سزا ایک مہینے سے ایک سال تک ہوسکتی ہے۔ یا جرمانہ بھی ہوسکتا ہے۔

کینیڈا: کینیڈا کے کریمنل کوڈ کے مطابق اہانت رسول ایک جرم ہے۔ لیکن کینیڈین حکومت ان شقوں کو چارٹر آف رائٹس اینڈ فریڈم کے حوالے سے دیکھتی ہے۔ ۱۹۳۵ء میں کینیڈا میں قانون رسالت کے مجرم کو پھانسی دے دی گئی۔

ڈنمارک: ڈنمارک میں پینل کوڈ نمبر ۱۴۰ ارتوہین رسالت کے متعلق ہے۔ لیکن ۱۹۳۸ء کے بعد جبکہ ایک نازی گروپ کو غیر مذہبی پروپیگنڈے کی بنا پر سزا دی گئی تھی۔ اس واقعے کے بعد اس شق کا استعمال نہیں کیا گیا۔ نفرت پر مبنی تقاریر کے حوالے سے ۲۶۶ بی کے قانون کا آزادانہ استعمال کیا جاتا ہے۔ توہین رسالت کے قانون کے خلاف ۲۰۰۴ء میں تجاویز دی گئیں۔ لیکن اکثریت نہ ہونے کی وجہ سے یہ ناکام ہوگئیں۔

مصر: مصریوں کی اکثریت سنی العقیدہ ہے۔ اکثریت قانون رسالت کو مصر کی اقلیتوں خاص طور پر شیعہ، صوفی، عیسائیوں، بہائی اور دہریوں کو تنگ کرنے کے لئے استعمال کرتی ہے۔

اردن: اردن کا قانون توہین رسالت سے روکتا ہے اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے سے روکتا ہے یا نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی سے روکتا ہے۔ ان حدود کی خلاف ورزی کرنے والے کو تین سال تک کی سزا اور جرمانہ کیا جاسکتا ہے۔

کویت: کویت ایک اسلامی ملک ہے۔ یہ اہانت رسول کو سنی اسلام کے مطابق قانون کے ذریعے روکتا ہے۔ تاکہ شریعت کے ذریعے۔ اہانت رسول کے ملزم کویت میں عام طور پر شیعہ، تعلیمی اداروں اور صحافیوں کو ٹارگٹ کرتے ہیں۔

ملائشیا: ملائشیا مذہب کی توہین سے روکتا ہے اور مذہبی معاملات کی توہین کو تعلیم کے ذریعے سے روکتا ہے اور اس سلسلے میں الیکٹرانک میڈیا اور اخباری میڈیا پر قانونی پابندی عائد کرتا ہے۔ ملائشیا میں کچھ ریاستیں شرعی کورٹس کے ذریعے سے اسلام کی حفاظت کرتی ہیں۔ لیکن جہاں شریعت لاگو نہ ہوتی ہو وہاں ملائشین پینل کوڈ مجرموں کو سزائیں دیتا ہے۔

مالٹا: توہین رسالت کے خلاف قوانین کی بجائے حکومت مالٹا نے مذہب میں تبدیلی اور غیر اخلاقی جرائم کے خلاف قوانین بنائے ہیں۔ ۱۹۳۳ء کے قانون شق نمبر ۱۶۳ (کریمنل کوڈ) رومن کیتھولک مذہب کی خلاف ورزی سے روکتا ہے۔ یہ مالٹا کا مذہب ہے۔ مالٹا کے مذہب میں ردوبدل یا ترمیم کرنے والے کو ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے ایک سے چھ ماہ کی قید دی جاتی ہے۔

آرٹیکل نمبر۱۶۴ کی رو سے مالٹا کی تہذیب میں کسی قسم کی تحریف یا ردوبدل کرنے والے کو ایک سے تین ماہ کی قید کی سزا دی جاتی ہے۔ آرٹیکل ۳۳۸ بی بی کے مطابق اگر کوئی شخص بیشک نشہ کی حالت میں کوئی ایسے غیر موزوں یا غلط الفاظ استعمال کرتا ہے یا غیر اخلاقی حرکات کرتا ہے تو وہ آرٹیکل نمبر۳۴۲ کے مطابق بھی عوامی جذبات کو مجروح کرنے یا ناشائستگی پھیلانے پر سزا کا مستوجب ہوگا۔ ۳۳۸ بی بی میں اہانت رسالت کے مرتکب شخص کو گیارہ یورو اور ۶۵ سینٹ جرمانہ کیا جائے گا اور زیادہ سے زیادہ تین ماہ تک قید کی سزا دی جائے گی۔ ۲۰۰۸ء میں ۶۲۱/افراد کے خلاف مالٹا میں توہین رسالت کے سلسلے میں کاروائی کی گئی۔

نیدرلینڈ: نیدرلینڈ کی ریاست میں توہین رسالت پر آرٹیکل نمبر۱۴۷ کی رو سے تین مہینے کی جیل ہے یا ۳۸۰۰ یورو کا جرمانہ ہے۔

نیوزی لینڈ: نیوزی لینڈ میں سیکشن ۱۲۳ کرائمنز ایکٹ ۱۹۶۱ء کے مطابق اگر کوئی شخص توہین رسالت پر مبنی کوئی مواد شائع کرتا ہے تو اس کو ایک سال کی سزا ہے۔ اس سلسلے میں **The maari land** کے پبلشر جان گلوروکو ۱۹۲۲ء میں سزا دی گئی۔

نائجیریا: نائجیریا میں سیکشن ۲۰۴ کے مطابق توہین رسالت ایک جرم ہے اور شریعت کورٹس کو کچھ ریاستوں میں شریعت کے مطابق کام کرنے کی اجازت ہے۔ آزاد خیالی کے عنصر کے سبب نائجیریا میں کورٹس کی آئینی حیثیت کو اکثر غصب کیا گیا ہے۔

سعودی عرب: سعودی عرب کا ریاستی مذہب اسلام ہے۔ ملک میں سنی اور وہابی فرقے موجود ہیں۔ ملک کے قوانین ایک خوبصورت آمیزہ ہیں۔ شریعت کے اور اعلیٰ مذہبی سکالرز کے فتویٰ کی روشنی میں فیصلے کئے جاتے ہیں جو مختلف سزاؤں کی شکل یا موت کی شکل میں ہوسکتے ہیں۔

سوڈان: سوڈان میں ریاستی مذہب سنی اسلام ہے۔ ملک کی تقریباً ۷۰ فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ باقی ایک بڑا گروپ جو تقریباً ۲۵ فیصد ہے اینیمسٹ **(Animist)** مذہب پر مشتمل ہے۔ سیکشن ۱۲۵/سوڈانی کریمنل ایکٹ کے مطابق مذہب کی تذلیل، نفرت یا توہین کی سختی سے ممانعت ہے اور اس سیکشن کے مطابق جرمانے اور مختلف سزائیں دی جاسکتی ہیں۔ (جرمانہ زیادہ سے زیادہ ۴۰ لیشنز ہے) نومبر ۲۰۰۷ء میں اگر سوڈانی ٹیڈی بیئر بیلس فیمی کیس **(Sudanese taddy bear balesphemy case)** بہت مشہور ہوا۔ دسمبر

۲۰۰۷ء میں یہ سیکشن دو مصری بک سیلرز کے خلاف استعمال ہوا۔ کیونکہ انہوں نے کورٹ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کئے تھے۔ ان دو بک سیلرز کو چھ ماہ کی سزا دی گئی۔

متحدہ عرب امارات: یو اے ای توہین رسالت کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ وہ شریعت کے قوانین کے عین مطابق اور غیر مسلموں کے خلاف جج حضرات کی سماعت کے بعد مختلف سزائیں دی جاتی ہیں۔

برطانیہ: برطانیہ میں توہین رسالت کے قوانین صرف عیسائیت کے متعلق تھے۔ آخری توہین رسالت کا معاملہ ۲۰۰۷ء میں ایک گروپ کرسچین وائس کے خلاف ہوا۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک (gay) کے طور پر سٹیج پر پیش کیا گیا۔ اس گروپ پر الزمات لگائے گئے۔ لیکن ویسٹ منسٹر کے مجسٹریٹ نے پھر ہائیکورٹ نے یہ الزمات یہ کہہ کر مسترد کر دیئے کہ سٹیج یا تھیٹر پر یہ قوانین لاگو نہیں ہوتے۔ آخری کامیاب کیس برطانیہ میں ۱۹۷۷ء میں ڈینس لیمن کے خلاف دائر ہوا جو گے نیوز کا ایڈیٹر تھا۔ اس کی ایک لکھی گئی نظم (The love thaf dares to speak its name) جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق غلط کردار پیش کیا گیا۔ لیمن کو پانچ سو پونڈ کا جرمانہ کیا گیا اور نو ماہ کی قید ہوئی۔ اسی نظم نے ۲۰۰۲ء میں (Trafalyas squasc) صرتج میں اسی طرح لوگوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا۔ لیکن کوئی آئینی کاروائی یا سزا نہیں ہوئی۔ ۹/دسمبر ۱۹۲۱ء آخری شخص برطانیہ میں جسے توہین رسالت پر سزا ہوئی۔ اس کا جان ولیم گوٹ تھا۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یروشلم (بیت المقدس) میں داخلے کے متعلق من گھڑت کہانی پیش کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا موازنہ ایک سرکس کے مسخرے سے کیا تھا۔ اسے نو مہینے کی سخت قید با مشقت کی سزا دی گئی۔ سکاٹ لینڈ میں توہین رسالت کا آخری کیس ۱۸۴۳ء میں ہوا۔ جبکہ ۱۶۹۷ء میں ایک سکاٹش باشندے تھامس ایکن ہڈ کو توہین رسالت پر پھانسی دے دی گئی۔ ۵/مارچ ۲۰۰۸ء کو کریمنل جسٹس اور امیگریشن ایکٹ ۲۰۰۸ء میں توہین رسالت کی قانونی دفعات کے حوالے سے انگلینڈ اور ویلز میں کچھ تبدیلیاں کی گئیں اور عام قانون توہین رسالت ختم کر دیا گیا۔ ۸/جولائی ۲۰۰۸ء کو شاہی منظوری سے یہ نیا تبدیل شدہ قانون لاگو ہو گیا۔

یمن: یمن میں بھی دوسری اسلامی ریاستوں کی طرح توہین رسالت پہ قوانین اور سزائیں موجود ہیں۔ مذہبی اقلیتوں، ذہین لوگوں، فنکاروں، رپورٹرز اور ہیومن رائٹس کی تنظیموں کو نقصان پہنچانے پر سزائیں ہیں۔ اگر کوئی شخص واقعتاً توہین رسالت کا مرتکب ہوتا ہے تو یمن کی شرعی کورٹس اسے سزائے موت دیتی ہے۔

امریکہ: امریکہ کے ابتدائی ایام میں توہین رسالت پر موت کی سزا تھی۔ لیکن اس میں لچک یا تبدیلی کے مشی گن اوکلاہوما، ساؤتھ کیرولینا، میساجوزٹس اور پنسلوانیا ہیں۔ ریاستوں کے توہین رسالت کے متعلق قوانین موجود ہیں۔ امریکہ کی کچھ ریاستوں میں ابتدائی دنوں میں توہین رسالت سے متعلق قوانین موجود ہیں۔ مثلاً باب ۲۷۲ میساچوزٹس میں عام قوانین میں ایک شق موجود ہے جو ۱۶۹۷ء کی ریاستی قوانین میں اسی سے متعلق ہے۔ سیکشن ۳۶/ جو کوئی بھی ارادتاً اللہ پاک کے مقدس نام کی بے حرمتی کرے گا۔ انکار کی صورت میں کوسنے کی صورت میں یا ملحدانہ انداز میں خدا کی عبادت کرے گا یا اس کی مخلوق کو برا بھلا کہے گا یا گورنمنٹ کو اور دنیا کو برا بھلا کہے گا یا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کوئی غلط الفاظ کہے گا یا توہین آمیز یا مضحکہ خیز انداز اختیار کرے گا تو اسے ایک سال یا تین سوڈالر سے زیادہ سزا نہیں دی جائے گی اور اسے آئندہ کے لئے اچھے رویئے کا پابند کیا جاسکتا ہے۔ قانون کے سیکشن ۲/اے اور نمبر ۴۱۷ کے مطابق اس سلسلے میں ہائی کورٹ کے مقابلے میں کسی اور عدالت سے بریت کے بعد وہ اعلیٰ عدالتوں میں سزا کے خلاف اپیل کرسکتا ہے۔ کوئی بھی کیس جو کہ ۴۷۳/ سیکشن کے تحت اور ۳۷۶ کے تحت اور کریمنل کوڈ ۱۸۹۸ء کے تحت سزا کی توثیق کی جاسکتی ہے۔ یا کوئی اور سزا قانون کے تحت یا فرد جرم عائد کرسکتی ہے اور کسی بھی دفعہ کے ملزم کو جسے سیشن کورٹ نے سزا دی ہو یا نئے ٹرائل کا حکم دیا جاسکتا ہے۔ اسی مقدمے کی دوبارہ یا ترمیم شدہ قانون کے تحت بری بھی کیا جاسکتا ہے۔

پرائم منسٹر آف پاکستان

اس موقع پر میں آپ کی توجہ اس معاملے کے ایک اور پہلو کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ کچھ پروپگنڈا سے بھرے ہوئے ذہن اور اسی طرح کے ایجنڈا سے بھرے ہوئے افراد ایک غلط تأثر دیتے ہیں کہ پاکستان میں اس سلسلے کے جو قوانین ہیں وہ حقوق انسانی کے بین الاقوامی

معیاروں پر پورا نہیں اترتے یا یہ قوانین عالمی سطح پر قابل قبول نہیں ہیں۔ یہ تأثر کلی طور پر بے بنیاد اور بیمار ساختہ ہے۔ اس کی قریب ترین مثال یہ پیش کی جاسکتی ہے کہ انڈیا میں ۱۹۷۳ء کے کریمنل کوڈ (ایکٹ ۲۔۱۹۷۴ء) کے باب نمبر xxvIII میں اسی طرح کی شق کے مطابق توہین رسالت کے متعلق سیشن کورٹ کے ذریعہ اسی طرح کی سزا سنائی گئی۔ ۳۶۶ر سزائے موت سیشن کی طرف سے ہائی کورٹ کی طرف بھجوانا۔ جب سیشن کورٹ سزائے موت سناتی ہے تو کیس ہائی کورٹ میں داخل کیا جائے گا اور سزا پر اس وقت تک عمل درآمد نہیں کیا جائے گا جب تک ہائی کورٹ اس کی توثیق نہ کردے۔ تقابلی مطالعہ کے فائدے کے حوالے سے ایک اسی طرح کی گنجائش جو پاکستان کے کریمنل کوڈ ۱۸۹۸ء سیکشن ۳۷۴ میں موجود ہے میں اس کا ذکر کروں گا۔

شق ۳۷۴ر سزائے موت کا سیشن کورٹ کی طرف سے ہائی کورٹ میں داخل کیا جانا۔

جب سیشن کورٹ سزائے موت سناتی ہے تو کیس ہائی کورٹ میں داخل کیا جائے گا اور سزا پر اس وقت تک عمل درآمد نہیں کیا جائے گا جب تک ہائی کورٹ اس سزا کی توثیق نہ کردے۔ اس تقابلی مطالعے سے بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ پاکستان کریمنل کوڈ ۱۸۹۳ء اور انڈین کریمنل کوڈ ۱۹۷۳ء میں توہین رسالت کے سلسلے میں موجود قانون کے الفاظ تک یکساں ہیں۔ اس ثابت شدہ تجزیئے کے تناظر میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اس سلسلے میں پاکستان میں حالیہ قوانین اس طرح کے مقدمات کے ٹرائل اور قانونی اطلاق کے سلسلے میں بین الاقوامی معیار اور ضرورتوں کے عین مطابق ہیں۔ مجھے یہاں افسوس سے کہنا پڑے گا کہ پاکستان میں اس سلسلے میں موجودہ کریمنل کوڈ ۱۹۴۷ء کی آزادی کے بعد نہیں بنایا گیا۔ بلکہ اس سلسلے میں برطانوی عہد کا قانون ہی رائج رہا ہے۔ پاکستانی عوام دیگر اقوام کے اندر باوقار مقام بناسکتے ہیں اور بین الاقوامی خوشی اور انسانیت میں اپنا پورا حصہ ڈال سکتے ہیں۔ اس حکم کا سوسائٹی میں ادراک اس وقت تک نہیں حاصل ہوسکتا ہے جب تک اس کی باقاعدہ قانون سازی نہ ہو اور اداروں میں رائج نہ ہو۔ اس ریاست کا مذہب اسلام ہے۔ جہاں پہ قرآن وسنت قانون کے بڑے ماخذ مانے جاتے ہیں۔ اب سیکشن ۲۹۵ سی کا ٹھوس حیثیت کی بات ہوگی جو کہ پاکستان پینل کوڈ ۱۸۶۰ء ایکٹ نمبر ۳۔۱۹۸۶ء پر لایا گیا (اسی قانون میں یہ شامل ہے) اس موقع پر پہلے سے وضاحت شدہ اور مکمل شکل میں قانون موجود ہے۔ جو کہ درج ذیل ہے:

۲۹۵سی نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخانہ الفاظ تبصرے یا آراء۔ جو کوئی بھی اپنی الفاظ کے ذریعے چاہے وہ بولے گئے ہوں یا لکھے گئے ہو یا مرئی نقوش کے ذریعے یا بہتان کے ذریعے یا طعن آمیز کنایہ کے ذریعے یا غلط دلکشی کے ذریعے (غلط طریقے سے گھیرا) بالواسطہ یا بلاواسطہ نبی کریم ﷺ کے پاک نام کی بے حرمتی کرتا ہے۔ اسے سزائے موت دی جائے گی یا عمر بھر کی قید اور جرمانے کا مستوجب ہوگا۔ قانون کے اس ٹکڑے پر پارلیمنٹ، پارلیمانی فورم، فورسز کے اندر اور باہر بہت زیادہ بحث ہوئی اور ایک آئینی عدالت کے سامنے بھی بحث ہوچکی ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے اس قانون کا قرآن وسنت کی روشنی میں بہت گہرا جائزہ لیا۔ بعنوان مقدمہ محمد اسماعیل قریشی پاکستان بذریعہ سیکرٹری قانون وپارلیمانی امور (PLD 1991 FSC P.10) اس نتیجہ پر پہنچے کہ توہین رسالت کے معاملے میں سزائے موت کے علاوہ کوئی بھی اور سزا اسلامی احکامات کے خلاف ہے۔ کچھ پیرے فیصلے میں سے نیچے پیش کئے جارہے ہیں۔

کافرہ آسیہ کے خلاف درج ذیل۔ پیرا نمبر۳۳۔ الفاظ (شتم، سب اور ایذاء) نبی کریم ﷺ کی توہین کے لئے (معاذاللہ) قرآن وسنت میں استعمال ہوتے ہیں۔ جن کا مطلب، ابتلا میں ہونا، نقصان پہنچانا، گرانا، اہانت کرنا، توہین کرنا، دشمنی کرنا، اشتعال دلانا، مجروح کرنا، مشکل یا مصیبت میں ڈالنا، بہتان طرازی کرنا، منصب سے گرانا، حقارت کرنا وغیرہ۔

(Arabic English Lexicon Book-1 Part-1 P.44)

لفظ شتم کا مطلب تذلیل کرنا، گالی دینا، انتقام لینا، ڈانٹ ڈپٹ کرنا، ملامت کرنا، شہرت کو گرانا۔ (PLD 1991 FSC 10 P.26)

پیرا نمبر۶۶۔ عملاً تمام ماہرین قانون اور سکالرز اس بات پر متفق ہیں کہ تمام انبیاء کا ناموس ایک مقدس ترین امر ہے اور کسی بھی نبی یا رسول کی شان میں گستاخانہ الفاظ کی سزا صرف موت ہے۔

پیرا نمبر۶۷۔ اوپر کی گئی بحث کے تناظر میں یہ رائے قائم کرتے ہیں کہ پاکستان پینل کوڈ سیکشن ۲۹۵-سی میں جو عمر قید کی سزا ہے وہ اسلامی احکامات قرآن پاک اور سنت کے خلاف ہے۔ اس لئے یہ الفاظ (عمر قید) اس میں سے حذف کئے جاتے ہیں۔ (p.35 pld 1991 fsc page-10) (اس عظیم ترین فتح پر پوری امت مسلمہ کو مبارک باد)

پاکستان میں عدلیہ کے مروجہ روایات کے مطابق مضبوط آئینی قانون عدالتوں میں موجود ہے۔اس واضح نظام کے تحت ہر وہ جرم جس پہ موت کی سزا ہے سیشن کورٹ کی طرف سے ٹرائل کیا جاتا ہے۔ پاکستان پینل کوڈ ۱۸۹۸ء اور قانون شہادت آرڈر ۱۹۸۴ء کی شقیں ایک شفاف ٹرائل کی ضمانت مہیا کرتی ہیں۔اس کے علاوہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۹۷۳ء اٹھارویں ترمیم ایکٹ ۲۰۱۰ء کے مطابق قانونی طور پہ ہر ملزم کے شفاف ٹرائل کو یقینی بناتی ہے اور اس کو پورے آئینی و عدالتی پراسس میں سے گزارا جائے گا۔ پاکستان میں اس قانون کے تحت ہر ملزم کو ایک قانونی ماہر کی خدمات مہیا کی جاتی ہیں اور اسے اپنے دفاع کا مکمل حق دیا جاتا ہے اور کسی بھی ملزم کو اپنے پسندیدہ وکیل کی خدمات لینے سے نہیں روکا جاتا اور یہ آئین پاکستان کے آرٹیکل نمبر ۱۰ شق نمبر ۱ بنیادی انسانی حقوق کے عین مطابق ہے۔ایک مرتبہ ہائی کورٹ کی جانب سے سزائے موت سنائے جانے کے بعد پاکستان کریمنل کوڈ ۱۸۹۸ء سیکشن ۳۷۴ کے تحت پھر یہ سزا منسوخ نہیں کی جاسکتی۔۳۷۴ شق۔ جب سیشن کورٹ سزائے موت سناتی ہے تو کیس ہائی کورٹ میں بھیج دیا جاتا ہے اور سزا پر عمل درآمد نہیں ہوتا۔جب تک ہائی کورٹ اس کی توثیق نہ کردے۔

۱۸۔ایک ملزم جو کہ سیشن جج یا ایڈیشنل سیشن جج کی طرف سے سزا یافتہ ہو وہ ہائی کورٹ میں کریمنل کوڈ ۱۸۹۸ء سیکشن ۴۱۰ کے تحت اپیل کرسکتا ہے۔ بریت کی صورت میں صوبائی حکومت پبلک پراسیکیوٹر کو ہدایت کرسکتی ہے کہ وہ کریمنل کوڈ ۱۸۹۸ء سیکشن ۴۱۷ کے تحت ہائی کورٹ میں اپیل کرے۔

۲۰۔ پھر ایک اور حل ملزم یا سزا یافتہ کے لئے مہیا کیا گیا ہے کہ وہ سیکشن اے کریمنل کوڈ ۱۸۹۸ء کے تحت اپیل کرے۔مزید یہ کہ ایک اور حل بھی مہیا کیا گیا ہے کہ ملزم اور سزا یافتہ شخص اور دکھی شخص کو پاکستان کی ایک اور اعلیٰ عدالت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین ۱۹۷۳ء آرٹیکل ۱۹۸۵ء شق نمبر ۲ کے تحت سپریم کورٹ میں سابقہ (سزائے موت) سزا کے متعلق سماعت کرانے کا حق ہوگا۔

۲۔۱۸۵ ہائی کورٹ کی طرف سے سزائے موت کے آخری فیصلے کے خلاف اپیل کرنے کا حق ہوگا۔

اے...... اگر ہائی کورٹ کسی ملزم کے رہائی کی اپیل واپس کرتی ہے اور اسے سزائے موت دیتی ہے یا زندگی بھر کے لئے ملک بدری یا عمر قید کی سزا دیتی ہے یا نظر ثانی پر سزا پہ سزا

بڑھادیتی ہے

بی...... اگر ہائیکورٹ نے خود ہی اپنی مرضی سے ماتحت عدالت سے کوئی مقدمہ لے لیا ہے اور اس طرح کے ٹرائل میں ملزم کو سزا (یعنی سزائے موت) سناتی ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

سی...... اگر ہائی کورٹ نے ہائی کورٹ کی توہین پر کسی پر سزا مسلط کی ہے۔

۲۱۔ سپریم کورٹ کی فائنل ججمنٹ کے بعد بھی یا کسی اور کورٹ اور ٹربیونل کی ججمنٹ کے بعد بھی اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے صدر کو آئین کے آرٹیکل نمبر ۴۵ کے تحت یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے معافی دے دے۔ سزائے موت کو سزائے قید میں بدل دے یا سزا معاف کردے۔ معطل کردے یا تبدیل کردے۔ کوئی بھی سزا جو کسی بھی عدالت۔ ٹربیونل یا کسی دوسری مجاز عدالت نے دی ہو صدر پاکستان کے ان اختیارات کی عدالتی جانچ پڑتال، عبدالمالک دی سٹیٹ کے کیس میں **pld 2006 sc 365** کی گئی۔ اس کیس مجھے معزز سپریم کورٹ آف پاکستان کو بطور ایڈووکیٹ مدد دینے کا شرف حاصل ہوا۔ (بسلسلہ پٹیشن اور اپیلوں کے) اس بنچ کی سربراہی چیف جسٹس آف پاکستان مسٹر جسٹس افتخار محمد چوہدری نے کی اور یہ بنچ جسٹس رانا بھگوان داس، مسٹر جسٹس فقیر محمد کھوکھر، مسٹر جسٹس محمد جاوید بٹر، مسٹر جسٹس تصدق حسین جیلانی پر مشتمل تھا۔ فوری حوالہ کے لئے متعلقہ پیرا نیچے دیا گیا ہے۔

آرٹیکل نمبر ۴۵۔۴۸ (۲) اور اے۔۲ کریمنل پروسیجر کوڈ ۱۸۹۸ء آف وی۔۴۰۲ ایس...... صدر پاکستان کے اختیارات آئین کے آرٹیکل نمبر ۴۵ کے تحت رعایت دیئے جانے کے متعلق۔ اس آرٹیکل کی ساخت اور گنجائش۔

صدر پاکستان کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بلا مداخلت کسی بھی جرم میں کسی کو بھی رعایت دے سکتے ہیں اور کوئی بھی ماتحت عدالت صدر کے اختیارات کو مسترد نہیں کرسکتی۔ صدر کے ایسے اختیارات آئین کے آرٹیکل اے۲ کی رو سے متجاوز نہیں ہیں اور یہ صدر کے اختیارات سزا کو معاف کرنے۔ سزائے موت کو عمر قید میں بدلنے۔ سزا کو ملتوی کرنے۔ گھٹانے یا معطل کرنے یا کسی بھی سزا کو تبدیل کرنے کے حوالے سے ہیں اور یہ اختیارات ۴۰۲ سیکشن کے خلاف نہیں ہیں جو کہ پاکستان کے کریمنل کوڈ ۱۸۹۸ء کا حصہ ہیں۔ اوپر کی گئی طویل بحث جو کہ توہین رسالت کے سلسلہ میں سزائے موت کے متعلق ہے اور جس کا ذکر پینل کوڈ ۱۸۶۰ء سیکشن ۲۹۵ سی میں ہے۔ یہ

اسلامی احکامات جوکہ قرآن پاک اور نبی کریم ﷺ کی سنت میں بیان کئے گئے ہیں کے عین مطابق ہے اوران میں کسی بھی قسم کی تبدیلی یا ترمیم کی ضرورت نہیں۔ اس لئے وہ تمام حوالہ جات جن کا ذکر پیراگراف نمبر۱ میں کیا گیا ہے۔ان کا بے بنیاد ہونے اور غلط لئے جانے کی بنا پر قانون کے تحت منفی جواب دیا گیا ہے۔اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین ۱۹۷۳ء آرٹیکل ۱۹۰۹ کے تحت کوئی بھی شخص قانون کے دائروں کے اندر رہتے ہوئے زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا اور تمام شہری قانون کی نگاہ میں برابر ہیں اور تمام کو آئین کے آرٹیکل نمبر۲۵ شق نمبر۱ کے تحت مساوی تحفظ حاصل ہے۔ یہ واضح وجہ تھی کہ پاکستان پینل کوڈ ۱۸۶۰ اسیکشن ۲۹۵۔سی سیشن کورٹس میں ٹرائل کئے جاسکتے ہیں اور عام وجوہات کی بناء پر اس کو کسی سپیشل کورٹ میں ٹرائل نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سب کچھ ٹرائل کے عمل کو شفاف، کھلا، صاف اور معتبر بناتا ہے۔

۲۳...... ایک اور پہلو جو اس معاملے میں مختصر طور پر بتایا جارہا ہے کہ پاکستان میں مذہبی آزادی ہے۔ ہمارے آئینی دائرہ کار میں مذہب اور مذہبی اداروں کی آزادی کی بنیادی حقوق کی بنیاد پر یہ وضاحت کردی ہے جو کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ۱۹۷۳ء کے آئین آرٹیکل نمبر۲۰ پیراگراف A کے تحت کورٹس کے سامنے انصاف کا حق رکھتے ہیں۔ یہ ضمانت دی جاتی ہے کہ ہر شہری کو اس کے مذہب کی پریکٹس، اس کی اشاعت اور اس کی وضاحت کی آزادی ہے اور پیراگراف B کے تحت ہر مذہبی گروہ ہر مذہبی لیبل اور ہر فرقے کو اپنے آپ کو قائم کرنے، برقرار رکھنے اور اپنے مذہبی اداروں کو چلانے کا حق ہوگا۔ اس آرٹیکل میں یہ بھی واضح ہے جو کہ انصاف قانون اور آئین کے بین الاقوامی اصولوں سے مطابقت رکھتا ہے۔ جس میں ہر فرقے کو اپنے مذہب کی پریکٹس، اشاعت اور اس کی وضاحت اور اسے آگے بڑھانے کی مکمل آزادی ہے اوران کو اپنے مذہبی اداروں کو چلانے کی مکمل آزادی ہے۔ مگر بیشک یہ سب کچھ قانون پبلک آرڈر اور اخلاقیات کے دائروں میں رہ کر کرنا ہے۔

۲۴...... پاکستان ایک ذمہ دار ریاست کے محور پہ (مقدمات کے سلسلے میں) اپیلوں، آئینی اور دیگر عملی حل کے متعلق ایک بھرپور آئینی ڈھانچہ مہیا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۸۶ء سے لے کر آج تک اس قانون کے تحت کوئی سزا نہیں کی گئی۔ یہ حقیقت ایک واضح ثبوت ہے کہ ہمارے ملک میں عدالتی کارروائیاں انتہائی مضبوطی کے ساتھ قانون پر عمل پیرا ہیں۔

۲۵......وزارت داخلہ کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اس معاملے میں ملزمان کو پوری آئینی جدوجہد میں سے گذرنے دیں۔ کسی قسم کا عمل آسیہ نورین سے متعلق انتظامیہ سے مطلوب نہیں ہے۔ جیسا کہ آسیہ نورین پہلے ہی تمام قانونی امداد سیکشن ۴۱۰ کریمنل کوڈ ۱۸۹۸ کے تحت ہائی کورٹ کے سزائے موت کے فیصلے کے خلاف لے چکی ہے۔

۲۶......اس لئے اقلیتوں کی وزارت کی طرف سے وزیراعظم پاکستان کو کی گئی درخواست جو کہ وزارت قانون، انصاف اور پارلیمانی امور نے توہین رسالت کے آئین کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت غور سے دیکھی ہے۔ اقلیتوں کی طرف سے دی گئی درخواست میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس لئے اس سلسلے میں کوئی قدم نہیں اٹھایا جاسکتا۔

۲۷......جب سے وزارت خارجہ نے وزارت داخلہ کی طرف سے بھیجے گئے مواد کو دیکھنا شروع کیا ہے تو یہ مناسب لگتا ہے کہ حالیہ نظر ثانی شدہ فیصلے کی ایک نقل وزارت خارجہ کو بھیجی جائے۔ اس چیز کی بھی سفارش کی گئی ہے کہ وزیراعظم تمام ڈویژن اور دیگر متعلقہ اداروں کو وزارت قانون انصاف و پارلیمانی امور کی رائے کے بغیر کسی قسم کے عوامی تبصروں سے آئین اور آئینی نتائج کے حوالے سے احتراز کریں۔ کیونکہ یہ گورنمنٹ آف پاکستان کے بزنس رولز ۱۹۷۳ء کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر ظہیر الدین بابر اعوان

وفاقی وزیر قانون انصاف اور پارلیمانی امور

ڈائری نمبر Dy No: 611/M/PSP/2011

مورخہ ۸؍فروری ۲۰۱۱ء

برائے پرائم منسٹر آف اسلامی جمہوریہ پاکستان کی طرف سے

نقل ارسال کی گئی

۱......سپیکر قومی اسمبلی پاکستان اسلام آباد

۲......وزیر امور خارجہ، اسلام آباد

۳......وزیر داخلہ، اسلام آباد

PRIME MINISTER'S SECRETARIAT
ISLAMABAD

Subject: **A DETAILED EXAMINATION OF QUESTIONS ARISING OUT OF BLASPHEMY LAWS IN PAKISTAN**

28. The Prime Minister has been pleased to approve the proposals contained in the subject note of Minister for Law, Justice & Parliamentary Affairs. Ministries concerned are being conveyed necessary directions on actionable proposals, copies of which are being endorsed to you separately.

Lashari

(Khushnood Akhtar Lashari)
Principal Secretary
to the Prime Minister
08.02.2011

Minister for Law, Justice and Parliamentary Affairs
NO. 611 / PSPM/M/2011

PSPM

Government of Pakistan
Ministry of Law, Justice & Parliamentary Affairs
*****

Subject: A DETAILED EXAMINATION OF QUESTIONS ARISING OUT OF BLASPHEMY LAWS IN PAKISTAN.

The instant reference emanates from a number of letters written by different individuals, organizations, foreigners etc, to the Prime Minister of Pakistan which were sent to this Ministry vide PM's Secretariat u.o. No.5(30)/FSA/2010, dated 30th December, 2010 and OGW/Misc/Asia bibi/2011, dated 15th January, 2011 as well as a separate reference sent by the Ministry of Interior vide their letter No. u.o. 7/32/2010-Ptns, dated 8th December, 2010 to this Ministry. All are related to the conviction of Mst. Aasia Noreen (a convict sentenced under the blasphemy law by a court of competent jurisdiction). Still another reference is sent by the Ministry of Minorities calling for amendment in the blasphemy laws in Pakistan.

2. The Ministry of Foreign Affairs vide u.o. No. DG(Americas)-1/2010, dated 23rd November, 2010 sent a reference on the same issue to this Ministry.

3. The Secretariat of National Assembly of Pakistan vide No.F.23(45)/2010-Legis, dated 15th December, 2010 sent a reference seeking views/comments of this Ministry on a Private Member's Bill moved by Mst. Shehrbano Rehman (Sherry Rehman), MNA, titled as "the Criminal Law (Review of Punishment for Blasphemy) (Amendment) Bill, 2010", calling for amendment in the blasphemy laws in Pakistan as enshrined in the Pakistan Penal Code 1860 as well as in the Code of Criminal Procedure 1898. The query of the National Assembly Secretariat for ready reference is reproduced hereinbelow:

> "The undersigned is directed to state that Ms. Sherry Rehman, MNA has given notice of her intention to introduce the Criminal Law (Review of Punishment for Blasphemy) (Amendment) Bill, 2010, (Copy enclosed). It has been decided that before taking further action with regard to its admissibility, the views/comments of the Ministry of Law, Justice and Parliamentary Affairs may be solicited in the light of Federal Shariat Courts decision reported in PLD 1991 Federal Shariat Court 10."

4. Keeping in view the nature and significance of the issue, it has been examined by the Minister for Law, Justice & Parliamentary Affairs himself in the light of Quran and Hadith of the Holy Prophet (SAW) and the relevant statutory laws enacted in Pakistan; section 295C of the Pakistan Penal Code 1860, as well as blasphemy laws in other countries.

5. The present debate on the blasphemy laws sprung out of a Private Member's bill moved by Mst. Shehrbano Rehman (Sherry Rehman), MNA. Therefore I proceed to answer the query of the National Assembly Secretariat at the first instance. The admitted position remains that Federal Shariat Court in its reported judgment PLD 1991 FSC Page 10 has already approved and upheld this law being valid and in consonance with the Injunctions of Islam as laid down in Holy Quran and Sunnah of the Holy Prophet (SAW). This judgment as well as the law holds the field to date. Under the constitutional scheme of Pakistan the legislature was wise enough to create a forum for examining any piece of legislation as to whether it is intra vires or ultra-vires of the Injunctions of Islam. These powers are vested under Article 203D of the constitution of the Islamic Republic of Pakistan in the Federal Shariat Court and the text of this Article referred below, leaves no room for any doubt in this regard:-

> "203D. **Powers, jurisdiction and functions of the court.**- (1) The Court may, either of its own motion or on the petition of a citizen of Pakistan or the Federal Government or a Provincial Government, examine and decide the question whether or not any law or provision of law is repugnant to the Injunctions of Islam, as laid down in the Holy Quran and the Sunnah of the Holy Prophet (SAW)."

6. No doubt that the Parliament of Pakistan has ample and abundant powers of enactment, amendment, abolition and repeal of laws. But at the same time under the Parliamentary practices and well founded legislative traditions this law which is enacted by the Parliament and it remained in tact for decades and was also duly subjected to strict process of judicial scrutiny by a constitutional court having such exclusive jurisdiction in the matter. The present Private Member's Bill as reported in the press stands verbally withdrawn by the Member concerned too. No such denial has appeared anywhere from the mover of the Bill. The blasphemy law as discussed in the preceding paragraphs have already been examined by the Federal Shariat Court and under clause (2) of Article 203D; Federal Shariat Court has already decided that the legislative instrument under question is in accordance with the Injunctions of Islam and has declared the alternative punishment repugnant to the Injunctions of Islam. This decision by virtue of proviso (b) to clause (2) of Article 203D has taken effect already, therefore, in view of the aforesaid resume the Criminal Law (Review of Punishment

for Blasphemy) (Amendment) Bill, 2010 moved by Mst. Shehrbano Rehman (Sherry Rehman), MNA is liable to be rejected.

7. At the very outset a few verses from the Holy Quran on the subject may be reproduced hereinbelow:

وَمِنْهُمُ ٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱلنَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۚ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ
لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ ءَامَنُوا۟
مِنكُمْ ۚ وَٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ ٱللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾

And of them are those who vex the Prophet and say: He is only a hearer. Say: A hearer of good for you, who believeth in Allah and is true to the believers, and a mercy for such of you as believe. Those who vex the messenger of Allah, for them there is a painful doom.
Surat Al-Tauba, Verse 61

إِنَّ ٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ لَعَنَهُمُ ٱللَّهُ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْـَٔاخِرَةِ وَأَعَدَّ
لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٧﴾

Lo! Those who malign Allah and His messenger, Allah hath cursed them in the world and the hereafter, and hath prepared for them the doom of the disdained.
Surat Al-'Ahzāb, Verse 57

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَرْفَعُوٓا۟ أَصْوَٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ ٱلنَّبِىِّ وَلَا تَجْهَرُوا۟
لَهُۥ بِٱلْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَٰلُكُمْ وَأَنتُمْ لَا
تَشْعُرُونَ ﴿٢﴾

O ye who believe! Lift not up your voices above the voice of the Prophet, nor shout when speaking to him as ye shout one to another, lest your works be rendered vain while ye perceive not.
Surat Al-Ĥujurāt, Verse 2

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۚ قَدْ
يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ
يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾

Make not the calling of the messenger among you as your calling one of another. Allah knoweth those of you who steal away, hiding themselves. And let those who conspire to evade orders beware lest grief or painful punishment befall them.
Surat An-Nūr, Verse 63

لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ
بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٩﴾

That ye (mankind) may believe in Allah and His messenger, and may honour Him, and may revere Him, and may glorify Him at early dawn and at the close of day.
Surat Al-Fatĥ, Verse 9

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَدْخُلُواْ بُيُوتَ ٱلنَّبِىِّ إِلَّآ أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَـٰظِرِينَ إِنَىٰهُ وَلَـٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَٱدْخُلُواْ فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَٱنتَشِرُواْ وَلَا مُسْتَـْٔنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى ٱلنَّبِىَّ فَيَسْتَحْىِۦ مِنكُمْ ۖ وَٱللَّهُ لَا يَسْتَحْىِۦ مِنَ ٱلْحَقِّ ۚ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَـٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُواْ رَسُولَ ٱللَّهِ وَلَآ أَن تَنكِحُوٓاْ أَزْوَٰجَهُۥ مِنۢ بَعْدِهِۦٓ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ ٱللَّهِ عَظِيمًا ﴿٥٣﴾

O ye who believe! Enter not the dwellings of the Prophet for a meal without waiting for the proper time, unless permission be granted you. But if ye are invited, enter, and, when your meal is ended, then disperse. Linger not for conversation. Lo! That would cause annoyance to the Prophet, and he would be shy of (asking) you (to go); but Allah is not shy of the truth. And when ye ask of them (the wives of the Prophet) anything, ask it of them from behind a curtain. That is purer for your hearts and for their hearts. And it is not for you to cause annoyance to the messenger of Allah, nor that ye should ever marry his wives after him. Lo! That in Allah's sight would be an enormity.

Surat Al-'Aĥzāb, Verse 53

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ

Those who oppose Allah and His messenger, they will be among those most humiliated.
Surat Al-Mujadala, Verse 20

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ

Lo! It is thy insulter (and not thou) who is without posterity.
Surat Al-Kausar, Verse 3

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

The only reward of those who make war upon Allah and His messenger and strive after corruption in the land will be that they will be killed or crucified, or have their hands and feet on alternate sides cut off, or will be expelled out of the land. Such will be their degradation in the world, and in the hereafter theirs will be an awful doom.
Surat Al-Maida, Verse 33

وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ
فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ

And if they break their pledges after their treaty (hath been made with you) and assail your religion, then fight the heads of disbelief – Lo! They have no binding oaths – in order that they may desist.
Surat Al-Tauba, Verse 12

8. Now some extracts on the question of blasphemy from Sunnah of the Holy Prophet (SAW) may be cited below:-

٥٨٢ - حدثنا يحيى بن قزعة: حدثنا مالك، عن ابن شهاب، عن أنس بن مالك رضي الله عنه: أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل مكة

يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا
نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: ابْنُ خَطَلٍ
مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ: اقْتُلُوهُ،
قَالَ مَالِكٌ: وَلَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صلى الله
عليه وسلّم فِيمَا نُرَى وَاللهُ أَعْلَمُ يَوْمَئِذٍ
مُحْرِمًا

Narrated Anas bin Malik (RA): On the day of the Conquest, the Prophet (SAW) entered Mecca, wearing a helmet on his head. When he took it off, a man came and said, "Ibn Khatal is clinging to the curtain of the Ka'ba." The Prophet (SAW) said, "Kill him." (Malik a sub-narrator said, "On that day the Prophet (SAW) was not in a state of Ihram as it appeared to us, and Allah knows better)."
(Sahih Bukhari, Vol. V, Chapter 582, Page 405-406)

۲۷۱ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ:
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ جَابِرٍ،
عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلّم قَالَ: مَنْ
لِكَعْبِ بْنِ الأَشْرَفِ؟ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ
مَسْلَمَةَ: أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ،
قَالَ: فَأْذَنْ لِي فَأَقُولَ، قَالَ: قَدْ فَعَلْتُ.

Narrated Jabir (RA): The Prophet (SAW) said, "Who is ready to kill Ka'b bin Ashraf (i.e. a Jew)." Muhammad bin Muslama replied, "Do you like me to kill him?" The Prophet (SAW) replied in the affirmative. Muhammad bin Muslama said, "Then allow me to say what I like." The Prophet (SAW) replied, "I do (i.e. allow you)."
(***Sahih Bukhari, Vol. IV, Chapter 271, Page 168***)

٣٧١ ـ حدثنا يوسف بن موسى:
حدثنا عبيد الله بن موسى، عن إسرائيل،
عن أبي إسحاق، عن البراء بن عازب
قال: بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم
إلى أبي رافع اليهودي رجالا من الأنصار
فأمر عليهم عبد الله بن عتيك، وكان
أبو رافع يؤذي رسول الله صلى الله
عليه وسلم ويعين عليه، وكان في حصن
له بأرض الحجاز. فلما دنوا منه
وقد غربت الشمس وراح الناس
بسرحهم، فقال عبد الله لأصحابه:
اجلسوا مكانكم، فإني منطلق
ومتلطف للبواب لعلي أن أدخل.
فأقبل حتى دنا من الباب، ثم تقنع
بثوبه كأنه يقضي حاجة، وقد دخل
الناس فهتف به البواب: يا عبد الله،

إنْ كُنْتَ تُرِيدُ أنْ تَدْخُلَ فَادْخُلْ، فَإنِّي أُرِيدُ أنْ أُغْلِقَ البَابَ. فَدَخَلْتُ فَكَمَنْتُ، فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ أغْلَقَ البَابَ، ثُمَّ عَلَّقَ الأغَالِيقَ عَلَى وَدٍّ، قَالَ: فَقُمْتُ إلَى الأقَالِيدِ فَأخَذْتُهَا فَفَتَحْتُ البَابَ، وَكَانَ أبُو رَافِعٍ يُسْمَرُ عِنْدَهُ وَكَانَ فِي عَلَالِيٍّ لَهُ، فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْهُ أهْلُ سَمَرِهِ صَعِدْتُ إلَيْهِ، فَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا أغْلَقْتُ عَلَيَّ مِنْ دَاخِلٍ، قُلْتُ: إنَّ القَوْمَ نَذِرُوا بِي لَمْ يَخْلُصُوا إلَيَّ حَتَّى أقْتُلَهُ، فَانْتَهَيْتُ إلَيْهِ، فَإذَا هُوَ فِي بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَسْطَ عِيَالِهِ لَا أدْرِي أيْنَ هُوَ مِنَ البَيْتِ، فَقُلْتُ: يَا أبَا رَافِعٍ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ فَأهْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأضْرِبُهُ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ وَأنَا دَهِشٌ فَمَا أغْنَيْتُ شَيْئًا، وَصَاحَ فَخَرَجْتُ مِنَ البَيْتِ فَأمْكُثُ غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ دَخَلْتُ إلَيْهِ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا الصَّوْتُ يَا أبَا رَافِعٍ! فَقَالَ: لِأُمِّكَ الوَيْلُ إنَّ رَجُلًا فِي البَيْتِ ضَرَبَنِي قَبْلُ بِالسَّيْفِ، قَالَ: فَأضْرِبُهُ ضَرْبَةً أثْخَنَتْهُ وَلَمْ أقْتُلْهُ، ثُمَّ وَضَعْتُ ضَبِيبَ السَّيْفِ فِي بَطْنِهِ حَتَّى أخَذَ فِي ظَهْرِهِ، فَعَرَفْتُ أنِّي قَتَلْتُهُ، فَجَعَلْتُ أفْتَحُ الأبْوَابَ بَابًا بَابًا، حَتَّى انْتَهَيْتُ إلَى دَرَجَةٍ لَهُ فَوَضَعْتُ رِجْلِي وَأنَا أُرَى أنِّي قَدْ

انتهيت إلى الأرض فوقعت في ليلة
مقمرة فانكسرت ساقي فعصبتها
بعمامة ثم انطلقت حتى جلست على
الباب فقلت لا أخرج الليلة حتى
أعلم أقتلته فلما صاح الديك قام
الناعي على السور فقال أنعى أبا رافع
تاجر أهل الحجاز فانطلقت إلى
أصحابي فقلت النجاء فقد قتل الله
أبا رافع فانتهيت إلى النبي صلى الله
عليه وسلم فحدثته فقال لي ابسط
رجلك فبسطت رجلي فمسحها
فكأنما لم أشتكها قط

Narrated Al-Bara' bin 'Azib (RA); Allah's Apostle (SAW) sent some men from the Ansar to (kill) Abu Rafi', the Jew, and appointed 'Abdullah bin 'Atik as their leader. Abu Rafi' used to hurt Allah's Apostle (SAW) and help his enemies against him. He lived in his castle in the land of Hijaz. When those men approached (the castle) after the sun had set and the people had brought back their livestock to their homes. 'Abdullah (bin 'Atik) said to his companions, "Sit down at your places. I am going, and I will try to play a trick on the gate-keeper so that I may enter (the castle)." So 'Abdullah proceeded towards the castle, and when he approached the gate, he covered himself with his clothes, pretending to answer the call of nature. The people had gone in, and the gate-keeper (considered 'Abdullah as one of the castle's servants) addressing him saying, "O Allah's Servant! Enter if you wish, for I want to close the gate." 'Abdullah added in his story, "So I went in (the castle) and hid myself. When the people got inside, the gate-keeper closed the gate and hung the keys on a fixed wooden peg. I got up and took the keys and opened the gate. Some people were staying late at night with Abu Rafi' for a pleasant night chat in a room of his. When his companions of nightly entertainment went away, I ascended to him, and whenever I opened a door, I closed it from inside. I said to myself, 'Should these people discover my presence, they

will not be able to catch me till I have killed him.' So I reached him and found him sleeping in a dark house amidst his family, I could not recognize his location in the house. So I shouted, 'O Abu Rafi!' Abu Rafi' said, 'Who is it?' I proceeded towards the source of the voice and hit him with the sword, and because of my perplexity, I could not kill him. He cried loudly, and I came out of the house and waited for a while, and then went to him again and said, 'What is this voice, O Abu Rafi? He said, 'Woe to your mother! A man in my house has hit me with a sword! I again hit him severely but I did not kill him. Then I drove the point of the sword into his belly (and pressed it through) till it touched his back, and I realized that I have killed him. I then opened the doors one by one till I reached the staircase, and thinking that I had reached the ground, I stepped out and fell down and got my leg broken in a moonlit night. I tied my leg with a turban and proceeded on till I sat at the gate, and said, 'I will not go out tonight till I know that I have killed him.' So, when (early in the morning) the cock crowed, the announcer of the casualty stood on the wall saying, 'I announce the death of Abu Rafi', the merchant of Hijaz. Thereupon I went to my companions and said, 'Let us save ourselves, for Allah has killed Abu Rafi', 'So I (along with my companions proceeded and) went to the Prophet (SAW) and described the whole story to him. He said, 'Stretch out your (broken) leg. I stretched it out and he rubbed it and it became alright as if I had never had any aliment whatsoever,"
(Sahih Bukhari, Vol. V, Chapter 371, Pp 251 - 253)

"It has been related on the authority of Umair Ibn Umayyah that he had a "mushrikah" sister who teased him when he met the Holy Prophet (SAW) and used to abuse the Holy Prophet (SAW). At last one day he killed her with his sword. Her sons cried and said, "we know her murderers who killed our mother and the parents of these people are "mushrik (Infidels)." When Umair thought that her sons may not murder wrong persons, he came to the Holy Prophet (SAW) and informed about the whole situation. The prophet (SAW) said to him, "have you killed your sister." He said, "Yes." Prophet (SAW) said, "Why" He said that she was harming me in your relation. The Prophet (SAW) called her sons and asked about the murderers. They show other persons as murderers. Then Prophet informed them and declared her death as vain. ***(Majmauz Zawaid wa Manbaul Fawaid, Vol. V., page 260). – As reported in PLD 1991 FSC 10"***

"It has been related on the authority of Ikrimah that a person abused the Holy Prophet (SAW). The Holy Prophet (SAW) said, "Who will help me against my (this) enemy." Zubair said, "I". Then he (Zubair) fought with him and killed him. The Holy Prophet (SAW) gave him this goods. ***(As reported in PLD 1991 FSC 10/25)"***

"It is reported from Ishaq bin Ibrahim, from Abdullah bin Muhammad, from Sufyan bin Anya, from Umro. Hazrat Jabar (RA) that the Holy Prophet (SAW) said who would kill Ka'ab bin Ashraf because he had teased the Holy Prophet (SAW) much. Muhammad bin Musailma asked "O Prophet of Allah. Do you wish I should kill him". The Holy Prophet (SAW) said," yes."................ and they killed him. ***(Sahih Muslim, Kitab-al-Jihad 2158)"***

"It has been narrated that after the conquest of Makkah, the Holy Prophet (SAW) after giving general pardon ordered killing of Ibn Khatal and his she-slaves who used to compose defamatory poems about the Holy Prophet (SAW). ***(Al-Shifa by Qazi Ayaz, Vol II, page 284 Urdu Translation. As reported in PLD 1991 FSC 10"***

9. Section 295C of Pakistan Penal Code 1860 is the relevant law under discussion. Therefore, it is necessary to have a look on section 295C as well as the proposed charge for the presiding officer of the court concerned as referred hereinunder:-

"[295C. **Use of derogatory remarks etc., in respect of Holy Prophet (SAW).**- Whoever by words, either spoken or written, or by visible representation, or by any imputation, innuendo, or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of the Holy Prophet Muhammad (SAW) shall be punished with death, or imprisonment for life, and shall also be liable to fine."]

"Charge, I ____________________ (name and office of Court of Session, etc.) hereby charge you ______ (name of the accused as follows:

That you, on or about the ______ day of ______ at _____ by writing (or speaking) the words (mention them or by visible representation or by imputation) defiled the sacred name of Holy Prophet Muhammad (SAW) with the deliberate and malicious intention to use such derogatory remarks thereby committed offence

punishable u/s 295C, Pakistan Penal Code 1860, and within my cognizance.

And I direct that you be tried on the said charge (by this Court).

It is explicit from the aforementioned verses of Holy Quran as also the traditions of Holy Prophet (SAW) that the Capital punishment for blasphemy was well founded in Quran and Sunnah and the legislature of Pakistan was quite conscious of the mater by using the words, "deliberate and malicious intention" in the specimen charge and no court can frame the charge other than specified in the law itself. This provides two guarantees as a check on the abuse of process of court. First that mens-rea needs to be seen and gone into by the judge at the time of indictment of the accused and second the actus-rea which means the actual commission of the offence of blasphemy. These two principles of criminal administration of justice are internationally recognized and meet the international standards for all practical purposes and intents.

10. Blasphemy as an offence is punishable in almost all the revelational religions. A ready example may be cited from JUDAISM. In the third book of Torah Levitievs 24:16 states that those who speak blasphemy "SHALL SURELY BE PUT TO-DEATH".

11. In order to dispel the false propaganda and baseless proposition that blasphemy law is enacted only in Pakistan and thus it allegedly targets a particular class of people, let us see a brief history and comparative provisions of blasphemy laws prevalent in different countries which is as under:-

Afghanistan

An Islamic state, Afghanistan prohibits blasphemy as an offence under Sharia. Blasphemy may be punished by penalties up to execution by hanging.

Australia

The states, the territories, and the Commonwealth of Australia are not uniform in their treatment of blasphemy. Blasphemy is an offence in some

jurisdictions but is not in others. The last attempted prosecution for blasphemy by the Crown occurred in the state of Victoria in 1919.

Austria

In Austria, two sections of the penal code relate to blasphemy:

- § 188 : Vilification of Religious Teachings
- § 189 : Disturbance of Religious Practice

Bangladesh

Bangladesh discourages blasphemy by a provision in its penal code that prohibits "hurting religious sentiments," and by other laws and policies that suppress freedom of speech.

Brazil

Art. 208 of the penal code states that "publicly vilifying an act or object of religious worship" is a crime punishable with 1 month to a year of incarceration, or fine.

Canada

The Criminal Code of Canada lists **blasphemous libel** as a crime; but the Code's provision contravenes provisions in the superseding Canadian Charter of Rights and Freedoms.

The Crown last prosecuted a charge of blasphemous libel in *R.* v. *Rahard* (1935).

Denmark

In Denmark, Paragraph 140 of the penal code is about blasphemy. The paragraph has not been used since 1938 when a Nazi group was convicted for antisemitic propaganda. The hate speech paragraph (266b) is used more frequently. Abolition of the blasphemy clause was proposed in 2004, but failed to gain a majority.

Egypt

The vast majority of Egyptians are Sunni. The majority uses the law against blasphemy with other laws to persecute members of Egypt's minorities, especially: Shia, Sufi, Christians, Bahai, and atheists.

European initiatives

The Parliamentary Assembly of the Council of Europe in Strasbourg adopted on 29 June 2007 Recommendation 1805 (2007) on blasphemy, religious insults and hate speech against persons on grounds of their religion.

A religious insult is forbidden in Andorra, Cyprus, Croatia, the Czech Republic, Denmark, Spain, Finland, Germany, Greece, Iceland, Italy, Lithuania, Norway, the Netherlands, Poland, Portugal, Russian Federation, Slovakia, Switzerland, Turkey and Ukraine.

Finland

In Finland, section 10 of chapter 17 of the Criminal Code relate to blasphemy. Unsuccessful attempts were made to rescind the section in 1914, 1917, 1965, 1970, and 1998.

Germany

In Germany, blasphemy is covered by Article 166 of the Strafgesetzbuch, the German criminal law. If a deed is capable of disturbing the public peace, blasphemy is actionable. In 2006, Manfred van H. (also known as "Mahavo") was prosecuted for blasphemy.

Greece

Articles 198, 199, and 201 of the Greek Penal Code create offences which involve blasphemy. Article 198 "Malicious Blasphemy" provides:

> *1. One who publicly and maliciously and by any means blasphemes God shall be punished by imprisonment for not more than two years.*
>
> *2. Except for cases under paragraph 1, one who by blasphemy publicly manifests a lack of respect for the divinity shall be punished by imprisonment for not more than three months.*

Article 199 "Blasphemy Concerning Religions" states: *One who publicly and maliciously and by any means blasphemes the Greek Orthodox Church or any other religion tolerable in Greece shall be punished by imprisonment for not more than two years.*

Jordan

Jordan's Penal Code prohibits anyone from blaspheming Islam, demeaning Islam or Muslim feelings, or insulting Prophet Mohammed (). Violating the prohibitions makes the violator liable for imprisonment (up to three years) and a fine.

Kuwait

Kuwait is an Islamic state. It suppresses any blasphemy against Sunni Islam with legislation rather than by applying Sharia. Accusations of blasphemy in Kuwait usually target the Shia, academics, and journalists.

Malaysia

Malaysia prevents insult to religion and to the religious by education, by restrictions upon the broadcasting and publishing media, and by the legal system. Some states in the Malaysian federation operate Sharia courts to protect Islam, and, when Sharia is not applicable, the Malaysian Penal Code provides penalties for offenses against religion.

Malta

Instead of a law against blasphemy, Malta has laws against the vilification of religion, and against immorality. Enacted in 1933, Article 163 of Malta's Criminal Code prohibits vilification of the Roman Catholic Apostolic Religion, which is Malta's religion. Vilification of Malta's religion makes the vilifier liable to imprisonment for a term from one to six months. By Article 164, vilification of any cult "tolerated by law" makes the vilifier liable to imprisonment for a term from one to three months. Article 338(bb) imposes liability upon anyone who, "even though in a state of intoxication, publicly utters any obscene or indecent words, or makes obscene acts or gestures, or in any other manner not otherwise provided for in this Code, offends against public morality, propriety or decency". Article 342 provides:

> In respect of the contravention under article 338(bb), where the act consists in uttering blasphemous words or expressions, the minimum punishment to be awarded shall in no case be less than a fine (*ammenda*) of eleven euro and sixty-five cents (11.65) and the maximum punishment may be imprisonment for a term of three months . . . .

In 2008, criminal procedures were initiated against 621 people for blaspheming in public.

Netherlands

The Kingdom of the Netherlands prohibits blasphemy by a provision in its penal code. Article 147 punishes (by up to three months in jail or a fine of the second category (i.e. up to €3,900).

New Zealand

In New Zealand, Section 123 of the Crimes Act 1961 allows for imprisonment up to one year for anyone who publishes any "blasphemous libel". The only person prosecuted for blasphemous libel in New Zealand was John Glover, publisher of *The Maoriland Worker* (a newspaper), in 1922.

Nigeria

Nigeria prohibits blasphemy by section 204 of its Criminal Code and by permitting Sharia courts to operate in some states. Vigilantism frequently usurps the jurisdiction of the courts.

Saudi Arabia

Islam is Saudi Arabia's state religion. The country's monarchy favors one school of Sunni Islam, namely, Wahhabism. The country's laws are an amalgam of rules from Sharia, royal edicts, and fatawa from the Council of Senior Religious Scholars. Those laws prescribe penalties up to the death penalty for blasphemy.

Sudan

Sudan has Sunni Islam as its state religion. About seventy percent of the country's population is Muslim. The next largest group—about twenty-five percent of the population—is animist.

Section 125 of the Sudanese Criminal Act prohibits "insulting religion, inciting hatred and showing contempt for religious beliefs." The section includes as penalties: imprisonment, a fine, and a maximum of forty lashes. In November 2007, the section gave rise to the Sudanese teddy bear blasphemy case. In December 2007, the section was used against two

Egyptian booksellers. They were sentenced to six months in prison because they sold a book that the court deemed an insult to Hazrat Aisha (R.A.), one of Prophet Mohammed's () wives.

United Arab Emirates

The United Arab Emirates discourage blasphemy by controlling what is published and distributed, by using Sharia punishments against Muslims, and by using judge-made penalties against non-Muslims.

United Kingdom

Blasphemy laws in the United Kingdom were specific to blasphemy against Christianity. The last attempted prosecution under these laws was in 2007 when the fundamentalist group Christian Voice sought a private prosecution against the BBC over its broadcasting of the show Jerry Springer: The Opera (which includes a scene depicting Jesus, dressed as a baby, professing to be "a bit gay"). The charges were rejected by the City of Westminster magistrates court. Christian Voice applied to have this ruling overturned by the High Court, but the application was rejected. The court found that the common law blasphemy offences specifically did not apply to stage productions (s. 2(4) of the Theatres Act 1968) and broadcasts (s. 6 of the Broadcasting Act 1990).

The last successful blasphemy prosecution (also a private prosecution) was Whitehouse v. Lemon in 1977, when Denis Lemon, the editor of Gay News, was found guilty. His newspaper had published James Kirkup's poem The Love that Dares to Speak its Name, which allegedly vilified Christ and his life. Lemon was fined £500 and given a suspended sentence of nine months imprisonment. It had been "touch and go", said the judge, whether he would actually send Lemon to jail. In 2002, a deliberate and well-publicised public repeat reading of the poem took place on the steps of St Martin-in-the-Fields church in Trafalgar Square, but failed to lead to any prosecution.

The last person in Britain to be imprisoned for blasphemy was John William Gott on 9 December 1921. He had three previous convictions for blasphemy when he was prosecuted for publishing two pamphlets which satirised the biblical story of Jesus entering Jerusalem (Matthew 21:2-7), comparing Jesus to a circus clown. He was sentenced to nine months' hard labour.

The last prosecution for blasphemy in Scotland was in 1843. In 1697, a Scottish court hanged Thomas Aikenhead for blasphemy.

On 5 March 2008, an amendment was passed to the Criminal Justice and Immigration Act 2008 which abolished the common law offences of blasphemy and blasphemous libel in England and Wales. (Common law is abolished, not repealed.) The Act received royal assent on 8 May 2008, and the relevant section came into force on 8 July 2008.

Yemen

Accusations of blasphemy in Yemen serve the same purpose there as elsewhere. The accusations victimize religious minorities, intellectuals and artists, reporters and human rights defenders, and opponents of the ruling clique. If vigilantism or abuse by the authorities does not kill an accused or force an accused into exile, the accused in Yemen will be subject to Islamic law (Sharia). Sharia, according to some interpretations, prescribes death as the proper punishment for blasphemy.

United States

In early days of United States even death was provided as the penalty for blasphemy, however, the law is extinct now.

Massachusetts, Michigan, Oklahoma, South Carolina, Wyoming, and Pennsylvania have laws that make reference to blasphemy. Some US states still have blasphemy laws on the books from the founding days. For example, Chapter 272 of the Massachusetts General Laws - a provision based on a similar colonial era Massachusetts Bay statute enacted in 1697 - states:

> Section 36. Whoever willfully blasphemes the holy name of God by denying, cursing or contumeliously reproaching God, His creation, government or final judging of the world, or by cursing or contumeliously reproaching Jesus Christ or the Holy Ghost, or by cursing or contumeliously reproaching or exposing to contempt and ridicule, the holy word of God contained in the holy scriptures shall be punished by imprisonment in jail for not more than one year or by a fine of not more than three hundred dollars, and may also be bound to good behavior.

The history of Maryland's blasphemy statutes suggests that even into the 1930s, the First Amendment was not recognized as preventing states from passing such laws. An 1879 codification of Maryland statutes prohibited blasphemy:

> Art. 72, sec. 189. If any person, by writing or speaking, shall blaspheme or curse God, or shall write or utter any profane words of and concerning our Saviour, Jesus Christ, or of and concerning the Trinity, or any of the persons thereof, he shall, on conviction, be fined not more than one hundred dollars, or imprisoned not more than six months, or both fined and imprisoned as aforesaid, at the discretion of the court.

12. Constitutionally speaking, Pakistan is an ideological state as laid down in the Preamble to the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan ever since 12th day of April, 1973 with the name as "Islamic Republic of Pakistan". This Constitution makes it clear, unambiguously and unequivocally that the sovereignty over the entire Universe belongs to Almighty ALLAH alone, and the authority to be exercised by the people of Pakistan within the limits prescribed by Him is a sacred trust. And whereas it is the will of the people of Pakistan to establish an order wherein the State shall exercise its powers and authority through the chosen representatives of the people wherein the principles of democracy, freedom, equality, tolerance and social justice, as enunciated by Islam, shall be fully observed.

13. The Constitution of the Islamic Republic of Pakistan also demands the creation of a society wherein the Muslims shall be enabled to order their lives in the individual and collective spheres in accordance with the teachings and requirements of Islam as set out in the Holy Quran and Sunnah and wherein adequate provision shall be made to SAFEGUARD THE LEGITIMATE INTERESTS OF MINORITIES and backward and depressed classes.

14. It is also noteworthy that we, the people of Pakistan being conscious of our responsibility before Almighty Allah and men and being cognisant of the sacrifices made by the people in the cause of Pakistan and being faithful to the declaration made by the Founder of Pakistan, Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah, that Pakistan would be a democratic State based on Islamic principles of social justice, gave this constitution to ourselves so

that the people of Pakistan may prosper and attain their rightful and honoured place amongst the nations of the world and make their full contribution towards international peace and progress and happiness of humanity.

15. This order in the society can never be achieved unless the relevant legislation is done and it is institutionalized as well. Islam is the state religion in the country whereas Quran and Sunnah are the chief sources of legislation.

16. Now coming to validity of section 295C which was brought on Pakistan Penal Code 1860 through Act No. III of 1986. At this stage it is apt to reproduce the same for analysis qua a judgment quoted earlier which has already attained finality:-

> "295C. **Use of derogatory remarks, etc., in respect of the Holy Prophet (SAW).** - Whoever by words, either spoken or written, or by visible representation, or by any imputation, innuendo, or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of the Holy Prophet Muhammad (SAW) shall be punished with death, or imprisonment for life, and shall also be liable to fine."

This piece of legislation has already been debated in and outside of the Parliament, Parliamentary Forums and also before a constitutional court. The Federal Shariat Court examined the law in hand in the light of Quran and Sunnah in the case titled "Muhammad Ismail Qureshi vs Pakistan through Secretary, Law and Parliamentary Affairs" [PLD 1991 FSC Page 10] and found the alternative punishment for life as against the Injunctions of Islam. A few paras from the judgment may be reproduced as below:-

> "33. The words (شتم - سب) and (اذی) have been used for the contempt of the Prophet in Holy Qur'an and Sunnah. (سب) means to suffer, to harm, to molest, to contemn, to insult, to annoy, to irritate, to injure, to put to trouble, to malign, to degrade, to scoff. (Arabic English lexicon, E.W. Lane, Book-I, Part-I page 44). The word (شتم) means to insult, to abuse, to revile, to scold, to curse, to defame." [PLD 1991 FSC 10 – page 26]

> 66. Practically, all the Jurisconsults and Scholars agreed that in view of the above verses and the equal status of all the

Prophets as such, the same penalty of death as determined above shall apply, in case any one utters contemptuous remarks or offers insult, in any way, to any one of them.

67. In view of the above discussion we are of the view that the alternate punishment of life imprisonment as provided in section 295C, Pakistan Penal Code 1860 is repugnant to the Injunctions of Islam as given in Holy Qur'an and Sunnah and therefore, the said words be deleted therefrom." [page 35 - PLD 1991 FSC Page 10]

17. There exists a very strong lego-constitutional judicial hierarchy of courts in Pakistan. Under this credible system every offence punishable with death is triable by a Court of Session. Chapter XXIIA of Criminal Procedure Code 1898 and the Provisions of Qanun-e-Shahadat Order 1984 is a guarantee for fair trial. Apart from this lawfully assured process at present, right to fair trial for every accused is made a fundamental right under Part II of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, 1973 vide Constitution (Eighteenth Amendment) Act, 2010, which ensures that in every criminal charge against any person the accused shall be entitled to a FAIR TRIAL as well as DUE PROCESS. In Pakistan under this system of trial every accused is represented by a legal expert, having, every right of defence and no accused person can be denied the right to consult and be defended by a legal practitioner of his own choice, according to the fundamental rights under clause (1) of Article 10 of the Constitution. The death penalty, if awarded CANNOT BE EXECUTED unless it was confirmed by a Division Bench of the High Court concerned as is clear from the bare reading of section 374 of the Criminal Procedure Code 1898 which reads as under:

> "374. When the Court of Session passes sentence of death, the proceedings shall be submitted to the High Court and the sentence shall not be executed unless it is confirmed by the High Court."

18. An accused person convicted on a trial held by sessions judge or an additional sessions judge, may appeal to the High Court under section 410 of the Criminal Procedure Code 1898. In case of an acquittal the provincial Government may direct the public prosecutor to file an appeal under section 417 of the Criminal Procedure Code 1898 before the High Court

from the order of acquittal passed by any court other than a High Court and as per sub-section (2A) of section 417 ibid a person aggrieved by the order of acquittal may also file an appeal against such order.

19. In any case submitted under section 374 the High Court under section 376 of Criminal Procedure Code 1898 may confirm the sentence, or pass any other sentence warranted by law, or may annul the conviction, and convict the accused of any offence of which the Sessions Court might have convicted him, or order a new trial on the same or an amended charge, or may acquit the accused person.

At this juncture I may advert to another aspect of the matter that some propaganda driven minds and agenda driven individuals give a wrong impression that procedural laws in Pakistan do not meet the international standards of human rights or these laws are not recognizable globally. This impression is totally baseless and ill-founded. The closest example in this regard could be cited from India where Code of Criminal Procedure 1973 (Act 2 of 1974) in its Chapter XXVIII lays down the similar provision of confirmation of death sentences inflicted by the session court as under:

> "366. ***Sentence of death to be submitted by court of session.***- (1) When the court of session passes sentence of death, the proceedings shall be submitted to the High Court and the sentence shall not be executed unless it is confirmed by the High Court."

For the benefit of comparative reading I may mention here a similar provision in Pakistani law which is section 374 Criminal Procedure Code 1898.

> "374. ***Sentence of death to be submitted by court of session.***(1) When the court of session passes sentence of death, the proceedings shall be submitted to the High Court and the sentence shall not be executed unless it is confirmed by the High Court."

It is evident from the comparative reading of the Pakistani Code of Criminal Procedure 1898 and Indian Code of Criminal Procedure 1973 that even the wording of the law is the same. So in view of this proven analysis, so far as the law in Pakistan is concerned, it meets the international requirements and standards of prosecution and trials, etc. I may note it sadly that the present Code of Criminal Procedure in Pakistan is an enactment not done after the independence in 1947 rather the law enacted during the British rule is adopted.

20. Then there is a remedy available to the accused/convict to file an appeal before the High Court under section 411A, Criminal Procedure Code 1898. Further, there is a remedy available to every accused/convict and also an aggrieved person before the apex court of Pakistan. Under paragraph (a) of clause (2) of Article 185 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, 1973, Supreme Court shall have jurisdiction to hear and determine appeals from judgments/sentences passed by a High Court. The said relevant provision is reproduced below:

> "185(2) An appeal shall lie to the Supreme Court from any judgment, decree, final order or sentence of a High Court--
>
> (a) if the High Court has on appeal reversed an order of acquittal of an accused person and sentenced him to death or to transportation for life or imprisonment for life; or, on revision, has enhanced a sentence to a sentence as aforesaid; or
>
> (b) if the High Court has withdrawn for trial before itself any case from any court subordinate to it and has in such trial convicted the accused person and sentenced him as aforesaid; or
>
> (c) if the High Court has imposed any punishment on any person for contempt of the High Court."

21. Even after the finality of the judgment by the Supreme Court of Pakistan or any other court or tribunal the President of the Islamic Republic of Pakistan under Article 45 of the constitution could also exercise powers to grant pardon, reprieve and respite, and to remit, suspend or commute any sentence passed by any court, tribunal or other authority. These powers of the President were also made subject to the judicial scrutiny in the case titled as Abdul Malik vs The State [PLD 2006 SC 365]. In this case I have had the honour of assisting the Hon'ble Supreme Court of Pakistan as an Advocate for some of the appellants and the petitioners. The Bench was headed by the Chief Justice of Pakistan, Mr. Justice Iftikhar Muhammad Chaudhry comprising of Mr. Justice Rana Bhagwandas, Mr.Justice Faqir Muhammad Khokhar, Mr. Justice M. Javed Buttar and Mr. Justice Tassaduq Hussain Jillani. The relevant paragraph of the said judgment is reproduced below for ready reference:

> "---- Arts. 45. 48(2) & 2-A --- Criminal Procedure Code (V of 1898), S. 402 --- Power of President of Pakistan to grant remissions in terms of

Art.45 of the Constitution --- Nature and scope --- President enjoys unfettered powers to grant remissions in respect of offences and no clog stipulated in a piece of subordinate legislation could abridge such powers of the President --- Such powers of the President were not violative of the spirit of Art.2-A of the Constitution---Power of the President to grant pardon, reprieve, respite, remit or suspend, or commute any sentence was not subject to S.402, Criminal Procedure Code, 1898---Principles."

22. In the light of afore-going discussion the death penalty for blasphemy provided in section 295C of the Pakistan Penal Code 1860 is well in accordance with the Injunctions of Islam as laid down in the Holy Quran and Sunnah of Holy Prophet (SAW) and NEED NOT TO BE CHANGED OR AMENDED. Therefore, all the references mentioned in paragraph 1 are answered in negative being misconceived and unfounded under the law. As per Article 9 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, 1973, no person shall be deprived of life or liberty save in accordance with law and all citizens are equal before law and are entitled to equal protection of law under clause (1) of Article 25 of the Constitution. This was the precise reason that section 295C of the Pakistan Penal Code 1860 is triable by the sessions court being the court of common causes and it is not subjected to trial before any special court, which makes the process of trial transparent, open, fair and credible.

23. Another aspect of the matter which is to be touched briefly is the freedom of religion in Pakistan. Our constitutional scheme has made the freedom to profess religion and to manage religious institutions a fundamental right which is also justiceable before the courts of law under paragraph (a) of Article 20 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, 1973, it is guaranteed that every citizen shall have the right to profess, practice and propagate his religion and also under paragraph (b) every religious denomination and every SECT thereof shall have the right to establish, maintain and manage its religious institutions. There is a rider in this Article which is also in consonance with the global principles of justice, law and constitutionalism which makes this freedom to profess, practice or propagate the religions for every SECT and to establish, maintain and manage religious institutions, OF COURSE, subject to law, public order and morality.

24. Pakistan being a very responsible state was capable to create such lego-constitutional mechanism for trials, appeals and constitutional and

other procedural remedies that ever since 1986 till date, reportedly, no execution has taken place under this law so far. This fact is an ample proof alone of safeguards embodied in the entrenched judicial practices in this country.

25. The Ministry of Interior is advised to follow the legal course of respecting the principle re lis-pendens. No action is required by executive authorities as Mst. Aasia Noreen had already sought herself legal remedy under section 410 of the Criminal Procedure Code 1898 by filing an appeal against her conviction in the concerned High Court challenging the judgment of the trial court and penalty of death sentence.

26. So far as the request made to the Prime Minister of Pakistan by the Ministry of Minorities which is also referred to the Law, Justice & Parliamentary Affairs Division to look into the reforms of blasphemy legislation as a matter of urgency is concerned, it has no substance. Therefore, no action is recommended.

27. Since the Ministry of Foreign Affairs sought briefing material from this Ministry, therefore, it is appropriate that a copy of instant review be sent separately to the Ministry of Foreign Affairs. It is also recommended that the Prime Minister may advise all Divisions and other concerned quarters not to make public comments on the issues involving constitutional intricacies or legal consequences without the opinion of the Ministry of Law, Justice & parliamentary Affairs as this is the requirement of Government of Pakistan's Rules of Business, 1973.

(DR. ZAHEERUDDIN BABAR AWAN)
Minister for Law, Justice &
Parliamentary Affairs

Dy No 611/M/PSP/2011
Dated: 8-2-2011

The Prime Minister of the
Islamic Republic of Pakistan
Islamabad.

Copy to:

1. The Speaker, National Assembly of Pakistan, Islamabad.
2. Minister for Foreign Affairs, Islamabad.
3. Minister for Interior, Islamabad.

ایک ناخوشگوار حادثہ

قارئین! اس موقعہ پر ایک ناخوشگوار حادثہ کا ذکر کئے بغیر چارہ نہیں۔ اس سے آپ کو سمجھ آئے گا کہ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے زیرک انسان تھے۔ ہوا یہ کہ ۱۵ر دسمبر ۲۰۱۰ء کی اے. پی. سی میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے تمام مکاتب فکر کو دعوت دی۔ مولانا محمد احمد لدھیانوی اوران کے رفقاء پر پہلے واضح کر دیا تھا کہ اس اجلاس میں شیعہ حضرات کو بھی ہم بلائیں گے۔ مولانا احمد لدھیانوی اے. پی. سی میں شرکت پر فقیر راقم کی منت سماجت سے آمادہ ہوگئے۔ ان کا شکریہ۔ لیکن ان کے وفد کے ساتھ مولانا معاویہ اعظم بغیر دعوت کے آبراجمان ہوئے۔ ہم نے ان کا اعزاز کیا۔ انہوں نے بدلہ یہ دیا کہ اجلاس کے ختم ہونے پر کانفرنس کے معزز مہمان جناب ساجد علی نقوی سے اوچھے طریقہ پر پیش آئے اور غیر مہذبانہ گفتگو سے ماحول کو مکدر کر دیا۔ وہ تو بہت ہی شکریہ کے مستحق ہیں جناب ساجد علی نقوی اور مولانا عبدالغفور حیدری کہ انہوں نے ان کی گفتگو کو وہاں لکھا جہاں کچھ نہیں لکھا جاتا۔ چنانچہ معاملہ کی کانوں کان کسی کو خبر نہ ہوئی۔ معاملہ دب گیا۔ ورنہ مولانا معاویہ نے اپنی کمال عقلمندی سے ایسا ماحول پیدا کرنے میں اپنی طرف سے پورا زور لگا کر ڈیوٹی لگانے والوں کا حق نمک ادا کر دیا تھا کہ اگلے دن اخبارات میں تحفظ ناموس رسالت اے. پی. سی کی خبریں شائع ہونے کی بجائے یہ خبر شائع ہوتی کہ اجلاس ہنگامہ کا شکار، سنی، شیعہ لڑ پڑے۔ اس سے کتنی کفر کو خوشی اور اہل اسلام کو صدمہ ہوتا؟ میں جب یہ سوچتا ہوں تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ یا اللہ ایک عام مسلمان یہ حرکت نہیں کرسکتا جو ایک جماعت کے ذمہ دار نے یہ حرکت کر دی۔

چنانچہ ۱۵ر دسمبر ۲۰۱۰ء کو ہی فیصلہ کرلیا کہ اب اس تحریک میں اس جماعت کو قریب نہیں بھٹکنے دینا۔ ورنہ ہر جگہ یہ وہی ڈیوٹی سنہری اور فریضہ مقدس انجام دیں گے۔ اس پر ''لولاک'' میں مضمون بھی نا چاہتے ہوئے آ گیا۔ ادھر اسلام اخبار کے اشتہار سے ان مقدس حضرات کا نام حذف کر دیا۔ بس جو شور اٹھا تو چل سو چل، ان حضرات سے بھی کبھی گرم، کبھی سرد، کبھی غصہ، کبھی منت، معذرت سے وقت گزارا۔ تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے کرم کا معاملہ کیا کہ تحریک کامیاب ہوگئی۔ اگلے پرچہ میں ان سے معذرت کر کے گوشہ عافیت میں پناہ لی۔ لیکن اس پورے پیریڈ اختلاف میں حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ راقم مسکین کی طرف سے پوری جنگ لڑی۔ دوستوں کو قائل کیا۔ چنانچہ مولانا منیر احمد منور لکھتے ہیں:

’’حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا کہ میں کمالیہ شہر میں کالعدم سپاہ صحابہ کے مرکزی عہدہ داران کی میٹنگ کے دوران اس شہر میں گیا، جب ان کو شہر میں میری آمد کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس میٹنگ میں مجھے بھی شریک ہونے کی دعوت دی، جب میں وہاں گیا تو انہوں نے میرے سامنے یہ بات رکھی کہ حضرت! قادیانیوں نے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک نبی کے آنے کا عقیدہ رکھا تو مسلمانوں کے نزدیک وہ کافر قرار دیئے گئے، لیکن جو حضرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بارہ معصوم ائمہ کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ جس طرح اللہ کا نبی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے، اسی طرح ان کے بارہ امام بھی معصوم ہیں، حتیٰ کہ ان کا درجہ انبیاء علیہم السلام سے بھی بڑھ جاتا ہے، تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جو ایک نبی کو مانے، وہ تو کافر اور جو بارہ اماموں کو نبی سے افضلیت کا درجہ دیں تو وہ کافر کیوں نہیں؟ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: میں نے ان سے کہا کہ مجھے یہ بتلاؤ کہ کسی شیعہ نے اپنی کتاب میں صراحۃً یہ لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النّبیین نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی خاتم النّبیین ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ: جب وہ ختم نبوت کے قائل ہیں تو وہ مرزائیوں اور قادیانیوں کے زمرہ میں کیسے آگئے؟

پھر آپ نے ان شرکائے مجلس سے فرمایا کہ دیکھو کفر ہمیشہ التزام سے ثابت ہوتا ہے، الزام سے نہیں۔ پھر آپ نے اس کی تفصیل اور وضاحت یوں فرمائی کہ دیوبندی، بریلویوں کو مشرک ہونے کا الزام دیتے ہیں اور ہر بریلوی کہتا ہے کہ یقیناً شرک بری چیز ہے، لیکن ہم مشرک نہیں، بلکہ ہم پر مشرک ہونے کا الزام ہے جو کہ غلط ہے۔ تو گویا بریلویوں پر مشرک ہونے کا الزام ہے، کسی بریلوی نے اپنے مشرک ہونے کا التزام نہیں کیا۔ اسی طرح بریلویوں نے کہا کہ دیوبندی گستاخ رسول ہیں، نعوذ باللہ من ذالک۔ اور دیوبندی کہتا ہے کہ یقیناً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی سے آدمی کافر اور جہنم کی آگ کا مستحق بن جاتا ہے۔ لیکن دیوبندی گستاخ رسول نہیں، بلکہ دیوبندیوں پر گستاخ رسول ہونے کا الزام ہے، جو کہ غلط ہے، گویا انہوں نے گستاخ ہونے کا التزام نہیں کیا۔ اسی طرح شیعہ کا ائمہ معصومین کا عقیدہ کہ وہ ائمہ کو نبی سے افضل مانتے ہیں اور اس سے ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے، شیعوں نے اس کا التزام نہیں کیا، اس لئے اس عقیدہ سے ان کا کافر ہونا لازم نہیں آتا۔ اسی طرح غیر مقلد ہیں۔ ہر ایک دوسرے پر الزام لگاتا ہے، لیکن جن عقائد کا جن پر الزام لگتا ہے وہ لوگ ان عقائد کا التزام نہیں کرتے۔ ہاں! قادیانیوں کے جو عقائد

ہیں اور جن کی بنا پر وہ کافر اور غیر مسلم قرار دیئے گئے وہ لوگ ان تمام عقائد کا التزام بھی کرتے ہیں اور ان کو اپنے عقائد بھی بتلاتے ہیں، اس لئے قادیانیوں کا معاملہ بالکل الگ تھلگ ہے۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ایسی گہری بات ہے کہ اس کے ذریعہ کئی ایک مسلکی جھگڑوں کا تصفیہ اور حل نکل آتا ہے۔''

فقیر کبھی کبھار ''لولاک'' میں تیز و تند ان حضرات کے خلاف لکھ دیتا تو علیحدگی میں حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ مجھے سمجھاتے۔ ایک بار فرمایا کہ مجلس کی میری امارت کی ایک وجہ شاید یہ بھی قدرت کے ہاں لکھی ہوئی ہو کہ مجلس اور ان (سپاہی حضرات) کے درمیان پل کا کردار ادا کروں۔ فقیر تو اپنی ڈگر پر رہا کہ یہ سانحہ ہضم نہ کر سکا۔ لیکن سلام ہے مولانا محمد احمد لدھیانوی اور ان کے رفقاء کو انہوں نے میٹنگوں میں مولانا معاویہ سے جواب طلبی کی۔ جماعتی سطح پر اس معاملہ کو وہ افہام تفہیم کے ماحول پر لائے۔

برادر گرامی ڈاکٹر خادم حسین نے اعتراف جرم کے ساتھ اظہار ندامت بھی کیا۔ یہ ان کا بڑا پن ہے۔ اس پر میرے وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔ لیکن اس نوجوان شہزادہ کو کوئی سمجھائے مجھے اس واقعہ کے بعد نہیں ملے اور خدا کرے کہ آخرت میں ہی ایک دوسرے سے ملیں۔ اگر ملتے تو میں انہیں وہ کہتا جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو فرمایا تھا کہ تمہارے باپ میرے ساتھ تمہارے معاملہ کو دیکھتے تو وہ تمہیں ایسا نہ کرنے دیتے۔ ہائے کیا ہو گیا ان شہزادوں کو کہ وہ بالکل خودسر ہو گئے۔

اس تحریر کے وقت جو ماحول ہے وہیں سب آئے ہیں جہاں فقیر چھ سال پہلے کھڑا تھا۔ اب ماحول وہاں لایا ہے۔ کاش اپنوں کے کہنے پر چھ سال قبل وہاں آجاتے تو آزمائش سے شاید بچ جاتے۔ اس کے باوجود وہ خود مختار ہیں۔ میرا کیا جاتا ہے۔ میں ہی کہہ دیتا ہوں کہ سدا سلامت رہو۔ لیکن مؤقف پر سمجھوتا نہیں ہے۔ یاران گرامی! تم نے جو کیا سو فیصد غلط تھا۔ ہم نے جو کیا ہزار فیصد صحیح تھا اور یہی آج کے ماحول نے سچ کر دکھایا ہے جو عرصہ سے راقم عرض کر رہا تھا۔

جماعت کی امارت

آپ کے تلامذہ میں سے مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا مفتی محمود الحسن (لندن)، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی (لاہور)، مولانا مختار احمد (تھرپارکر)، مولانا محمد قاسم رحمانی (بہاولنگر)، مولانا عبدالرزاق (اوکاڑہ)، مولانا محمد یونس (کوئٹہ)، مولانا محمد وسیم اسلم (ملتان)،

مولانا قاضی عبدالخالق (مظفرگڑھ)، مولانا محمد اقبال (ڈیرہ غازیخان)، مولانا محمد خالد عابد (لاہور)، مولانا حمزہ لقمان (بھکر)، مولانا محمد ریاض وٹو (شیخوپورہ) میں مبلغ کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا محمد انس دفتر مرکزیہ ملتان، مولانا محمد احمد، مولانا محمد امین، مولانا محمد شاہد، مولانا شفیق الرحمٰن، مولانا الیاس الرحمٰن، قاری محمد مدنی چناب نگر کے جامعہ ختم نبوت میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

مجلس کے دستوراساسی میں ترمیم

آپ کے دورامارت میں مجلس عمومی نے دستور میں ترمیم کرتے ہوئے کہا:

۱...... عالمی مجلس ختم نبوت کی مجلس شوریٰ مستقل ہوگی جو مرکزی امیر کا انتخاب کرے گی۔ وہ انتخاب تین سال کے لئے ہوگا۔

۲...... مجلس منتظمہ درج ذیل عہدیداروں پر مشتمل ہوگی۔ امیر، دونائب امیر، ناظم اعلیٰ، ناظم دفتر، ناظم مالیات، ناظم تبلیغ، ناظم نشرواشاعت۔

۳...... مرکزی شوریٰ کے اراکین کی تعداد زیادہ سے زیادہ اکیس ہوگی۔ منتظمہ کے اراکین بحیثیت عہدیدار شوریٰ کے رکن متصور ہوں گے۔

۴...... شوریٰ کا اجلاس سال میں کم ازکم ایک مرتبہ ہوگا۔

(لولاک جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ، مئی ۲۰۱۱ء)

ختم نبوت کانفرنسز

یوں تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے یوم تاسیس سے عوام کو قادیانیت کے دجل وفریب سے بچانے کے لئے کانفرنسز کا اہتمام کرتی چلی آرہی ہے۔ ایک وقت تھا کہ مجلس کے پاس عظیم خطباء کی کھیپ تھی۔ جو ایک ایک کر کے چلے گئے۔ حضرت خواجہ خواجگان مولانا خان محمد نوراللہ مرقدہ کے دور میں اس سلسلہ کو ترقی دی گئی۔ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں اس کو اور وسعت دی گئی۔ ہر سال معمول کی کانفرنسوں کے علاوہ بین الاضلاعی کانفرنسوں کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا۔ جن میں آپ بنفس نفیس بھی شرکت فرماتے۔ نیز مولانا صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ کو فرمایا کہ یہ کانفرنس میں میرے لئے شرکت تو شاید ممکن نہ ہوسکے۔ آپ میری نیابت فرمایا کریں۔ صحت اگر اجازت دیتی تو کہیں کہیں بہت وقیع بیان بھی فرماتے۔ اہل حق کی جماعتوں میں آپ کے شاگرد بھی ہیں تو جماعتوں کو اپنے شاگردوں کی معرفت اپنی اور رفقاء کی اصلاح کی طرف راہنمائی

فرماتے۔آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں بھی دوسال آپ کے بیانات ہوتے رہے جوکانفرنس کامغز ہوتے اور آپ رفقاء جماعت اور کارکنوں کی راہنمائی فرماتے۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

حضرت مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ نے مرض الوفات میں فرمایا تھا کہ میری وفات کے بعد میری میت کو چند لمحہ کے لئے ختم نبوت کے کسی قریبی دفتر میں لے جانا۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی نوراللہ مرقدہ نے اگرچہ وصیت نہیں فرمائی۔ لیکن وفات کے بعد آپ کا جسد خاکی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر مرکزیہ ملتان میں لایا گیا۔ کچھ دیر کے بعد کہروڑپکا لے جایا گیا۔مجلس کے مرکزی راہنما شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ اپنے امیر محترم کے جسد خاکی کے ساتھ جامعہ اسلامیہ باب العلوم تشریف لے گئے۔صبح سویرے زائرین کا تانتا بندھ گیا۔آپ کی میت کو آخری دیدار کے لئے آپ کی رہائش گاہ میں رکھ دیا گیا اور زائرین کی ایک لمبی قطار لگ گئی۔ جامعہ کے اساتذہ وطلبہ مہمانوں کو انتہائی ادب واحترام کے ساتھ لائن میں زیارت کراتے رہے اور یہ سلسلہ تقریباً دس بجے تک جاری رہا۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

ختم نبوت کانفرنس کا خطاب

۳۳رویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس ستمبر۲۰۱۴ء چناب نگر میں شیخ الحدیث، حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا پُر اثر بیان فرمایا جو یہ ہے:

’’کل سے اجتماع جاری ہے۔ ملک کے مختلف حصوں میں وفود کی صورت میں اور فرداً فرداً لوگ تشریف لارہے ہیں۔ مجھے یہاں درمیان میں بٹھادیا۔ میں کوئی اسٹیج کا بندہ نہیں ہوں۔ بلکہ تدریس کے پیرایہ کی صورت میں بات کرتا ہوں۔

اس وقت مسلک دیوبند کے علم وتقویٰ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اسٹیج پر موجود ہے۔ اکابر کی پشت پناہی حاصل ہے۔میرے مخاطب اکابر نہیں۔ وہ تو میرے پشت پناہ ہیں۔ دوچار باتیں سادہ انداز میں کروں گا۔لب ولہجہ طالب علمانہ ہے۔اس لئے توجہ ہوگی تو بات سمجھ میں آئے گی۔ ورنہ بات سمجھ میں نہ آئے گی۔ درمیان میں ربط ٹوٹا پھر بھی بات سمجھ میں نہ آئے گی۔کسی شخص کو صحیح ایمان کا حاصل ہوجانا یہ سب سے بڑی نعمت ہے۔اگر آپ کے پاس ایمان نہیں،سونے کے پہاڑ بھی ہوں تو تمہیں کوئی سہارا نہیں دے سکتا۔

پاکستان کی تاریخ سامنے ہے کہ پاکستان کی اسمبلی میں جہاں سارے مولوی نہیں تھے۔ چند ایک تھے۔ زیادہ نوابوں کا طبقہ تھا تو وہاں مسئلہ قادیانیت زیر بحث آیا اور سب نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ کافر ہیں اور سب نے اس پر دستخط کئے۔ تو جب دستخط کر دیئے تو اب دلائل کی ضرورت نہیں۔ ملک کی کون سی عدالت ہے جس نے اس کو کافر نہیں قرار دیا۔ پاکستان کے باہر کون سا ایسا ملک ہے جہاں کیس پیش ہوا۔ اس نے مسلمانوں سے قادیانیوں کو الگ نہ کیا ہو۔ آج وہ عہدوں اور بیرون دنیا میں لے جانے کے دھوکے دے کر تمہیں خریدنا چاہتے ہیں۔ ایمان قیمتی ہے۔ مرزائیوں کے عہدے کی لالچ میں ایمان چھوڑ دینا یہ پرلے درجے کی جہالت ہے۔ آج اس پر محنت کی ضرورت ہے کہ لوگوں کو ایمان کی قدر و قیمت پتہ چل جائے۔ ایمان کی حفاظت کا آسان طریقہ ہے: ’’اہل اللہ سے تعلق۔‘‘

یہ فقرہ یاد کر لیں۔ ایمان کی حفاظت ہوگی۔ جب محبت اہل اللہ سے رکھو گے۔ دنیا کی کسی بات کی پرواہ نہ کرو۔ سمجھو یہ وہ طائفہ ہے جو قیامت تک مقبول رہے گا۔ ہم نے عقیدہ وہ رکھنا ہے جو ان کا ہے، دین کو دنیا کے بدلہ میں ترجیح دیں گے۔ اتنا سبق یاد کر لیں تو انشاء اللہ آسانی پیدا ہوگی۔

حدیث پاک میں بھی اشارہ ہے۔ جس سے محبت ہوگی۔ انہی کے ساتھ اٹھائے جاؤ گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد اہل ایمان کو جتنی خوشی حضور علیہ السلام کی اس بات سے ہوئی، اور کسی سے نہیں ہوئی۔ سب سے اچھی صورت یہ ہے میں کہا کرتا ہوں اہل اللہ کے ساتھ محبت کریں۔

ایک بچہ ہے۔ آپ ایک ہزار روپیہ اس کو دیں۔ اس کے بعد ٹافی یا بسکٹ دکھائیں تو بچے کو ٹافی کا ذائقہ معلوم ہے تو وہ ہزار کا نوٹ فوراً پھینک دے گا اور ٹافی لے لے گا۔ بالکل یہی صورت ہے کہ ایمان کی قدر و قیمت نہ ہونے کی وجہ سے ہم رات کو اور عقیدہ رکھتے ہیں اور صبح کو اور عقیدہ رکھتے ہیں اور چھوٹے سے دنیاوی مفاد کے مقابلے میں ایمان جیسی متاع کو لٹا دیتے ہیں۔

دوسرا فرض عائد ہوتا ہے دوسروں کے ایمان کی حفاظت۔ پھر اس کے دو طریقے ہیں۔

ا...... تبلیغ: تبلیغ کا لب و لہجہ پیار اور محبت کا ہوتا ہے۔ اگر آپ کسی کو کسی راستے پر لانا چاہتے ہیں تو میٹھے انداز میں سمجھائیں اور اگر آگے سے تلخی بھی کرے پھر بھی آپ نرمی اختیار کریں۔ چھوٹا ہو تو بیٹا بیٹا کہہ کر، برابر ہو تو بھائی بھائی کہہ کر، بڑا ہو تو بزرگو بزرگو کہہ کر سمجھائیں۔

۲...... جس وقت ٹکراؤ کی صورت پیدا ہو جائے پھر نرمی والا لب ولہجہ نہیں رہتا۔ بات سمجھو، میں واقعہ سے سمجھاتا ہوں۔

جب حضور ﷺ نے عمرہ کرنے کے لئے آنا تھا تو مشرکین کہنے لگے کہ وہ اتنے عرصے بعد آرہے ہیں۔ کمزور اور بیمار ہوگئے ہیں۔ اب آئیں گے تو بہت روئیں گے۔ ڈھیلے ڈھالے ہوں گے تو یہ پروپیگنڈہ کیا۔ مشرک پہاڑ پر چڑھ گئے کہ یہ مسلمان کیسے طواف کریں گے۔ اب ٹکراؤ پیدا ہوگیا۔ اہل باطل پہاڑ پر کھڑے ہیں اور اہل حق بیت اللہ کے پاس کھڑے ہیں۔ عام حالات میں اللہ کو اکڑ کر چلنا پسند نہیں ہے۔ لیکن بیت اللہ کے گرد کافر کو سمجھانے کے لئے کفر کو دکھانے کے لئے حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا:

بیت اللہ میں جھک کر ڈھیلے ڈھالے بن کر نہیں چلنا۔ اب بیت اللہ کا طواف کرو اور اکڑ کر چلو۔

کافر کے سامنے اکڑ کر چلنا ہے، ڈرنا نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے کہا اکڑ کر چلو تا کہ تمہیں وہ دیکھیں۔ اب آپ نے دیکھا ہوگا کہ بڈھے بڈھے صوفی بھی اکڑ کر چلتے ہیں۔ طواف کے وقت۔

”ہمارے اسٹیج کے بوڑھے بھی کہیں: ہم یہ کر دیں گے، ہم وہ کر دیں گے۔ یہ بڑی بڑکیں نہ سمجھنا۔ کفر کے مقابلہ میں یہ عبادت ہے۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں کھجور کی چھڑی تھی۔ کسی کے ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ کسی کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ لیکن روحانی جنگ تو رسول اللہ ﷺ نے رات کو سجدے میں جا کر لڑی تھی۔ میدان تو حضور ﷺ رات کو ہی مار لیا کرتے تھے۔ آخر میں دجال اور عیسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ یہ روحانیت اور مادیت کا مقابلہ ہے۔ جہاد کے لئے نکلیں تو للکار کر نکلئے۔ لیکن اس للکار میں جان پیدا ہوتی ہے۔ رات کی روحانیت سے۔

ان مقررین اور خطیبوں کو متکبرانہ اکڑ پھکڑ نہ سمجھو یہ میدان جہاد کی پکاریں ہیں اور یہ پکار عبادت ہے۔

لیکن رات کی روحانیت کا سلسلہ بھی کم نہیں ہونا چاہئے۔ جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان بالخصوص ذکر کی گئی ہے۔ رات کو درویش بنے ہیں۔ مصلوں سے چمٹے ہیں۔ دن کو میدان جہاد میں گھوڑوں پر اچھلتے ہیں۔ کتابوں اور رسالوں کو پڑھو۔ باطل کو للکارو۔ ڈھیلی ڈھالی گفتگو نہ کیا کرو۔ ڈھیل ڈھال صرف تبلیغ میں کیا کرو۔

بعض دوستوں نے یہ کہا کہ تبلیغ والے ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ میں نے کہا: نابابا یہ بات نہیں ہے۔ اگر کرتے ہیں تو یہ غلط بات ہے۔ تم نہ کرو...

بلکہ تین طبقوں کی بہت ضرورت ہے۔

۱...... دین کا تحفظ مدارس کے ساتھ ہے، مدارس کی قدر کرو۔ یہ سبق یاد کرلو۔

۲...... دین کا پھیلاؤ تبلیغ کے ساتھ ہے۔

۳...... مجاہدین کا کام ہے رکاوٹیں دور کرنا۔ تینوں طبقے ضروری ہیں۔ کوئی کسی کی مخالفت نہ کرے۔ معاون بن کر رہو۔ مخالفت نہ کرو۔ مجاہد کی گولی اور تبلیغ کی گولی میں کوئی فرق نہیں۔ یہ نہیں کہ تبلیغ کی گولی جسے لگے وہ شہید ہے دوسرا نہیں۔ بلکہ مجاہد کی گولی لگتی اس کو ہے جس پر تبلیغ کی گولی اثر نہیں کرتی۔

مدرسوں سے ہمدردی رکھو۔ آباد رکھنے کی کوشش کرو۔ مالی تعاون کرو۔ کفر کی رکاوٹ کے لئے زبان کی ضرورت ہو تو اسے استعمال کرو۔ مال کی ضرورت ہے تو مال دو۔ جان کی ضرورت ہو تو جان دو۔ بات کا نچوڑ نتیجہ سے ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں۔ آخری فیصلہ اسلام پہ ہوگا۔ وقت آرہا ہے۔" (خبیب عثمانی، کھاریاں)

ختم نبوت کانفرنس برطانیہ میں شرکت

حضرت اقدس استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک یادگار سفر لندن کا ہوا۔ جب حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا امیر منتخب کرلیا گیا تو مجھ سمیت جماعتی احباب کا اصرار تھا کہ برمنگھم کی سالانہ کانفرنس میں شرکت کے لیے آپ ضرور تشریف لے جائیں کیوں کہ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کانفرنس میں ضرور شرکت فرماتے اور سرپرستی کرتے تھے۔

جب صدر ضیاء الحق نے اپریل ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس میں قادیانیوں کو مسلمان کہلانے، اذان دینے، اپنی عبادت گاہوں کو مساجد کا نام دینے، اسلامی شعائر اور اسلامی اصطلاحات استعمال کرنے پر پابندی لگادی گئی تو اس وقت قادیانیوں کا سربراہ مرزا طاہر پاکستان سے بھاگ کر لندن میں پناہ گزیں ہوا اور وہاں اپنا مرکز بنایا تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے بھی ان کا تعاقب کیا، لندن میں مجلس کا دفتر قائم کیا اور اگست ۱۹۸۵ء میں لندن کے ویمبلے ہال میں ختم نبوت کانفرنس منعقد کی۔ جس میں بڑے بڑے علمائے کرام شریک ہوئے۔

حسنِ اتفاق کہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کانفرنس میں شریک تھے، اس کے بعد استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کا لندن جانا نہیں ہوا۔ ابتدا میں یہ کانفرنس تین سال تک لندن میں ہوتی رہی اس کے بعد برمنگھم چونکہ انگلینڈ کے درمیان میں ہے وہاں سب کا پہنچنا نسبتاً آسان ہے تو اس لیے یہ کانفرنس وہاں منتقل ہوگئی۔ الحمدللہ ہر سال پوری آب وتاب کے ساتھ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت یہ کانفرنس ہوتی ہے۔

امیر منتخب ہونے کے بعد آپ نے اس کانفرنس میں جانے کا ارادہ کیا اور اپنے طور پر ویزے کی کوشش شروع کی۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے وہاں عزیز ہیں ان کے ذریعے آپ نے ویزہ منگوایا ،تمام کاغذات انہوں نے تیار کر کے بھیجے، غالباً دسمبر یا جنوری میں ویزے کے لیے اسلام آباد پاسپورٹ جمع کرائے تو یہاں کے برطانیہ کے قونصلیٹ نے درخواست مسترد کردی کہ ہم آپ کے کاغذات سے مطمئن نہیں ہیں۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز جنہوں نے ویزا بھیجا تھا انہوں نے لندن کورٹ میں اپیل کردی کہ ویزہ مسترد کرنے کی وجہ بتائی جائے، کورٹ نے وہاں کی حکومت سے وضاحت طلب کی اور ایک ماہ کی مہلت دی، ایک ماہ گزر گیا وہاں کی گورنمنٹ نے کوئی جواب نہیں دیا تو کورٹ نے ویزہ دینے کی ہدایت جاری کردی۔ یوں استاد جی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی ظفر اقبال کا ویزہ لگ گیا۔

مارچ ۲۰۱۲ء میں ملتان میں مجلس شوریٰ کا اجلاس تھا، اجلاس کے بعد استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد سے کہا: مجھے آپ سے مشورہ کرنا ہے اور مجھے بھی بلوا لیا۔ مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کا ویزہ لگ چکا ہے، استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے جیب سے پاسپورٹ نکالا اور بتایا کہ ویزہ لگ چکا ہے، سب نے خوشی کا اظہار کیا، مشورہ میں طے پایا کہ چونکہ مولانا اللہ وسایا اور صاحبزادہ مولانا عزیز احمد کانفرنس سے ایک ڈیڑھ ماہ قبل لندن چلے جائیں گے، کیوں کہ وہاں ایک ایک شہر جا کر مختلف مساجد ومراکز میں بیانات ہوتے ہیں۔ وہاں کے مسلمانوں سے انفرادی ملاقاتیں کی جاتی ہیں اور انہیں کانفرنس میں شرکت اور اسے کامیاب بنانے کی دعوت دی جاتی ہے، اس لیے پہلے سے جا کر کانفرنس کی تیاری کی جاتی ہے، جس کے لیے یہ حضرات پہلے چلے جائیں گے، استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر کے لیے میرے نام قرعہ فال نکلا اور جماعت کی طرف سے حکم ہوا کہ میں استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ سفر کروں گا۔ ۱۵؍جون ۲۰۱۲ء کو استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مفتی ظفر اقبال، قاری فیض اللہ چترالی اور راقم الحروف (مفتی خالد محمود) پی.آئی.اے کی فلائٹ سے لندن روانہ ہوئے۔

پونے پانچ بجے جہاز لندن کے ہیتھروایئرپورٹ پر اترا۔امیگریشن، کسٹم وغیرہ امور سے فارغ ہونے میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ لگا۔ائیرپورٹ پر مفتی سعید احمد جلالپوری کے بھتیجے مفتی سہیل احمد اور حضرت اقدس استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز اور قاری عبدالرزاق رحیمی استقبال کے لیے موجود تھے۔

اگرچہ ہم نے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی ظفر کے مشورے سے مفتی سہیل کیساتھ پروگرام بنایا تھا کہ چار پانچ دن استاد جی رحمۃ اللہ علیہ لندن میں قیام کریں گے، وہاں مختلف مساجد میں آپ کے پروگرام بھی رکھے گئے تھے مگر آپ کے میزبان کا اصرار تھا کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔اِدھر مولانا اللہ وسایا اور صاحبزادہ عزیز احمد نے بھی آپ کے آرام وراحت کے پیش نظر اسی خواہش کا اظہار کیا کہ آپ اپنے میزبان کے پاس ہی رہیں، آپ صرف کانفرنس سے دو دن قبل برمنگھم آجائیں۔استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جماعتی نظم سمجھ کر قبول کرلیا اور اس کی پوری پابندی کی۔

۲۴/جون ۲۰۱۲ء کو کانفرنس ہونی تھی اور یہ ستائیسویں کانفرنس تھی۔کانفرنس سے دو دن قبل یعنی ۲۲/جون ۲۰۱۲ء بروز جمعہ کو آپ برمنگھم پہنچے، برمنگھم میں پاکستانی احباب نے ایک بہت خوب صورت اور بڑی مسجد ''مسجد حمزہ'' کے نام سے بنائی ہے، اس کے ساتھ مدرسہ بھی ہے اس کے مہمان خانے میں آپ کے قیام کا بندوبست کیا۔ہمارا قیام بھی حضرت کے ساتھ ہوا۔کیوں کہ وہاں کی ترتیب سالہا سال سے بنی ہوئی ہے کہ اس کانفرنس کی تیاری کے لیے جانے والے تمام علماء جن کے مختلف علاقوں میں دورے ہوتے ہیں وہ کانفرنس سے دو تین دن برمنگھم پہنچ جاتے ہیں اور برمنگھم اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں کانفرنس کی کامیابی کے لیے محنت کرتے ہیں۔مختلف مساجد میں جمعہ کے بیانات مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت کو اجاگر کیا جاتا ہے اور یوں پورے انگلینڈ میں یہ جمعہ ''یوم تحفظ ختم نبوت'' کے نام سے منایا جاتا ہے۔

بعد نماز مغرب مولانا اللہ وسایا، صاحبزادہ عزیز احمد، مولانا یحییٰ لدھیانوی اور دیگر علماء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، رات دیر تک مجلس قائم رہی خصوصاً صاحبزادہ عزیز احمد ہر تھوڑی دیر کے بعد کوئی سوال اٹھاتے اور استاد جی اپنے علم کے دریا سے موتی چن چن کر سامنے رکھتے جاتے، یوں استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ہشاش بشاش ہوگئی۔یہاں تین دن کے قیام میں روزانہ یہی سلسلہ جاری رہا۔

ہفتے کے روز جامع مسجد حمزہ میں ہی ظہر کی نماز کے بعد ایک بچے کے ختم قرآن کی

تقریب تھی، مولانا یحییٰ لدھیانوی کا بیان ہوا آخر میں چند جملے حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ارشاد فرمائے اور دعا کرائی۔

جب سے برمنگھم میں یہ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے تب سے یہ معمول ہے کہ ہفتہ کے روز مسجد حمزہ کی انتظامیہ اور وہاں کے مسلمان کانفرنس کے لیے آئے ہوئے علماء اور مہمانوں کو استقبالیہ دیتے ہیں، یہی حضرات کانفرنس کے میزبان بھی ہوتے ہیں اور کانفرنس کا انتظام سنبھالتے ہیں۔

عصر سے مغرب کے درمیان علماء کے بیانات ہوتے ہیں اور مغرب کے بعد کھانے کا انتظام ہوتا ہے۔ اس پروگرام میں برمنگھم کے مسلمانوں کی بڑی تعداد شریک ہوتی ہے۔ اس استقبالیہ پروگرام میں تفصیلی بیان مولانا یحییٰ لدھیانوی اور حضرت اقدس استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کا ہوا۔ استاد جی نے جو کچھ بیان فرمایا اس کا خلاصہ یہ تھا:

''چونکہ اس شہر میں پہلی دفعہ حاضری کا موقع ملا ہے اگرچہ پہلی پہلی کانفرنس جب ہوئی تھی ۱۹۸۵ء میں، اس وقت بھی میں حاضر ہوا تھا اس کے بعد اتفاق نہیں ہوا تو آپ حضرات کا یہ اجتماع دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ آپ حضرات کی خدمت میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''الشیطان ذئب الانسان'' مشکوٰۃ شریف میں یہ روایت ہے کہ ''شیطان انسانوں کا بھیڑیا ہے۔'' شیطان انسانوں کے لیے ایک بھیڑیے کی طرح ہے اور بھیڑیے کی یہ عادت ہے کہ جب یہ کسی بھیڑ کا شکار کرتا ہے تو اس کے شکار میں وہ بھیڑ آتی ہے جو گلہ سے دور اپنے ریوڑ سے ایک طرف ہٹی ہوئی ہوتی ہے یا مجمع سے دور نکلی ہوئی ہوتی ہے یا اپنے راعی کی نگاہوں سے چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ ایسی بھیڑ بھیڑیے کا شکا ہوتی ہے۔

اور اگر بھیڑ ریوڑ کے اندر ہی ہو اور اپنے نگران کی نگاہوں میں ہو، تو وہ اکثر و بیشتر بھیڑیے کے حملے سے بچ جاتی ہے یہ مثال سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانا چاہتے ہیں کہ اپنی جماعت کے ساتھ جڑ کر رہو کبھی بھی جماعت سے ہٹ کر انفرادیت اختیار کرنے کی کوشش نہ کرنا، ایسا آدمی جو اپنی جماعت سے ایک طرف ہٹتا ہے اور علیحدہ کوئی راستہ اختیار کر لیتا ہے ساتھ مل کر نہیں رہتا ایسا شخص کبھی نہ کبھی شیطان کا شکار ہو جاتا ہے تو شیطان کے اثرات سے بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ اجتماعی زندگی میں انسان بڑوں کی نگاہ میں رہے، بڑوں کی سرپرستی میں رہے اور مجمع کے ساتھ جڑ کر رہے۔

آپ کا یہ اکٹھا ہونا اور یہ مجمع اور کل جس طرح اجتماع ہوگا اس کی اہمیت آپ اپنے دل

میں رکھیں اور آئندہ کے لیے بھی ہمیشہ اپنے اکابر کے ساتھ جڑ کر رہیں، ان کی نگاہ اور ان کی حفاظت میں رہیں،، اپنے آپ کو، اپنی اولاد، اہل وعیال، سب کو موجودہ دور میں اسی طرح سے اپنے بڑوں کے ساتھ جوڑ کر رکھیں گے تو ان شاء اللہ العزیز ایمان والی دولت محفوظ رہے گی اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، اور جہاں انسان جماعت سے علیحدہ ہونے کی کوشش کرتا ہے یا جماعت سے کٹتا ہے تو ایسی صورت میں پھر اس کو مختلف گمراہ کرنے والے گمراہ کر لیتے ہیں''۔

فتنہ قادیانیت سے آگاہ کرتے ہوئے استاد جی نے فرمایا:

''فتنے بہت ہیں اس میں کوئی شک نہیں، یہ فتنہ قادیانیت جس کے بارے میں یہ کانفرنس ہو رہی ہے اس کو سب سے زیادہ خطرناک فتنہ اس لیے قرار دیا گیا کہ اس میں دھوکہ بہت زیادہ ہے۔ سِکھ آپ کو سکھ بن کر کبھی آپ کے راستے سے ہٹا نہیں سکتا، ہندو آپ کو ہندو ظاہر کر کے کبھی آپ کے راستے سے بھٹکا نہیں سکتا، اور جو لوگ اپنے آپ کو ایک خاص عنوان کیساتھ ذکر کرتے ہیں، یہودی ہوں، عیسائی ہوں، وہ اپنے آپ کو عیسائی یہودی قرار دے کر آپ کو آپ کے راستے سے پھسلا نہیں سکتے، لیکن یہ قادیانیوں کا طبقہ ایسا ہے جو مسلمانوں میں مسلمان بن کر گھسنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس جماعت میں شامل کر کے دھوکہ دیتا ہے اور بھٹکاتا ہے۔

حالانکہ ان کا کفر ان سب کافروں کے مقابلہ میں زیادہ نمایاں ہے اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں، دلائل کے ساتھ ان کے کفر میں کوئی اخفاء رہا نہیں اب تو ان کا کفر اس درجے پر چلا گیا کہ دنیا کی کوئی عدالت ایسی نہیں جس نے ان کو مسلمانوں سے علیحدہ ایک جماعت قرار نہ دیا ہو، چھوٹی عدالت سے لے کر بڑی عدالت تک، پاکستان کی اسمبلی نے مولویوں اور مدرسوں سے ہٹ کر فیصلہ دیا، جو عدالتی نظام ہے انہوں نے بھی ان کو ایک علیحدہ مستقل فرقہ قرار دے دیا کہ یہ امت مسلمہ میں شامل نہیں، لیکن یہ ماننے کے لیے تیار نہیں اپنے آپ کو اسی میں شامل رکھنے میں بضد ہیں، اس لیے ان میں دھوکہ زیادہ پایا جاتا ہے تو اس فتنے سے بچنے کے لیے ہر وقت فکر مند رہنے کی ضرورت ہے''۔

تحفظ ختم نبوت کانفرنسز کے انعقاد کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اسی فکر کو اجاگر کرنے کے لیے مختلف ملکوں میں، مختلف علاقوں میں، مختلف جگہوں میں یہ کانفرنسیں کی جاتی ہیں تاکہ آپ سب حضرات کو اس کے بارے میں متنبہ کیا جائے کہ آپ

بھی ہوشیار رہیں اور آنے والی نسل کو بھی اس معاملے میں ہوشیار رکھیں اکابر سے تعلق رکھیں، اجتماعی زندگی اختیار کریں، انفرادیت اختیار کرنے کی کوشش نہ کریں تو ان شاء اللہ العزیز، اللہ تعالیٰ ہر طرح سے آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے گا۔''

کھانا کھاتے کھاتے عشاء ہوگئی۔ عشاء کے بعد استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس لگی، مولانا اللہ وسایا نے ایک جگہ بیان کرنا تھا وہ عشاء سے پہلے ہی چلے گئے، صاحبزادہ عزیز احمد، مولانا یحییٰ لدھیانوی اور کئی علماء موجود تھے۔ دیر تک باتیں ہوتی رہیں، اسی گفتگو کے دوران ہم سب کو نصیحت کی کہ ہمیں اپنے اکابر سے جڑا رہنا چاہیے، ان کے مسلک، مزاج، ان کے طریقۂ کار سے نہیں ہٹنا چاہیے، چونکہ ہم میں سے اکثر حضرت لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ تھے تو ان کا نام لے کر کہا کہ یہ ہمارے اکابر اور ہمارے راہنما تھے۔ ہم ان کے طریقہ اور مسلک کو حق سمجھتے ہیں۔ آپ لوگ ان کی زندگیوں اور ان کے طریقوں کو سامنے رکھیں اور اسے اپنائیں۔ آپ لوگوں کو اِدھر اُدھر دیکھنے اور دوسروں کے طریقوں کو اختیار کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

اگلے روز اتوار کو کانفرنس تھی، کانفرنس کی دو نشستیں ہوتی ہیں: ایک صبح دس بجے سے ظہر (ڈیڑھ بجے) تک، دوسری بعد نماز ظہر سے سات بجے تک۔ (ان دنوں عصر کی نماز اس ملک میں آٹھ بجے ہوتی ہے)۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی راحت کی خاطر درخواست کی گئی کہ آپ دوسری نشست میں تشریف لائیں تاکہ دیر تک نہ بیٹھنا پڑے اور تھکاوٹ نہ ہو مگر استاد جی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے پہلی ہی نشست میں گیارہ بجے کانفرنس ہال میں پہنچ گئے۔ دوسری نشست میں بھی شروع سے آخر وقت تک کانفرنس میں تشریف فرما رہے، استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان تو پندرہ بیس منٹ کا ہوا مگر بڑا جامع اور احادیث وقرآن کے حوالہ سے بھرپور تھا۔ آپ کے بیان کے بعد آخری بیان علامہ ڈاکٹر خالد محمود کا ہوا تو خطبہ کے بعد پہلا جملہ یہ فرمایا کہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب صورت بیان فرمایا اور کیا موتی عطا کیے ہیں، ایک ایک جملہ قابلِ داد ہے۔

استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کانفرنس میں زور دے کر یہ بات کہی کہ اپنے ایمان کی حفاظت کرو اور ایمان کی حفاظت عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت سے ہوگی اور یہ بھی فرمایا:

''مرزا غلام احمد قادیانی کذاب کا تعارف تو مکمل آپ حضرات کو ہو چکا اس کی زندگی کا کوئی پہلو ہمارے علماء نے مخفی نہیں رکھا بلکہ اس کو نمایاں کر دیا ہے۔

سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ زمانے کے اعتبار سے بھی آخری نبی، کمالات کے اعتبار سے بھی آخری نبی، مکان کے لحاظ سے بھی آخری نبی، اور آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق آپ کے بعد کذابین کا سلسلہ شروع ہونا تھا۔ فرمایا کہ میرے بعد جو کذاب آئیں گے تیس آئیں گے: ''ثلاثون کذابون دجالون'' اور ایک روایت میں ستر کا ذکر ہے مراد اس سے کثرت ہے کہ کثرت کے ساتھ آئیں گے اور ان سب کا تذکرہ کرنے کے بعد سرور کائنات ﷺ نے سب کا علاج ایک ہی جملے میں ارشاد فرمایا: ''انا خاتم النّبیین لا نبی بعدی'' تیس والی روایت بھی صحیح ہے اور ستر والی روایت بھی صحیح ہے۔

اس لیے اگر ہم یہ بات اپنے بچوں کو اور اپنے دوست واحباب کو اس کلمہ کی طرح یاد کروادیں جس طرح سے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' یاد کرواتے ہیں اس طرح اگر ہم یہ دو چار الفاظ اپنے بچوں کو یاد کروادیں ''قال النبی ﷺ: انا خاتم النبیین لا نبی بعدی'' تو ان سارے فتنوں کا صفایا ہوجاتا ہے صرف ایک ہی جملے کے ساتھ۔

مزید فرمایا: سرور کائنات ﷺ کی سیرت کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں جیسے کہ ہمارا عقیدہ یہی ہے، انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں، انبیاء علیہم السلام کے اندر کوئی نقص اور عیب نہیں ہوتا تو ہم حق بجانب ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر سرور کائنات ﷺ تک جتنے انبیاء علیہم السلام آئے، اول سے لے کر آخر تک، سارے کے سارے معصوم تھے، اگر صرف یہی پہلو سامنے رکھا جائے تو جتنے کذابین بعد میں پیدا ہوئے ہیں کسی ایک شخص کی زبان پر یہ بات نہیں آسکتی، اور وہ چیلنج کر کے نہیں کہہ سکتا کہ میری زندگی کے اندر کوئی نقص ہے تو بتاؤ، میری زندگی میں کوئی عیب ہے تو بتاؤ؟ جس نے بھی اس قسم کا دعویٰ کیا اس کے اندر ہزاروں عیب لوگوں نے نکال کر رکھ دیئے، کسی طرح سے بھی اس کو برداشت نہیں کیا۔

جیسے سرور کائنات ﷺ کی پیش گوئی ہے کہ میرے بعد کذاب آئیں گے تو واقعۃً وہ اپنے قول وفعل کے لحاظ سے کذاب اور دجال ہی ہیں، اگر صرف یہ بات لے لی جائے کہ جن کو مرزا غلام احمد سے عقیدت ہے وہ اس کی زندگی سامنے رکھ کر بتائیں کہ وہ سچا تھا یا جھوٹا؟ تو بات واضح ہوجائے گی۔

اب تو قادیانیوں کو اسمبلی اور عدالت بھی کافر قرار دے چکی: میں آپ حضرات کے سامنے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج مرزائیت دلیل کے پہیے پر نہیں چل رہی، آج دلائل کا دور

نہیں ہے، دلائل میں وہ ہر میدان میں شکست کھا چکے، اس لیے انہوں نے مناظروں سے ہٹ کر اب جو طریقہ اختیار کیا ہوا ہے، وہ ہے مادّی وسائل کا، لوگوں کو ملازمتوں کی طمع دلاتے ہیں، لوگوں کو غیر ملک بھیجنے کی طمع دلاتے ہیں، دلائل کا جو دور تھا وہ ختم ہوگیا، صرف یہ نہیں کہ مدرسوں نے ان کو کافر قرار دیا، مسجدوں کے منبر و محراب نے ان کو کافر قرار دیا، صرف یہ نہیں بلکہ روئے زمین پر کسی عدالت نے بھی ان کو مسلمان قرار نہیں دیا۔

بلکہ ہر عدالت نے کہا کہ یہ مسلمان قوم نہیں ہے، یہ مسلمانوں سے علیحدہ ہیں، پاکستان کی عدالتوں نے، غیر پاکستان کی عدالتوں نے فیصلہ دیا، پاکستان کی قومی اسمبلی نے یہی فیصلہ دیا، اب یہ فیصلہ صرف کسی مولوی کا نہیں ہے، صرف دارالافتا کا نہیں ہے، صرف مسجد کا نہیں ہے، صرف مدرسے کا نہیں ہے، بلکہ اب تو پوری اسمبلی کا فیصلہ ہے، اب اگر وہ عدالتوں کا فیصلہ ماننے سے انکار کریں تو توہین عدالت ان پر لازماً لاگو ہونی چاہیے۔''

اس کانفرنس میں بیان سے پہلے صاحبزادہ عزیز احمد جو نقابت کے فرائض انجام دینے کے ساتھ پوری کانفرنس کو چلا رہے تھے، ان سے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے بارے میں کہا کہ دعا اس سے کرانا کیوں کہ یہ حج کے موقع پر عرفات میں بہت اچھی دعا کراتا ہے، صاحبزادہ صاحب نے مجھے بلا کر استاد جی کا یہ حکم سنایا تو میں پانی پانی ہوگیا کہ اتنے بڑے بڑے علما اور خود استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں کس طرح یہ ہمت کر سکتا ہوں؟ مگر لالہ جی نے کہا: یہ امیر مرکزیہ کا حکم ہے۔ خاموش ہو کر بیٹھ گیا، مگر خیر رہی کہ کانفرنس کے اختتام پر علامہ ڈاکٹر خالد محمود نے دعا کرائی۔

اس سفر میں استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے اور بھی مختلف جگہوں پر بیانات ہوئے جو تمام ایک علیحدہ کتابچے کی شکل میں چھپ چکے ہیں۔ اور خطبات حکیم العصر کی بارہویں جلد میں بھی آ چکے ہیں۔

استاد جی کی غایت احتیاط بتاتا ہوں:

مجھے ایک دن فرمانے لگے کہ ہم جا، تو کانفرنس کے لیے رہے ہیں اور خرچہ بھی جماعت کر رہی ہے، اب اگر وہاں کوئی ہدیہ دے تو اس کا کیا کروں؟ حالانکہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ذاتی ہدیہ تو ذاتی ہوتا ہے، میں نے عرض کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے، آپ زیادہ سے زیادہ یہ کریں کہ دینے والے سے وضاحت طلب کریں کہ یہ جماعت کے امیر کی حیثیت سے دے رہے ہو یا میری ذاتی حیثیت سے، جو جماعت کے نام پر دیا جائے وہ جماعت کا، جو آپ کی ذاتی حیثیت میں دیا جا رہا ہو وہ آپ کا۔

بعد میں واپسی پر بتایا کہ مجھے رقم کی صورت میں جو کچھ ملا تھا وہ ساری رقم میں نے تفسیر چھپوانے کے لیے دے دی ہے اپنے پاس کچھ نہیں رکھا۔ اس سفر میں اگرچہ سفر کے علاوہ انگلینڈ میں استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں صرف تین دن ملے اس کے باوجود یہ سفر استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک یادگار سفر تھا۔ (مفتی خالد محمود، کراچی)

اس عنوان کو بند کرنے سے قبل فقیر راقم الحروف اللہ وسایا دو تین امور کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

ا...... مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کے امیر مرکزیہ منتخب ہونے کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کا پہلا اجلاس جو آپ کی صدارت میں ۲۲ / مارچ ۲۰۱۱ء کو دفتر مرکزیہ میں منعقد ہوا، اس میں دیگر فیصلوں کے علاوہ مدرسہ عربیہ ختم نبوت چناب نگر کی جدید خرید کردہ قطعہ اراضی پر تعمیر جدید کا فیصلہ ہوا۔ اللہ رب العزت کے کرم کو دیکھیں کہ وہ حصہ قریباً ایک سال میں مکمل تعمیر ہوا۔ آج دورۂ حدیث شریف تک اس میں تعلیم شروع ہے۔ اس کی تکمیل و تعلیم، لائبریری، طلباء کی کلاسیں، طلباء کی رہائشیں، مکتبہ، ڈسپنسری کام کر رہے ہیں۔ خوبصورت لان، گراسی پلاٹ، وسیع و عریض بلند و بالا پانی کی ٹینکی، یہ سب کچھ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد امارت کے پہلے اجلاس کے فیصلہ کے نتائج ہیں جو حضرت مرحوم کے لئے یقیناً ذخیرہ آخرت ہیں۔ آپ کے عہد امارت میں سرگودھا میں ختم نبوت ہارٹ ہسپتال بنا اور کام شروع ہوا۔

۲...... یہاں پر اپنے ذوق کی ایک بات عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو عالمی مجلس کے بانی اور روح رواح مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے بہت سارے امور میں مماثلت تھی۔ (۱) مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ دونوں ارائیں فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ (۲) دونوں بزرگ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ (۳) مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا عبدالخالق کے شاگرد تھے۔ (۴) مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ فن خطابت کے بے تاج بادشاہ تھے۔ مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ تدریس کے امام زمانہ تھے۔ (۵) مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ، صاحب فراست تھے۔ یہی حال مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ (۶) مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ میں غضب کی قوت فیصلہ تھی۔ یہی حال مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ (۷) مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی وضع قطع، قد کاٹھ اور مولانا

عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کی وضع قطع، قد کاٹھ ایسے جیسے تھے۔(۸) مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں وفاق المدارس کے اس زمانہ کے سربراہ حضرت مولانا شمس الحق افغانی اور ناظم اعلیٰ مولانا مفتی محمود نے شرکت فرمائی۔ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں اس وقت وفاق المدارس کے سربراہ مولانا سلیم اللہ خان اور ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری نے شرکت فرمائی۔ (۹) مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے قبل مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کر رکھا تھا جو آپ کی وفات کے بعد مقررہ تاریخ پر منعقد ہوا۔ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کر رکھا تھا جو آپ کی وفات کے بعد مقررہ تاریخ کو منعقد ہوا۔ (۱۰) مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ دفتر مرکزیہ ختم نبوت ملتان سے اٹھا۔ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ بھی بغیر پروگرام کے محض قدرتی طور پر دفتر مرکزیہ ختم نبوت ملتان سے آخری منزل کی جانب روانہ ہوا۔ زہے نصیب!

ختام المسک

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ تھے جب امیر منتخب ہوئے، پاکستان واپسی کے دوسرے تیسرے روز بعد ملتان دفتر تشریف لائے۔ ارشاد فرمایا، اب تک تو میری دوستی، مخالفت، پسند ناپسند، اپنی رائے پر تھی۔ اب کے بعد میری تمام دوستی تائید یا مخالفت وہ مجلس کی پالیسی کی پابند ہوگی جو مجلس کی پالیسی وہ میری پسند اور بس۔ اب میں خود مجلس کی پالیسی کی پابندی کروں گا۔ یہ کہ جماعتی فریضہ ہے۔ پھر آپ نے بقیہ زندگی اس کو بھرپور نبھایا جو فرمایا اس پر عمل کر کے دکھایا۔ جامعہ قاسم العلوم کے تنازعہ میں حضرت کی اپنی ایک رائے تھی۔ امیر بننے کے بعد اس قضیہ سے لاتعلق ہو گئے۔

۳...... جھنگ میں کالعدم سپاہ کے دوستوں نے کانفرنس رکھی جو پھر ملتوی کر دی۔ اس میں حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ شرکت کا دعوت نامہ دیا۔ ان کے زعماء خود حاضر ہوئے۔ آپ نے فون پر فقیر کو فرمایا کہ آپ حضرات کی سپاہ کے حضرات سے چشمک چل رہی ہے انہوں نے مجھ کانفرنس میں شرکت کا دعوت نامہ دیا ہے۔ مجھے کیا کرنا ہے؟ فقیر نے عرض کیا: حضرت! ہم اپنے امیر مرکزیہ کو متنازعہ نہیں بناتے۔ آپ سب کی متاع ہیں۔ آپ کو ضرور شریک ہونا چاہئے۔ فرمایا میں شرکت کا وعدہ کر لوں؟ عرض کیا: ضرور۔ فرمایا: بہت اچھا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی شان، ان کی کانفرنس ملتوی ہوگئی۔ دوبارہ تاریخ مقرر کی تو حضرت مرحوم نہ جا سکے۔

۴...... اسی طرح جمعیۃ علماء ہند کے حضرت مولانا سید محمود مدنی نے انڈیا سے قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن کے توسط سے علماء کرام کا ایک وفد انڈیا بلایا۔ جس میں فقیر راقم بھی تھا۔ کچھ عرصہ بعد جمعیۃ علماء ہند کے دوسرے دھڑا کے حضرت مولانا سید ارشد مدنی نے مولانا سید مظہر اسعدی کے توسط سے علماء پاکستان کو انڈیا آنے کی دعوت دی۔ جس میں حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت تھی۔ آپ نے دفتر مرکزیہ حافظ محمد انس کو فون پر فرمایا۔ بیٹا! ابھی مجلس کے ایک ساتھی (فقیر اللہ وسایا) ایک کانفرنس میں انڈیا گئے۔ اب دوسرے کی دعوت پر میں چلا جاؤں تو کیا یہ دوذہنی تو نہیں ہوگی؟ مجھے جانا چاہئے یا نہیں؟ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے والد صاحب سے پوچھ کر بتائیں۔ مجھے آج عصر کے بعد پاسپورٹ بھجوانا ہے تو آپ کے جواب کے بعد پاسپورٹ بھجوانے نہ بھجوانے کا فیصلہ ہوگا۔

حافظ محمد انس نے مجھے فون کیا۔ فقیر نے عرض کیا کہ ہمارے وفد کے کسی رکن کو حضرت مولانا سید محمود مدنی یا ان کے رفقاء نے ایک جملہ حضرت مولانا سید محمد ارشد مدنی کے متعلق پورے سفر میں نہیں کہا۔ اب جو وفد جارہا ہے امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ مولانا سید ارشد مدنی یا ان کے رفقاء بھی پاکستانی وفد کو مولانا سید محمود مدنی کے متعلق ایک بھی جملہ نہیں فرمائیں گے۔ ہمارے لئے دونوں دھڑے قابل احترام ہیں۔ آپ ضرور تشریف لے جائیں۔ یہ مجلس کے بھی مفاد میں ہے۔ حافظ محمد انس کے پوچھنے پر یہی بات مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے ارشاد فرمائی۔ جب حافظ محمد انس نے حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں کی طرف سے جواب نقل کیا تو فرمایا: اچھا بیٹا انس! اب تمہاری ذمہ داری پر پاسپورٹ بھیج رہا ہوں۔ اس سے اندازہ فرمایا جائے کہ آپ کتنے ضابطہ کے انسان تھے؟

اللہ رب العزت کی شان بے نیازی وقدرت کا کرم کہ ان حضرات کے سفر کے بعد جمعیۃ علماء ہند کے دونوں دھڑوں میں صلح ہوگئی ہے۔ اب حضرت مولانا سید ارشد مدنی اور مولانا محمود مدنی دونوں مل کر جمعیۃ علماء ہند کی قیادت فرمارہے ہیں۔

علمی جواہر پارے

قلعہ ڈراور اور علیؓ اصحاب

حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوا، بندہ کے ساتھ استاذ محترم مفتی محمد قاسم بھی تھے، احمد پور شرقیہ کا ذکر ہوا تو حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے نواب آف بہاولپور کا

قدیم قلعہ جو قلعہ ڈراور کے نام سے موسوم ہے، کے متعلق دریافت فرمایا کہ احمد پور شرقیہ سے کتنا دور ہے؟ بندہ نے عرض کیا تقریباً پچاس ساٹھ کلومیٹر کے قریب ہوگا، میں نے عرض کیا وہاں چار قبریں ہیں جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ قبور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہیں، تو اس بارے میں آپ کی معلومات کیا ہیں؟ تو فرمایا میں نے اس بارے میں کبھی کچھ پڑھا نہ سنا، البتہ برصغیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آنا اجمالی طور پر تو معروف ہے، مگر ایک بنیادی بات ہے کہ جب تک اس طرح کی خبر کی کوئی سند نہ ہو تو وثوق کے ساتھ بات نہیں کرنی چاہئے، میں نے عرض کیا، اب تو کچھ عرصہ سے ان قبور پر ان اصحاب قبور کے ناموں کے کتبے بھی لگا دیے گئے ہیں، تو فرمایا بلا سند کچھ نہیں کہہ سکتے، پھر میں نے سمہ سٹہ (بہاولپور) کے قریب ایک قبرستان، جو سات صحابہ، علیؓ اصحاب کے نام سے مشہور ہے، اس کا تذکرہ کر کے عرض کیا کہ قلعہ ڈراور کی قبور بھی اور یہ سمہ سٹہ والی قبور بھی لمبی بہت ہیں، خصوصاً علی اصحاب (سمہ سٹہ) والی قبریں تو زیادہ لمبی ہیں، بندہ کے ذہن میں کچھ عرصہ سے یہ اشکال سا رہا کہ قبروں کے درمیان میں تو اتنا فاصلہ نہیں ہے مگر لمبی بہت ہیں، اگر اصحاب قبور کے قد لمبے ہوتے تو یقیناً جسامت بھی تو اسی حساب سے چوڑی ہوتی، پھر جب جسامت چوڑی ہوتی تو یہ قبروں کا اتنا قریب ہونا سمجھ سے بالا ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ بے شمار رحمتوں اور راحتوں سے نوازے، انہوں نے مختصر سی بات کر کے میرے ذہن کا عقدہ حل کر دیا، فرمایا ایک زمانہ تک رواج رہا ہے کہ جو عظیم شخصیات ہوا کرتی تھیں ان کی عظمت کی وجہ سے ان کی وفات کے بعد ان کی قبروں کو لمبا کر دیا جاتا تھا، تا کہ ان کی یاد باقی رہے اور آئندہ نسلوں کو بھی معلوم ہو کہ یہ کسی عظیم شخص کی قبر ہے۔ (مولانا محمد احمد گھاروی، احمد پور شرقیہ)

مشرک ہونے کا حکم

حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات میں یہ بات بار بار ملتی ہے کہ یہ مماتی کہتے ہیں کہ جو آدمی اس بات کا قائل ہو کہ اہل قبور سنتے ہیں، وہ مشرک ہے۔ اس پر استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو آدمی غیر اللہ کے لئے اجتماعی طور پر ان چار باتوں کا عقیدہ رکھے، وہ مشرک ہے، وہ چار باتیں یہ ہیں جو شخص کہے اہل قبور" (یا غیر اللہ خواہ زندہ ہو یا نہ) ہر وقت، ہر جگہ سے، ہر کسی کی، ہر بات کو سنتے ہیں، وہ شخص مشرک ہے۔

ان چار باتوں میں سے کوئی ایک بھی اگر کم ہو، تو اس پر مشرک ہونے کا حکم نہیں لگایا

جائیگا، وہ آدمی غیر اللہ کو اللہ کے برابر کرنے والا نہیں ہے، بیک وقت ان چاروں چیزوں کا اجتماع صرف اللہ تعالیٰ میں ہوسکتا ہے۔

بندوں کو گمراہی پر مجبور نہیں کیا گیا

ایک مرتبہ مجلس میں ایک طالب علم نے استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''**کذٰلک یضل اللہ من یشاء ویھدی من یشاء**'' اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کردے اور جسے چاہے ہدایت دے، تو بروز قیامت راہ ہدایت والوں کو جنت عطا ہوگی، جبکہ راہ ضلالت و گمراہی والوں کو جہنم، حالانکہ ہدایت و ضلالت سبھی کو اللہ نے اپنی مرضی سے دی ہے، تو بعضوں کو جہنم میں ڈالنے کا کیا مطلب؟ کوئی باعث عتاب ہے اور کوئی باعث ثواب ہے۔

استاذ جی قدس سرہ نے جواب ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وھدینٰہ النجدین** ہم نے دوراہیں بتلادی ہیں کسی بھی شخص کو کسی راہ پر لا کر نہیں کھڑا کیا، جو جس راہ پر آیا ہے، اپنے ہی اختیار سے آیا ہے کسی پر جبر نہیں کیا گیا، جس نے راہ ہدایت اختیار کی ہے اس کے لئے جنت اور جس نے ضلالت اختیار کی ہے، اس کے لئے دوزخ ہے۔

اسی اختیار پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قیامت میں مجرمین کہیں گے، **ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا،** ہم جن جن باتوں کا انکار کرتے تھے، ہم نے دیکھ لیں، جن باتوں کو نہیں مانتے تھے، اب ہم مان گئے، ہمیں واپس لوٹا کر ایک موقع دے دے تاکہ ہم نیکوکار بن کے آئیں، تو اس کا یہی مطلب ہے نہ...؟ کہ ہم نے سب جرائم اپنے اختیار سے کیے تھے، اب ایک مرتبہ بھیج دے اب بھی اپنے ہی اختیار سے نیکیاں کر کے آئیں گے۔

(مولانا محمد احمد گھاروی، احمد پور شرقیہ)

قتل سنگین جرم ہے

ایک مرتبہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت اور انداز گفتگو کی وجہ سے مجھ میں ہمت ہوئی تو میں نے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا کہ کسی کو عملیات کے ذریعے مارنا کیسا ہے؟ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ مسکرادیئے اور نہایت شفقت سے بولے۔ بیٹا! اسلام میں قتل کا مسئلہ اتنا سنگین ہے کہ کوئی لفظ ''اُقْتُلْ'' مارنے کے لئے ابھی ''اُق'' کہہ دے پورا لفظ بھی نہیں بولے تو وہ بھی برابر کا شریک ہے۔ (مفتی محمد داؤد نفیس، سیالکوٹ)

شہد کا تذکرہ

ایک مرتبہ میں نے حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کو شہد پیش کی اور میں نے عرض کیا کہ یہ چھوٹی شہد ہے اور خالص ہے۔ تو جواب میں حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ قرآن میں شہد کا تذکرہ ہے کہ اس میں شفاء ہے۔ لیکن چھوٹی اور بڑی کا فرق نہیں ہے۔ جب اللہ نے چھوٹی اور بڑی کی تخصیص نہیں فرمائی تو ہم کیوں تخصیص کرتے ہیں؟ دونوں قسموں میں شفاء ہے۔

(مولانا حمزہ لقمان، علی پوری)

عصا مبارک سنت ہے

ایک دفعہ فقیر راقم الحروف نے فون پر عرض کی کہ استاذ جی! عصا مبارک سنت ہے اس کی وضاحت فرمادیں، تو فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی مبارک کا تذکرہ قرآن مجید میں آیا ہے: ”وما تلک بیمینک یٰموسیٰ قال ھی عصای (پارہ:۱۶)“ اور ساتھ ہی فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لاٹھی مبارک کا تذکرہ حدیث میں تفصیل سے مذکور ہے اور فرمایا کہ بخاری شریف کے حاشیہ میں عصاء کے متعلق موجود ہے۔ ”سنة الانبیاء زینة الاولیاء“ (انبیاء کی سنت، اولیاء کی زینت ہے)

(مولانا محمد احمد، چناب نگر)

دشمن کو شکست دینے کے طریقے

حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ طلباء کو فرمایا کرتے تھے کہ اپنے دشمن کو شکست دینے کے دو طریقے ہیں: (۱) اگر بازو میں طاقت ہے تو اس کو گرادو۔ (۲) اگر بازو میں طاقت نہیں تو اس کے پاؤں کے نیچے سے مٹی نکال دو وہ خود بخود گر جائے گا۔ جب استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا جاتا کہ مٹی نکالنے کا کیا مطلب ہے؟ تو فرماتے کہ اس کی خوب تعریف کرو۔ اس کو اچھے الفاظ سے مخاطب کرو، وہ اور اس کے متعلقین کے درمیان اس کا اچھا تذکرہ کرو تو وہ خود شرمندہ ہو کر سر تسلیم خم کردے گا۔

(مولانا عبیداللہ ارشد، لاہور)

شیخ سے بڑھ کر کسی کو نہ سمجھے

ایک مرتبہ کسی ساتھی نے نماز عصر کے بعد حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال پوچھا کہ استاذ جی! یہ فقرہ جو تصوف میں مشہور ہے کہ مرید کو چاہئے کہ اپنے شیخ کے متعلق یہ سمجھے کہ میرے شیخ سے بڑھ کر کوئی نہیں اور اس سے بڑا دنیا میں کوئی شیخ نہیں تو اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت

استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی علی الاطلاق یہ کہنا کہ میرے شیخ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ یہ بدترین جھوٹ ہے۔ ایسا کہنا بالکل درست نہیں۔ تمہیں کیا معلوم کہ اللہ کے ہاں کون بڑا ہے اور کون اور کون کس سے بڑھ کر ہے؟ پھر آگے فرمایا کہ ہاں البتہ جہاں کہیں بزرگوں کی کلام میں یہ جملے ملتے ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ مرید کو اپنے شیخ کے متعلق یوں سمجھنا چاہئے کہ میری اصلاح کے لئے، میری تربیت کے لئے، میرے روحانی درجات کی بلندی کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ کیونکہ یہ شیخ میری طبیعت سے واقف ہے۔ اس لئے میرے حق میں اس شیخ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

(محمد سعد حبیب، کہروڑ پکا)

لالچی حافظ کے قرآن سننے سے، نہ سننا بہتر ہے

حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے رمضان المبارک میں نماز تراویح کے اندر کسی لالچی وطمّاع حافظ کے قرآن سننے سے، نہ سننا بہتر ہے۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو ہر وقت نیکی کی طرف دھیان ہونا چاہئے اور کسی وقت بھی یاد الٰہی سے غافل نہ ہو۔ جس طرح چیونٹی اپنے سے بھی بھاری بوجھ اٹھا کر لے جاتی ہے اور کبھی ہمت نہیں ہارتی۔ اسی طرح بندہ کو نیکی کے کاموں میں بھی کوشش کرنی چاہئے۔ ایک دفعہ، دو دفعہ یا تین دفعہ ناکامی ہوگی۔ لیکن آخر منزل مقصود مل ہی جائے گی۔ (محمد سعد حبیب)

طالب خدا باش، طالب لذت مباش

ایک مرتبہ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آج کل پیری مریدی میں عقل سے کام نہیں لیا جارہا۔ اکثر عوام کو شبہ ہے۔ انہوں نے بیعت کا حاصل کشف وکرامات سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ یہ شرط شیخ میں ہونا ضروری نہیں ہے۔ بعض سمجھتے ہیں۔ مرشد لوگ بیعت کرنے کے بعد بخشش کے ذمہ دار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ رسالت مآب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا اپنی لخت جگر کو فرمایا: ''یا فاطمة انقذی نفسک من النار'' اے فاطمہ! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچانا۔ تو بھلا پیر کس مرید کو بچا سکتا ہے؟ جب تک مرید خود بخشش کی تحصیل نہ کرے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ مرشد لوگ ایک ہی نظر میں کامل کر دیں گے۔ اگر یہ صحیح ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کچھ نہ کرنا پڑتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون کامل النظر ہوگا؟ کہیں کسی کامل سے بطور خرق عادت ایسا ہو بھی گیا تو خوارق عادت میں سے ہے۔ جب نبی کا معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں، تو ولی کی کرامت کیسے ولی کے اختیار میں ہے۔ بعض سمجھتے ہیں مشکل کے وقت تعویذات

لے لیا کریں۔ یا مرشد مقبول الدعوات ہوتے ہیں۔ اکثر پیروں کی پیری مریدی چھکڈی نہیں۔ جب تک تعویذات کا کام نہ کریں۔ بعض سمجھتے ہیں انوار نظر آئیں خوب لذت استغراق ہو۔ ”طالب خدا باش، طالب لذت مباش“ طالب کو طلب خدا چاہئے نہ کہ لذت استغراق وجد و شورش۔ (محمد سعد حبیب، کہروڑ پکا)

تراویح کے بعد دعا کا حکم

ایک صاحب نے فون پر پوچھا کہ تراویح کے بعد دعا کا کیا حکم ہے؟ تو فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ جو نماز پڑھے اور نماز کے بعد یا رب یا رب کہہ کر ہاتھ اٹھا کر دعا نہ کی وہ ناقص ہے۔ ”ومن لم یفعل ذلک فھی خداج فھی خداج“ اسی طرح تراویح کے اندر تلاوت قرآن مقصود ہے اور تلاوت کے بعد دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ اس لئے دعا کرنی چاہئے۔ لیکن یہ دعا لازم بھی نہیں۔ اس لئے اگر کوئی دعا نہ کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ لہٰذا یہ ایسا مسئلہ نہیں جس میں کسی ایک پہلو پر زور دیا جائے۔ (مولانا منیر احمد منور)

رمضان میں شیاطین قید کر دیئے جانے کا مطلب

رمضان شریف میں شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں، اس کا مطلب؟ فرمایا: گناہ کرنے میں اور معصیت میں اصل نفس ہے۔ شیطان اس کے تابع ہے۔ جب نفس میں شیطان کے اثر قبول کرنے کی قوت ہوتی ہے تو شیطان اس پر اثر ڈالتا ہے۔ نفس اس اثر کو قبول کرتا ہے تو معصیت ہوتی ہے۔ رمضان میں جب انسان روزہ رکھتا ہے تو نفس کو کھانے پینے سے روکتا ہے اور نفس کمزور ہو جاتا ہے تو شیطان کا اثر بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ قید کرنے کا مطلب یہی ہے۔

سیاست معاویہ رضی اللہ عنہ کا نعرہ لگانے کی تفصیل

فرمایا: ”سیاست معاویہ زندہ باد“ کے نعرہ میں تفصیل ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے تین دور ہیں۔

ایک دور ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں گورنری کا یہ شام اور مصر کے گورنر رہے، اس وقت ان کی اپنی الگ کوئی سیاست نہیں تھی، بلکہ مرکز کے تابع تھے، جو مرکز کی سیاست ہوتی وہی ان کی سیاست تو اس دور کے اعتبار سے یہ نعرہ لگانا ”سیاست معاویہ رضی اللہ عنہ زندہ باد“ غلط ہے۔

دوسرا دور ہے ان کی خلافت کا جس میں ان کا مقابلہ رومی عیسائیوں کے ساتھ ہوا، اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی واقعی اپنی سیاست تھی اور کامیاب سیاست تھی، تو رومی عیسائیوں کے مقابلہ میں نعرہ لگانا ''سیاست معاویہ رضی اللہ عنہ زندہ باد'' درست اور صحیح ہے۔

تیسرا دور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلافات اور جنگ وجدل کا ہے، اس میں اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبہ قصاص میں خطأ پر تھے اور یہ ان کی اجتہادی غلطی تھی، جو موجبِ اجر ہے۔ جب وہ غلطی پر ہیں تو اس دور کے اعتبار سے یہ نعرہ ''سیاست معاویہ رضی اللہ عنہ زندہ باد'' غلط نعرہ ہے۔ اس میں ''سیاست علیؓ زندہ باد'' مسلک اہل السنۃ کے مطابق ہے۔

یہاں جو نعرہ لگایا جاتا ہے ''سیاست معاویہؓ زندہ باد'' تو کیا رومی عیسائیوں کو چڑانے کے لیے ان کے مقابلہ میں نعرہ لگایا جاتا ہے؟ نہیں یہ نعرہ لگایا جاتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں، جو غلط ہے، کیونکہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا موقف غلط ہے تو ''سیاست معاویہؓ زندہ باد'' کا نعرہ کیسے درست ہوسکتا ہے؟ دراصل یہ نعرہ ان لوگوں کی ایجاد ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں یزید کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے موقف کے حامی ہیں۔ ان کی طرف سے یہ نعرہ ایجاد ہوا ہے، وہی لوگ یہ نعرہ لگاتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔ کیا یہ نعرہ عیسائیوں کے مقابلہ میں لگایا جاتا ہے؟ میں تقریباً دورہ حدیث کی کلاس میں ایک دو دفعہ ضرور اس مضمون کو بیان کرتا ہوں۔ (مولانا منیر احمد منور)

فرمایا: حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہمارے لوگوں نے رافضیوں کی تردید میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو رافضیوں کے کھاتے میں ڈال دیا گیا ہے۔ یہ غلط ہے۔

(مولانا منیر احمد منور)

۷۰ رفرقے کیسے بن گئے؟

ایک طالب علم نے سوال کیا: شیعہ اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارے چار امام ہیں، ان میں اتنا اختلاف ہے کہ کتابیں بھری پڑی ہیں اور ہمارے بارہ امام ہیں، ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ حضرت الاستاذ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر ان میں اختلاف نہیں ہے تو ان کے ماننے کا دعویٰ کرنے والوں کے ۷۰ رفرقے کیسے بن گئے؟

قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے ذکر اور حضور ﷺ کی والدہ کے عدمِ ذکر کی وجہ

ایک مرتبہ حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ باب العلوم کے مہتمم جناب شیخ غلام محمد عباسی کی کوٹھی پر تشریف فرما تھے۔ چند پروفیسر حضرات آپ سے ملنے کے لئے آئے اور یہ سوال کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ذکر کثرت سے قرآن کریم میں ہے، لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی والدہ کا ذکر قرآن میں نہیں ہے؟ حضرت الاستاذ نے فرمایا: حضرت مریم علیہا السلام پر یہودیوں نے تہمت لگائی تھی اور قرآن نے ان کے حق میں صفائی دی۔ اس وجہ سے قرآن میں ان کا ذکر ہے۔ لیکن ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ کی والدہ پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکا تو قرآن صفائیاں کیوں پیش کرتا؟ اور جن پر تہمت لگی یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تو اللہ نے ان کی صفائی میں دو رکوع نازل فرمائے۔ (مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی)

حضرت خضر علیہ السلام کی حقیقت

بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ فلاں فلاں مواقع میں حضرت خضر علیہ السلام نے آ کر کسی ضرورت مند کی مدد کی ہے۔ بندہ نے عرض کیا کہ اس حوالے سے آپ کچھ فرمائیں کہ اس کی کیا حقیقت ہے؟

فرمایا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو مکاشفہ میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہا اے خضر علیہ السلام! آپ کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے کچھ آپ کے زندہ ہونے کے قائل ہیں اور کچھ آپ کو فوت شدہ مانتے ہیں۔ آپ خود ہی اس اختلاف کا حل بتائیں۔ خضر علیہ السلام نے کہا میں بھی اور سیدنا الیاس علیہ السلام دونوں فوت ہو چکے ہیں لیکن جب اللہ اپنے کسی بندہ کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں مثالی جسم دے کر دنیا میں اس کی مدد کے لیے بھیج دیتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے مدد ہے اللہ کسی بندہ کی جس طرح مدد کرنا چاہے اسے اختیار ہے۔ اس میں غیر اللہ کو مدد کے لیے نہیں پکارا گیا اس لیے کوئی اشکال کی بات نہیں ہے۔

فائدہ: حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکاشفہ سے حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے حوالے سے فریقین کے اقوال میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے کہ جن لوگوں نے انہیں زندہ تسلیم کیا ان کا مدار حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقاتیں ہیں جو دراصل خضر کے جسم مثالی سے ہوتی رہیں اور جو انہیں فوت شدہ کہتے ہیں وہ اپنی جگہ سچے ہیں۔ (مجلّہ ''الفتحیہ'' احمد پور شرقیہ)

دورۂ حدیث کو ''دورہ'' کیوں کہتے ہیں

فرمایا ہمارے مدارس میں دوسرے سال سے حدیث کا سبق پڑھانا شروع کر دیا جاتا ہے۔ ہر سال حدیث کی کوئی نہ کوئی کتاب پڑھائی جاتی ہے۔ طلباء کرام پچھلے سالوں میں بارہا حدیثیں پڑھ چکے ہوتے ہیں۔ آخری دورہ کے سال حدیثوں کا چونکہ دوبارہ ''دورہ'' کرایا جاتا ہے۔ اس لئے اس سال کو دورۂ حدیث کا سال کہتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اسی بیان میں بات کو آگے چلاتے ہوئے فرمایا: چونکہ یہ دورۂ کا سال ہوتا ہے اسی لئے جہاں ایسی حدیثیں آجاتی ہیں جو بہت آسان ہوں۔ مثلاً فضائل پر مشتمل وہاں حدیث کی محض عبارت پڑھ کر برکت حاصل کر لی جاتی ہے۔ البتہ جہاں کہیں کوئی مشکل آجائے وہاں استاد اسے سمجھا دیتا ہے۔ (مجلّہ ''الفتحیہ'' احمد پور شرقیہ)

چکی کے چلنے کا مدار لٹھ پر ہوتا ہے

فرمایا: میں (باب العلوم کے) مہتمم صاحب کے ساتھ گاڑی میں سوار تھا۔ ان سے گفتگو ہو رہی تھی۔ دوران گفتگو انہوں نے مجھ سے کہا: بس جی! میرا تو محض نام ہے ورنہ مدرسہ تو آپ مدرسین چلا رہے ہو۔ میں نے ان کی بات سن کر کہا آپ کی مثال اس لٹھ کی طرح جس کے گرد چکی چلتی ہے۔ بظاہر چکی کا چلنا دکھائی دیتا ہے اور لٹھ مخفی رہتی ہے۔ مگر چکی کے چلنے کا مدار اسی لٹھ پہ ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح مدرسین کا پڑھانا تو سب کو نظر آتا ہے اور مہتمم صاحب جو ان مدرسین کی تنخواہوں، خورد و نوش اور دیگر بہت سی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے محنت کرتا ہے۔ وہ عموماً لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوتی ہے۔ (مدیر مجلّہ ''الفتحیہ'' احمد پور شرقیہ)

قرأت فاتحہ کا مسئلہ

ایک مرتبہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ، حرم میں حافظ عبید اللہ کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ عربی شخص آ گیا۔ جب حافظ عبید اللہ نے یہ بتایا کہ یہ پاکستان کے جید علماء میں سے ہیں تو عربی نے کہا:

اتقرأ فاتحة خلف الامام؟ (کیاتم نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے ہو؟) تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ”لا“ (نہیں) عربی نے کہا: ”وقد قال رسول الله ﷺ: لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب (حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس نے امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھی) اس پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ”نعم وقد قال رسول الله ﷺ: من کان له امامٌ فقرائة الامام قرائة له“ (ہاں! اور نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس کا کوئی امام ہو تو اس کی قرأت اس کی مقتدی کی قرأت ہے)، اس نے کہا: نحن نقرأه بین سکتات الامام (ہم لوگ امام کے وقفوں کے درمیان پڑھتے ہیں)۔ اس پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ”اقال رسول الله ﷺ اقرأوٗا فاتحة الکتاب خلف الامام بین سکتات الامام؟“ (کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ تم لوگ امام کے پیچھے وقفوں کے دوران سورۃ الفاتحہ پڑھو؟) اس نے جواب دیا: ”لا“ نہیں۔ اس پر آخری حجت کے طور پر مولانا نے فرمایا: ”هٰذا اجتهاد امامکم وهٰذا اجتهاد امامنا، فنحن وانتم سواء“ (یہ تمہارے امام صاحب کا اجتہاد ہے اور یہ ہمارے امام صاحب کا اجتہاد ہے پس ہم اور تم برابر ہیں) یہ سن کر وہ لاجواب ہو گیا۔ (مولانا محمود الحسن عارف)

علماء پر مشکل وقت

مدینہ منورہ میں مولانا قاری عبدالملک بن قاری نسیم الدین قیام پذیر ہیں جو حضرت استاذ جی کے شاگرد اور آپ کے مرید ہیں۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں جب ہم مدینہ منورہ جاتے تھے تو حضرت مولانا قاری عبدالملک استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی روزانہ کی خدمت کے علاوہ ایک بار حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر ضرور لے جاتے ہیں۔ بندہ کو بھی وہ اس میں شریک کر لیا کرتے ہیں۔ ایک بار حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ اس کے گھر تشریف فرما تھے، مجھے فرمایا کہ کنزالعمال سامنے موجود ہے، اس کی جلد نمبر: ۱۱ نکال کر لاؤ۔ میں وہ مطلوبہ جلد نکال کر لایا۔ آپ نے فرمایا: اس کی کتاب الفتن نکالو۔ میں نے وہ باب نکالا، تو اس میں حدیث نمبر: ۳۱۱۸۲ پر انگلی رکھ کر فرمایا: یہ پڑھو۔ میں نے وہ حدیث پڑھی، جس میں لکھا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ علماء کرام کو اس طرح چن چن کر ماریں گے جس طرح کتوں کو مارا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب ایسا وقت آجائے تو کاش علماء اس وقت اپنے آپ کو بے وقوف بنالیں۔ یعنی گمنامی میں رہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”یأتی علی الناس زمان یقتل فیه العلماء کما تقتل الکلاب، فیالیت العلماء فی ذالک الزمان تحامقوا“ (الدیلمی عن ابن عباس)

جب یہ حدیث پڑھی، حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح فرمائی تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ ہمیں تو لکھنا بھی پڑتا ہے۔ قادیانیت کے موضوع پر بولنا بھی پڑتا ہے۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم تو اہل عزیمت میں سے ہو، یہ حدیث تو اہل رخصت کے لئے ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح جہاں ایک حدیث کی طرف راہنمائی فرمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کی صداقت کی نشان دہی فرمائی، وہاں یہ بات بھی بتادی کہ علمائے کرام کا قتل وقتال اور ظلم وفساد قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اور ایک مزید یہ بات بھی بتادی کہ علمائے کرام کو موجودہ حالات میں بلاضرورت زیادہ نمایاں ہونے کی ضرورت نہیں، وہ گوشۂ گمنامی میں رہ کر دین کی خدمت بجالاتے رہیں تو یہ ان کے لئے بھی اور مسلمانوں کے لئے بھی زیادہ مفید ہے۔ (مفتی خالد محمود، کراچی)

مزاج شناسی

دو لڑکوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں ماں کی شکل وصورت پر ہیں، یہ سن کر حیران ہوا، کیونکہ ان دو لڑکوں کی مائیں تو کجا آپ نے ان کے باپ بھی نہ دیکھے تھے، نہ ان سے ملاقات نہ شناسائی اور نہ ان کا علاقہ دیکھا، اس لیے میں نے پوچھا: حضرت! آپ کو کیسے پتہ چلا؟ فرمایا: میں نے تو اندازہ کیا تھا، لیکن ان سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ واقعی وہ ماں کی شکل وصورت پر ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو بچے ماں کی شکل وصورت پر ہوتے ہیں، ان پر ماں کا مزاج اور ماں کی عادات غالب ہوتی ہیں اور عورت کے مزاج میں محبوبیت اور ضد ہوتی ہے، وہی صفات اس بچے میں منتقل ہوتی ہیں اور جو بچے باپ کی شکل وصورت پر ہوتے ہیں، ان میں شجاعت، جرأت اور حکمرانی کا مزاج ہوتا ہے اور بچوں کی تربیت واصلاح کے لیے ان کی نفسیات کا لحاظ رکھ کر انداز تربیت اختیار کرنا پڑتا ہے، اس لیے میں کسی لڑکے کو قریب کرنے اور تربیت میں لینے سے پہلے اس کی نفسیات کو سمجھنے کے لیے جائزہ لیتا ہوں کہ یہ بچہ باپ کی شکل وصورت پر ہے یا ماں کی شکل وصورت پر اور اکثر میرا اندازہ اس بارے میں صحیح ہوتا ہے تو بچے کی تربیت میں نفسیات کی رعایت آسان ہوجاتی ہے، جو بچہ ماں کی شکل وصورت پر ہوتا ہے، اگر قیادت اس کے پاس ہو اور لیڈر شپ اس کو حاصل ہو اور وہ رہنما ہے تو کارکن اس سے زیادہ مانوس ہوتے ہیں کہ شفقت اس میں

زیادہ ہوتی ہے اور شفقت کی وجہ سے کارکن خوش اور مانوس رہتے ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ عاشقیت اور محبوبیت افضل ہے یا معشوقیت اور محبت افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ میں شانِ محبوبیت غالب ہے، آپ ﷺ نے خود اپنے ساتھ محبت کی ترغیب دی ہے، پس امت محبّ ہے، حضور ﷺ محبوب ہیں، وجہ یہ ہے کہ محبوبیت کی وجہ سے محبین میں صفات و عادات محبوب والی منتقل ہوتی ہیں، محبوب کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔ (مولانا منیر احمد منور)

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا میں کسی کے متعلق اپنے ادراک کا اظہار نہ کروں تو الگ بات ہے ورنہ مجھے آدمی کے سمجھنے اور پہچاننے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔ (مولانا محمد عمیر شاہین)

مستجاب الدعوات

۱...... مدینہ منورہ میں روضۂ رسول پر حاضری کے بعد میری دلی خواہش تھی کہ آج عید پڑھ کر روانہ ہوں اور کل دوبارہ عید اپنے بچوں کے ساتھ پاکستان جاکر گزاروں۔ چنانچہ اس کے لئے مدینہ سے جدہ پہنچے وہاں پہنچ کر میں نے بڑی کوشش کی۔ لیکن کسی طرح بھی پاکستان آنے کی اس وقت کوئی صورت نہیں بن رہی تھی۔ میرا پریشانی سے برا حال ہو رہا تھا کہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ دعا فرمائیں تو حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ پریشان نہ ہو، کام بن جائے گا اور وہیں چادر لے کر آرام کی نیت سے لیٹ گئے۔ میں دوبارہ اسی سلسلہ میں کہیں چلا گیا تو استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے مستورات (جو ہمارے ساتھ تھیں) سے فرمایا کہ کام ہو جائے گا۔ یہ بیچارہ بلاوجہ پریشان ہو رہا ہے۔ آخر جب میں اپنے طور پر تمام حربے آزما چکا۔ تھک ہار کر واپس ان حضرات کے پاس آیا تو استاد جی رحمۃ اللہ علیہ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کام ہو جائے گا۔ اب تم بھی آرام کرلو۔ تو میں نے بے تکلف انداز میں کہہ دیا کام کیسے ہو جائے گا؟ تو مسکرا کر فرمایا تم آرام کرلو۔ ابھی ان باتوں کو تھوڑی دیر بھی نہ گزرنے پائی تھی کہ کسی نے آواز دی اور کہا کہ اپنے کاغذات لے کر فلاں جگہ جاؤ۔ ابھی تمہارا کام ہو جائے گا اور چنانچہ ایسا ہی کیا تو ہمارا کام ہو گیا اور بڑی آسانی سے ہم پاکستان پہنچ گئے۔ (حافظ عبدالرشید، کراچی)

استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا بہت جلد قبول ہوتی تھی۔

۲...... بھائی کاشف کو ڈینگی بخار ہوا۔ روز بروز صحت بگڑنے لگی۔ بڑے جتن کئے۔ لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا۔ ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' اس کے بعد استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں یہ بات لائی گئی۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی اس کے بعد بہت جلد صحت یاب ہو گئے۔

۴...... بندہ نے تقریباً درجہ رابعہ سے لے کر درجہ دورۂ حدیث تک تعلیم جامعہ اسلامیہ باب العلوم میں ہی حاصل کی ہے۔اسی دوران حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت ہی انسیت اور محبت کا تعلق قائم ہوگیا تھا۔حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بہت ہی جامع شخصیت تھی۔ ہر لحاظ سے کامل انسان تھے۔دوران تعلیم مجھے گردہ میں پتھری کی شکایت ہوئی۔ میں فیصل آباد ڈاکٹر صولت نواز سے علاج کے لئے جاتا تھا۔ایک دفعہ حضرت اقدس مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ کے ہمراہ ڈاکٹر صاحب کے ہاں جانا ہوا۔ڈاکٹر صاحب نے کافی مشاورت کے بعد فرمایا کہ شعائیں لگوانی پڑیں گی یا پھر آپریشن ہوگا۔حضرت اقدس ناظم اعلیٰ صاحب نے سنتے ہی فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب ہم نے حافظ محمد انس کا آپریشن نہیں کروانا۔آپ اس کو دوائیاں لکھ کر دیں۔ یہ دوائیاں استعمال کرے گا۔انہوں نے دوائیاں تجویز کیں۔میں نے علیحدگی میں ڈاکٹر صاحب سے بات کی کہ تکلیف کی شدت مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔میں حضرت کو ملتان پہنچا کر پھر واپس آتا ہوں۔ خیر فیصل آباد سے چل پڑے۔ راستہ میں میں نے حضرت کو عرض کی کہ تکلیف بہت ہے۔ برداشت سے باہر ہے۔آپ نے ڈاکٹر صاحب کو منع فرمادیا ہے۔اب میں کیا کروں۔

حضرت مدظلہ نے ایک واقعہ سنایا کہ سردار محمود خان لغاری ''چوٹی زرین'' کے ہوتے تھے۔علماء سے بہت محبت کرتے تھے۔ان کی اہلیہ کے پتہ میں پتھری ہوگئی۔ڈاکٹروں نے آپریشن تجویز کیا۔ وہ عورت بہت ہی زیادہ نیک خاتون تھی۔ ڈاکٹروں سے علاج کے سلسلہ میں ہونے والی بے پردگی کی صورت میں بہت پریشان تھی۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کررکھی تھی۔ مجبوراً آپریشن کے لئے جاتے ہوئے اپنے خاوند سے کہا کہ میرے شیخ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کروانی ہے۔لغاری صاحب اپنی اہلیہ سمیت حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پہنچ گئے۔ حضرت درس قرآن دے رہے تھے۔ درس سے فارغ ہوئے تو لغاری صاحب کو دیکھ کر حضرت نے فرمایا۔ لغاری صاحب کیسے آنا ہوا؟ اس نے سارا واقعہ بیان کیا کہ اہلیہ آپ کی مریدنی ہے۔اس کو پتہ میں پتھری ہے۔ آج آپریشن ہے۔ دعاؤں کے لئے حاضری ہوئی ہے اور اہلیہ گاڑی میں بیٹھی ہوئی ہے۔حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے وہیں دروازے میں کھڑے ہوکر اس پر دم کیا۔ وہ ہسپتال چلے گئے۔ڈاکٹروں نے چیک اپ کیا تو پتھری نہیں تھی۔انہوں نے پھر چیک اپ کیا۔لیکن پتھری ہوتی تو ملتی۔اب ڈاکٹر پریشان ہوکر لغاری صاحب سے کہنے لگے۔لغاری صاحب ہماری دو دن سے پہلے کی رپورٹیں بتاتی ہیں کہ پتھری تھی۔لیکن اب مشینیں بتارہی ہیں کہ پتھری نہیں ہے۔تو

اصل بات آپ بتائیں کہ معاملہ کیا ہے؟ لغاری صاحب نے بتایا کہ اور تو کچھ نہیں بس حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے دم کروا کر آئے ہیں۔

حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے جیسے ہی بات ختم فرمائی میں نے آگے سے کہہ دیا کہ حضرت جی اب حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کہاں سے لائیں کہ ان سے دعا کرائیں؟ حضرت ناظم اعلیٰ صاحب مدظلہ نے فرمایا۔ حافظ انس! تم بھی عجیب آدمی ہو۔ بھئی آپ کے مدرسہ میں ہمارے حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں ناں۔ یہی اب حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان سے دعا کرالو۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب سے طے کر کے آیا تھا کہ میں واپس آؤں گا۔ ملتان پہنچ کر میں دوبارہ فیصل آباد کے لئے چل پڑا۔ وہاں گیا چیک اپ ہونے کے بعد آپریشن کے لئے دن تجویز ہوگیا۔ چار دن کے بعد کا ٹائم تھا۔ میں وہاں سے مدرسہ باب العلوم میں آ گیا۔ رات گزاری۔ صبح حضرت استاذ جی کے پاس چلا گیا۔ استاذ جی سے عرض کی کہ مجھے پتھری ہے آپ دم کر دیں۔ استاذ جی نے فرمایا: بیٹا! میں دم وغیرہ نہیں کرتا۔ میں نے ضد کی کہ نہیں استاذ جی ہر حال میں دم کرنا ہی پڑے گا۔ لیکن حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نہ مانے۔ ضد میں، میں بھی اپنی مثال آپ۔ میں نے سارا واقعہ حضرت استاذ جی کو سنا دیا کہ اس اس طرح واقعہ ہوا ہے اور حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے آپ کا نام فرمایا ہے کہ اب حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ آپ ہیں۔

حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص انداز میں ہنس پڑے۔ اب میں حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ مسکراہٹ آپ کو کیسے سمجھاؤں؟ جن حضرات نے حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کو مسکراتا دیکھا ہے اور فطرت سلیمہ کے ساتھ اس کو نوٹ کیا ہے تو یقیناً وہ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے مسکرانے پہ اب بھی قربان جاتے ہوں گے۔ پھر حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا بھئی ''مولوی انس'' اگر ضد کر ہی گئے ہو تو دعا کرتے ہیں اللہ رب العزت خیر فرمائیں گے۔ قارئین کرام! یقین کامل جانئے کہ ٹھیک دوسرے دن پتھری خود بخود نکل گئی۔ (حافظ محمد انس)

۴...... ایک مرتبہ رمضان المبارک میں ایک افسر نے مجھے کہا کہ آپ کی بلڈنگ توڑی جائے گی۔ آپ کے پاس دو تین دن ہیں اپنا انتظام کرلو۔ یہ حکم نامہ اس افسر کی جانب سے سن کر بڑا صدمہ ہوا اور زیادہ فکر اس وجہ سے لاحق ہوئی کہ میرا ہر رمضان قرآن کریم سنانے کا الحمدللہ معمول رہا۔ اگر اس کام میں لگتا ہوں تو ڈر ہے کہیں مصلیٰ میں خلل نہ آئے۔ بہت سوچ و بیچار کے بعد استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کو کہروڑ پکا فون کے ذریعے اطلاع دی۔ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے حسب معمول تسلی دیتے

ہوئے فرمایا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔اس کے بعد جب میں سویا تو خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا اژدھا میری طرف آرہا ہے۔اچانک استاد جی رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف بڑھے اور اس اژدھا کے منہ سے دانت نکال کر پھینک دیئے۔دو دن بعد اطلاع ملی کہ اس موصوف افسر کا تبادلہ ہو گیا ہے اور اس کے بعد جب اس افسر سے ملاقات ہوتی تو بڑے ادب سے پیش آتا۔(حافظ عبدالرشید، کراچی)

حکیم العصر بحیثیت خطیب

ایک کامیاب خطیب کے لئے بنیادی طور پر جو چیزیں ضروری ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں: (۱) وسعت مطالعہ۔(۲) از اول تا آخر ایک موضوع پر سیر حاصل گفتگو۔(۳) تقریر میں تنوع یعنی موضوع ایک ہو لیکن اس پر تقریری مواد آیات، احادیث، اقوال، اشعار، واقعات، لطائف پر مشتمل ہو۔(۴) پھر یہ سارا مواد مرتب ہو۔(۵) عام فہم اور سہل انداز ہو۔(۶) زبان صاف ہو، بیان میں تسلسل اور روانگی ہو اور اس میں ادب کا رنگ بھی جھلکتا ہو۔(۷) کامیاب خطیب وہ ہے کہ جب وہ خطاب ختم کرے تو سامعین اس کو اپنے ہم خیال نظر آئیں۔استاذ محترم کے متعلق ہماری ایک بزرگ شخصیت نے کہا تھا کہ غیر شعوری طور پر حق بات دل میں اتار دینا ان کا کمال ہے اور یہ ہی ان کا تعارف ہے۔دار العلوم کبیر والا میں کمشنر ملتان کو مدعو کیا گیا جب کمشنر صاحب کی صدارت میں دار العلوم کی مسجد میں اجتماع منعقد ہوا تو خطاب کے لئے حضرت استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب ہوا آپ نے دینی تعلیم کی اہمیت اور عظمت قرآن کے عنوان پر بہت ہی عمدہ خطاب کیا جس سے کمشنر صاحب اتنے متاثر ہوئے کہ وہ بھی داد دینے پر مجبور ہو گئے۔الحمد للہ ہم جب حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کو بحیثیت خطیب دیکھتے ہیں تو وہ ان سب اوصاف سے متصف نظر آتے ہیں جو ایک خطیب کے لئے ضروری ہیں۔ایک موقع پر حضرت نے فرمایا: میں تقریر کے حوالہ سے اپنی ایک خوبی اور ایک خامی جانتا ہوں۔میرے اندر قوت بیان ہے قوت گویائی نہیں یعنی میرے اندر یہ تو قوت ہے کہ صاف ستھرے واضح انداز میں بات سمجھا سکوں لیکن دیر تک بولتے رہنے اور کئی کئی گھنٹے طویل تقریر کرنے کی قوت نہیں ہے۔ (مولانا منیر احمد منور)

کبیر والا کی نور مسجد میں خطابت

حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ جس طرح ایک بہترین معلم و مدرس تھے اسی طرح ایک اعلیٰ درجہ کے خطیب بھی تھے۔کبیر والا میں آپ کی پرمغز تقریریں ہوتی تھیں جس کی وجہ سے شہر کے

لوگ آپ کے گرویدہ تھے اور ایک بہت بڑا حلقہ عقیدت مندوں کا آپ کے ساتھ رہتا تھا۔

”جب آپ جمعہ کے خطبہ کے لئے نور مسجد جاتے تو طلباء کا ایک جمِ غفیر آپ کے اردگرد ہوتا۔ آپ کا بیان انتہائی سادہ ہوتا۔ عوام وخواص آپ کے بیان کو بڑی دلچسپی کے ساتھ سماعت کرتے تھے۔ آپ دینی کتب کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ اخبارات کو دیکھتے تھے تاکہ حالات حاضرہ سے آگاہی بھی ہو سکے۔ اپنے اسباق اور بیانات میں حالات حاضرہ پر ضرور تبصرہ فرماتے تھے۔“ (مولانا محمد احمد بہاولپوری)

”ایوب کے دور میں عائلی قوانین کا فتنہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے ذریعہ کھڑا کیا گیا تو اس وقت حضرت دارالعلوم کبیروالا میں مدرس تھے اور کبیروالا کی نور مسجد میں خطیب تھے۔ حضرت نے ایوبی آمریت کی پرواہ کئے بغیر خطبات جمعہ میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے درآمد کردہ عائلی قوانین کی خوب تردید کی اور اس کے مقابلہ میں اسلام کے عائلی قوانین کی برتری اور بہتری کو ثابت کیا۔ کاش وہ ریکارڈ بھی محفوظ ہو جاتا تو وہ بڑا علمی ذخیرہ ہوتا۔“ (مولانا منیر احمد منور)

اسی طرح بھٹو دور میں جب سوشلزم کا شور اٹھا تو حضرت نے سوشلزم کے رد میں جمعہ کے بیان میں متعدد خطبے دیئے اور اس کے مقابلے میں اسلام کے اقتصادی ومعاشی نظام کی افادیت ونافعیت کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا۔ اس موقع پر آپ نے جمعیۃ علماء اسلام کے منشور کی خوب کھل کر حمایت کی اور اس کی تائید پر کئی خطبات دیئے۔ آپ کے یہ بیانات اتنے مدلل اور مؤثر ہوتے کہ مسجد کے باہر سڑک پر بھی لوگ ہوتے، اس نور مسجد میں آپ نے ۱۴ سال تک بلا معاوضہ خطبہ جمعہ کے فرائض انجام دیئے۔“ (مولانا منیر احمد منور)

خصوصیات خطبات

ان خطبات میں استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی مسلک حق (مسلک علمائے دیوبند) پر پختگی، صوفیانہ عظمت اور علمی سطوت کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ اس وقت باطل پوری دنیا میں اپنے لٹریچر کے ذریعے ضلالت کو فروغ دے رہا ہے ایسے حالات میں استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وعملی، تحقیقی ونظریاتی جواہر سے فائدہ اٹھانا انتہائی ضروری ہے اور اس پرفتن دور میں ”خطباتِ حکیم العصرؒ“ کا مطالعہ اُمت کے لیے ہدایت کی روشنی پھیلانے اور علم کی خوشبو عام کرنے کا سبب بنے گا ۔

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے　　کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے اندازِ بیاں اور

استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات میں کامل بزرگوں کے مستند واقعات اور اربابِ ارشاد و

تلقین کے حالات بھی ہیں، آپ کے خطبات میں سہل انداز میں علمی مواد بھی ہے اور طرز بیان بھی کوئی مخصوص نہیں ہے اس لیے یقیناً یہ خطبات عوام الناس، علماء، مبلغین، مدرسین حضرات غرضیکہ تمام وہ اشخاص جو کسی بھی شعبہ سے تعلق رکھتے ہوں ان کے لیے یکساں مفید اور سامانِ ہدایت ہیں۔ کیونکہ کسی بھی عالم کی زبان میں تاثیر اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ ان تین صفات سے ضرور متصف ہو: ۱- اخلاص۔ ۲- علم پر عمل۔ ۳- میدانِ علم میں قرآن وسنت کی روشنی میں مخصوص تحقیق۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ میں یہ تینوں صفات بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ خطبات عام روایتی طریقے سے ہٹ کر خالصتاً عقائد واعمال کی اصلاح کے لیے ایک راہنمائی کی حیثیت رکھتے ہیں اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی شان کے حامل ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ کے فضل وکرم اور انعام واکرام سے اور استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی دعاؤں کی برکت سے مختصر اور قلیل تر عرصہ میں دس جلدیں شائع ہو کر عوام وخواص سے مقبولیت حاصل کر چکیں اور ہاتھوں ہاتھ لی گئیں۔ آپ نے اپنے خطبات میں دین حق کی ترجمانی کا حق ادا کیا ہے۔ آپ کا انداز بیان محققانہ اور عام فہم ہونے میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ اس پر مزید یہ کہ اخلاص وللّٰہیت کے جذبے سے سرشار آپ کی ہر بات ''از دل خیزد و بر دل ریزد'' کا عین مصداق ہے۔

خطبات حکیم العصر میں شامل بیانات میں سے چند کے عنوانات

توحید باری تعالیٰ، روشن خیالی کیا ہے، ولادتِ رسول ﷺ، رحمت کائنات ﷺ کے بچپن کے حالات، حب رسول، حب مدینۃ الرسول، عظمت قرآن، ختم بخاری، ماہِ محرم اور اسلامی تقویم، احکامِ ماہِ محرم، تقویٰ کی حقیقت اور طائفہ منصورہ، اہمیت علم، عقیدہ حیات، عقیدہ معاد کی حقیقت واہمیت، قبر اور برزخ کا مفہوم، اہل برزخ کو عذاب وثواب قبر میں ہوتا ہے، موت کی کیفیت، مسئلہ ایصالِ ثواب، علامات قیامت، دخان مبین، دجال کی سواری، یاجوج ماجوج، عقائد اخلاق، درحاضر کے بارے میں اکابر کا نقطہ نظر، اصلاح وارشاد، پریشانیوں کے اسباب اور ان کا حل، دینی مدارس اور کالج، تاریخ علمائے دیوبند، اہمیت پردہ، سورج گرہن، عورت اور تعلیم، طلبانِ علومِ دینیہ کا مقام، اہل حق طبقہ کی پہچان، دنیاداروں کی علماء پر طعنہ زنی میں ہمارا طرز عمل، مدارس کی اہمیت، ظالموں کی طرف میلان، قیامِ پاکستان۔

جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف خطباتِ حکیم العصر کے متعلق لکھتے ہیں: ''آپ کے

خطبات میں کمال درجے کی گہرائی اور گیرائی پائی جاتی ہے۔آپ اپنے حاضرین اور شاگردوں کی نفسیات کو سمجھ لیتے تھے اوران کے ذہنوں میں ابھرنے والے خیالات کا کھوج لگا لیتے تھے اسی کے مطابق گفتگو فرماتے اوران کے ہونٹ ہلنے سے پہلے ہی ان کے سوالوں کا جواب دے دیتے، ان کی گفتگو سننے والوں کی حالت ایسی ہوتی جو غالب نے بیان کی ہے ؂

دیکھ کر تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا   میں نے جانا یہ بھی گویا میرے دل میں ہے

آپ روایتی قسم کے دروس کے مقابلے میں اپنے کو کتاب یا مضمون یا موضوع تک محدود نہیں رکھتے تھے بلکہ آپ کی گفتگو کا کینوس بڑا وسیع ہوتا تھا وہ طلباء کے ہمہ قسم کے سوالات کے جوابات بھی دیتے اور ملکی یا عالمی سطح پر ہونے والے کئی دینی یا سیاسی مسائل کے بارے میں قرآن و سنت کی روشنی میں رہنمائی بھی کرتے اور بات سے بات یوں نکلتی اور پھیلتی چلی جاتی کہ جیسے وہ گویا تسبیح کے دانے ہوں بہت جلد وہ اپنی گفتگو اور اپنے الفاظ سے علم وادب کا ایسا دائرہ بنا دیتے جس کی خوشبو بہت سحر انگیز ہوتی۔خارجی مسائل میں آپ کی جچی تلی رائے کو بہت پسند کیا جاتا۔“

(مفتی ظفر اقبال، چیچہ وطنی)

بشارات

ا...... ہمارے مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے قاری محمد مدنی جو کہ حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں انہوں نے حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے چند دن بعد خواب میں زیارت کی اور پوچھا استاد جی! سنا تھا، موت کی سختی ہوا کرتی ہے تو آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ ہنس پڑے اور فرمایا۔ہاں بس تھوڑی سی محسوس ہوئی تھی۔پھر فرمایا: میں باب العلوم کی نگرانی کر رہا ہوں۔

وہی محفوظ رکھے گا میرے گھر کو بلاؤں سے   جو بارش میں شجر سے گھونسلے گرنے نہیں دیتا

۲...... مولانا محمد عمران مدرس باب العلوم کہروڑ پکا نے سنایا کہ میری مسجد کے ساتھ ایک میڈیکل سٹور والا مولوی صاحب (محمد امیر ساجد) ہے۔اس نے استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بالا خانہ پر لے گئے۔وہاں عمدہ ترین کھانے لگے ہوئے۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ لو بھائی کھاؤ ہماری دعوت ہے، تو آنکھ کھل گئی۔

۳...... مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی دامت برکاتہم العالیہ نے سنایا کہ مولانا عبدالکریم ندیم مدظلہ العالیہ نے خواب دیکھا ہے کہ مہمان خانہ ہے چار صوفے لگے ہوئے ہیں۔ایک پر آ کر

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ گئے۔ دوسرے پر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تیسرے پر حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ چوتھے پر حضرت خاکوانی مدظلہ۔ صبح اٹھے تو خبر سنی کہ خاکوانی صاحب مدظلہ العالیہ نائب امیر بن گئے ہیں۔ (مولانا محمد شاہد ندیم، چناب نگر)

۴...... مدینہ منورہ میں ایک دن استاد جی رحمۃ اللہ علیہ چھتریوں والے حصے میں بیٹھے تھے اور یہیں پر آپ کا بیٹھنے کا معمول تھا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے حضرت اخلد مدنی مدظلہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔ ساتھ ہی مولانا شیر محمد علوی لاہور والے وہ بھی تھے تو نواسہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو رات کے طعام کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا کہ آج تو ہماری کہیں اور دعوت ہے۔ لیکن پھر فرمایا کہ چلوان کو آج ہم منع کر دیتے ہیں۔ آج آپ کی طرف چلتے ہیں۔ آپ بڑے آدمی ہیں نسبت کے لحاظ سے، تو عشاء کے بعد ہم لوگ مطلوبہ جگہ پر پہنچے۔ چونکہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو ہی صرف انہوں نے کہا تھا تو جب وہ ملے یعنی نواسہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ تو فرمایا آپ نے کہ میرے ساتھ چار افراد اور بھی ہیں تو مولانا اخلد ہندوستانی انداز میں بولے۔ حضرت یہ کیا بات فرمادی آپ نے۔ جتنے بھی ہیں چاہے سو ہوں۔ سب چلیں گے۔ اس پر ہم سب یعنی حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عبدالرشید، قاری عزیز الرحمٰن، حافظ طلحہ اور (احمد) احقر۔ بہت پرتکلف دعوت تھی اور خالص ہندوستانی انداز میں خاص طور پر حلیم۔ رات کو وہ ہمیں دوبارہ حرم چھوڑ گئے اور ہم لوگ ہوٹل آ گئے۔ رات کو حضرت قاری صاحب کو خواب آیا۔ یہ سارا واقعہ اسی خواب کو ذکر کرنے کے لئے تھا کہ خواب میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی اور خواب میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کی مہربانی کہ آپ حضرات نے ہماری دعوت قبول فرمائی۔ یہ صرف استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت اور عقیدت کا نتیجہ تھا۔

۵...... وفات سے ایک ہفتہ قبل وہاڑی ایک جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ جنازے کے بعد مولانا ظفر احمد قاسم کے مدرسے میں بیٹھے ہوئے فرمایا کہ رات کو میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ میرے والدین مجھے بلا رہے ہیں اور میں جانے سے انکار کر رہا ہوں۔ آخر وہ دن بھی آ گیا۔ جس کی طرف استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے والدین بلا رہے تھے۔

(احمد عبید ارشد، لاہور)

۶...... استاد محترم کے انتقال کے چند روز بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کھلی ہے اور آپ ایسے ہی آرام فرما ہیں جیسے کہ اپنی زندگی میں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے کروٹ لی اور اٹھ کر میرے ساتھ باب العلوم کی مسجد میں تشریف لائے۔

۷...... دوسرا خواب میں نے دیکھا کہ میں اپنے دوست حضرت مولانا منیر فرقان کے ساتھ کہروڑپکا گیا ہوں۔ مولانا منیر کہنے لگے: واپس چلیں۔ تو میں نے کہا میں اپنے استادوں سے ملے بغیر کبھی نہیں جاسکتا اور میں باب العلوم گیا۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر حاضری دی۔ دیکھا کہ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبر مبارک سے باہر تشریف فرما ہیں اور پاؤں پھیلا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں مبارک دبانے لگا تو فرمانے لگے: بیٹا! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ الحمدللہ!

۸...... میرے شاگرد نے خواب دیکھا کہ استاد جی حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ فاروقیہ چوک امام صاحب سیالکوٹ کی مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں۔ استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی محمد داؤد سے کہا: بیٹا! لوگوں سے کہو جس نے بیعت کرنی ہے جلدی کرو۔ میں نے مدینہ منورہ جانا ہے۔ (مفتی محمد داؤد نفیس، سیالکوٹ)

۹...... حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دو تین دن پہلے میں نے خواب دیکھا، جگہ تو مجھے یاد نہیں رہی اور نہ اس جگہ کی پہچان ہوئی، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں، ایک عالم آئے، انہوں نے حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھے اور اپنا منہ حضرت کے منہ پر رکھ دیا، مگر حضرت نے نہ رکھنے دیا، اس کے بعد میں (مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت کے دونوں کندھوں پر ہاتھ رکھا اور حضرت نے میرے منہ پر اپنا منہ رکھا اور لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا، میں اس کے بعد خواب میں ہی کہتا ہوں: آج ہمارا شمار بھی شیوخ حدیث میں ہو گیا۔ اس کے بعد میں آپ کو فون پر بلاتا ہوں کہ شیخ الحدیث آئے ہیں، لیکن فون پر آپ سے رابطہ نہیں ہوتا۔

۱۰...... فرمایا کہ ۲۰۰۲ء یا ۲۰۰۳ء کی بات ہے کہ میں اکثر روضہ کے پاس قریب دور جہاں بیٹھا، یہ درخواست کرتا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے لیے دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے اقوال کی صحیح سمجھ نصیب فرمائیں اور اس کی نشرواشاعت کی توفیق دیں۔ اتنے میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، مجھ سے حال پوچھا، میں نے کہا: کبائر سے محفوظ ہوں، البتہ وسوسے آتے ہیں، فرمایا: دین کی نشرواشاعت کی برکت سے یہ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ میں یہ سمجھا کہ یہ دعا کی قبولیت کی طرف اشارہ ہے۔ (مولانا منیر احمد منور)

تلک عشرۃ کاملۃ

حضرت کی زندگی کا آخری خطاب

حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے چند لمحات قبل وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مرکزی دفتر ملتان میں، ملتان ڈویژن کے مدارس کے مہتممین اور ذمہ داران حضرات سے جو خطاب فرمایا وہ ہدیۂ قارئین ہے:

”قال رسول اللہ ﷺ: لا ایمان لمن لا امانة له، ولا دین لمن لا عهد له“ (مسند احمد: ۱۳۱۹۹)

منتظمین نے اگرچہ میرے لئے وقت کی وسعت رکھی ہے، لیکن میں موقع محل کی رعایت رکھتا ہوا نہایت مختصر خطاب آپ سے کرتا ہوں۔ یہ روایت جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے، یہ تقریباً حدیث کی ہر کتاب میں مذکور ہے۔ سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ:

”جو امانت دار نہیں، وہ مومن نہیں اور جو اپنے عہد کی پابندی نہیں کرتا وہ دین دار نہیں۔“

مومن کے لئے امانت کی پابندی ضروری ہے۔ دین دار کے لئے اپنے عہد کی پابندی ضروری ہے۔ میں کوشش کروں گا جس طرح سے ہمارے ہاں مدارس میں، کتابوں میں ایک متن ہوتا ہے، ایک شرح ہوتی ہے۔ متن میں آپ کو دیتا ہوں اور اس کی شرح آپ اپنی جگہ جس طریقہ سے مناسب ہو کر دیں۔ اکثر و بیشتر علماء کی محافل میں آنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ علماء کی تقریریں سننے کا موقع بھی ملتا ہے اور آج کل یہ مجالس ہو ہی رہی ہیں۔ عمر اور بیماری کا تقاضا ان جذباتی باتوں کی اجازت نہیں دیتا، لیکن پھر اپنے منصب کا تقاضا سامنے رکھتے ہوئے حاضر ہو جایا کرتا ہوں۔ لیکن میرا اندازِ گفتگو زیادہ تر ایک دوسرے پہلو میں ہے۔ اپنے حکام اور اپنے پاکستان کے بڑے موجود اور جو پہلے گزرے ہوئے ہیں، تو یوں کہہ لیجئے جیسا کہ مشہور ہے کہ: ”جو خوگرِ حمد ہو اس سے کبھی کبھی کوئی گلہ شکوہ بھی سن لینا چاہئے۔“ ہمارے بیان کا رجحان جو اکثر و بیشتر ہے اور وقت و موقع کے مطابق ہے، انکار نہیں۔ ہم اپنے وفادار ہونے کا اپنے حاکموں کو پُر زور طریقہ سے یقین کراتے ہیں کہ ہم وفادار ہیں۔ ہم بے وفا نہیں ہیں۔ ہمارے اوپر اعتبار کر لو ہم دشمن نہیں ہیں۔ ہم دوست ہیں۔ اعتماد کر لو ہم پر۔ لیکن میں کیا کہوں جس وقت حالات پر نظر ڈالتا ہوں تو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام حکایات کے انداز میں جو ہوا کرتا ہے، اس کے بعد وہ ایک شعر کہتے ہیں جو خلاصہ ہوا کرتا ہے بہت سارے حالات کا۔ شیخ کہتے ہیں کہ:

بفرمان دشمن، پیمانِ دوست شکستی بلین از کہ برید و باکہ پیوستی

فارسی کا دور ختم ہو گیا ہے، اس لئے شاید آپ حضرات نہ سمجھے ہوں۔ دشمن کے کہنے پر تم نے دوست کا پیمان توڑ دیا ہے، ذرا غور تو کر لو! کس سے توڑ رہے ہو؟ کس سے جوڑ رہے ہو؟؟؟

آپ حضرات میں سے اکثر نے، سب کے متعلق تو میں نہیں کہتا۔ پاکستان کی تحریک کتابوں میں پڑھی ہو گی اور میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ پاکستان سے پہلے کے جلسے اٹینڈ کئے ہیں، جلوس دیکھے ہیں، گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگایا کرتے تھے۔ پاکستان کا مطلب کیا؟ **لا الٰہ الا اللہ**۔ جب تقسیم ملک کا نظریہ شروع ہوا تو ہمارے حضرات میں کچھ متفق نہیں تھے، بالکل اقرار ہے اور کچھ حضرات متفق تھے۔ کراچی سے ہمارا بزرگوں کا رسالہ نکلتا ہے ''البلاغ'' اس میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون شائع ہوا تھا۔ حضرت مولانا شبیر علی تھانوی کی وفات کے موقع پر اور ان دنوں حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس تحریک کے زور پکڑنے سے پہلے وفات پا گئے تھے۔ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: مسلم لیگ کا وفد تھانہ بھون آیا، مولانا شبیر علی کے پاس۔ یہ سگے بھتیجے ہیں حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اور مولانا شبیر علی ان کو لے کر میرے پاس آ گئے۔ میں ''البلاغ'' کی بات سنا رہا ہوں آپ کو، تو مولانا شبیر علی جا کر حضرت (مولانا ظفر احمد عثمانی) کو کہتے ہیں کہ بھائی جان! کیونکہ آپس میں ماموں پھوپھی کے بیٹے ہیں، آپ کا خیال ہے کہ پاکستان بننا چاہئے؟ میں نے کہا: ہاں! تو میں نے جب کہا کہ پاکستان بننا چاہئے تو کہا کہ پھر آپ حضرات کو میدان میں نکلنا پڑے گا! کیونکہ یہ حضرات جو وہاں ملاقات کے لئے گئے تھے۔ ایک تھے، دو تھے، کتنے تھے؟ اس کی تعداد مجھے معلوم نہیں، آئے ہیں میرے پاس مجھے آ کر کہتے ہیں کہ ہم پاکستان کی تحریک کے متعلق جب عوام سے بات کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ وہاں اسلامی قانون ہو گا۔ خلافتِ راشدہ قائم ہو گا اور مسلمان اپنی زندگی گزارنے میں آزاد ہوں گے، تو جب ہم عوام کے سامنے جا کر یہ اعلان کرتے ہیں تو عوام ہم سے کہتے ہیں کہ: تم کیا پاکستان بناؤ گے تمہاری شکلیں تو مسلمانوں جیسی نہیں ہیں؟ یہ آگے سے جواب نہیں دے سکتے، اس لئے آپ حضرات کو نکلنا ضروری ہے میں آپ کو آخری جڑ بتا تا ہوں کہ اگر علماء کرام ان کے ساتھ نہ ہوتے تو یہ مسلمان شہری ہرگز ان کے نعرے پر اعتماد نہ کرتے۔ یہ بنیادی بات ہے جو میں کہہ رہا ہوں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ پاکستان کی بنیادیں بنائی علماء نے ہیں۔ ورنہ تمہاری شکلیں اور تمہارا کردار دیکھ کر تو کوئی تمہیں مسلمان ماننے کے لئے تیار نہیں تھا تم پاکستان کیا بناتے؟ یہ ہے وہ بات جسے میں کہہ رہا ہوں۔ ''خوگر حمد سے ذرا شکوہ بھی سن لے'' وعدے ہوئے، عہد

ہوئے اور ملک کا بٹوارا ہوگیا۔ دونوں طبقے آ گئے علماء بھی آ گئے اور دوسرے حضرات بھی آ گئے؟ صرف میرا اشارہ ہی کافی ہے کہ علماء نے تو سنبھالا دینی محاذ۔ اس میں ایک لفظ، ایک بات بھی آپ ایسی نہیں دکھا سکتے جو خلاف واقعہ ہو۔ علماء نے امانت داری کے ساتھ خدمت کی ہے۔ یہ امانت دار ہیں اور جو وعدہ عوام کے ساتھ کیا تھا اسے پورا کرنے کی سر توڑ کوشش کی ہے، کوئی کمی نہیں چھوڑی کسی قسم کی۔ اس لئے عہد کے پابند علماء، امانت دار علماء ہیں۔

دوسرا فریق جنہوں نے علماء کی محنت سے فائدہ اٹھایا۔ بقول حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴۶ء کے جلسہ میں خطبہ صدارت انہوں نے پڑھا تھا، تو انہوں نے کہا تھا حالات بیان کرتے ہوئے کہ: محنت مولوی کی پگڑی کی، کمائی مولوی کی پگڑی کی، مسٹر نے کھائی اور مولوی کو گالی دے دے کے کھائی۔ سن رہے ہیں نہ یہ بات؟ ایک موقع پر چند آدمی مل کر اس بنیادی بات کو زیر بحث تو لاؤ! کہ امانت دار کون سا ہوا اور خیانت کس نے کی؟ اور وعدے کس نے توڑے اور کس نے نبھائے؟ کبھی بیٹھ کر جائزہ تو لیں اس بات کا، جس وقت آپ ان حالات کو دیکھیں گے میں کچھ نہیں کہتا، اخبارات لوگ پڑھتے ہیں، کوئی محکمہ تو ایسا بتاؤ جس میں کروڑوں، اربوں کے گھپلے اخبارات میں نہیں آئے؟ کون سا محکمہ ایسا ہے جس میں پوری امانت داری کے ساتھ کام ہوا ہو؟ عوام کا خون چوس چوس کر عیاشیاں کیں، اپنے باہر کے خزانے بھرے! مسلمانوں اور اپنے ساتھیوں کو بھوکا مارا۔ ضروریات کی تنگی کی۔ عہد کیا کیا ہوئے تھے قوم کے ساتھ اور کس طرح توڑے گئے؟ ذرا بیٹھ کر سنجیدہ لوگ اس پر غور تو کریں؟ ہم وفاداریاں جتاتے رہتے ہیں اور امانتیں اپنی دکھاتے رہیں، لیکن وہاں آپ لوگوں سے پوچھنے والا کوئی بھی نہیں کہ امانت اور دیانت کا لفظ تمہاری لغت میں موجود بھی ہے یا نہیں؟ آج تمہیں ہم پاکستان کے دشمن نظر آتے ہیں؟ جنہوں نے اپنی زندگیاں گزار دیں، اپنے وعدے پورے کرنے کے لئے، عہد کو پورا کرنے کے لئے، اور آپ جنہوں نے دن رات خزانے بھرے اور عیاشیاں کیں تو وہ لوگ وفادار ہو گئے؟؟ کبھی اس موضوع پر تو بولو؟ ذرا دیکھو تو سہی؟ پاکستان کو برباد کرنے میں علماء کا حصہ ہے یا آپ حضرات کا حصہ ہے؟ یہ تو عجیب بات ہے کہ علماء معتوب ہیں اور وہ عیاشی کر رہے ہیں؟ نہ عہد کی رعایت، نہ پیمان اور نہ کسی وعدہ پر پروگرام۔ یہ ہمارا شکوہ ہے اور دوستانہ شکوہ ہے کہ تم کس بھول میں پڑ گئے؟ ہم تو تمہارے لئے سب کچھ کرنے والے تھے اور تم نے ہمیں اپنا دشمن سمجھا! ہم دشمن نہیں ہیں، ہم پاکستان کے وفادار ہیں۔ اسلام کے نام پر جو ملک لیا تھا تو اس میں اسلام کی رعایت رکھ لو! ہماری

اس کے علاوہ کوئی درخواست نہیں، اسلام ہمیں یونیورسٹی نے دینا ہے نہ کالج نے دینا ہے، اسلام ہمیں ملے گا تو انہیں مدارس سے ملے گا، تو ان کی مخالفت کر کے تم اپنی جڑ کیوں کھودنا چاہتے ہو؟؟؟ آخری بات برداشت بھی نہیں ہے، سینے میں ذرا تکلیف ہے، لیکن میں کیا کروں یہاں پر (کہ بات بھی ضرور کہنی ہے)

سرور کائنات ﷺ نے بادشاہوں کو خطوط لکھے اور آج وہ خطوط مل گئے ہیں، اکثر وبیشتر، ذرا توجہ سے بات سنیں اہم گفتگو ہے! اُن میں ایک جملہ ہوتا تھا خطاب کے بعد ''أَسْلِمْ تَسْلَمْ'' مسلمان ہو جاؤ بچ جاؤ گے، مسلمان ہو جاؤ بچ جاؤ گے۔ اس فقرہ پر میں ایک بات عرض کرتا ہوں، آپ حضرات کی خدمت میں کہ ہم بہت بولتے ہیں ہر اسٹیج پر اور ہر عالم یہ فقرہ دہراتا ہے کہ ''مدارس اسلام کا قلعہ ہیں'' بالکل موقع کے مناسب ہے۔ اسلام ہم نے گھروں سے نکال دیا، بازاروں سے نکال دیا، عدالتوں سے نکال دیا، ہر چیز سے نکال دیا اور اب اگر کہیں چھپا، چھپایا ہے تو مدارس میں باقی ہے۔ قلعہ ہوتا ہے کہ جس میں چھپ کر انسان اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ یہ اسلام کا واقعی قلعہ ہیں، اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے جو سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں ہمیں ''أَسْلِمْ تَسْلَمْ'' مسلمان ہو جاؤ بچ جاؤ گے۔ اسلام کو بچانے کی ضرورت کے بجائے اسلام اختیار کر کے خود بچنے کی فکر کرو۔ اسلام بچاتا بھی ہے۔ اسلام کو بچانے کی ضرورت نہیں۔ اس کا محافظ اللہ ہے۔ اگر آپ قدر نہیں کریں گے تو یہ کسی اور علاقہ میں چلا جائے گا۔ آپ ایمان سے محروم ہو جائیں گے، اسلام کو پکڑ لو تو بچ جاؤ گے۔

اب بھی ہم یہی پکارتے ہیں کہ اپنے عہد کی پابندی کر لو اور امانت کا سبق سیکھ لو تو ان شاء اللہ! یہ حالات سارے ٹھیک ہیں۔ ہم یقین دلاتے ہیں آپ کو کہ ہم تمہارے لئے ہی اس ملک کو آباد کرتے ہیں، ہمارے لئے تو محنت اور مشقت ہی ہے، اگر بچنا ہے تو اسلام کو لازم پکڑو اور (علماء کی جماعت تم بھی) حکام کو مخاطب کر کے کہو کہ دیانت داری سیکھو اور جن کے ہاتھ میں باگ ڈور ہے انہیں کہو کہ تم عہد کی پابندی کرو۔ ہم ہمیشہ واویلا کرتے رہتے ہیں، کبھی ادب کے ساتھ ان کے سامنے درخواست بھی تو کریں! تاکہ وہ بھی یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ ہمارے لئے بھی کوئی نشان دہی کرنے والا ہے۔

اس لئے آپ حضرات کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ علماء امانت دار ہیں، علماء اپنے عہد کے پابند ہیں، وہ آپ حضرات کے لئے اس ملک میں امن چاہتے ہیں، آپ لوگ بھی

اپنی اداؤں پر ذرا غور کرو، جن کے ذریعے حالات اس نہج تک پہنچے ہیں تم نے دوستوں کو اپنا دشمن سمجھ لیا اور دشمنوں کو اپنا دوست سمجھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

حضرت مرحوم کا سفر آخرت

ہمارے ممدوح حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ یکم رفروری ۲۰۱۵ء کو حسب معمول فجر سے قبل بیدار ہوئے۔ تہجد اور دیگر معمولات پورے کئے۔ نماز باجماعت مسجد میں ادا فرمائی۔ مولانا حبیب الرحمٰن سے فرمایا کہ ۹ر بجے حاضر رہنا، ملتان وفاق المدارس کے اجلاس پر چلنا ہے۔ اپنے رفیق سفر مولانا احمد عبید لاہوری سے فرمایا ۹ر بجے گاڑی لے کر مکان پر آ جانا آج ملتان چلنا ہے۔ مولانا احمد ۹ر بجے گاڑی لائے۔ فرمایا کہ شہر سے ایک جنازہ مدرسہ میں آنا ہے وہ پڑھا کر پھر چلیں گے۔ ابھی کچھ وقت ہے، چلو کچھ مشکوٰۃ کا سبق اتنے میں ہو جائے۔ گاڑی میں بیٹھے تو دیکھا شہر سے لوگ جنازہ کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ گاڑی رکوائی، خود اتر گئے۔ فرمایا لوگوں کی بدظنی کا سبب نہیں بننا چاہئے۔ وہ سمجھیں گے مولوی صاحب اتنے نواب ہو گئے ہیں کہ سبق پڑھانے بھی گاڑی پر جاتے ہیں۔ اتر کر کلاس میں تشریف لے گئے۔ زندگی بھر کے معمول کے خلاف خود مشکوٰۃ کی تلاوت فرمائی۔ خود ترجمہ کیا۔ مختصر توضیحاتی گفتگو فرمائی۔ کلاس سے اٹھ آئے۔ جنازہ آ چکا تھا۔ لوگ منتظر تھے۔ جنازہ پڑھایا۔ گھر آئے، پھر گاڑی میں بیٹھے۔ مولانا احمد عبید گاڑی چلا رہے تھے اور حبیب الرحمٰن ہمراہ تھے۔ خلاف معمول بجھی بجھی سی طبیعت۔

قارئین! اس آخری بار یہاں سے جانے کو بھی یاد رکھیں اور پھر آخری بار واپسی کو دیکھیں۔ بس چلے تو خلاف معمول اپنی مگن میں مصروف رہے۔ نہ ادھر دیکھا نہ ادھر۔ یوں شہر کا ایریا کراس ہو گیا کہ نظر اٹھا کر کسی طرف توجہ ہی نہیں فرمائی۔ ''روزنامہ اسلام'' اخبار گاڑی میں رکھا تھا۔ اسے تفصیل سے پڑھنے کا معمول تھا۔ آج خلاف معمول سرسری سی نظر ڈالی اور پیچھے پکڑا دیا۔ پورا راستہ زیر لب اللہ تعالیٰ کو معلوم کہ کیا پڑھتے رہے؟ پورے سفر میں کوئی بات نہیں فرمائی۔ البتہ فیصل آباد سے مولانا قاری عزیز الرحمٰن رحیمی کا فون آیا۔ یہ حضرت مرحوم کی زندگی کا آخری فون تھا جو سنا۔ گاڑی وفاق کے دفتر پہنچی۔ اترے، دوست ملے۔ آپ واش روم گئے۔ وضو تازہ کیا۔ سٹیج لگا ہوا تھا۔ علماء کرام سے پنڈال بھرا ہوا۔ سٹیج پر مولانا ظفر احمد قاسم، مولانا زبیر احمد صدیقی، حضرت حافظ پیر ناصر الدین خاکوانی، قاری محمد حنیف جالندھری و دیگر حضرات تشریف فرما، آپ کے پہنچنے

پر وہ آپ کے استقبال کے لئے سروقد ہوگئے۔ پہلے آپ کی صدارت کا اعلان ہوا۔ چند مختصر بیانات کے بعد آپ کے بیان کا اعلان ہوا۔ آپ سپیکر پر تشریف لائے۔ بڑے وقار سے خطبہ پڑھا۔ ایک حدیث شریف تلاوت فرمائی۔ اس کی روشنی میں چند باتیں مگر کھری کھری ارشاد فرمائیں۔ (قارئین! ابھی وہ مکمل پڑھ چکے ہیں) مولانا محمد عبید لاہوری کا کہنا ہے کہ بیان کے دوران لگا کہ آپ کو تکلیف ہے۔ آپ نے سینہ پر ہاتھ رکھا۔ انگڑائی بھی لی۔ آواز کے اتار چڑھاؤ سے احساس تکلیف ہوا۔ مگر اس کے باوجود بیان مکمل کیا۔ اتنے میں اپنی کرسی پر واپس تشریف لائے۔ پہلے مولانا زبیر احمد صدیقی سے کچھ فرمایا۔ پھر قاری محمد حنیف کی طرف متوجہ ہوئے۔ اتنے میں سٹیج سے قاری صاحب کی تقریر کا اعلان ہوا۔ وہ اٹھے۔ آپ کے سامنے خمیدہ کمر ہوئے۔ دعا کے لئے عرض کیا۔ آپ نے ان کے کندھے تھپتھپائے۔ انہوں نے بیان شروع کیا۔ ابھی ان کا خطبہ ہی ختم ہوا تھا کہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے بہت ہی بے قراری میں عدم توازن کا شکار ہوئے۔ احمد عبید دوڑے۔ آپ کی جیب سے فوری اثر کی دوائی نکالی۔ آپ کی زبان کے نیچے رکھی۔ آپ کے کندھے اور سینے کو دبایا۔ اتنے میں پھر دوسری گولی آپ کی زبان کے نیچے رکھی۔ آپ نے لمبا سانس لیا اور کرسی پر بیٹھے بیٹھے گردن ڈھلک گئی۔ مولانا زبیر احمد، مولانا حبیب الرحمٰن نے آپ کو سنبھالا۔ کرسی سمیت اجلاس سے صحن میں لائے۔ ایمبولینس کو فون کیا۔ دیر نہ ہو جائے اس خدشہ پر مولانا زبیر احمد صدیقی نے گاڑی نکالی۔ آپ کو ساتھیوں نے کرسی سے گاڑی میں منتقل کیا۔ گاڑی نے فراٹے بھرے۔ کارڈیالوجی ایمرجنسی میں گئے۔ ڈاکٹروں نے دیکھا تو آپ کی موت کی تصدیق کر دی۔ لگتا یہ ہے کہ وفاق کے دفتر ہی میں خداتعالیٰ کے ہاں تشریف لے گئے تھے۔ باوضو، بیان کے بعد حدیث شریف کی تشریح، کلمہ حق ارشاد فرماتے ہوئے علماء کرام اور شاگردوں کے اس پاکیزہ ماحول میں انتقال فرمایا کہ جس پر خوشی سے کہا جاسکے کہ موت ہو تو ایسی۔ اتنی جلدی اس تیزی سے رب کریم کے حضور تشریف لے گئے کہ **سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم!**

آپ سب رفقاء کے سامنے ہسپتال کے لئے چلے تھے۔ اس اجتماع کو قاری صاحب کے بیان کے دوران آپ کے وصال کی اطلاع ملی جس نے سنا وہیں **انا للہ وانا الیہ راجعون** کا ورد کرنے لگا۔

قارئین! فقیر راقم کئی دنوں کے طویل سفر کے بعد اسی دن دفتر حاضر ہوا تھا۔ اطلاع ملی کہ

وفاق کے دفتر میں اجتماع ہے۔ دعوت بھی تھی۔ مجلس کے مدارس بھی وفاق سے ملحق ہیں۔ لیکن طبیعت سفر کے باعث اتنی مرجھائی مرجھائی تھی کہ اجلاس میں شرکت کے لئے خود کو آمادہ نہ کر سکا۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری فیروزہ لیاقت پور کے سفر پر تھے۔ فقیر نے دفتر کے چند امور نمٹائے۔ فون کے ذریعہ حضرت ناظم اعلیٰ سے اجازت چاہی کہ عزیزی محمد انس کے ہمراہ دو دن گھر گزار آؤں؟ اجازت مل گئی۔ زوال کا انتظار کیا۔ ظہر کی نماز پڑھی۔ محمد انس نے گاڑی نکالی۔ دفتر سے چنگی نمبر نو پر گئے۔ عیدگاہ سے پہلے تعلیم الابرار کے محاذ پر گاڑی پہنچی ہوگی کہ عزیز محمد انس کے فون پر کال آئی۔ انس نے انا للہ کا بار بار ورد کرتے کال سنی۔ فقیر ان کے ساتھ کی سیٹ پر تھا۔ تشویش ہوئی۔ صبر کیا۔ انہوں نے فون بند کیا اور چشم پرنم سے کہا: مولانا اسد کا فون تھا وہ وفاق کے اجلاس میں شریک ہیں۔ یوں حضرت پر دل کا اٹیک ہوا۔ اب ان کا کہنا ہے کہ کارڈیالوجی سے فون آیا ہے کہ حضرت وصال فرما گئے ہیں۔ یہ کہہ کر کارڈیالوجی کے لئے عیدگاہ روڈ سے گاڑی واپس موڑی۔ کارڈیالوجی پہنچے تو باہر ایمبولینس تیار تھی اور حضرت کی میت کو سٹریچر ٹرالی پر لایا جا رہا تھا۔ مولانا احمد عبید، مولانا زبیر احمد، ان کے بھائی مولانا محمد طیب معاویہ، مولانا حبیب الرحمٰن یا کوئی ایک آدھ اور ساتھی ہوگا، ان حضرات سے ملاقات ہوئی۔ سٹریچر کے ساتھ ساتھ ٹرالی پر ہاتھ رکھے ہوئے۔ ایمبولینس کے پاس آئے۔ ایمبولینس کے سٹریچر پر فقیر کی گرم چادر بچھائی گئی۔ اس پر حضرت کو لٹایا گیا۔ آپ کے اوپر مولانا محمد طیب معاویہ کی گرم چادر ڈالی گئی۔ عزیز محمد انس آپ کے پاؤں پکڑتے ہوئے زار و زار رونے لگا۔ اس حالت میں آپ کو ایمبولینس میں منتقل کیا گیا۔ اتنے میں ایک محترمہ تشریف لائیں۔ انہوں نے باب العلوم کے مہتمم الحاج غلام محمد عباسی کے تشریف لانے کا بتا کر ایمبولینس کو روکنے کا فرمایا۔ اتنے میں ایک برقی رو کی طرح فقیر کے دماغ میں آیا کہ اگر ایمبولینس کو دفتر کے راستہ لے جائیں تو آخری بار حضرت مرحوم کے دفتر تشریف لانے کا دفتر کو اعزاز حاصل ہو جائے گا۔ خیال آیا اور گزر گیا۔ معاً مولانا زبیر احمد صدیقی نے فرمایا وفاق دفتر سے مولانا ظفر احمد قاسم کا فون تھا وہ فرماتے ہیں کہ ایمبولینس کو دفتر ختم نبوت لے چلیں۔ محترمہ سے عرض کریں کہ وہ والد صاحب (جناب الحاج غلام محمد عباسی) کو دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پہنچنے کا فرمادیں۔ مولانا ظفر احمد قاسم، مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، ہم بھی دفتر آتے ہیں۔ جنازہ وغیرہ کا مشورہ کر کے پھر کہروڑ پکا چلتے ہیں۔ لیجئے ایمبولینس چلی۔ مولانا زبیر احمد صدیقی، مولانا محمد انس، مولانا محمد عبید نے اپنی گاڑیاں ساتھ کیں اور اس شان سے حضرت مرحوم کا قافلہ دفتر ختم نبوت کی طرف رواں دواں ہوا۔

حضرت مرحوم کی میت مبارک کو ایمبولینس میں رکھتے ہی راقم کو عزیزی انس نے حضرت مرحوم کے دائیں جانب سیٹ پر بٹھا دیا۔ ڈرائیور کے ساتھ سیٹ پر غالباً مولانا حبیب الرحمٰن تھے۔ دفتر پہنچے تو ساتھی ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے۔ حضرت مرحوم کی ایمبولینس کو گراسی پلاٹ کی جانب مغرب رخ کر کے کھڑا کیا گیا۔ مین گیٹ کے عین جہت پر تا کہ جونہی چلنے کا بگل بجے تو روانگی میں ایک سیکنڈ کی بھی تاخیر نہ ہو۔ ایمبولینس سے اترے مولانا حبیب الرحمٰن اور فقیر دفتر کے کمرہ میں مولانا زبیر احمد صدیقی کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ چند منٹوں بعد مولانا ظفر احمد غم سے نڈھال سراپا تعزیت بنے۔ کمرہ دفتر میں داخل ہوئے۔ ابھی ان سے مکمل مل بھی نہ پائے تھے کہ حضرت قاری محمد حنیف جالندھری تشریف لائے۔ ان کی بھی وہی کیفیت جو باقی مہمانوں کی تھی۔ ابھی کھڑے ہی ہوں گے کہ جناب الحاج غلام محمد عباسی تشریف لائے۔ چاروں طرف سے سسکیوں کی آوازوں کے ماحول میں وہ کیا کہ سب کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ اسی ماحول میں بیٹھے کلمات ترجیع کے ساتھ مشورہ شروع ہوا کہ جنازہ کے ٹائم کا کیا اعلان کیا جائے۔ فقیر نے عرض کیا ملک بھر سے دوست آئیں گے۔ کل ظہر کے بعد کا اعلان فرمائیں تا کہ سب شامل ہو سکیں۔ باقی سب حضرات نے بیک زبان فرمایا کہ وقفہ بہت ہے۔ سیال کے دن ہیں۔ ظہر کے بعد جنازہ ہو تو تدفین تک مغرب ہو جائے گی۔ ساتھیوں کو واپسی پر دقت ہوگی۔ الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے۔ پورے ملک میں ابھی اطلاع ہو جانی ہے۔ ابھی جو پشاور و کراچی سے چلیں گے وہ بھی پوری رات سفر کے بعد آسانی سے صبح پہنچ جائیں گے۔ دس بجے کا اعلان کریں۔ لیکن دس بجے جنازہ اٹھائیں گے تو جنازہ گاہ پہنچتے پہنچتے آدھ پونا گھنٹہ لگ جائے گا۔ صفوں کی درستگی، اعلان جنازہ تک گیارہ ساڑھے گیارہ بج جائیں گے۔ اس وقت تک ملک بھر سے تمام شرکاء آسانی سے پہنچ جائیں گے۔ ظہر سے قبل تدفین۔ ظہر کے بعد رفقاء کی واپسی تو یوں اس ٹائمنگ سے آنے جانے کا نظم سیٹ رہے گا۔

لیجئے! یہی فیصلہ ہوا کہ نماز جنازہ کے لئے دس بجے کا اعلان کر دیا جائے۔ اب جنازہ کہاں ہوگا۔ تجویز آئی، جامعہ اسلامیہ باب العلوم۔ جواب ملا وہ جگہ بالکل ناکافی ہے۔ سکول، کالج کے گراؤنڈ وہ بھی چھوٹے ہیں۔ فلاں گراؤنڈ وہ بھی متحمل نہ ہوگا۔ اب جب کسی جگہ پر تسلی نہ ہوئی تو جناب الحاج غلام محمد عباسی نے فرمایا شہر سے باہر برلب روڈ کئی کلومیٹر پر سکول ہے اس کے ساتھ میرا زرعی فارم ہے۔ اس پر تین ٹربائینیں لگی ہیں۔ وضو کے لئے بھی سہولت ہوگی۔ اس فارم کے دائیں جانب ایک زمیندار کی خالی زمین ہے۔ ریلوے لائن کی جانب، بائیں جانب سکول کا

گراؤنڈ پھر لب سڑک، تو جتنا مجمع ہوگا سنبھالا جائے گا۔ یہی فیصلہ ہوا۔ عباسی صاحب نے اپنے صاحبزادہ کوفون کردیا کہ فوراً ٹریکٹر لگا کر پوری کھڑی فصل اور خالی جگہ سب ہموار کردی جائے کہ صفیں بنانے میں دقت نہ رہے۔ کراہ بھی اتنا ہلکا کہ زمین ہموار ہو جائے۔ یا فصل تلف ہو جائے اور بس۔ گہرائی میں زیادہ کراہ نہ چلائیں۔ کہیں چلنا ہی دشوار نہ ہو۔ ایسا نہ کیا جائے۔ سردی کا موسم۔ بھرپور شبنم کا زمانہ۔ ادھر زمین ہموار ہوئی ادھر قدرتی شبنم نے ایسا چھڑکاؤ کردیا کہ اگلے روز جب مہمان جنازہ گراؤنڈ میں پہنچے تو شبنم کے قطروں نے موتیوں کی طرح قدموں کے بوسے لئے۔ ملتان میں اتنے مشورہ کے بعد سب حضرات نے ایمبولینس کو رخصت کیا۔ فقیر راقم پھر ایمبولینس میں حضرت مرحوم کی میت کے ساتھ والی سیٹ پر حضرت کی جانب رخ کر کے بیٹھ گیا۔ کس کیفیت میں یہ سفر گزرا نہ پوچھئے۔ بہرحال گزر گیا۔

قارئین! اب جب ایمبولینس کہروڑپکا میں داخل ہوئی اس کے ساتھ ملتان، دنیاپور راستہ سے کاریں شامل ہوئیں وہ بھی ساتھ تھیں۔ پورا شہر بند تھا۔ ہر آدمی کا چہرہ غم واندوہ کا پرتو لئے ہوئے تھا۔ ایمبولینس اور اس کے ساتھ کارواں شہر سے گزرا تو ہر آدمی ساتھ ساتھ تیز تیز قدموں سے چلنے لگا۔ تمام بازار بند، دکانیں بند، ہوٹل بند، سکول بند، کاروبار بند اور زبانیں ہیں کہ متفقہ رطب اللسان کہ ''اللہ والا چلا گیا۔''

جامعہ اسلامیہ باب العلوم مین سڑک کے غوثیہ چوک سے حضرت مرحوم کے مکان تک خلق خدا جڑی ہوئی۔ یوں حضرت مرحوم کے آخری سفر سے واپسی کا یہ منظر تھا۔ آپ آخری بار جب شہر سے چلے تھے تو آپ نے خلاف معمول کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا تھا۔ آج واپس تشریف لائے تو پورا شہر آپ ہی کو دیکھنے کے لئے دیوانہ وار دوڑ رہا ہے، اور استقبال بھی آہوں، سسکیوں، سینہ کے شدت غم اور آنکھوں کی برسات کے ساتھ۔ یارب یہ محبت بھرے استقبال سوائے تیرے پیاروں کے اور کس کو نصیب ہوتے ہیں؟ یہ صرف انہیں کا حصہ ہے اور آج قدرت نے جس فیاضی کے ساتھ اس حصہ کو آپ پر نچھاور کیا تو فرش زمین سے آسمانوں تک کا سماں ہی قابل رشک تھا۔

اب جیسے کیسے اس اژدھام اور جم غفیر میں حضرت مرحوم کو آپ کے مکان کے لان میں لایا گیا۔ گویا آپ تھکے ماندے مسافر کی طرح ستانے کے لئے لیٹ گئے۔ جامعہ کے اساتذہ ومہمانان گرامی نے دیدار کیا۔ عصر کی نماز ہو چکی تھی۔ ہم ساتھ آنے والوں نے نماز پڑھنا تھی۔ ایک آدھ ساتھی کے ہمراہ حضرت مرحوم کی بیٹھک میں جماعت کرائی۔ جامعہ کے اساتذہ حضرات

نے سب سے پہلے مدرسہ للبنات کی استانیوں اور طالبات، جامعہ کے اساتذہ کے گھر والوں کو موقع دیا۔ وہ باری باری آتی رہیں زیارت کر کے دوسرے صحن کے دروازہ سے جاتی رہیں۔ اس کے بعد پھر مردوں کو زیارت کا موقع دیا گیا۔ یکے بعد دیگرے ملک سے مہمانوں کے آنے کا بھی سلسلہ شروع ہو گیا۔

حضرت مرحوم کے بہت ہی قریبی اور معتمد حضرت حافظ عبدالرشید کراچی، الحاج عباسی صاحب، شورکوٹ سے آئے حضرت مرحوم کے اعزہ، برطانیہ سے حضرت مرحوم کے رفیق و عزیز جناب منظور محسن، جامعہ کے اساتذہ میں مشورہ ہوا کہ حضرت کی تدفین کہاں ہوگی؟ اس موقع پر حضرت مولانا مفتی ظفر اقبال بھی چیچہ وطنی سے تشریف لائے تھے۔ انہوں نے حضرت منظور محسن کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مدرسہ کے گراسی پلاٹ کے جنوب مغرب کونہ میں جو مکان آپ کی رقم سے خرید کیا گیا تھا، اسی کام کے لئے تھا کہ یہ مدرسہ کے قبرستان کے لئے وقف ہے تو وہاں حضرت مرحوم کی قبر مبارک بنی چاہئے۔ حضرت حافظ منظور محسن نے بھی اس معاملہ کی تصدیق کی تو طے ہو گیا کہ یہاں قبر مبارک کے لئے جگہ تیار کی جائے۔ مشکل یہ تھی کہ وہاں ایک خستہ سا مکان بنا ہوا تھا۔ اساتذہ کی تحریک پر طلباء نے سعادت سمجھی کہ اس مکان کی جگہ ہمارے مرحوم کی آخری آرام گاہ بننا ہے۔ وہ ایک اشارے سے اس عمل میں ایسے شریک ہوئے کہ چند گھنٹوں میں بنیادوں تک سے اینٹیں نکال کر پوری جگہ کو ہموار کر دیا۔ اب قبر کی کھدائی والے تشریف لائے۔ رات ہی رات یہ عمل بھی قریباً مکمل ہو گیا۔ اب تیاری اور مناسب نوک پلک سنوارنا باقی تھی۔

حضرت مولانا ظفر احمد قاسم، حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد اور لائق تبریک شاگرد ہونے کے علاوہ جامعہ اسلامیہ باب العلوم کی شوریٰ کے رکن بھی ہیں۔ ان کے سامنے یہ تھا کہ حضرت حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ پر اعلان ہو جانا چاہئے کہ اب حضرت مرحوم کی جگہ شیخ الحدیث کون ہوں گے؟ اتنے میں مولانا افتخار احمد نے فرمایا کہ حضرت مرحوم کی وصیت پر مشتمل رجسٹر ہے۔ اس پر بہت ساری یادداشتیں بھی ہیں۔ اس میں شاید حضرت مرحوم نے اپنی رائے مبارک درج کی ہو۔ آج حضرت کے وصال کی خبر سنتے ہی حضرت کی تمام اشیاء کو محفوظ کیا گیا تو وہ رجسٹر بھی محفوظ ہے۔ حضرت مہتمم صاحب کے حکم پر مولانا افتخار احمد وہ رجسٹر لائے۔ مہتمم صاحب اور مولانا ظفر احمد نے تمام حضرات کے سامنے اسے کھولا۔ پڑھا تو وصیت مل گئی کہ مولانا منیر احمد منور کو شیخ الحدیث بنایا جائے۔ باقی تمام اساتذہ ان کے ساتھ تعاون کریں۔

لیجئے! یہ مشکل مرحلہ بھی حضرت مرحوم کی رائے کے مطابق حل ہوا کہ کل لکھا لکھایا

اعلان جنازہ سے قبل حضرت مہتمم صاحب سنا دیں گے۔ اب ایک کام باقی تھا کہ جنازہ کے انتظامات، سپیکر، صفیں بنانے کا نظم، ہجوم کو سنبھالنے، آنے والوں کی رہنمائی کے لئے رضا کاروں کی ڈیوٹی، جنازہ کا اٹھانا اور پھر واپس لانا، جم غفیر کے ہوتے ہوئے تدفین وغیرہ کا مرحلہ بخیر وخوش اسلوبی طے کرنا، اس کے لئے اساتذہ کی میٹنگ میں مولانا منیر احمد ریحان کی ڈیوٹی لگی۔ بعد میں حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی نے جو تیاری ہوچکی تھی اس کا جائزہ لیا۔ اس میں مزید نکھار پیدا کرنے کے لئے جامعہ اسلامیہ باب العلوم اور اپنے مدرسہ فاروقیہ شجاع آباد کے طالب علموں کے لئے تفصیلی پلان تیار کیا کہ حضرت کے گھر سے آخری آرام گاہ کی آخری مٹی کی مٹھ ڈالنے تک کی قدم بقدم مرحلہ بمرحلہ نہ صرف تفصیلات طے کیں بلکہ ڈیوٹیاں بھی لگ گئیں۔ سائیڈ پر جنازہ کی جگہ کا بھی عشاء کے بعد معائنہ کیا، جنازہ کی ایمبولینس کا راستہ مقرر، مہمانوں کے آنے کا راستہ، بوڑھے بزرگوں کے لئے سہولیات، پولیس سے رابطہ، سیکورٹی مسائل، ٹریفک کے مسائل، سڑکوں، شرکاء کے راستوں پر چھڑکاؤ وغیرہ کی ایسے ترتیب قائم کی جیسے کمپیوٹرائزڈ نظام ہوتا ہے۔ محض اللہ رب العزت کا فضل واحسان کہ ذرہ برابر اتنے بڑے اجتماع اور انسانوں کے سمندر میں کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔ ایک چین اور الیکٹرک سیڑھی کی طرح تمام مراحل طے ہوتے گئے۔

عشاء کے بعد فقیر راقم کے پاس مولانا محمد وسیم اسلم کے بھائی آئے کہ مولانا موصوف کے حکم پر آپ کے لئے کھانا تیار ہے، آپ چلیں۔ معاملات سارے طے ہو چکے تھے۔ فقیر کی چنداں یہاں ضرورت بھی نہ تھی۔ کرنا بھی بڈھے نے کیا تھا؟ حضرت مرحوم کے رفقاء، خدام وشاگردوں، زرخیز دماغ جماعت نے سارا نظم سنبھال لیا۔ خود فقیر تھک بھی گیا تھا۔ مولانا محمد اسحٰق، حافظ محمد انس، مولانا محمد اسعد کے ہمراہ مولانا محمد وسیم اسلم کے چچا حافظ محمد یوسف کے مکان پر گئے۔ کھانا کھایا۔ انہوں نے رات آرام کرنے کا فرمایا لیکن ان کے ہاں ابھی مہمانوں نے رات کو چناب نگر سے آنا تھا۔ سوچا کہ یہاں آنے جانے والوں کے رش کے باعث آرام نہ ہوگا۔ مولانا ساقی صاحب سے طے کیا کہ بہاولپور چلتے ہیں۔ صبح کوشش کریں گے کہ نماز یہاں آکر پڑھیں۔ ابھی چلے تھے راستہ میں اپنے بھتیجے سید عبدالغفار شاہ جامعہ حجازیہ والوں کے ہاں رہنے کا خیال آیا۔ ان کو فون کیا۔ ان کے دروازہ کھولنے میں تاخیر ہوگئی تو بہاولپور ہی چلے۔ اچھا ہوا کہ راستہ میں تھے کہ مولانا حبیب الرحمٰن کا عزیزی محمد انس کو فون آیا کہ حضرت مرحوم کے جنازہ میں شرکت کے لئے لاہور سے مولانا انیس احمد مظاہری رفقاء کے ساتھ ڈائیو پر بہاولپور آئیں گے۔ آپ ان کو لے لیں۔ اچھا ہوا، ہم تو جا ہی بہاولپور رہے تھے۔ لاہور اور ملتان کے ہم سب مہمانوں نے دفتر

بہاولپور قیام کیا۔ مولانا انیس احمد مظاہری کے رفقاء کے لئے طے ہوا کہ صبح بس یا ویگن سے کہروڑ آ جائیں گے۔ علی الصبح اذانوں سے قبل چائے پی۔ اذانوں کے ساتھ ہی نماز پڑھی تو مولانا انس کے ہمراہ باب العلوم حاضر ہوگئے۔ معلوم ہوا کہ پوری رات زیارت کرنے والوں کا تانتا بندھا رہا۔ ایک منٹ ایسا نہیں گزرا کہ فرصت ملے۔ پوری رات لائنیں بنا کر لوگ زیارت کرتے رہے۔ ہمارے پہنچنے پر ساتھی نماز پڑھ کر مسجد سے نکل رہے تھے۔ حضرت مرحوم کے مکان پر گئے۔ معلوم ہوا کہ غسل میں تاخیر اس لئے کی گئی کہ ڈاکٹر صاحبان کا کہنا تھا کہ حضرت دل کے مریض تھے۔ دل کے مریض کو خون پتلا کرنے والی ادویات دی جاتی ہیں۔ پھر حضرت مرحوم کی وفات ہارٹ اٹیک سے ہوئی ہے۔ اس لئے غسل میں جتنی تاخیر ممکن ہو مناسب ہوگا۔ چنانچہ نماز فجر کے بعد غسل ہوگا۔ ہمارے پہنچنے پر غسل کے عمل کا آغاز ہوا۔ مولانا منیر احمد منور، مولانا افتخار احمد، مولانا حبیب الرحمٰن نے نگرانی فرمائی۔ مولانا محمد شفیق، مولانا محمد عارف اور حضرت کے خدام طلحہ وسعد سمیت مولانا محمد اقبال اور مولانا منیر احمد ریحان نے غسل دیا۔ پھر حافظ عبدالرشید، حافظ منظور محسن، مولانا ظفر احمد قاسم، مولانا زبیر احمد صدیقی، مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی، جناب عباسی صاحب اور فقیر جتنے مہمان مکان کے کمروں میں موجود تھے، ان کو بلایا گیا۔ باری باری حصول برکت اور اس عمل صالح میں ان کو شریک بنانے کے لئے ان سے تھوڑا تھوڑا پانی ڈالنے کا کہا گیا۔ سب شرکت سے سرفراز ہوئے۔ اب تمام حضرات صحن سے مکان کے کمروں میں آ گئے اور مقدم الذکر حضرات نے حضرت مرحوم کی تکفین کی۔ حضرت کے ورثاء شورکوٹ سے کفن کی چادریں ہمراہ لائے تھے۔ انہیں میں حضرت کی تکفین کی گئی۔ آپ کے جسد مبارک کو مسقّف مکان کے لان میں لایا گیا۔ پہلے مکان میں موجود مہمانوں کو دیدار کے لئے کہا گیا۔

قارئین! بخدا فقیر کی جب حضرت مرحوم کے چہرہ پر نظر پڑی تو بے ساختہ بار بار دیوانوں کی طرح **سبحان اللہ ، العظمۃ للہ** کے زبان پر الفاظ زور زور سے جاری ہوگئے۔ ہر آدمی میرے پاگل پن کو تعجب سے دیکھنے لگا۔ وجہ یہ تھی کہ غسل وتکفین کے بعد پہلے سے کئی گنا زیادہ حضرت کا چہرہ تروتازہ اور خوبصورت، انوار الٰہی کا مہبط لگ رہا تھا۔

آپ ﷺ کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری حدیث کو سنا، یاد رکھا، پھر جیسے سنا تھا ویسے آگے پہنچا دیا۔ یہ محدثین حضرات کے لئے رحمت عالم ﷺ کی دعائے خیر وبرکت ہے۔ یقین فرمائیے! اسی دعا کے اثرات آج کمال ظہور واتمام جمال کے ساتھ حضرت مرحوم کے چہرہ پر اثر انداز تھے۔ بہت ہی خوبصورت لگ رہے۔ فقیر کے بے ساختہ

بار بار سبحان اللہ کے تکرار کو دیکھ کر محترم حضرت حافظ عبدالرشید نے اپنے اور فقیر کے لئے کرسیاں منگوائیں۔ ہم دونوں، حضرت حافظ صاحب! سرہانے کی جانب اور فقیر جنوب مغرب سائیڈ پر بیٹھ گئے اور اب عام زیارت کے لئے پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ دوستوں کا کہنا ہے کہ قطاریں تو جامعہ کے مین گیٹ کو بھی کراس کر کے سڑک کے چوک تک کو جا پہنچیں تھیں۔ اب ساتھی چلتے رہے تو تیزی سے زیارت کر کے نکلتے رہے۔

مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی تشریف لائے۔ حضرت مرحوم کی زیارت کی اور جیب سے بیت اللہ شریف کے غلاف کا ٹکڑا نکال کر حضرت مرحوم کے سینے پر رکھنے کے لئے عنایت کیا۔ فقیر نے یہ لے کر اسی وقت قاری مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی کے سپرد کیا۔ انہوں نے یہ عمل مکمل کیا۔ صبح اشراق کے وقت سے ساڑھے نو بجے تک ہزارہا بندگان خدا جو ملک بھر سے تشریف لائے تھے، جن میں علماء، مشائخ اور طلباء کی نسبتاً تعداد زیادہ تھی، انہوں نے زیارت کا شرف حاصل کیا۔

۹ر بجے صبح کے قریب فقیر اس ماحول سے اٹھا۔ قبر مبارک کی تیاری کے عمل کو دیکھا۔ انہوں نے دیواریں اور ان پر ڈاٹوں کا عمل مکمل کر لیا تھا۔ تعویذ بنا رہے تھے۔ پائینتی کی جانب قبر مبارک میں داخل ہونے کا راستہ کھلا چھوڑا ہوا تھا۔ دوبارہ وضو کیا۔ جناب عزیزی محمد انس اور محمد وسیم اسلم کو لیا اور جنازہ گاہ کی جانب گاڑی روانہ ہوئی۔ پورے شہر کی تمام سڑکوں پر دیوانہ وار رش، کوئی پیدل، کوئی کسی سواری پر، کوئی کسی سواری پر جنازہ کے لئے چل رہے ہیں۔ جس سڑک پر جنازہ کا انتظام تھا، ظاہر ہے اس پر رش زیادہ تھا۔ جنازہ گاہ سے شہر تک اور دوسری جانب مشرق کی طرف کئی کلومیٹر اس سڑک پر کندھے سے کندھا ملائے لوگ چل رہے تھے۔ تھوڑی دیر تو چلے لیکن رش دیکھ کر اور گاڑیوں کی پارکنگ کا سماں دیکھ کر اندازہ ہوا کہ قریب گاڑی پارک کی جگہ نہ ملے گی۔ جہاں معمولی گنجائش دیکھی گاڑی کھڑی کر دی۔ پیدل چل نکلے۔ لیکن ابھی خاصہ سفر باقی تھا۔ فقیر کے لئے چلنا مشکل ہو گیا۔ مولانا زبیر احمد صدیقی کو ٹریفک پولیس کی سہولت مل گئی۔ وہ ٹریفک سارجنٹ کے ذریعہ سڑک سے گزرے۔ فقیر پر، ان کی نظر پڑی تو ساتھ بٹھا لیا۔ یوں ہم سکول کے گراؤنڈ میں پہنچ گئے۔ وہاں تین چار گاڑیاں پارک کرنے کا فیصلہ تھا۔ وہاں سے پیدل پہلی صف کے آگے جہاں ان حضرات منتظمین نے بانس لگا کر رسی باندھ رکھی تھی کہ کوئی ان کو کراس نہ کر سکے۔ وہاں سے مولانا محمد طیب معاویہ نے ترس کیا کہ میرا ہاتھ پکڑ کر وہ سفر کرا کر امام صاحب کی جگہ کے قریب تک پہنچا دیا۔ وہاں قالین پر حضرت قبلہ خاکوانی صاحب دوسرے سینکڑوں مشائخ وعلماء حضرات تشریف فرما تھے۔ فقیر بھی ان میں سمٹ سمٹا کر بیٹھ گیا۔ بیٹھنے سے قبل صفوں کی جانب

نظر ڈالی تو تین سائیڈوں پر تاحد نگاہ انسانوں کے سر نظر آتے تھے۔ معاً خیال آیا یہ اس شخص کا جنازہ ہے جن کی اولاد نہ تھی۔ آج اللہ تعالیٰ نے ان کی میراث علم کے ورثاء کو ایسے جمع کیا ہے کہ انسانوں کا سمندر تلاطم خیز نظر آرہا ہے۔ بس بیٹھ گیا اور پھر سوچوں میں کھو گیا۔ جنازہ آیا۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان تشریف لائے۔ مولانا قاری محمد حنیف تشریف لائے۔ کون کون آئے یہ گنوانا مشکل ہوگا۔ یوں پوچھا جائے کہ کون نہیں آیا تو جواب دینا آسان ہوگا۔ ہر قابل ذکر عالم دین بزرگ جو پہنچ سکتا تھا پہنچا ہوا تھا۔ کراچی و پشاور، مظفرآباد و بدین تک کے حضرات شریک جنازہ تھے۔ جورات بھر سفر کر کے تشریف لائے تھے۔

الحمدللہ! ایک محدث اور عالمی مجلس کے امیر کا، جیسے جنازہ ہونا چاہئے، ویسے جنازہ تھا۔ علماء کرام کے بیانات بھی ہوئے۔ اعلانات بھی ہوئے۔ آپ کے علمی جانشین کا بھی اعلان ہوا۔ صفیں بنیں۔ ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان کی امامت میں جنازہ ہوا۔ انہوں نے تکبیر بلند کی۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ سلام پھیرا تو چاروں جانب دیکھا تو یہی ماحول تھا کہ واقعی اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑے ہیں۔ یہ لو ایمبولینس چلی، اب علماء ومشائخ جدا ہو رہے ہیں۔ فقیر چلا تو کسی نے ترس کر کے ہاتھ تھام لیا۔ خدا کرے میدان محشر میں رحمت حق ہاتھ تھام لے اور شفاعت نبوی ﷺ کی سعادت نصیب ہو جائے۔ حق تعالیٰ کے عرش کا سایہ نصیب ہو جائے تو اور کیا چاہئے۔ کیسے کیسے نیک بندوں کے جنازوں میں نیک لوگوں کے ساتھ شرکت کی سعادت ملی۔ امید تو یہی ہے کہ ان کا جلیس بھی محروم نہیں ہوگا۔ حق تعالیٰ ایسے ہی فرمائیں۔ آمین۔ بحرمة النبی الکریم!

اسی سکول کے راستے سے سڑک پر آئے۔ پتہ نہیں کون کون اللہ تعالیٰ کا بندہ ملا۔ کس جذبہ سے ملا؟ انس صاحب کی گاڑی تک رسائی ہوگئی تو وہاں سے گاڑی رینگتے رینگتے چلی اور پھر باب العلوم بھی پہنچ گئے۔ کل سے لوگوں کی آمد کا منظر دیکھا۔ اب واپسی کو دیکھا۔ اسی آنے جانے کا نام دنیا ہے۔ جا کر نہ آنے کا نام آخرت ہے۔

باب العلوم پہنچے تو حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری تدفین کے عمل میں موجود تھے۔ آپ صبح آئے۔ زیارت کی، جنازہ میں شریک ہوئے۔ جلدی سے تدفین کے لئے پہنچ گئے۔ حضرت کی میت مبارک پائینتی کی جانب سے قبر مبارک میں لے جائی گئی۔ اوپر کھڑے یہ منظر دیکھتے رہے۔ اس موقع پر طلحہ سندھی کے رونے کا منظر نہ دیکھا گیا۔ اچھا ہوا کہ مولانا محمد احمد لدھیانوی موقع تدفین پر مل گئے۔ تعزیتی کلمات کا تبادلہ ہوا۔ دسمبر ۲۰۱۰ء کی اسلام آباد ڈریم ہوٹل

کی تحفظ ناموس رسالت اے. پی سی کے اجلاس جسے ان کے ''عقلمند'' رفقاء نے ڈائنامیٹ کرنے کی کوشش کی تھی۔اس کے اتنا عرصہ بعد آج پہلی ملاقات تھی۔

اب پائینتی جانب کا یہ راستہ اینٹوں سے چنا گیا اور پھر اسی جانب جتنا حصہ راستہ کے لئے رکھا گیا تھا اس کو مٹی سے بھرنے کا عمل شروع ہوا۔فقیر ہٹ کر جامعہ کے گراسی پلاٹ میں آ گیا۔کسی نے کرسی لا کر دے دی اس پر بیٹھ گیا۔تدفین کا عمل مکمل ہوا۔ظہر کی نماز پڑھی۔پھر تعزیت وصول کرنے والے حضرات کے ساتھ بیٹھنا ہوا۔عصر سے قبل اجازت لی۔پھر اگلے دن دوبارہ حاضری ہوئی اور پھر دو چار دن کے بعد سے ملتان جاتے ہوئے یہی راستہ اختیار کیا۔اس تحریر کے وقت یہاں پہنچ کر پھر جانے کے لئے طبیعت میں بے قراری عود کر آئی۔کتاب کی تکمیل پر گھر جاتے ہوئے پھر حضرت کے مزار مبارک پر حاضر ہوں گا۔اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے جنت میں درجات بلند سے بلند تر فرمائیں۔ وھو علیٰ کل شئ قدیر. آمین!

تعزیتی پیغامات وخراج تحسین

حضرت مولانا سلیم اللہ خان

ہمارے دیرینہ رفیق، مخلص وباوفا دوست، عقائد وافکار دیوبند کے محافظ وترجمان، وفاق المدارس العربیہ کے روح رواں، نمونہ اسلاف، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ہزاروں لاکھوں پسماندگان کو غمزدہ، دل گرفتہ اور اشکبار چھوڑ کر عالم آخرت کو سدھار گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان علماء میں ہوتا تھا جن کے علم وعمل، اخلاص وتقویٰ، علمی رسوخ اور دیانت واصابت فکر پر اہل علم اور خواص کا اتفاق تھا۔ بلاشبہ ان جیسے علماء ربانیین اب خال خال رہ گئے ہیں۔جن کا وجود پوری امت کے لئے باعث رحمت وبرکت ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

جامعہ اسلامیہ باب العلوم ہی نہیں بلکہ پوری ملت ان کے اس دنیا سے تشریف لے جانے پر تعزیت کی مستحق ہے۔چونکہ ان جیسی شخصیت کا دنیا سے اٹھ جانا کسی ایک فرد کا دنیا سے اٹھ جانا نہیں ہوتا، بلکہ ؎

وما کان قیس ھلکہ ھلک واحد ولکنہ بنیان قوم تھدما

کہ ایک شخص کا اٹھ جانا پوری ملت کے لئے ایک عظیم سانحہ ہوتا ہے۔اس لئے ساری ملت ہی اس پر تعزیت کی مستحق ہے۔

ممنون حسین (صدر مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان)

صدر مملکت نے مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ غم کی اس گھڑی میں وہ لواحقین کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں۔صدر مملکت نے مولانا کے درجات کی بلندی اور لواحقین کے لئے صبر جمیل کی دعا کی۔

(روزنامہ اسلام کراچی، مورخہ ۲ر فروری ۲۰۱۵ء)

میاں محمد نواز شریف (وزیراعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان)

وزیراعظم نے مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی۔ (روزنامہ اسلام کراچی، مورخہ ۲ر فروری ۲۰۱۵ء)

امیر مرکزیہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

ہمارے مشائخ اور بزرگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جامعیت کاملہ سے نوازا تھا۔ چنانچہ وہ علم وعمل، تقویٰ وطہارت، تعلیم وتعلّم، درس وتدریس اور اصلاح وتربیت وغیرہ کے ہر میدان میں صف اوّل میں نظر آتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس کی بنیاد ان بزرگان دین کا اخلاص، استقامت، نظم الاوقات اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق وہدایت تھی۔اسی کا نتیجہ ہے کہ آج بھی امت اسلامیہ کا ایک بہت بڑا طبقہ ان اکابر کے ملفوظات، تالیفات اور ان کے تلامذہ سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔انہی سلسلہ ولی اللّٰہی میں سے ہمارے ممدوح امیر مرکزیہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نوراللہ مرقدہ تھے جنہوں نے درس نظامی سے فراغت کے بعد پوری زندگی تعلیم وتعلّم، درس وتدریس، مدرسہ اور درسگاہ میں گزاری ہے۔ پاکستان اور بیرون پاکستان آپ کے شاگردوں اور آپ سے فیض حاصل کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہے، جو دین کے مختلف شعبوں میں کام کررہے ہیں۔

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد قدس سرہ جو تقریباً ۴۳ سال جماعت کے امیر رہے، ان کے بعد مجلس کی امارت سنبھالنا اور اپنے بزرگوں کے انداز میں اس کو چلانا کوئی

آسان کام نہیں تھا۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اصابت رائے اور خداداد صلاحیتوں نے یہاں بھی جوہر دکھائے۔ آپ کے زمانۂ امارت میں مجلس تحفظ ختم نبوت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کئی کامیابیاں عطاء فرمائیں۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن (امیر جمعیۃ علماء اسلام)

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ قاسم العلوم ملتان سے فارغ التحصیل اور میرے والد حضرت مولانا مفتی محمود قدس سرہ کے عظیم تلمیذ وشاگرد رشید تھے، جنہوں نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ سے صحیح مسلم اور مشکوٰۃ شریف پڑھی تھی۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو اپنے اس مخلص شاگرد پر بہت اعتماد تھا۔ اسی لئے ان کے درس نظامی سے فراغت کے بعد جامعہ قاسم العلوم ملتان میں تدریس کے لئے ان کا تقرر فرمایا۔ جہاں آپ ایک سال تک اپنے استاذ کے زیرسایہ تدریس فرماتے رہے اور زندگی بھر جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ مخلص، باوفا اور اس کے لئے دعاگو رہے۔

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات عظیم سانحہ ہے۔ ان کی وفات کا مجھے بڑا دکھ ہے۔ وہ سچے عاشق رسول تھے۔ وہ بے پناہ خوبیوں کے مالک تھے۔ انہوں نے ساری زندگی دین اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ مولانا مرحوم مسلمانوں کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنے اکابر کے مشن کے وارث تھے۔ ان کی دینی، ملی، تحریکی اور تدریسی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ میں ان کے خاندان، ان کے شاگردوں اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے دلی تعزیت کرتا ہوں۔ مولانا مرحوم نے مدارس کے تحفظ کے لئے جان دی۔ ہم مدارس پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے۔ ان شاءاللہ!

حضرت حافظ پیر ناصرالدین خاکوانی (نائب امیر، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)

بعد الحمد والصلوٰۃ! یکم فروری کو فقیر وفاق المدارس کے سیمینار میں حاضر ہوا اور کوشش کی کہ سامعین میں کہیں جگہ مل جائے۔ لیکن انتظامیہ کے حکم پر اسٹیج پر بیٹھنا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ کی طرح ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ تشریف لائے اور اسٹیج پر تشریف فرما ہوئے۔ فقیر نے حضرت کی برکت سے چند جملے ختم نبوت کے حوالے سے اس بیان میں عرض کئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد حضرت کے بیان کا اعلان ہوا۔ حضرت نے کیا خوب بیان فرمایا۔ جلال وجمال کا مرقع بیان تھا۔

حضرت کا بیان ختم ہوا۔ حضرت نے جالندھری صاحب کو تھپکی دی اور انہوں نے بیان شروع کر دیا۔ حضرت قاری صاحب کے بیان کے دوران ہی حضرت پر دل کا شدید اٹیک ہو گیا۔ اس کی وجہ سے حضرت نے اپنے مصنوعی دانت مبارک بھی نکال لئے تھے۔ اسی دوران اسٹیج پر ہی حضرت کی گردن مبارک ایک طرف لڑھک گئی اور حضرت سکون اور آرام سے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ حضرت کا اچانک وصال فقیر کے لئے جانکاہ وصدمہ ثابت ہوا۔ لیکن یہ یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت جس مقصد کے لئے تشریف لائے تھے اس کو سو فیصد پورا کر کے ہی اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں اور جس طرح حدیث مبارکہ کا ترجمہ ہے: ''کہ تم مرو گے جس طرح تم جئے اور جس طرح مرو گے اس طرح اٹھائے جاؤ گے۔''

اور یہ یقیناً ہمارے لئے بھی بشارت ہے کہ ان شاء اللہ! قیامت کے دن یہی منظر ہو گا۔ ہم بھی حضرت کے ساتھ اسی طرح کی مجلس میں اٹھائے جائیں گے۔ موت دنیا والوں کے لئے جدائی ہے اور صدمے کا باعث ہے۔ مومن کے لئے موت تحفہ ہے۔ اس لئے کہ موت اللہ رب العزت کے ساتھ ملاقات کا وسیلہ ہے۔ حضرت کی موت حسن خاتمہ کی بہترین صورت ہے۔ ہم راضی بارضا ہیں۔ اس میں بھی اللہ رب العزت کی کئی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بہترین نمونہ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی موت بھی قابل رشک ہے۔ یقیناً حضرت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس دعا کے جوان کی انگوٹھی مبارک پر کندہ تھی کا مصداق ہیں: ''اللھم احینی سعیداً وامتنی شھیدا'' آپ کے بارے میں بغیر مبالغے کے عرض کیا جاسکتا ہے کہ ''عاش حمیدًا ومات سعیدًا، انا للہ وانا الیہ راجعون''

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری (ناظم اعلیٰ! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ خاتم النّبیین. اما بعد!

یادگار سلف حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے صدمہ نے نڈھال کر دیا ہے۔ وہ کیا گئے ساری رونقیں ہی سمٹ گئیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے ان کے ساتھ جو معاملہ فرمایا وہ قابل رشک ہے۔ جس شان سے وہ اس دنیا سے گئے، جس طرح حسن خاتمہ ہوا، جس آب وتاب سے آپ کا سفر آخرت ہوا، وہ دلیل ہے کہ آپ مقبولان بارگاہ الٰہی میں سے تھے۔

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ان خداداد صلاحیتوں وخوبیوں، میانہ روی، اصابت رائے، تقویٰ وطہارت اور بزرگی کو دیکھ کر خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے

آپ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کا رکن نامزد فرمایا۔ جب دفتر مرکزیہ سے باضابطہ طور پر خط کے ذریعہ اس منصب کی اطلاع کی تو آپ نے اپنے جوابی والا نامہ میں فرمایا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور اس کے اکابر سے قلبی لگاؤ اور ذہنی ہم آہنگی تو شعور کے زمانہ سے آج تک ہے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جب مستقل امیر مرکزیہ کے چناؤ کا مرحلہ سر پر تھا تو رفقاء کا مشورہ ہوا، تمام حضرات حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی امارت پر متفق اللسان تھے۔ ہمارے موجودہ امیر مرکزیہ، یادگار اسلاف حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ نے تحریراً فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی اس وقت اسلاف کی نشانی ہیں۔ ان سے زیادہ اس منصب جلیلہ کا اور کوئی حقدار نہیں ہے۔

حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد (نائب امیر، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت)

اما بعد! مخدوم العلماء والصلحاء، استاذ گرامی قدر، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اس دور میں اکابر اولیاء اور جید علماء کرام میں سے تھے۔ مجھے یہ سعادت حاصل ہے کہ آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔ دارالعلوم کبیروالا میں آپ کے پاس پڑھتے تھے۔ آپ دارالعلوم کبیروالا سے باب العلوم کہروڑپکا تشریف لے گئے تو میرے والد گرامی حضرت قبلہ خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ زئی شریف کے صاحبزادہ داؤد احمد، مجھے اور مجھ سے چھوٹے بھائی صاحبزادہ خلیل احمد کو پڑھنے کے لئے باب العلوم کہروڑپکا بھیج دیا۔ یہ دراصل حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بڑے استاذ جی حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ پر بھرپور اعتماد کا عملی اظہار تھا۔

انہوں نے بھی کمال محبت وتعلق سے اپنے آپ کو خانقاہ سراجیہ سے وابستہ رکھا۔ آپ کی یہ وابستگی واحترام اپنے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے تھی کہ وہ خانقاہ سراجیہ کے شیخ حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔

حضرت قبلہ خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اظہار محبت وتعلق خاطر کی وجہ حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی کہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف یہ کہ حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے گاؤں سلیم پور کے تھے۔ بلکہ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی برادری بھی ایک تھی، نقشبندی سلسلہ میں نسبتوں کا بہت احترام ہوتا ہے۔

حضرت قبلہ والد گرامی حضرت خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بڑے استاذ جی حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جن محبتوں سے سرفراز فرمایا۔ وہ آپ کے عالی اخلاق اور بلند سوچ کا نتیجہ تھا۔ دیانتداری کی بات ہے کہ انہوں نے حضرت قبلہ کی جدائی کے صدمے اور خلاء کو اپنی شفقت بھری محبتوں سے پر کردیا۔ ان کے وصال سے حضرت قبلہ والد گرامی کی وفات کا صدمہ تازہ ہوگیا ہے۔ اللہ رب العزت آپ کے تمام شاگردوں اور تعلق داروں کو آپ کے تمام مشن بالخصوص عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور باب العلوم کو مضبوط سے مضبوط بنانے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ آمین!

حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد (سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ)

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم. اما بعد!

ہمارے مربی ومحسن استاذ اور روحانی والد حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات موت العالم موت العالم کا مصداق ہے۔ آپ کی وفات سے علم وفضل، زہد وتقویٰ، تدریس وتفہیم، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، وفاق المدارس، باب العلوم، خانقاہ سراجیہ کے لئے جو خلا واقع ہوا ہے وہ مدتوں پر نہ ہوگا۔ ہمارے حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کا خانقاہ سراجیہ سے محبانہ ومخلصانہ تعلق خانقاہ سراجیہ کے متوسلین کے لئے سرمایۂ افتخار تھا۔ ہمارے حضرت والد گرامی مرحوم ومغفور کے بعد آپ نے جس طرح ہمارا ہاتھ تھام کر چلنا سکھایا، جس طرح بھرپور اعتماد سے سرفراز فرمایا۔ اس پر جتنا اللہ رب العزت کا شکر کریں، وہ کم ہے۔

حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی برخوردارنوازی کو دیکھیں کہ ہمیشہ جہاں غائبانہ دعاؤں سے نوازتے، وہاں خانقاہ شریف تشریف لاکر ممنون احسان فرماتے۔ ملنے والوں سے ہمیشہ تحسین کے وقیع الفاظ سے یاد فرماتے۔ جہاں کہیں ایک ساتھ اجتماع میں حاضری ہوئی تو ہمیشہ عزت افزائی کرتے۔ ہمیشہ اختتامی دعا کے لئے حکم فرماتے۔ یہ سب ان کے وسعت دل اور کمال سرپرستی کا اظہار تھا۔ خانقاہ سراجیہ میں آپ کے حکم پر دورہ حدیث کا اجراء ہوا۔ آغاز واختتام پر تشریف لاتے۔ حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح حضرت مولانا محمد یاسین صابر مدظلہ، ہمارے استاذ ہیں۔ جب دونوں بزرگ جمع ہو جاتے تو حضرت مرحوم، مولانا صابر مدظلہ سے ختم بخاری کے لئے فرمادیتے۔ اتنی وسیع القلبی تو اب ڈھونڈھنے سے بھی شاید نہ مل سکے۔

میرے برادر بزرگ حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ کو آپ نے خلافت سے سرفراز فرمایا اور ڈھاکہ جا کر خانقاہ سراجیہ ڈھاکہ کے متعلقین کو اپنی موجودگی میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی بیعت کرایا۔ بجا طور پر انہوں نے جس مربیانہ، پدرانہ شفقتوں سے نوازا۔ وہ ہمارے لئے باعث افتخار ہے۔ رب کریم آپ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ آمین!

حضرت مولانا سمیع الحق (امیر جمعیۃ علماء اسلام)

مرحوم کی رحلت سے علمی، روحانی اور دعوتی میدانوں میں بہت بڑا خلاء پیدا ہوا ہے۔ ایسے نازک حالات میں حضرت کا جانا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے بہت بڑا دھچکا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ مجلس کے مقدس مشن کے لئے موزوں رجال کار پیدا فرماتا رہا ہے۔ امید ہے کہ موجودہ خلاء بھی غیبی مدد سے پر فرمائیں گے۔ حضرت موصوف کا میرے ساتھ انتہائی مشفقانہ تعلق خاطر رہا۔ ان کی تائید و تحسین اور دعائیں ساتھ رہیں۔ جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا کے در و دیوار آپ کے پچاس سالہ تدریسی خدمات کے گواہ ہیں۔ ان کے ہزاروں تلامذہ اور منتسبین صدقات جاریات رہیں گے۔ تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر کی جانے والی ان کی مساعی جمیلہ کل روز قیامت شفاعت و قرب نبوی ﷺ کا ذریعہ بنے گی۔

حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری (نائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت)

بلاشبہ حضرت موصوف ایک بزرگ عالم دین اور تحفظ ختم نبوت کے بے باک قائد اور سرپرست تھے۔ ان کے داغ مفارقت سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایک مشفق رہنما سے محروم ہوگئی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ عالمی مجلس کو بہتر نعم البدل عطاء فرمائے۔ عالمی امیر نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ردقادیانیت کے لئے جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرما کر اعلیٰ علیّین میں جگہ نصیب فرمائے اور پسماندگان و خدام تحفظ ختم نبوت کو صبر جمیل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

حضرت مولانا ربیع الحسن (صدر مجلس تحفظ ختم نبوت ساؤتھ دہلی)

مولانا موصوف نے امارت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد عالمی مجلس کے پلیٹ فارم سے تحفظ ختم نبوت کی بے لوث خدمات انجام دی ہیں اور عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت آپ نے

آخری سانس تک کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے اور ہم تمام لوگوں کو مرتے دم تک تحفظ ختم نبوت کی تحریک سے وابستہ رہنے کی توفیق بخشے۔

مولانا سید جاوید حسین شاہ (فیصل آباد)

اللہ پاک جل مجدہ نے جملہ کمالات حسنہ ظاہری وباطنی سے آپ کو خوب نوازا تھا۔

مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی (خانقاہ مالکیہ خانیوال)

شیخ مکرم مدت مدید تک مسند درس حدیث پر تشریف فرما ہوکر سینکڑوں طلباء کو احادیث کے اسناد وروایات کے سلسلۃ الذہب کو حضور ﷺ تک پہنچانے میں ایک بیش بہا کڑی کا کردار ادا کرتے رہے۔

حضرت مولانا حکیم محمد مظہر (کراچی)

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت شان کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مقرر کئے گئے۔

مولانا اعجاز مصطفیٰ (کراچی)

حضرت قدس سرہ علم کا خزانہ تھے، عمل کا نمونہ تھے، عاقل وفہیم تھے، ذکی ولبیب تھے، عابد وزاہد تھے، متقی وپرہیزگار تھے، جری وبہادر تھے، نڈر حق گو تھے، فیاض اور سخی تھے۔ انہیں جو کچھ ملا تھا موہبت خداوندی سے ملا تھا اور ان کے تنہا وجود میں اس قدر فوق العادت اوصاف وکمالات قدرت نے جمع کردیئے تھے کہ ایک بڑی جماعت پر تقسیم کردیئے جائیں تو محاسن سے مالا مال ہوجائے۔

مولانا عزیز الرحمٰن رحیمی (فیصل آباد)

اللہ جل شانہ عم نوالہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے اخلاق اور علوم کو علمائے ربانیین کے وجود سے محفوظ فرمایا ہے۔ انہیں افراد میں ایک فرد فرید، ہمارے شیخ واستاد، مربی ومحسن، حضرت الاستاذ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

حافظ عبدالرشید (کراچی)

میرے استاد تھے، محسن تھے، مربی تھے اور پھر میرے شیخ بنے۔ پھر بمثل والد حقیقی کی

حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے تعلق قائم کر دیا۔ ان سب بے مثال صفات کے علاوہ ایک رازدان دوست کی حیثیت سے بھی مجھ پر اعتماد فرماتے تھے۔

مولانا مفتی خالد محمود (کراچی)

حضرت استاد جی رحمۃ اللہ علیہ مرجع خلائق تھے۔ معلومات کا خزانہ اور مکارم اخلاق کا نمونہ، زہد و تقویٰ کا پیکر تھے۔ آپ ان عظیم ہستیوں میں سے تھے جن کے وجود مسعود سے علم و علماء کا وقار قائم ہے۔

مولانا غلام رسول دین پوری

حکیم العصر، پیکر صدق وصفا، مجسمہ اخلاق، خزینہ علوم و معرفت، استاذ الاساتذہ، شیخ المشائخ، شیخ التفسیر والحدیث تھے۔

مولانا محمد احمد بہاولپوری (مدرس باب العلوم کہروڑ پکا)

کمال علمی وروحانی کے حصول میں اسباب کے درجے میں سب سے بڑا سبب استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کا دعاؤں کا معمول ہے۔

مولانا محمد امجد خان (لاہور)

آپ کی زندگی مکمل طور پر سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عبارت تھی۔

ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں

آپ کی رحلت سے جہاں بہت بڑا علمی خلاء پیدا ہوا ہے، وہیں دینی تحریکات بھی اپنے روحانی باپ سے محروم ہو چکی ہیں۔

مولانا عبدالواحد (بلوچستان)

ایسی مبارک ہستیاں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں جن کی خدمات بھی صدیوں پر محیط ہوتی ہیں۔

مولانا انوارالحق حقانی (کوئٹہ)

یقیناً مولانا کی رحلت اس قحط الرجال کے دور میں علماء ارباب مدارس، طلباء اور ختم

نبوت کی جماعت کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے اور یہ خلاء مدتوں تک رہے گا۔

مولانا محمد احمد لدھیانوی (کمالیہ)

مخدوم العلماء، استاذ المحدثین، قطب الاقطاب، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ان یگانہ روزگار ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ رب العزت نے اوصاف حسنہ کے ساتھ متصف کیا ہوتا ہے اور جو ظاہر و باطن کی تمام خوبیوں سے مالا مال ہوتے ہیں۔

مولانا زاہد الراشدی

استاذ العلماء، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال پورے ملک کے دینی، علمی اور مسلکی حلقوں کے لئے بے پناہ رنج وغم اور صدمہ کا باعث بنا ہے۔

مولانا محمد ازہر (ملتان)

حضرت مولانا کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ آپ اساتذہ وطلباء کو قناعت وخودداری کا سبق دیتے تھے۔

مولانا ڈاکٹر محمود الحسن عارف

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان جس طرح پھیلا اور جس پیمانے پر حضرت شیخ سے تلمیذی کا تعلق پیدا ہوا، اس سے پتہ چلتا ہے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم لدنی بھی حاصل تھے۔

ڈاکٹر فاروق احمد قریشی

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کشتہ علم اور مجسمہ اخلاص تھے۔ تواضع کا پیکر اور خندہ روئی کا شاہکار تھے۔

سید محمد معاویہ امجد شاہ (خانیوال)

سلسلۃ الذہب کے ایک عظیم انسان، نباض ملت، حکیم العصر، مخدوم العلماء، رئیس المفسرین، سراج المحدثین، ترجمان مسلک حقہ علماء دیوبند، بزم تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چمکتے چراغ، مشن مدنی کے علمبردار، شیخ المشائخ مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

مفتی عظمت اللہ سعدی (بنوں)

پیکر صدق وصفاء، نمونۂ زہد وتقویٰ، یادگار اسلاف، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ کے لئے ہمیں داغ مفارقت دے کر راہی آخرت ہوئے۔

مولانا مفتی سید عدنان کاکاخیل

آسمان علم ومعرفت کے ستاروں میں سے ایک تارہ اور ٹوٹ گیا۔

علامہ خالد محمود (پی۔ ایچ۔ ڈی، لندن)

مجلس تحفظ ختم نبوت ایک عالمی آواز ہے۔ عالمی تحریک ہے۔ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ہماری امیدوں کا محور تھے۔ جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گئے تو ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ اب کون ہوگا؟ جب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ آئے تو ہمارا دل مطمئن ہوگیا۔ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ میں تواضع مروت بہت زیادہ تھی۔ آپ کے مدرسے کا نام باب العلوم تھا اور خود بھی باب العلوم تھے۔

مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی

بس ایک بات میں نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت میں ہمیشہ اپنے امراء کی دعاؤں اور توجہ سے ہی آگے بڑھتا ہوں۔ لہٰذا حضرت مجھے اپنی دعاؤں میں نظرانداز نہ فرمانا اور خاتم النّبیین میڈیکل ہارٹ سنٹر کے لئے خصوصی دعاؤں میں، جلد از جلد تکمیل تک پہنچانے کے لئے خصوصی دعا فرمانا، تو آپ نے ایک جملہ فرمایا: اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔ آپ شروع کریں۔ اللہ تعالیٰ ضرور پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے۔

مفتی عبدالواحد (تربت)

موصوف کو اللہ تعالیٰ نے ہمہ جہت شخصیت عطاء فرمائی تھی۔ آپ مجموعہ محاسن تھے۔ ’’العلماء ورثۃ الانبیاء‘‘ کے اتم مصداق تھے۔

قاری محمد حنیف جالندھری

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مشن ختم نبوت کا تحفظ تھا۔ وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر

تھے۔اس مشن کو بھی ہم قائم رکھیں گے۔انشاء اللہ آج پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف لکھا گیا لٹریچر جو عقیدہ ختم نبوت کے اس بنیادی عقیدے کے لئے لکھا گیا، وہ لٹریچر بھی فرقہ وارانہ قرار دیا جارہاہے اور قادیانیت کے خلاف لکھی جانے والی کتابوں پر پابندی لگائی جارہی ہے۔ہم اس کی مذمت کرتے ہیں اور جو حضور ﷺ کے دشمنوں کا یار ہے وہ قوم کا غدار ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں　　　یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

عقیدۂ ختم نبوت ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔ہم عاشق تھے اور رہیں گے۔قادیانی کافر تھا، کافر ہے اور کافر رہے گا۔ہم ہمیشہ کہتے رہیں گے یہ عدالت کا اور پاکستان کی پارلیمنٹ کا فیصلہ ہے۔جن افسروں نے ہمارے لوگوں کے خلاف پرچے کئے ہیں ان کو کٹہرے میں لائیں گے اور یاد رکھو یہ دن ہمیشہ نہیں رہا کرتے۔''**وتلک الایام نداولھا بین الناس**'' کہ دن بدلیں گے اور ان شاء اللہ قانونی طور پر انتقام لیں گے۔

مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی

میانہ قد، اجلا سفید لباس، گول دوپلے والی ٹوپی، منور چہرہ، حسین خدوخال، عالمانہ وقار، بزرگانہ چال، حضرت مولانا سید نفیس شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری کاپی، نظروں میں کھب جانی والی شخصیت۔ماحول واطراف سے غافل کر دینے والا وجود، ایک طلسماتی مجسمہ، یہ ہیں میرے ممدوح، میرے محبوب، دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والے میرے دوست، میرے بزرگ، علمی مشکلات میں دستگیری کرنے والے حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نوراللہ مرقدہ۔

مولانا مفتی ظفر اقبال (چیچہ وطنی)

استادجی رحمۃ اللہ علیہ علم وعمل کے عظیم مرتبہ پر فائز ہونے کے علاوہ وہبی طور پر اس صفت کے بھی حامل تھے کہ آپ کے پیش نظر ہر وقت یہ بات رہتی تھی کہ امت کو خالص اور شفاف دین سے متعارف کرایا جائے،آپ نے ہمیشہ ہر مسئلہ میں صحیح راہنمائی کی۔

حافظ فیروز الدین (کراچی)

ہمارے مخدوم کا ہر عمل اتباع سنت کی تصویر تھا اور آپ اکابرین دیوبند کے عاشق زار تھے۔

چوہدری شجاعت حسین (صدر پاکستان مسلم لیگ ق)

مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اچانک انتقال سے سخت صدمہ پہنچا ہے، مولانا مرحوم کی قابل قدر خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔ (روزنامہ اسلام کراچی ۲رفروری ۲۰۱۵ء)

مولانا محمد عبیداللہ اشرفی (مہتمم واستاذ حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور)

عالم اسلام ایک عظیم مذہبی رہنما اور عقیدہ ختم نبوت کے محافظ سے محروم ہوگیا۔

(روزنامہ پاکستان لاہور۲رفروری ۲۰۱۵ء)

مولانا محمد عبداللہ، بھکر (مرکزی سرپرست جمعیۃ علمائے اسلام)

شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی دین اسلام کی خدمت میں گزاردی۔ (روزنامہ اوصاف ۲رفروری ۲۰۱۵ء)

مفتی محمد نعیم (مہتمم جامعہ بنوریہ عالمیہ سائٹ ایریا کراچی)

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اسلاف کی نشانی اور بے مثال شخصیت تھے۔ ان کی گراں قدر خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ان کی اچانک رحلت عالم اسلام کے لیے غم کی گھڑی ہے۔ مسلمانان پاکستان ایک عظیم علمی روحانی شخصیت سے محروم ہوگئے۔

(روزنامہ اسلام ۳رفروری ۲۰۱۵ء)

لیاقت بلوچ (سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی پاکستان)

مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ مولانا مرحوم نے اپنی پوری زندگی اشاعت دین اور نفاذ دین کی جدوجہد میں گزاری۔

(روزنامہ پاکستان لاہور۲رفروری ۲۰۱۵ء)

پرویز خٹک (وزیراعلیٰ صوبہ خیبر پختونخواہ)

خیبر پختونخواہ کے وزیراعلیٰ پرویز خٹک نے شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا ہے انہوں نے مرحوم کو زبردست دینی وعلمی خدمات پر خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کی مغفرت کی دعا کی اور پسماندہ خاندان سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔

سید عطاء المہیمن شاہ بخاری (امیر مرکزیہ مجلس احرار اسلام پاکستان)

مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا مجھے بڑا غم ہے۔ ان کی وفات پوری امت کا نقصان ہے۔ ہم ایک عالم دین، تحریک ختم نبوت کے قائد اور مشفق رہنما سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان کا خلا پورا ہونا مشکل ہے۔ (روزنامہ پاکستان لاہور ۲رفروری ۲۰۱۵ء)

مولانا ملک عبدالحفیظ مکی

مولانا عبدالمجید لدھیانوی مرحوم کی اسلام، ملک اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے سنہری خدمات تاریخ کا روشن حصہ ہیں۔ ان کی تمام زندگی اسلام کی خدمت اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں گزری۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

(روزنامہ پاکستان لاہور ۲رفروری ۲۰۱۵ء)

مولانا قاری حق نواز (مہتمم جامعہ دارالعلوم الصفہ، بلدیہ ٹاؤن کراچی)

مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی گوناگوں عظیم دینی خدمات ان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ (روزنامہ اسلام کراچی ۳رفروری ۲۰۱۵ء)

مولانا ڈاکٹر نصیر الدین سواتی (کراچی)

مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ خداداد صلاحیتوں کے حامل، نہایت مدبر، مفکر اور جید عالم دین تھے۔ مولانا مرحوم کی علمی و تبلیغی خدمات اور قربانیوں کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

(روزنامہ اسلام ۲رفروری ۲۰۱۵ء)

مولانا محمد زاہد (نائب رئیس واستاذ حدیث جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد)

ہمارے لیے تو ایک عہد کا خاتمہ ہوا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم درس تھے، یادوں کی ایک طویل زنجیر نے دماغ میں حرکت شروع کر دی ہے۔

مولانا مفتی سید مظہر اسعدی

علم و عرفان کا ایک سورج اور غروب ہو گیا اور پچاس برس بخاری شریف کا درس دینے والے شیخ الحدیث حکیم العصر رحمۃ اللہ علیہ دار فانی کو چھوڑ گئے اور انہوں نے مزید کہا کہ حضرت شیخ الحدیث

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر بھی تھے۔ حضرت کی خدمات ہمہ گیر تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

مولانا طارق علی شاہ (ویکفیلڈ، برطانیہ)

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم محدث اور مربی مشفق اور مسلک علماء حقہ علماء دیوبند کے حقیقی پاسبان اور محافظ تھے۔

مولانا محمد اکرم (ہیڈرسفیلڈ، برطانیہ)

چونکہ نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا اعزاز آپ کے تمام اعزازات میں درجہ امامت کا حکم رکھتا ہے۔ اس لئے اس مشن میں استعمال ہونے والا فرد، درجہ امامت کا حکم رکھتا ہے اور امیر مجلس، امیر علماء امت کا اعزاز رکھتا ہے۔

سید جمال بادشاہ (برمنگھم، برطانیہ)

حضرت اقدس نے امت مسلمہ کے اس مرکزی عقیدہ کے تحفظ کے لئے تادم مرگ اپنی خدمات سرانجام دیں اور اس راہ میں پوری استقامت کے ساتھ حضرت والا نے امت کی راہنمائی فرمائی۔

جمعیۃ علماء برطانیہ کا تعزیتی پیغام

آج جمعیۃ علماء، برطانیہ کا وفد رچڈیل، ویکفیلڈ، برمنگھم، لوٹن، برنلے، آکسفورڈ، مانچسٹر، کراولے، ہیڈرزفیلڈ لندن اور شفیلڈ سے مولانا خورشید، مولانا عزیز الحق، مفتی عبدالقادر، مولانا عطاء اللہ خان، مولانا جمیل احمد بندھانی، مفتی طارق علی شاہ، حافظ محمد اکرام، قاری نیاز احمد، مولانا زاہد حسینی، مفتی فیض الرحمٰن، مولانا خالد، مفتی عبدالوہاب کے علاوہ دوسرے جمعیت علماء کے کارکنان نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر حضرت شیخ الحدیث وشیخ القرآن مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کے سلسلے منعقدہ اجلاس میں شرکت کی اور اپنی عقیدت کو حضرت کے ساتھ بیان کیا اور ساتھ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی اور دینی خدمات کو سراہتے ہوئے اللہ کے حضور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت نصیب فرمائے۔ آمین!

محمد امداد اللہ قاسمی (نائب امیر جمعیۃ علماء برطانیہ)

حضرت شیخ الحدیث وشیخ القرآن حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات عظیم سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مشن کو تمام علماء کرام میں زندہ رکھنے کی توفیق عنایت فرماویں۔

مفتی عبدالحنان (خطیب مرکزی جامع مسجد لوٹن)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ میرے انتہائی مشفق استاذ تھے۔ میں نے دوسال دارالعلوم کبیروالا میں ان سے کتب پڑھیں۔ طلباء کرام کو بڑے حکیمانہ انداز میں سمجھاتے تھے۔ طلباء کا بہت ہی خیال رکھتے۔

دینی جرائد کا خراج تحسین

ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مجاہد خان رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا جمشید رحمۃ اللہ علیہ کی رحلتوں کے بعد آج یکم رفروری ۲۰۱۵ء کو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی کے انتقال پر علمی دنیا کو ایک اور بڑے دھچکے کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون. ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ وکل شیء عندہ بأجل مسمّٰی فلنصبر ولنحتسب. اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ!**

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

اہل علم وعرفان کا یکے بعد دیگرے اٹھنا علامات قیامت میں سے ہے۔ علمائے کرام ملت مسلمہ کے نظریات وعقائد اور اسلامی اقدار وروایات کے پاسبان اور امین ہوتے ہیں۔ ان کا وجود امت کی تقویت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اہل کفر وباطل مسلمانوں کے نظریاتی اور علمی وعملی سرحدوں پر ہر وقت حملہ آور ہوتے ہیں اور جب ان سرحدوں پر انہیں محاذ آرائی کرنے والے اسلامی سپوتوں (علمائے کرام) کی کمی کا علم ہو تو ان کی خوشی کی کوئی انتہاء نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ آج مغرب ان پاسبانوں اور ان کے قلعوں (مدارس) کے خلاف یک جان ہوکر نبرد آزما نظر آتے ہیں۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کندیاں شریف کے بعد حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کی ذمہ داری بھی نبھار ہے تھے۔ قادیانیت کا

فتنہ جو پاکستان سمیت پوری دنیا میں ماحول کو زہر آلود بنا رہا ہے۔ اس زہر کے مسموم اثرات سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا پلیٹ فارم پوری دنیا میں سرگرم عمل ہے۔ اس کے امیر کی رحلت ان نازک حالات میں بہت بڑا سانحہ ہے۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں ان کی مغفرت اور رفع درجات کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی جس میں حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق نے مرحوم کے فضائل ومناقب اوران کی علمی ودینی خدمات پر روشنی ڈالی۔

مولانا مرحوم کا جامعہ دارالعلوم حقانیہ، دادا جان شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اور تایا جان حضرت مولانا سمیع الحق کے ساتھ اچھے روابط تھے۔ نفاذ شریعت کی جدوجہد میں وہ ہمیشہ اپنی تائید وتصویب، دعاؤں اور رہنمائی سے نوازتے تھے اور وہ وقتاً فوقتاً اس سلسلے میں خط وکتابت بھی کرتے تھے۔

آپ کا جنازہ بقیۃ السلف شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صدر وفاق المدارس العربیہ کی امامت میں ادا کیا گیا جس میں اخباری اطلاعات کے مطابق ایک لاکھ افراد نے شرکت کی۔

ماہنامہ ’’البلاغ‘‘ کراچی

پچھلے دنوں، بروز اتوار ۱۱ربیع الثانی ۱۴۳۶ء (یکم رفروری 2015ء) قلندر صفت شخصیت، ’’جامعہ اسلامیہ باب العلوم‘‘ کہروڑپکا کے شیخ الحدیث اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ہزاروں شاگردوں اور لاتعداد عقیدتمندوں کو سوگوار چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئے۔ ’’انا للہ وانا الیہ راجعون‘‘

مرحوم وفات کے وقت بھی علماء اور اہل مدارس کے اہم اجلاس میں شریک تھے۔ اپنی ضروری ہدایات ونصائح سے فارغ ہوکر جب نشست پر آ گئے تو تھوڑی دیر بعد ایک طرف کو جھک گئے اور دوران اجلاس ہی قلب کا یہ اچانک دورہ جان لیوا ثابت ہوا۔ مولانا کی زندگی پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ موفق من اللہ تھے۔ ان کی زندگی جہد مسلسل کی تمثیل نظر آتی ہے۔ کچھ اوپر اسی سال کی پیرانہ سالی کی اس حالت میں بھی آپ دین کے لئے مساعی جمیلہ تدریس، خطابت اور نظم ونسق کے لئے کمربستہ رہتے تھے۔

وفات کے دن بھی جامعہ اسلامیہ باب العلوم میں مشکوٰۃ شریف کا درس دیا اور پروگرام کے مطابق کہروڑپکا سے ملتان روانہ ہوگئے۔ جہاں آپ کو دفتر وفاق میں ملتان ڈویژن کے اہل

مدارس کے اہم اجلاس میں شریک ہونا تھا۔علماء ومشائخ اور مہتممین حضرات کا یہ اجلاس موجودہ ان حالات پر غور کرنے کے لئے منعقد کیا گیا تھا جو پشاور آرمی پبلک سکول پر وحشیانہ حملے کے نتیجے میں سامنے آئے ہیں اور اس اندوہناک دہشت گردانہ حرکت کو ملک اور بیرون ملک معاندین اسلام اور سیکولر ذہنیت کے حامل عناصر گمراہ کن طور پر مدارس سے منسلک کرنے کا مکروہ پروپیگنڈہ کررہے ہیں۔اس موقع پر مولانا نے پروگرام کے مطابق اپنے پرمغز خطاب میں حالات پر روشنی ڈالی اور صبرواستقامت کے ساتھ دین کی سربلندی اور علوم دین کے تحفظ وبقاء کے لئے مخلصانہ سعی وعمل کی نصیحت ووصیت کرکے اپنی زندگی کا آخری درس دیا۔

مولانا متانت، شفقت اور خاکساری وسادگی کا پیکر تھے۔ان کی گفتگو حکمت اور علمی رسوخ سے معمور ہوتی تھی اور ان کی بے تکلّفانہ طبیعت ومزاج کی وجہ سے آج ان سے محبت وعقیدت رکھنے والوں کا وسیع حلقہ ہے۔مولانا خود صاحب اولاد نہیں تھے۔لیکن ان کے پاس تلمذ کا شرف حاصل کرنے والوں کو ان کی ذات میں شفیق باپ کی توجہات نصیب ہوتی تھیں۔ یہ نابغۂ روزگار شخصیت اب وہاں پہنچ چکی ہیں جہاں سے پھر کوئی آہٹ بھی سنائی نہیں دیتی۔مولائے کریم ان کے درجات بلند فرمائے۔اپنے جوار میں قرب خاص سے نوازے اور ان کے علمی فرزندان وپسماندگان کو جہد وعمل اور تعلیم وتربیت کے اس چراغ کو فروزاں رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جس کے لئے انہوں نے اپنی زندگی کے شب وروز وقف کئے تھے۔آمین ثم آمین!

’’ان فی اللہ عزاء اً من کل مصیبة وخلفاً من کل فائت ولا نقول الا بما یرضی ربنا وانا للہ وانا الیہ راجعون‘‘

ماہنامہ ’’الخیر‘‘ ملتان

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا　　ہم ہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

۱۱ربیع الثانی۱۴۳۶ھ بروز اتوار وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مرکزی دفتر واقع گارڈن ٹاؤن ملتان میں ضلع کے دینی مدارس کے ذمہ داران کا ایک خصوصی اجلاس تھا۔جس میں ملک کے معروضی حالات اور دینی مدارس کے خلاف سیکولر حلقوں کے منفی پروپیگنڈے کے حوالے سے بزرگ اساتذہ وعلماء کرام کے خطاب کا نظم تھا۔وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری زید مجدہم کے خطاب سے پہلے جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا کے شیخ الحدیث، امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان حضرت مولانا عبدالمجید

لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب فرمایا۔ حضرت نے اپنے خطاب میں اہل مدارس کو پاکستان کا حقیقی خیرخواہ اور وفادار قرار دیا اور حکمرانوں کو متنبہ کیا کہ وہ دینی جماعتوں اور مدارس کے خلاف امتیازی قانون اور سلوک سے گریز کریں۔ آپ کے خطاب کے بعد حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مائیک پر آئے۔ انہوں نے چند تمہیدی کلمات ہی کہے تھے کہ کرسی پر تشریف فرما حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی ایک جانب جھک گئے۔ حضرت کو فوراً ہسپتال لے جانے کا انتظام کیا گیا۔ مگر وقت موعود آچکا تھا۔ حضرت کے مخلص خادم مولانا زبیر احمد صدیقی (مدیر جامعہ فاروقیہ شجاع آباد) کا بیان ہے کہ ہسپتال پہنچنے سے قبل ہی حضرت کی روح عالم قدس کی جانب پرواز کرگئی۔ ’’انا للہ وانا الیہ راجعون‘‘

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اسلامیہ باب العلوم کے شیخ الحدیث اور روح رواں ہونے کے علاوہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر، دینی جماعتوں اور مدارس کے سرپرست، استاذ الاساتذہ اور اپنے وقت کے بے نظیر و بے مثال مشفق استاذ اور مربی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تعلیم و تربیت اور تقریر و تدریس کے ساتھ گوہر شناسی اور افراد سازی کی زبردست صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ وہ گدڑیوں میں چھپے ہوئے موتیوں کو فوراً پہچان لیتے تھے اور پھر ان چیدہ موتیوں کی نگہداشت اور تراش خراش اس سلیقہ سے فرماتے کہ ان کی چمک دمک سے علم و عمل کی محفلیں جگمگا اٹھتیں۔

۱۹۵۵ء میں جامعہ قاسم العلوم ملتان سے فراغت کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ساٹھ سال مسند تدریس کو رونق بخشی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تینتالیس سال جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس سے قبل جامعہ قاسم العلوم ملتان اور جامعہ دارالعلوم کبیروالہ میں بھی تدریس کا موقع ملا۔ اپنی تدریسی زندگی میں جس جگہ رہے۔ مرجع اہل علم اور طلبہ کے محبوب استاذ بن کر رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل اور تفہیم و تدریس کی شہرت بوئے گل کی مانند طلبہ، اساتذہ اور مدارس میں پھیلی ہوئی تھی۔ نئے مدرسین کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس کا یہ پہلو قابل توجہ ہے کہ انہیں سبق پر مکمل عبور حاصل ہوتا تھا۔ طلبہ کی نفسیات سے پوری واقفیت رکھتے تھے۔ مطالعہ وسیع و عمیق تھا۔ درسی کتب کے علاوہ نئی کتب اور جدید مسائل پر گہری نظر تھی۔ تدریس میں تقلید کی بجائے مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔ ہمارے دینی مدارس میں عام طور پر تفسیر و حدیث اور فقہ کی کتب کے خاص خاص مقامات پر خوب زور تدریس صرف کیا جاتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایسے

مقامات پر اختصار و جامعیت سے کام لیتے تھے۔ لیکن جہاں کوئی معاشرتی، تہذیبی یا کوئی اخلاقی مسئلہ مذکور ہو، جہاں عام مدرسین خاموشی سے گزر جاتے ہیں۔ وہاں حضرت عالمانہ و مربیانہ شان کے ساتھ تشریح و تربیت فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حسن تدریس کا یہ کمال تھا کہ جو کتاب بھی زیر درس ہوتی، طلبہ یہ محسوس کرتے کہ حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کو اسی کتاب سے خاص مناسبت ہے۔ قحط الرجال کے موجودہ دور میں دین کے تمام شعبوں میں انحطاط محسوس کیا جارہا ہے۔ بالخصوص تدریس کا میدان مخلص وذی استعداد مدرسین سے خالی ہوتا جارہا ہے۔ (کیوں خالی ہوتا جارہا ہے۔ اس پر مدرسین کے علاوہ مدارس کے ارباب اہتمام کو بھی غور فرمانا چاہئے) علم و عمل کے اس قحط میں حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود مسعود ایک روشن چراغ اور طلبہ علوم دینیہ کے لئے بہت بڑی ڈھارس تھا۔

ہمارے دینی مدارس میں علم کے ساتھ دوسری زوال پذیر دولت ''تربیت'' ہے۔ مولانا لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ''تربیت'' کو تعلیم کا جزو لازم سمجھتے تھے۔ طلبہ کی اخلاقی سرگرمیوں پر ان کی گہری نظر ہوتی تھی۔ اپنے دروس و خطبات میں بکثرت فرمایا کرتے تھے کہ: ''جو علم انسان کو راہ ہدایت نہ دکھائے وہ علم وبال جان ہے۔'' اور اکثر یہ مصرعہ پڑھا کرتے تھے ؎

علمے کہ راہ حق نماید جہالت است

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کا بکثرت حوالہ دیتے: ''اللھم انی اعوذ بک من علم لاینفع'' اے اللہ میں ایسے علم سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں جو کوئی نفع نہ دے۔

فرمایا کرتے تھے کہ علم کا فائدہ یہ ہے کہ وہ انسان کی شخصیت کو بدل دے۔ نفس پرستی کی بجائے خدا پرستی کے جذبات پیدا کردے۔ ایک مسلمان عالم اور غیر مسلم عالم میں بنیادی فرق یہی ہے کہ ایک طرف صرف علم ہی علم ہے اور دوسری طرف علم کے ساتھ عمل جڑا ہوا ہے۔ اپنے اس مربیانہ مزاج کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کی فکری و ذہنی تربیت اور علمی و عملی کمال کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ سختی و شدت کی بجائے محبت و اخلاق سے طلبہ کو اس طرح متاثر فرماتے تھے کہ ان کے اخلاق و عادات خود بخود اسلامی معاشرت و آداب کے مطابق ڈھلتے جاتے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اساتذہ و طلبہ کو قناعت و خودداری کا سبق دیتے تھے۔ دینی مدارس میں آنے والے بالعموم مالی اعتبار سے کمزور ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ دوران درس ایسے طلبہ کی تربیت کے لئے ان آیات و احادیث پر کھل کر

گفتگو فرماتے۔ جن میں خودی وخودداری اور صبر وقناعت کا سبق ملتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثالیں دیتے ہوئے فرماتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت کے پاس تن ڈھانکنے کے لئے کپڑے نہ ہوتے تھے۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ انہی مفلس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاؤں کی ٹھوکروں سے قیصر وکسریٰ کے محلات زیر وزبر ہوئے اور دنیا کی متمدن قومیں ان مفلوک الحال مسلمانوں کے عزم قوی کے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوئیں۔

ماہنامہ ’’الحقانیہ‘‘ سرگودھا

احقر ناکارہ کئی دن سے سفر پر تھا۔ اسلام آباد سے واہ کینٹ جاتے ہوئے موبائل پر برادرم مولانا طاہر مسعود زید مجدہم نے اطلاع دی کہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرما گئے ہیں۔ احقر نے فوراً انہیں فون کیا اور تفصیلات معلوم کیں۔ معلوم ہوا کہ وہ ملتان میں وفاق المدارس کے تحت منعقد ہونے والے سیمینار سے خطاب فرما کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ اچانک طبیعت خراب ہوئی اور اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

آپ کی دینی، علمی، تدریسی، تصنیفی اور تحریکی خدمات کا دورانیہ نصف صدی سے زائد پر محیط ہے۔ اس دوران ہزاروں علماء کرام نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ بڑے بڑے اساتذہ کرام اور شیوخ الحدیث آپ کے تلامذہ اور شاگردوں میں شامل ہیں۔ اسی طرح ’’خطبات حکیم العصر، مجالس حکیم العصر، درس بخاری شریف‘‘ آپ کی بہترین علمی یادگار ہیں۔ دینی تعلیم اور تدریس کے علاوہ طلبہ کی تربیت کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ مسلک علماء حق، علماء دیوبند اور ان کے مسلکی مزاج میں ڈھالنے کے لئے آپ کے ہاں خصوصی تربیت دی جاتی تھی۔ اپنے اکابر اور ان کے مسلک ومشرب سے آپ کو بے حد تعلق تھا۔ اس مسلک کے علماء کرام سے آپ خاص تعلق اور عقیدت رکھتے تھے اور ان کی خوب قدر فرماتے تھے۔ اسی نسبت سے احقر کے والد ماجد یادگار اسلاف فقیہ وقت حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ سے حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خاص تعلق اور عقیدت تھی۔ ان کی علمی، فقہی تحقیق پر کامل اعتماد فرماتے تھے۔ اسی نسبت سے احقر ناکارہ پر بھی شفقت فرماتے تھے۔ مختلف اجلاس، جلسوں میں جہاں ملاقات ہوتی۔ ہمیشہ محبت فرماتے۔ حضرت سے متعلق چند واقعات جو اس وقت یاد آ گئے ہیں، پیش خدمت ہیں۔ امید ہے کہ قارئین بغور ملاحظہ فرمائیں گے۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ’’مشکلات القرآن‘‘ جب پہلی دفعہ شائع ہوئی تو حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک مبسوط ومفید مقدمہ بنام ’’یتیمۃ البیان فی شئ من علوم القرآن‘‘ کے نام سے تحریر فرمایا۔ اس میں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنی علوم سے متعلق عظیم مضامین تحریر فرمائے ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت نے اس کے ساتھ ہی ایک فصل میں اہل حق کی تفاسیر کا تعارف بھی کرایا اور پھر اہل باطل کی ان نام نہاد تفاسیر کا رد بھی فرمایا۔ جن میں اہل حق کی مخالفت کی گئی ہے۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اہل حق کی تفاسیر کی مثال میں حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے افادات پر مشتمل ’’بلغۃ الحیران‘‘ کا بھی ذکر کیا۔ جب کہ اس میں بھی کئی مقام پر اہل حق کے خلاف تفسیر موجود ہے۔ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین نے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریر کو اپنی تائید میں پیش کیا۔ چنانچہ صاحب ’’اقامۃ البرہان‘‘ مولانا سجاد بخاری مرحوم نے بھی اس کا حوالہ دیا ہے۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ اس سلسلہ میں یہ تھے: **’’وبعد ذلک وفی اثناء ذلک تتباعت تراجم القرآن وفوائده التفسيرية بعضها من اهل الحق كتفسيرات ترجمة القرآن افادها العالم العارف مولانا الشيخ حسين على الفنجابى اطال الله بقائه من تلامذة قطب العصر مولانا المحدث ابى مسعود رشيد احمد الكنكوهى الديوبندى المتوفى ۱۳۲۳ھ‘‘ (يتيمة البيان)**

حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت پڑھ کر آپ کو درج ذیل مکتوب تحریر فرمایا:

مکرم ومحترم جناب مولانا صاحب اطال اللہ بقاءہ ومتعنا بہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج عالی بعافیت ہوں گے؟ بلا تمہید عرض ہے کہ ان دنوں ’’مشکلات القرآن‘‘ کے مقدمہ میں تفاسیر پر جناب والا کا محققانہ تبصرہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ص۲۹ پر جناب نے مولانا حسین علی مرحوم کی ’’تقریرات ترجمہ قرآن مجید‘‘ کو **’’بعضها من اهل الحق‘‘** کی مثال میں ذکر فرمایا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

۱...... ان تقریرات سے وہ مجموعہ مراد ہے جو **’’بلغة الحيران‘‘** کے نام سے موسوم ہے یا کوئی اور؟

۲...... یہ رائے آپ نے ’’بلغة الحیران‘‘ کے مطالعہ کے بعد تحریر فرمائی ہے یا حسن ظن کے طور پر بغیر دیکھنے کے تحریر فرمادیا؟

۳...... اگر آنجناب نے مطالعہ فرمایا ہے تو کیا آپ ان کی تحقیقات کو حق سمجھتے ہیں یا اسلاف کے خلاف ہونے کی وجہ سے آپ ان کو قابل اعتراض سمجھتے ہیں؟

۴...... ’’بلغة الحیران‘‘ دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہو تو آپ کتاب حاصل کر کے صرف سورۂ بقرہ کے ان مقامات کو دیکھ کر رائے عالی سے مطلع فرمائیں:۱-ذبح بقرہ۔۲-’’فأتو بسورة من مثله‘‘۳-’’لا تقولوا راعنا‘‘۴-تحویل قبلہ کی تحقیق۔۵-’’من یکفر بالطاغوت‘‘بمع تفسیر آیت الکرسی اور بھی کئی مقامات قابل غور ہیں۔ یہ صرف نمونہ کے طور پر ہیں۔ آپ کی رائے میرے لئے اطمینان بخش ہوگی۔ جواب جلدی مرحمت فرماویں اور اپنے قلم سے تحریر فرماویں۔ فقط والسلام! ۳؍ذی الحجہ۱۳۸۳ھ بروز اتوار

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں درج ذیل والا نامہ تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم المقام زادت معالیکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نامہ گرامی مورخہ ۳؍ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ مل گیا۔ جواباً عرض ہے کہ میری مراد’’بلغة الحیران‘‘ ہی ہے۔ لیکن اس وقت چند مقامات سرسری مطالعہ کئے تھے اور حضرت مولانا میانوالوی کے متعلق اجمالاً عقیدت تھی۔ اس کے پیش نظر لکھا اس کے بعد معلوم ہوا کہ اہل حق کے مسلک سے بعید اشیاء موجود ہیں۔ اس لئے خواہش ہوئی کہ جب طبع ثانی کا موقع آئے گا اس پر تنبیہ کی جائے گی۔ توقع ہے کہ عنقریب موقع آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

ان مقامات اور مزید مقامات دیکھ کر سابقہ خیال سے رجوع کر لوں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! یہ تو ایک طالب علمانہ کوشش تھی۔ جواب سے ٹھیک ۲۷ سال قبل انجام پذیر ہوئی تھی۔ کچھ مسائل شاذ تو پہلے ان کے معلوم تھے۔ لیکن اتنا نہیں جتنا آج معلومات ہوئیں۔ بہرحال آپ کی مخلصانہ تنبیہ کا شکر گزار ہوں۔ جزاکم اللہ خیرا، ان الدین النصیحة، والسلام!

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ

اس سے صاف واضح ہوگیا کہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے ’’یتیمة البیان‘‘ میں اس تفسیر کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا وہ حضرت میانوالوی سے محض اجمالی عقیدت کی بنیاد پر تھا۔ حضرت نے خود اس کا مطالعہ نہیں فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں جب آپ کو ان مقامات کے دیکھنے کا موقع

ملا تو آپ نے ان سے اختلاف فرمایا اور ان کو قابل نظر ثانی قرار دیا اور حسب وعدہ ’’یتیمۃ البیان‘‘ کی دوسری اشاعت میں اس کا ذکر بھی فرمادیا۔ چنانچہ آپ کی عبارت یہ ہے:

’’ثم ظهر فيما بعد ان اماليه هذه فيها مؤاخذات وانتقادات زل فيها القلم عن الجادة القويمة لاندرى هل هى من الضابط اوصاحب الامالى فيستانف النظر فيها ورأيت فى عدة مواضع مايحتاج الىٰ التنبيه على التقصير فى التفسير فمنها اٰية ذبح البقرة ومنها فى قوله فاتوا بسورة من مثله وفى قوله ولا تقولوا راعنا وفى اٰية تحويل القبلة وفى قوله فمن يكفر بالطاغوت وفى اٰية الكرسى وغيرها وسمعت ان بعض الافاضل من اهل العصر قام بالرد عليه فافرد فيه تاليفاً والى الله المشتكى‘‘

ترجمہ... ’’اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس امالی میں کئی باتیں قابل مواخذہ ولائق نقد ہیں جن میں قلم صحیح راستہ سے بھٹک چکا ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ یہ زلت قلم خود حضرت مولانا حسین علی کی طرف سے ہے یا لکھنے والوں کی طرف سے۔ بہر حال ان مقامات پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ میں نے خود بھی اس کے بعض مقامات دیکھے ہیں۔ ان میں تفسیر کے اندر غلطی کی گئی ہے اور ان پر تنبیہ بہت ضروری ہے۔ ان میں آیت ذبح بقرہ... وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ زمانہ حاضر کے بعض فضلاء نے اس کتاب کی مستقل تردید کی ہے اور ایک الگ کتاب اس موضوع پر لکھی ہے۔‘‘

’’**بعض الافاضل**‘‘ سے غالباً مؤلف ’’**هداية الحيران**‘‘ حضرت اقدس مولانا مفتی سید عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ’’**بلغة الحيران**‘‘ اور ’’جواہر القرآن‘‘ کے رد میں مستقل تالیف ’’**هداية الحيران**‘‘ ہی ہے۔

تفصیل احقر کی کتاب ’’**توضيح البيان لمافى هداية الحيران**‘‘ میں ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ وضاحت حضرت مولانا لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی کرائی ہے۔

فقہاء کرام نے تحریر فرمایا ہے کہ روزہ کی حالت میں اگر کوئی شخص کان میں پانی ڈال لے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ایک مرتبہ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال تشریف لائے تو انہوں نے حضرت والد صاحب سے اس مسئلہ پر یہ اشکال فرمایا کہ کان میں پانی ڈالنے میں بظاہر صلاح بدن کا معنی متحقق ہے تو پھر عدم فساد صوم کی وجہ کیا ہے؟ صلاح بدن پائے جانے کی

وجہ سے روزہ ٹوٹنا چاہئے۔ جب کہ فقہاء کرام عدم فساد کی تصریح فرما رہے ہیں۔ حضرت والد صاحب نے اس کے جواب میں جو تحقیق آپ کو لکھ کر بھیجی اس سے یہ اشکال پورے طور پر رفع ہوا اور آپ کو مکمل طور پر اطمینان ہو گیا۔ یہ تحقیق پڑھ کر آپ نے درج ذیل مکتوب حضرت کو تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرم فرمائے بندہ، متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ مل کر باعث اطمینان قلب ہوا۔ تحریر فرمودہ تحقیق بالکل صحیح اور ہر قسم کے شبہات کے لئے قاطع ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کے علوم سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق دے۔ باب العلوم میں ہر طرح خیریت ہے۔ دورہ حدیث شریف تک سب اسباق جاری ہیں۔ دعوت صالحہ میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے فتنہ سے محفوظ رکھے۔ اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق دے۔

فقط والسلام!

دعاجو عبدالمجید غفرلہ

۲۷؍ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ

افادہ عام کے لئے ذیل میں یہ تحقیق بھی حضرت والد صاحب کے مجموعہ فتاویٰ ’’امداد السائل‘‘ سے نقل کی جا رہی ہے تاکہ دونوں حضرات کے لئے صدقہ جاریہ اور آخرت میں رفع درجات کا باعث ہو۔

مکتوب گرامی

سیّد عبدالشکور ترمذی عفی عنہ ساہیوال ضلع سرگودھا الیٰ مولانا عبدالمجید مدرسہ باب العلوم کہروڑپکا ضلع ملتان

مولانا المکرّم زاد مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوں گے۔ یہ احقر بحمد اللہ بخیریت ہے۔ گزشتہ سال ایک آنکھ کا موتیا کا آپریشن لاہور میں ہوا تھا۔ مگر کام کرنے سے اس میں جلن ہو جاتی ہے۔ دعا کی درخواست ہے۔ دوسری آنکھ بھی اب جلدی آپریشن کے قابل ہونے والی ہے۔ اس وقت باعث تحریر یہ ہے کہ تقریباً عرصہ پانچ سال کا ہو گیا ہے۔ آپ ساہیوال مختصر وقت کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس وقت مولوی محمد خان ساہیوال مدرسہ عربیہ حقانیہ میں پڑھاتے تھے۔ اس وقت آپ نے یاد پڑتا ہے یہ ذکر کیا تھا کہ کان میں پانی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ حالانکہ بظاہر اس صورت میں بھی معنی صلاح بدن کا وصول ہو جاتا ہے۔ یہ اشکال ذہن میں آتا رہا اور کئی مرتبہ اس کا

حل بھی ذہن میں آیا۔ مگر آپ کو لکھنے کا موقع نہیں مل سکا۔ کل ایک مسئلہ کی تحقیق کے لئے کتابوں کی ورق گردانی کرتے ہوئے ایک عبارت تو یہ نظر سے گزری:

”الاتری ان تقطر الدهن فی الاذن مفسددون یقطر الماء ان طریق الاستعمال واحد بل مفطر الصوم هوالأكل والشرب فتقطر الدهن فی الاذن منتفع به دون تقطیر الماء فلذا فرق بینهما كذا قال مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ (طبی جوهر ص۹۷)“

اس عبارت سے تو تقطیر دہن اور تقطیر ماء میں انتفاع اور عدم انتفاع کا فرق معلوم ہوا اور فتح القدیر کی عبارت ذیل سے **تقطیر الماء فی الاذن** کے عدم انتفاع کی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ وہ عبارت یہ ہے:

”وبسطه فی الكفا فی فقال لان الماء یفسد بمخالطة خلط داخل فی الاذن فلم یصل الی الدماغ شئ یصلح له فلا یحصل معنی الفطر فلا یفسد (فتح القدیر ج۲ ص۷۳)“

اس سے تقطیر الدہن اور تقطیر الماء فی الاذن کا فرق واضح ہوگیا اور اس کی وجہ بھی معلوم ہوگئی کہ تقطیر الماء فی الاذن کے بعد بوجہ خلط فی الاذن کے صلاحیت نہیں رہتی اور اگر قاضی خان وغیرہ کے مذہب پر اشکال ہو کہ ان حضرات نے قصد و اختیار سے کان میں پانی ڈالنے کو مفطر فرمایا ہے تو باوجود عدم انتفاع کے یہ مفطر کیوں ہے؟ تو اس اشکال کا حل اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ اپنے قصد و اختیار سے جب پانی ڈالا گیا تو اس فعل کو ہی موصل الی الجوف قرار دے دیا گیا اور صلاح بدن کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ قاضی خان کے مسلک کی تعمیل میں علامہ ابن ہمام نے نقل فرمایا ہے۔

”لانه موصل الی الجوف بفعله فلا یعتبر فیه صلاح البدن كما لو أدخل خشبة وغیبها (ج۲ ص۷۳)“

اب آپ غور فرما کر اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔ والسلام!

۲۴ ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ

ایک مرتبہ حضرت مولانا لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ بعض دیگر علماء کرام اور حضرت والد صاحب سب حضرات سرگودھا میں حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر تھے۔ اس مجلس میں ایک عالم نے غراب کا مسئلہ بیان کیا کہ ”ہدایہ“ میں تصریح ہے کہ یہ حلال ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تناول بھی فرمایا ہے۔ حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ یہ تو صحیح ہے کہ غراب

زرع اورزاغ معروف حلال ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو تناول فرمایا ہے۔ مگر وہ عالم اس پر مصر تھے کہ ’’ھدایہ‘‘ میں اسی طرح لکھا ہے۔ ’’ہدایہ‘‘ منگوا کر جب ان سے مطالبہ کیا گیا کہ اس میں دکھائیں تو انہوں نے ایک عبارت پیش کی جس میں ارنب اورغراب کی حلت کا ذکر تھا اور نیچے یہ عبارت تھی۔ ’’وقد اکل رسول ﷺ‘‘ اور یہ عبارت غراب کے تحت تھی۔ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے والد صاحب کو متوجہ فرمایا کہ یہ عبارت قابل غور ہے۔ حضرت والد صاحب نے عبارت دیکھ کر ان سے فرمایا کہ اس کا تعلق غراب سے نہیں بلکہ ارنب سے ہے۔ آپ اس پر غور فرمالیں۔ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے غور کے بعد تائید فرمائی اور پھر ان عالم نے بھی تسلیم کرلیا اس طرح یہ مغالطہ ختم ہوا۔

حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کئی مرتبہ جامعہ حقانیہ ساہیوال تشریف لائے۔ حضرت والد صاحب سے پرانے تعلقات تھے۔ اس لئے سرگودھا حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضری کے موقع پر ساہیوال بھی تشریف لے آتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت والد صاحب نے انہیں جامعہ حقانیہ کے سالانہ جلسہ پر بھی دعوت دی۔ وہ اس میں تشریف لائے۔ اس موقع پر خوب مجلس کا موقع ملا اور آپ نے جلسہ سے خطاب بھی فرمایا۔ حضرت نے اس موقع پر اپنے جو تاثرات قلمبند فرمائے وہ یہ تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمد اللہ وحدہ ونصلی ونسلم علیٰ من لا نبی بعدہ، امابعد!

بقیۃ السلف فقیہ العصر الشیخ المفتی عبدالشکور ترمذی مدظلہ کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ آپ کی ذات میں تھانوی نسبت اور مدنی نسبت کا نہایت موزوں اور حسین امتزاج ہے جو نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ احقاق حق، ابطال باطل کے جذبہ سے معمور ہیں۔ نہایت اہم موضوعات پر آنجناب کی تحریرات عوام وخواص سب کے لئے روشنی کا مینار ہیں۔ افتاء کی استعداد تو موروثی ہے۔ آپ کی سرپرستی میں جاری وساری جامعہ حقانیہ میں حاضری کا موقع بارہا ملا۔ ہر دفعہ روحانیت کی تازگی محسوس کی۔ اب جلسہ کے موقع پر حاضری کے وقت آنجناب کے صاحبزادوں سے مجالست ومکالمت کا موقع ملا تو ان کو اپنے اسلاف کی وراثت کا صحیح حق دار پایا۔ صاحبزادہ عبدالقدوس تو میرے خیال میں والعلم عنداللہ نعم الخلف لنعم السلف کا مصداق ہیں۔ ایں خانہ ہمہ آفتاب است!

اللہ تعالیٰ جامعہ کو روزافزوں ترقی دے اور حضرت الشیخ کے فیوضات علمیہ وعملیہ کو

جاری ساری رکھے۔ مجھے تو شیخ سے تہہ دل سے محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس محبت کے طفیل مجھے بھی علم نافع، عمل صالح کی نعمت نصیب فرمائے۔ اس خاندان کو اور اس مرکز کو اللہ تعالیٰ ظاہری باطنی فتنوں سے محفوظ رکھے۔ یرحم اللہ عبداً قال آمینا! عبدالمجید غفرلہ

جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا ضلع لودھراں

۸؍شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ، بروز ہفتہ ۲۸؍نومبر ۱۹۹۸ء

مجلّہ ’’الحقانیہ‘‘ ان کی خدمت میں باقاعدگی سے ارسال کیا جاتا تھا۔ ملاقات پر اکثر اس کا ذکر ضرور فرماتے اور خوشی کا اظہار بھی فرماتے تھے۔ کبھی اگر کسی مضمون میں کوئی بات قابل اصلاح ہوتی تو اس کی نشاندہی بھی فرماتے تھے۔ احقر کا ایک مضمون ’’تحریک پاکستان‘‘ کے حوالہ سے شائع ہوا۔ اس مضمون میں احقر نے پاکستان کے قیام کی تاریخ ۱۴؍اگست ۱۹۴۷ء کے ساتھ قمری تاریخ ۲۶؍رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ تحریر کی تھی۔ اس پر آپ نے تنبیہ فرمائی کہ پاکستان کے قیام کا اعلان رات کو ہوا تھا اور وہ ۲۷ویں رات تھی اور یہ اعلان ریڈیو سے میں نے خود بھی سنا تھا۔ اسلامی تاریخ کا اعتبار چونکہ غروب آفتاب سے ہوتا ہے۔ اس لئے ۲۶ کی بجائے ۲۷؍رمضان المبارک لکھنا چاہئے تھا۔ حضرت کی بات نہایت معقول اور صحیح تھی۔ احقر نے فوراً ہی اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے آئندہ ۲۷؍رمضان المبارک لکھنے کا وعدہ کیا۔ احقر اس پر بڑا حیران ہوا کہ حضرت نے اس اصلاح کے لئے احقر کو مستقل فون کیا اور کئی مفید ارشادات عالیہ سے نوازا اور احقر ناکارہ کو کہروڑپکا باب العلوم حاضر ہونے کی بڑی مشفقانہ انداز میں دعوت بھی دی۔ فرمانے لگے کہ کبھی ملتان کا پروگرام ہو تو بتا دینا تاکہ گاڑی بھیج کر کہروڑپکا بلالیا جائے۔ احقر نے اس ذرہ نوازی پر شکریہ ادا کیا اور حاضری کا وعدہ کرلیا۔

چنانچہ ۲۰؍اپریل ۲۰۱۴ء کو جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا کے استاذ حدیث جناب حضرت مولانا محمد شفیق مدظلہ کے ہمراہ لودھراں میں جلسہ میں حاضری ہوئی۔ احقر نے واپسی میں باب العلوم حاضری کا پروگرام بنالیا۔ فون پر رابطہ سے معلوم ہوا کہ حضرت تشریف فرما ہیں۔ بہت خوشی ہوئی۔ اس طرح بصد شوق باب العلوم حاضر ہوا۔ حضرت سبق میں تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن مدظلہ نے بڑا اکرام فرمایا۔ حضرت مولانا منیر احمد منیر مدظلہ بھی یہیں تشریف لے آئے۔ سبق کے بعد حضرت بھی اسی کمرہ میں تشریف فرما ہوئے۔ آدھ گھنٹہ خوب مجلس جاری رہی۔ حضرت نے سفر پر جانا تھا۔ اس لئے زیادہ وقت نہ مل سکا۔ اس مجلس میں آپ نے ایک بزرگ کا خواب سنایا کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ حق تعالیٰ کے دربار میں ان کی پیشی ہوئی۔ حق تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا اور

جب میں جنت میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ بھی پہنچ گئے۔ یہ خواب ان بزرگ نے حضرت کو سنایا۔ حضرت نے تعبیر دیتے ہوئے فرمایا کہ اس خواب سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھ سے پہلے انتقال فرمائیں گے اور میرا انتقال آپ کے بعد ہوگا۔ واللہ اعلم!

بعض اوقات تقدیم وتاخیر کے اعتبار سے خواب کی تعبیر برعکس ہوتی ہے۔ اسی ترتیب پر اس کا واقع ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ اس لئے یہاں بھی ایسا ہی ہوا کہ حضرت کا وقت ان بزرگ سے پہلے آ گیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم اوران بزرگ اور پھر ہمیں بھی اپنی رحمت کے صدقہ جنت میں دخول اولی نصیب فرمائیں۔ **آمین برحمتک یا ارحم الراحمین!**

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام دینی، علمی خدمات کو قبول فرمائیں۔ آپ کی باقیات صالحات کو ہمیشہ قائم رکھیں اور آپ کے درجات بلند فرماویں۔ آمین، فقط

ماہنامہ ’’نصرۃ العلوم‘‘ گوجرانوالہ

رند خالی ہاتھ بیٹھے ہیں اڑا کر جزو کل
اب نہ کچھ شیشے میں ہے باقی نہ پیمانے میں ہے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حکیم العصر استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مہتمم جامعہ باب العلوم کہروڑپکا لودھراں یکم رفروری ۲۰۱۵ء بروز اتوار ملتان میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ایک سیمینار میں خطاب سے فراغت کے بعد کرسی صدارت پر دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے ہسپتال لے جاتے ہوئے راستہ میں ہی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ ’’اناللہ وانا الیہ راجعون‘‘ بعدازاں انہیں کہروڑپکا میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان زید مجدہم کی امامت میں ایک تاریخی جنازہ کی ادائیگی کے بعد سپرد خاک کردیا گیا۔

مولانا لدھیانوی کی وفات سے ملک پاکستان اور عالم اسلام ایک محقق عالم باعمل سے محروم ہوگیا ہے۔ **’’ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شئ عندہ باجل مسمّٰی‘‘**

مولانا لدھیانوی ایک ہمہ گیر صفات سے متصف شخصیت تھے۔ کہنہ مشق استاد، نکتہ رس خطیب، مدبر عالم، صالح عامل، مشفق منتظم اور درویش منش لیڈر، اکابر علماء حق پر اعتماد کرنے والے، وسیع المطالعہ اور فہم وفراست سے مالا مال بزرگ، بڑوں کے قدردان اور چھوٹوں پر دست شفقت رکھنے والے، باخدا صوفی اور ایک تحریکی دل ودماغ رکھنے والے شجاع انسان تھے اور سب

سے بڑھ کر یہ کہ وہ مسلک دیوبند کے جرأت مند نمائندہ بھی تھے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد انہوں نے بڑے تدبر اور حسن انتظام سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت کی اور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے پیدا ہونے والے ایک بڑے خلا کو انہوں نے متعدد عوارضات خصوصاً دل کے عارضہ کے باوجود بھی محسوس نہیں ہوئے دیا۔ ختم نبوت، دینی مدارس کے تحفظ وبقاء اور شریعت اسلامیہ کے حوالے سے جہاں بھی ان کی ضرورت محسوس ہوئی۔ وہ بنفس نفیس پہنچے۔ حتیٰ کہ اپنی وفات کے دن بھی اسباق پڑھائے۔ ایک جنازہ کی امامت کرائی اور دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان میں دینی مدارس کے حوالہ سے منعقدہ ایک سیمینار میں بڑی جرأتمندانہ تقریر بھی کی اور ظہر کے وقت چلتے پھرتے خالق حقیقی سے جاملے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ میرے پیر بھائی تھے۔ انہیں قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔ اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ سے وہ نرینہ اولاد سے محروم تھے۔ وہ جامعہ نصرۃ العلوم میں متعدد بار تشریف لائے۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے امتحانات میں کئی بار وہ جامعہ نصرۃ العلوم میں نگران اعلیٰ کی حیثیت سے تشریف لاتے رہے اور ہر بار ہفتہ عشرہ یہاں ان کا قیام رہتا۔ حضرات شیخین کریمین رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہل علم سے ان کی علمی مجالس ہوتیں، تبادلہ خیالات ہوتا اور جامعہ کی لائبریری میں بھی وہ کافی وقت گزارتے۔ احقر کے ساتھ بھی نہایت شفقت کاملہ فرماتے۔ متعدد پروگراموں میں ان سے جب بھی ملاقات ہوتی تو اپنے قریب بٹھا کر بہت سی باتیں دریافت فرماتے۔ وہ ماہنامہ نصرۃ العلوم کے بھی قاری تھے اور حضرات شیخین کریمین رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے تو شیدائی تھے۔ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی یا اپنی جب بھی کوئی نئی کتاب طبع ہوتی تو احقر انہیں ڈاک کے ذریعے بھجواتا تو اس کی وصولی کا خط احقر کے نام ”کرم فرما بندہ“ کے عنوان سے لکھتے تھے۔ احقر نے ایک مرتبہ انہیں جامعہ نصرۃ العلوم کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد میں شرکت کی دعوت دی تو بخوشی قبول فرمائی۔ عارضۂ قلب کی وجہ سے عین موقع پر تشریف تو نہ لاسکے۔ لیکن اس کی اطلاع انہوں نے خود فون کر کے دی۔ وہ مسلکی حوالہ سے ایک فکرمند انسان تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے احقر کو مندرجہ ذیل خط لکھا۔ جس سے ان کی مسلکی وابستگی کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

کرم فرما مولانا محمد فیاض خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہنامہ نصرۃ العلوم تین چار ماہ سے باقاعدگی سے میرے نام آرہا ہے۔ جون ۲۰۰۴ء

کے رسالے میں آپ کا مضمون ''دیوبندی کہلانے کا مستحق کون؟'' بار بار پڑھا۔ الحمدللہ! بہت مفید مضمون ہے۔ لیکن اس میں سابقہ رسالہ شائع شدہ اکتوبر ۲۰۰۳ء کا حوالہ بار بار آ رہا ہے۔ میرے پاس وہ رسالہ نہیں اس لئے کچھ تشنگی محسوس کرتا ہوں۔ اگر ممکن ہو تو وہ رسالہ یا کم از کم اس مضمون کی نقل ارسال فرما کر احسان فرماویں۔ چونکہ وفاق المدارس کی عاملہ کے اجلاس میں یہ مسئلہ زیر بحث آنے والا ہے۔ اس لئے معلومات جمع کر رہا ہوں۔ اکابر کی خدمت میں سلام و درخواست دعا۔

عبدالمجید غفرلہ

۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ

اس کے جواب میں احقر نے ایک تفصیلی خط انہیں لکھا جو احقر کی کتاب ''عقیدہ حیات النبی ﷺ کے حوالہ سے سنی اور دیوبندی کہلانے کا مستحق کون؟'' کے ص ۶۳ تا ۶۹ میں مطبوعہ ہے۔

پھر ایک مرتبہ انہوں نے چناب نگر ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے احقر کو مندرجہ ذیل خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادرم محترم جناب مولانا محمد فیاض خان سواتی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی

آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر ۲۴، ۲۵ر اکتوبر ۲۰۱۳ء بروز جمعرات، جمعہ ہونا قرار پائی ہے۔ افتراق و انتشار کے اس دور میں یہ کانفرنس اتحاد بین المسلمین، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ، ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے سنگ میل ثابت ہوگی۔ استدعا ہے کہ کانفرنس میں شرکت فرما کر خدام ختم نبوت کی سرپرستی فرمائیں۔ نیز اپنی تشریف آوری سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ تاکہ پروگرام کو حتمی شکل دی جاسکے۔ عبدالمجید

امیر مرکزیہ! عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

پھر جب والد ماجد مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی نوراللہ مرقدہ کی وفات ہوئی تو انہوں نے ایک دن بعد احقر کے نام ایک تعزیتی خط لکھا اور بزرگانہ تسلی دی۔ بعدازاں وہ ہمارے ہاں تعزیت کے لئے تشریف بھی لائے۔

مکرم و محترم مولانا محمد فیاض خان صاحب! عافانی وایاہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امام المفسرین والمحدثین حضرت صوفی صاحب کی وفات کی خبر باعث افسوس ہوئی۔

اناللہ وانا الیہ راجعون! مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ، حضرت سید نفیس شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح یہ صدمہ بھی ہمارا مشترک ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق دے۔ اکابر کا وجود صدہا برکات کا باعث اور لاتعداد فتنوں سے حفاظت کا باعث ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے اور اکابر کے جاری کردہ کارہائے خیر کو جاری رکھنے کی توفیق دے۔

اصبر فكن من الصابرين فانما صبر الرعية بعد صبر الرأس، خير من العباس اجرک بعده، والله خير منک للعباس.

مولانا زاہدالراشدی، مولانا عبدالقدوس قارن ودیگر اقارب واعزہ کی خدمت میں سلام وکلمات تعزیت پیش کریں۔

والسلام! شریک غم

عبدالمجید غفرلہ

۲۹ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ

ایک وقت تھا کہ مولانا ہمارے ساتھ تعزیت کرتے ہوئے حوصلہ دے رہے تھے اور آج ہم ان کے خاندان، اعزہ واقارب، متوسلین، معتقدین، تلامذہ اور جماعت کے ساتھ تعزیت کررہے ہیں۔ اس حقیقت کو دہراتے ہوئے کہ یہ دنیا فانی ہے۔ اس میں کسی کو بھی دوام نہیں ہے۔ اگر بقا ہے تو وہ صرف ایک ہی ذات کو ہے۔ جو سب کی مالک ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت مولانا مرحوم کی جملہ مساعی جمیلہ اور صدقات جاریات کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے ان کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بنادے۔ غلطیوں، کوتاہیوں اور لغزشوں سے درگزر فرما کر جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

اٹھتے جاتے ہیں اب اس بزم سے ارباب نظر گھٹتے جاتے ہیں مرے دل کو بڑھانے والے

ماہنامہ ’’القاسم‘‘ نوشہرہ

سفر عمرہ کے پیش نظر جمادی الاولیٰ بمطابق مارچ کے القاسم کا کام مکمل کرلیا ہے۔ کاپیاں پریس جارہی تھیں کہ حضرت مولانا محمد سلیم جلوی نے بذریعہ فون امیر مجلس تحفظ ختم نبوت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال کی روح فرسا خبر سنادی۔ علماء، مدارس، کارکنان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور امت ایک عظیم سایہ رشدوہدایت سے محروم ہوگئی ہے۔ افسوس کہ آج قلم کو محدث جلیل شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ پر تعزیتی شذرہ لکھنا پڑ رہا ہے۔ جو سن شعور سے لے کر آج تک ساری عمر قوم وملت، اور امت کا غمگسار رہا۔

حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا سانحہ نہ صرف پاکستان بلکہ علمی، تعلیمی، دعوتی، تبلیغی، تحریکی اور مذہبی دنیا کا بڑا حادثہ ہے۔ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے جلیل القدر محدث، جید عالم دین، متبحر فاضل، ناموراتالیق اور صاحب بصیرت رہنما تھے۔ فقہ وحدیث اور دینی علوم میں ان کا پایہ بلند تھا۔ ان کی ساری عمر درس وتدریس، فروغ علم حدیث، جامعہ کے اہتمام وخدمت اور تحفظ ختم نبوت میں گزری۔ طویل عرصہ باب العلوم میں ان کا علمی فیض جاری رہا۔ قرآن مجید پر ان کی درسی اردو تفسیر، ایک بڑا عظیم علمی اور تاریخی کارنامہ ہے۔ ملکی اور قومی امور میں بھی بڑا حصہ رہا ہے۔ وہ عمر بھر جمعیت علماء اسلام کے معاون اور بعض اہم اہداف میں شریک کار رہے ہے۔ وفاق المدارس کے حوالے سے دینی مدارس کے تحفظ وبقاء اور استحکام کی تحریک میں مرکزی قیادت کے ساتھ شانہ بشانہ رہے۔ حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ان کے علم وعمل، تقویٰ ودیانت، فہم وفراست، اخلاق وسیرت، استغناء وبے نیازی اور بلند علمی مقام کے پیش نظر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر منتخب ہوئے۔

ان کی ذات سے پاکستان اور دنیا بھر میں تحفظ ختم نبوت، علوم نبوت کے فروغ اور اصلاح انقلاب امت کے حوالے سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ لیکن افسوس کہ موت نے موقع نہ دیا۔ وفاق المدارس پاکستان کے تحفظ دینی مدارس کانفرنس سے خطاب کے بعد چند لمحے علالت کے راستے علم وعمل کی یہ شمع دفعتہً خاموش ہوگئی اور اس سانحہ سے علمی ومذہبی، دینی اور تعلیمی دنیا ایک جلیل القدر عالم دین سے محروم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ اس مخلص خادم دین کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نوازے۔ ادارہ مرحوم کے تلامذہ نسبی وروحانی اولاد کے ساتھ غم میں برابر کا شریک بلکہ خود تعزیت کا مستحق ہے۔

ان کی یادیں کب بھولنے کی ہیں۔ مرحوم کو جامعہ ابوہریرہ کے قیام اور استحکام سے بہت دلچسپی تھی۔ ہمیشہ اپنی دعاہائے مستجابہ ومقبولہ میں حصہ وافر دیا کرتے تھے۔ میری ہر نئی کتاب کا مطالعہ بھی کرتے اور اپنی رائے گرامی سے بھی نوازتے۔ قائد ملت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح چھپ کر آئی تو مرحوم نے بارہا تحسین وتشجیع سے نوازا اور تاریخی حوالے سے بعض جگہوں پر اصلاح کے مشورے بھی دیئے۔ توضیح السنن ان کے پاس پہنچی تو بے حد مسرت کا اظہار فرمایا اور جب بھی ملاقات ہوئی، توضیح السنن کا تذکرہ کر کے اپنی پسندیدگی کا اظہار ضرور کیا۔ القاسم کو اپنا محبوب پرچہ قرار دیتے تھے۔ ''شرح صحیح مسلم'' کے حوالے سے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ تمہارا منہج درسی ہے۔ اساتذہ اور طلبہ دورۂ حدیث کے لئے

نافع ہے۔ اسماء الرجال کے حوالے سے مباحث نے اس علم کی ضرورت اور اہمیت اجاگر کر دی ہے۔ علماء اور اساتذہ کو اس پر بھرپور توجہ دینی چاہئے۔ ارشاد فرمایا: ''معلوم ہوتا ہے اب تک جو کچھ تم لکھتے رہے یہ سب تکوینی طور پر ''شرح صحیح مسلم'' کے لئے تشکیل تھی۔ اب شرح کی تکمیل کی دعا کرتا رہتا ہوں۔''

اپنے ہاں سالانہ ختم بخاری کے جلسہ پر مجھے مدعو فرمایا میرے بیان کے آغاز میں سٹیج پر تشریف فرما ہوئے۔ بیان ختم ہوا تو فرمایا: ''میں تو تمہارا بیان سننے آیا تھا۔'' واپسی پر اپنی گرانقدر تفسیر اور خطبات کا مکمل سیٹ عنایت فرمایا۔ تواضع، عبدیت، انکسار، اصاغر نوازی اور علم پروری انہیں اکابر سے ورثہ میں ملی تھی۔ انہی اوصاف کریمانہ نے انہیں سیادت کی عظمتیں عطا فرمائیں۔

ماہنامہ ''تجلیات حبیب''

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کے رکن اور جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا کے شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی ۱۱ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ بروز اتوار (یکم رفروری ۲۰۱۵ء کو) معمول کے مطابق جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا میں بخاری شریف کا سبق پڑھانے کے بعد وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیراہتمام وفاق کے مرکزی دفتر ملتان میں آپ ہی کی زیرصدارت منعقدہ ایک خصوصی اجلاس میں تشریف لائے اور اپنے ولولہ انگیز، پرمغز اور جامع خطاب کے بعد دوبارہ کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہوئے۔ دوران خطاب بھی آپ تکلیف محسوس کر رہے تھے۔ ناظم اعلیٰ وفاق حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری زیدمجدہ کا خطاب شروع ہوئے ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ آپ کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک جانب جھک گئے۔ فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا۔ مگر کسی چارہ جوئی سے پہلے راستے ہی میں آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ''فان للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ''

۱۹۵۵ء میں آپ نے جامعہ قاسم العلوم ملتان سے فراغت حاصل کی اور درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ آپ نے نصف صدی سے زائد جامعہ نعمانیہ کمالیہ، جامعہ قاسم العلوم ملتان، دارالعلوم کبیروالا اور جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا میں قال اللہ وقال الرسول کے نغمے سنائے۔ آپ کا انداز تفہیم نرالا تھا۔ مشکل سے مشکل مباحث آپ منٹوں میں اس طرح سمجھا دیتے کہ یہ مباحث طلباء کے دل ودماغ پر نقش ہوجاتیں۔ آپ کا انداز تدریس غیرروایتی اور تحقیقی تھا۔

آپ کے اندر طلباء پر شفقت کا غلبہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ آپ پر پروانوں کی طرح فدا ہوتے۔ آپ طلباء کے دکھ، سکھ کا خیال کرتے۔ نادار طلباء کی اعانت کرتے۔ آپ کے اسباق میں طلباء کی فکری تربیت اور علمی ذہن سازی شامل ہوتی۔ آپ بلاشبہ ایک فکر ساز شخصیت تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو تفسیر قرآن اور حدیث میں مہارت عطا کی تھی۔

علم بلا عمل، وبال اور محض ایک رسم ہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو علم کے ساتھ زہد و تقویٰ کی دولت سے مالا مال کر دیا تھا۔ شب بیداری آپ کا دائمی معمول تھا۔ رات کے پچھلے پہر تہجد کے بعد ان کی آہ وزاری اور دعائیں غافلوں کو بھی اللہ کی طرف متوجہ کر دیتی تھیں۔ نوافل کی کثرت اور مسجد میں سب سے اوّل آنا سب سے آخر میں جانا آپ کو جوانی سے ہی نصیب تھا۔ ہمیشہ حرام اور مشکوک مال سے اجتناب کیا۔ غیر شرعی مجالس میں کبھی شرکت نہیں کی۔ خلاف سنت امور سے ہمیشہ اجتناب کیا اور خلاف سنت عمل پر فوری گرفت کرتے۔ خواہ سامنے کتنی ہی بااثر شخصیت کیوں نہ ہوتی۔

آپ حب جاہ اور حب مال دونوں سے محفوظ تھے۔ پورے ملک میں تلامذہ و مریدین کی کثرت کے باوجود آپ نے نہ ذاتی مکان بنایا اور نہ ہی جائیداد بنائی۔ نہ کاروبار کیا اور نہ ہی مال جمع کیا۔ آپ مدارس و جامعات کے اساتذہ اور علماء کے لئے عیش و سہولت پسندی کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ ۵ سال قبل رفیقہ حیات انتقال کر گئیں تو مدرسے سے تنخواہ لینا چھوڑ دیا۔ ہدایا کے ذریعے جو کچھ جمع ہوتا وہ بھی راہ خدا میں صرف کر دیتے۔ آپ کا نہ کوئی ذاتی اکاؤنٹ تھا اور نہ ہی مال و دولت۔

جناب رسول اللہ ﷺ سے عشق و محبت آپ کا خاصا تھا۔ حضور ﷺ کے سفر، حضر، غزوات اور اسفار جہاد کے مقامات اور ان کے حالات سے بخوبی آگاہ تھے۔ مسجد نبوی میں منبر رسول کے سامنے بیٹھ کر دعا کرتے کہ اے اللہ! اس منبر سے آقا ﷺ نے جو علوم پھیلائے، مجھے وہی صحیح علوم عطا فرما اور اکثر شمائل ترمذی کی روضۂ رسول کے جوار میں تلاوت کرتے۔ سفر حرمین میں آپ کے مصاحبین و رفقاء کے بقول آپ ایک ایک جگہ کے بارے میں احادیث میں آنے والے واقعات کا تذکرہ کرتے۔ آپ نے اس حال میں جان جان آفرین کے سپرد کی کہ نہ کسی ایک وقت کی نماز قضا ہوئی، نہ کوئی معمول ترک ہوا۔

ماہنامہ ’’القاسم‘‘ ڈیرہ غازیخان

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مجمع المحاسن حکیم العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی نوراللہ مرقدہ کے جنازہ میں شرکت کی سعادت، رئیس المحدثین بقیۃ السلف حضرت مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھنے کی سعادت اور ملک بھر سے آئے ہوئے ہزاروں علماء، اساتذہ، صلحاء، اتقیاء، شیوخ الحدیث اور طلباء عظام کا جنازہ کے اجتماع میں شریک ہونا عنداللہ قبولیت وانوارات الٰہیہ اور نزول رحمت وبرکات کے ساتھ ساتھ خوشگوار موسم اور دھیمی دھیمی باران رحمت نے فضا کو انتہائی پرکیف وپرسکون اور روح افزا بنادیا۔ ہر ایک شریک ان سعادتوں کو حاصل کرتے ہوئے زبان حال سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے نظر آیا۔ لاکھوں کے اس اجتماع میں ہر آنکھ اشک بار، دل ودماغ غم میں ڈوبا ہوا، ذہن منتشر اور ہر ایک کی روح بے چین، زندگی تنگ وتاریک، گھٹی ہوئی اور نبض حیات ڈوبی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اپنے محبوب مشفق استاذ ومربی کا آخری دیدار کرنے کی حسرت لئے ہوئے ہزاروں اولیاء اللہ اپنی باری کا انتظار کرتے نظر آئے۔

جنازہ کے بعد احقر کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ رئیس المحدثین، بقیۃ السلف احقر کے انتہائی محبوب ومشفق استاذ حضرت مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم کی زیارت وملاقات نصیب ہوجائے۔ چنانچہ کہروڑپکا سے نکلتے ہی حضرت والا کے فرزند ارجمند اور احقر کے محسن ومربی اور مشفق استاذ حضرت مولانا عبیداللہ خالد مدظلہ کو فون کرکے دریافت کیا کہ حضرت والا کا قیام اور آئندہ کا پروگرام کیا ہے؟ تو مولانا عبیداللہ خالد نے حسب سابق انتہائی محبت وشفقت سے تفصیلات بتادیں۔

نماز عصر کے بعد الحمدللہ! شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم سے شرف ملاقات نصیب ہوا۔ مصافحہ کے بعد حضرت والا نے احقر اور اہل خانہ کی خیریت دریافت فرمائی۔ پھر استفسار فرمایا کہ آپ جنازہ میں پہنچ گئے تھے؟ احقر نے عرض کیا: جی ہاں! الحمدللہ پھر حضرت والا کے قدموں میں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوگئی۔ حضرت والا کی مجلس اور صحبت میں احقر کی جو دل کی کیفیت ہوتی ہے اس کو الفاظ کا جامہ پہنانا کبھی بھی احقر کے بس میں نہیں رہا۔ ارشاد فرمایا کہ مولانا عبدالمجید سے ہماری پہلی ملاقات دارالعلوم کراچی میں اس وقت ہوئی جب ہمارے

دارالعلوم دیوبند کے استاذ مولانا عبدالخالق نے انہیں یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ہم دارالعلوم کبیر والا میں آجائیں۔ ہم اپنے حالات کی وجہ سے اس کی تعمیل نہ کر سکے۔ پھر جب وفاق المدارس کا کام بڑھا تو مولانا عبدالمجید اور مولانا قاری محمد حنیف کے ساتھ مل کر ہم نے پورے ملک کے مدارس کا دورہ کیا اور یہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ ہوا۔

پھر فرمایا کہ مولانا عبدالمجید کے اندر دو خصوصیات بہت نمایاں تھیں۔ ایک یہ کہ وہ صائب الفکر تھے۔ ان کی رائے ہمیشہ صائب اور درست ہوتی تھی۔ پیچیدہ اور مشکل مسائل میں ان کی رائے سب سے راجح اور قابل عمل ہوتی۔ دوسری خصوصیت ان کی یہ تھی کہ وہ شہرت اور ناموری سے ہمیشہ بچتے تھے۔ عاجزی اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ جب بھی ہماری (شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان کی) کوئی کتاب شائع ہوتی تو وہ فوراً رابطہ کرتے اور کتاب منگوا لیتے۔ مگر انہوں نے اپنی تصانیف کا کبھی ذکر تک نہ کیا۔ آج ہم نے ان کے حالات میں پڑھا ہے کہ ان کی بھی کئی کتب چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ پھر فرمایا کہ سرد موسم اور طبیعت کے ناساز ہونے کے باوجود جب ہم نے سنا تو ہم سے رہا نہ گیا۔ جنازہ میں شرکت کے لئے آگئے۔

مولانا عبدالمجید لدھیانوی کے تدین و تقویٰ، للّٰہیت و اخلاص، زہد و ریاضت، تواضع اور انکساری، رئیس المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان کے ملفوظات سے واضح ہو رہی ہے۔ حضرت اقدس مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی دامت برکاتہم نے مولانا عبدالمجید کا پرنور مسکراتا چہرہ دیکھ کر فرمایا کہ اللہ والے بھی عجیب ہوتے ہیں۔ اس دنیا سے جاتے جاتے بھی اپنی محبوبیت چھوڑ کر جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اکابر کی نشانی حضرت مولانا سلیم اللہ خان کو صحت و عافیت کے ساتھ لمبی زندگی عطا فرمائیں۔ ان کے وجود کی برکت سے بے شمار فتنے دبے رہتے ہیں۔

ماہنامہ ’’صدائے اسلام‘‘

آہ! اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی بجھ گئی

بے شک یہ دنیا فانی ہے۔ اس جہاں میں جو بھی آیا جانے کے لئے آیا۔ مگر بعض لوگوں کی زندگی ہزاروں کے لئے حیات جاودانی کا سبب ہوتی ہے۔ ان کے دامن عاطفت کو خلق کثیر اپنے لئے رحمت اور برکت سمجھتی ہے۔ ایسے لوگ جب رخصت ہوتے ہیں تو ایک عالم ویران ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں تھا۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا امیر منتخب کیا گیا اور تاحیات آپ اس منصب جلیل پر فائز رہے۔ آپ کا روحانی تعلق حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالعزیز رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید نفیس شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے رہا۔ آپ کی شادی تعلیم کے دوران ہی کمالیہ کے ایک گھرانے میں ہوگئی تھی۔ تاہم آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ نے سوگواروں میں ہزاروں شاگرد اور لاکھوں متعلقین چھوڑے۔ جنازہ پڑھنے والے محتاط اندازے کے مطابق ایک لاکھ سے زائد ہوں گے۔ جن میں علماء کرام، مشائخ عظام، طلباء کرام، عوام الناس کی ایک بڑی تعداد تھی۔

منظوم خراج عقیدت

آپ تھے اس دور میں ختم نبوت کے نقیب

ہوگئے لدھیانویؒ بھی عازم خلد بریں
اہل حق سارے ہوئے اس موت پر اندوہ نگیں

ان کا ثانی اب نظر آتا نہیں اس دیس میں
ان سا عالم، ان سا مرشد، ملنے والا اب نہیں

آپ تھے اس دور میں ختم نبوّت کے نقیب
کرتے تھے متنبیوں کا وہ تعاقب ہر کہیں

آپ تھے شیخ الحدیث از عالمان بے بدل
آپ کی اولاد روحانی رہے گی اب حزیں

خدمت دین متیں میں تھی بِتادی زندگی
تیرے سب اخلاف ہوں گے خادم دین مبیں

تا ابد تجھ کو ملے گا ان کی محنت کا ثمر
اس بنا پر ربّ تعالیٰ دے گا واں خلد بریں

تیرے جانے سے مدارس بے سہارا ہوگئے
کیسے تجھ سا پائیں گے، اک منفرد روشن نگیں

تجھ سے تھا پچاس سالہ واسطہ عبدالمجیدؒ
اس تعلق نے کیا تھا آپ کو دل کے قریں

رائے پور کے مرشدوں نے تھا سنوارا آپ کو
جن میں سیّد نفیسؒ اک محترم روشن جبیں

آپ میرے پیر بھائی، صاحب نسبت بڑے
اب کہاں پاؤں گا تجھ سا مخلص و مرد فطیں

رحمت باری کے بادل چھائیں تیری قبر پر
جنت الفردوس کا کردے اسے مولا مکیں

موت پر تیری، ترا افضلؔ بڑا مغموم ہے
یاد مجھ کو رکھنے والا، سوگیا زیر زمیں

(پروفیسر میاں محمد افضل، ساہیوال)

الرثاء علیٰ وفات شیخ عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ

مَضٰی شَیْخُنَا عَبْدُالْمَجِیْدِ اِلَی اللّٰہِ
بِعِلْمٍ وَاَعْمَالٍ وَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰہِ

ہمارے شیخ (حضرت مولانا) عبدالمجید (رحمۃ اللہ علیہ) اللہ کی طرف کوچ کر گئے۔ علم (نافع) اور اعمال (خیر کی پونجی) کے ساتھ اللہ کی رحمت میں (پہنچ گئے)۔

فَقَدْنَاهُ فِیْ قَحْطِ الرِّجَالِ الْخِیَارِ
وَجَدْنَاهُ مَغْبُوْطًا عَلٰی نِعْمَةِ اللّٰہِ

ہم نے انہیں قحط الرجال کے (زمانے) میں کھو دیا۔ ہم نے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر غبط کیا ہوا پایا۔

جَرَىٰ مِصْدَعُ الْغَمِّ مَسَآءً عَلَيْنَا

وَصِرْنَا يَتِيْمًا اِذْ آبَانَ وَلِيُّ اللّٰهِ

(آپ رحمۃ اللہ علیہ کی موت کی خبر سے) شام کے وقت ہم پر غم کا تیر چلا...اور اللہ کے ولی کی موت سے ہم یتیم ہوئے۔

اَبَانَ عَنِ الدُّنْيَا لٰكِنْ ذِكْرُهٗ بَاقٍ

عَلٰى اَلْسِنِ النَّاسِ عَلَيْهَا بِنَصْرِ اللّٰهِ

آپ رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے جدا ہوگئے۔لیکن آپ کا ذکر مبارک۔لوگوں کی زبانوں پر اس دنیا میں خدائی مدد سے (اب بھی) باقی ہے۔

هُوَ قَائِدٌ كَانَ اَمِيْرُ الْجُمُوْعِ

شَهِيْرٌ بِشَيْخِ الْحَدِيْثِ حَسْبَةً لِلّٰهِ

آپ رحمۃ اللہ علیہ قائد اور (تمام) جماعتوں کے امیر تھے۔شیخ الحدیث کے (نام) کے ساتھ مشہور (اور) حسبۃً للہ (خدمت کرنے والے تھے)

سَعٰى كَثِيْرًا فِىْ بَلَاغِ الْكِتَابِ

وَدَهْرًا طَوِيْلًا فِىْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے پہچاننے میں طویل زمانہ کوشاں رہے۔

وَكَانَ فَصِيْحًا فِى الْمَقَالِ وَفِى الدَّرْسِ

وَدَاعٍ اِلَى الْحَقِّ مُنِيْبًا اِلَى اللّٰهِ

آپ فصیح الکلام اور (فصیح) الدرس حق کی طرف بلانے والے، اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

هُوَ صَاحِبُ الْفِقْهِ جَمِيْلُ الْخِصَالِ

هُوَ نَاصِرُ الدِّيْنِ وَنَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ

وہ خوبصورت عادتوں کے مالک، فقیہہ دین حقہ کے مددگار اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد تھے۔

وَفِي الْمُتَّقِيْنَ سَابِقًا صَاحِبُ الْوَرْعِ

وَفِيْ الذَّاهِدِيْنَ فَائِقًا حُجَّةِ اللّٰهِ

اور متقین میں سبقت کرنے والے پرہیزگار تھے اور زاہدین میں (سب پر) فائق اللہ کی حجت تھے۔

تَرَحَّمْ عَلَيْهِ فِيْ ضَرِيْحٍ وَفُزْهُمْ

بِفَوْزِ الْعَظِيْمِ يَا اِلٰهِيْ وَيَا اللّٰهِ

اور اے اللہ آپ ان پر قبر میں رحمت فرمائیں اور ان کو بڑی کامیابی سے نوازیں۔

(محمد عبدالحق علوی ظفر، غورغشتی)

آتے نہیں ہیں ایسے محدث تو بار بار

اے شیخ وقت خوبیاں تجھ میں تھیں بے شمار

ملت کو تیرے قول و عمل پہ ہے اعتبار

رگ رگ میں تیری عشق رسالت مآب تھا

ڈھونڈیں کہاں؟ اے شافع محشرؐ کے جاں نثار

شرحِ حدیث پاک میں گزری تمام عمر
تجھ کو قسم! کوثر و تسنیم سے تھا پیار

بانٹا ہے تو نے بادۂ عرفان و آگہی
تو نے بہائے علم کے دریائے بے کنار

ہر دم رواں تھا ضعف و علالت کے باوجود
اے دجلۂ علوم، اے امت کے غمگسار

ممتاز تو رہا ہے کمال و جمال میں
اے مفتی و نفیس کی نسبت کے شاہکار

سادہ لباس، سادہ طبیعت، سدا بہار
کہنا بجا ہے تجھ کو اکابر کی یادگار

جس دیدہ ور نے آپ کو دیکھا وہ کہہ اٹھا
آتے نہیں ہیں ایسے محدث تو بار بار

تو شہ سوار عرصۂ پیکار ہی رہا
جدوجہد ہمیشہ رہی تیری دل فگار

تو سرخرو ہے سرور کونینؐ کے غلام
ہیں دشمنان ختم نبوت ذلیل و خوار

حضرت کے جو نصیب میں لکھی تھی ازل سے
کم ہی نصیب ہوتی ہے یہ موت ذی وقار

تربت پہ تیری رحمت حق کا نزول ہو
تیرے ہی دم قدم سے گلستاں میں تھی بہار

جس کارواں کے شیخ اک فرد فرید تھے
اکرامؔ تو بھی ہے اس کی گرد اور غبار

(محمد اکرام القادری، خانیوال)

شیخ عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ اُٹھے

فضا پہ سکتہ ہوا ہے طاری، کہ شیخ عبدالمجیدؒ اُٹھے
حزیں طبیعت ہے قوم ساری، کہ شیخ عبدالمجیدؒ اُٹھے

حدیث وقرآں کی مسندوں پر، افسردگی ہی افسردگی ہے
ہیں درس گاہوں کے نالے جاری، کہ شیخ عبدالمجیدؒ اُٹھے

مصافحہ کے لیے فرشتے، قطار اندر قطار آئے
سجی ہے جنت بحکم باری، کہ شیخ عبدالمجیدؒ اُٹھے

فلک پہ چھائے ہیں غم کے بادل، زمیں بھی ماتم کناں ہوئی ہے
بتارہی ہے یہ سوگواری، کہ شیخ عبدالمجیدؒ اُٹھے

زمیں کے ذرے فلک کے تارے، جمیلؔ نوحہ کناں ہیں سارے
بپا ہے ہر سمت آہ وزاری، کہ شیخ عبدالمجیدؒ اُٹھے

(مولانا جمیل الرحمٰن عباسی)

آفتابِ علم وحکمت

بنی ہے جان پر اہل نظر کی
تنی ہے یوں ردائے جہل و ظلمت کی

یقیناً باعث تاریکی شب
غروبِ آفتاب علم و حکمت

(شاہین اقبال اثر جون پوری)

علم وعمل کا آفتاب

غروب علم و عمل کا اک آفتاب ہوا
کتابِ حکمت و دانش کا بند باب ہوا

خزاں کا راج، گلستاں میں بلبلیں ہیں حزیں
کہ رخصت آج گلستاں سے گلاب ہوا

رواں تھے علم کے دریا جہان میں کتنے
جہاں میں آج مگر اک علم سراب ہوا

غم فراق ہمیں دے کے سوئے ملک عدم
رواں ریاست اسلاف کا نواب ہوا

وہ لے کے نامۂ اعمال میں حدیثِ رسول
لو! بارگاہ رسالتؐ میں باریاب ہوا

نظر کو حضرت عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کی ہے تلاش
اور اُن کے ہجر میں جل جل کے دل کباب ہوا

دیا جو درس حدیثِ رسول ساٹھ برس
یہ اُن کا بارگہ حق میں انتخاب ہوا

سوئے خلد اڑی جان مطمئنہ کہ جب
جنابِ حق سے اسے ارجعی خطاب ہوا

سجایا ان سے تلمذ کا جو نظر میں خواب
وہ چکنا چور وَلی ہائے اپنا خواب ہوا

(امجد ولی بہاولنگری)

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

سب جام پرائے لگتے ہیں، ساقی ہی نہیں مے خانے میں
نہ کیف و مستی جھومنے میں، نہ لذّت پینے پلانے میں

افلاک کی رونق رُوٹھ گئی، دھرتی سے آہیں اُٹھتی ہیں
سب مے کش مے کو بھول چکے، اِک سکتہ سا ہے زمانے میں

اشجار بھی نوحہ خواں ہیں اب، گُل شاخوں پہ لرزاں ہیں اب
بلبل کی آنکھ سے پھوٹ پڑا، ہے نالۂ غم انجانے میں

جب شمع فروزاں بجھ جائے، محفل پہ اندھیرا چھا جائے
دم توڑ ہی دے گی اب شاکرؔ، اُڑنے کی سکت پروانے میں

اے ارضِ بابِ علوم تری، قسمت کا ستارہ ڈُوبا ہے
چپہ چپہ تبدیل ہوا ہے، تیرا ماتم خانے میں

سب خوشیاں ہم سے رُوٹھ گئیں، اُمید کی تاریں ٹوٹ گئیں
اللہ مرے اب جلدی کر، مجھ کو ساقی سے ملانے میں

پارہ پارہ ہے جگر مرا، دل حزن کے اشک بہاتا ہے
جب سانس لگی بیگانے سے، دل کیوں نہ لگے مرجانے میں

کیوں اوڑھ لی تو نے ردائے ِگل، اب کس سے کہوں گا حالِ دل
تجھ جیسا کوئی ملتا ہی نہیں، کہروڑ میں نہ لدھیانے میں

مسند تری ہائے ہائے! جب سے گیا تُو روئے جائے

کہتی ہے مجھے بھی دفن کرو جا کر ان کے سرہانے میں

وہ زینے کل تک جو تیرے نعلین کو چوما کرتے تھے

کہتے ہیں کہ شاکر پوچھ کے آ، کیوں دیر لگادی آنے میں

مرقد پہ تری آ کر حضرت، ہے عزم مرا ان شاء اللہ

وہ نور جو تو نے بخشا تھا، پھیلاؤں گا اس کو زمانے میں

(مولانا محمد ابوبکر شاکر، کہروڑپکا)

ملی لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ تجھ کو حیات جاودانی ہے

ملی لدھیانویؒ تجھ کو حیات جاودانی ہے
خدا کی راہ میں مرنا، خدا کی مہربانی ہے

رہا اپنے زمانہ میں وہ لدھیانہ کا باشندہ
شریعت کا، طریقت کا، جمعیت کا نمائندہ

رہے گا تا ابد تاریخ کے اوراق میں زندہ
لکھی خون جگر سے اس سے کچھ ایسی کہانی ہے

ملی لدھیانویؒ تجھ کو حیات جاودانی ہے
خدا کی راہ میں مرنا، خدا کی مہربانی ہے

بتا دے سعد دنیا میں بڑی اور کیا سعادت ہے
زمانے پر عیاں حضرت بخاریؒ کی کہاوت ہے

وُلایت عصر کی ختم نبوت کی امارت ہے
سراپا کامیابی ہے، سراپا کامرانی ہے

ملی لدھیانویؒ تجھ کو حیات جاودانی ہے
خدا کی راہ میں مرنا، خدا کی مہربانی ہے

وہ حضرت مفتی محمودؒ کی اک بولتی تصویر
علوم دین کا تھا ایک بحر بیکرانی ہے

وہ پیشانی پہ جس کی نقش تھی اسلاف کی تحریر
اسی نے کی اکابر کی حقیقی ترجمانی ہے

ملی لدھیانویؒ تجھ کو حیات جاودانی ہے — خدا کی راہ میں مرنا، خدا کی مہربانی ہے

وہ اہل علم کے دکھ درد سے شاداب رہتا تھا — مدارس کی حفاظت کے لئے بے تاب رہتا تھا

بڑا بے چین رہتا تھا، بڑا بے خواب رہتا تھا — لٹائی حق پہ اس نے اپنی تابندہ جوانی ہے

ملی لدھیانویؒ تجھ کو حیات جاودانی ہے — خدا کی راہ میں مرنا، خدا کی مہربانی ہے

عقیدت سے اگر دیکھے عدو ایک بار نورانی — رخ دلدار نورانی، خدا کا یار نورانی

تو ہو جائے عدو کے دل کی ہر ایک تار نورانی — نگاہ اولیاء سے ہی سنورتی زندگانی ہے

ملی لدھیانویؒ تجھ کو حیات جاودانی ہے — خدا کی راہ میں مرنا، خدا کی مہربانی ہے

نہیں ملتی خدا کی راہ میں ہر آدمی کو موت — کہے گا کس طرح کوئی حقیقی زندگی کو موت

ملی ہے حلقہ زہاد میں لدھیانویؒ کو موت — شہادت ذوق مومن ہے عجب سرنوانی ہے

ملی لدھیانویؒ تجھ کو حیات جاودانی ہے — خدا کی راہ میں مرنا، خدا کی مہربانی ہے

(اطہر جلالی)

یادیاراں

تحریر: حضرت مولانا ظفر احمد قاسم، شیخ الحدیث جامعہ خالد بن ولید، ٹھینگی کالونی وہاڑی

بسیار خوباں دیدأم لکن تو چیزی دیگری

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے استاد مکرم، محسن معظم، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے عظیم محدث بھی تھے اور جامع التفاسیر مفسر بھی۔ فکراً فقیہ بھی تھے اور عملاً مجاہد بھی۔ جامع الشریعۃ والطریقۃ، شیخ بھی تھے اور قطب وقت بھی۔ (شہید ختم نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت الشیخ مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ وفات پر ماہنامہ ”بیّنات“ کے خاص نمبر کے اپنے خصوصی مضمون میں تحریر فرمایا ہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا

امیر اپنے وقت کا قطب ہوا کرتا ہے) ہر فن کی کتاب پڑھاتے وقت مشکل ترین مسائل کو عام فہم انداز سے ذہن نشین کرانے والے بہترین استاد بھی تھے اور پوری حکمت ودانائی سے تعلیم وتربیت فرمانے والے مربی بھی۔ علمی ہوں یا عوامی اجتماعات میں عام فہم بیان فرمانے والے، انتہائی نکتہ ور خطیب بھی تھے اور ہر مجلس مشاورت میں معاملہ فہم اور انتہائی زیرک مدبر بھی واقع ہوئے تھے۔

بلکہ ’’آواز خلق نقارہ خدا‘‘ والے معروف مقولہ سعادت کے مطابق استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ’’حکیم العصر‘‘ کا لقب غالباً ان تمام مذکورہ بالا صفات ہی کا حامل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہر وصف پر قلم اٹھانے والے شخص کے لئے ظاہر ہے کہ: ’’**انما یعرف ذالفضل من الناس ذووہ**‘‘ کے تحت خود بھی حامل صفت اور مرتبہ شناس ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت الاستاذ قدس اللہ سرہ کے ہم عصر، جلیل القدر علماء، رفقاء، بلکہ ارشد تلامذہ میں سے بھی ایسے موجود ہیں جو ان شاء اللہ اظہار ربط وتعلق اور بیان مقام ومرتبت کا تحریری حق ادا کریں گے۔ لیکن یہ بندہ ظلوم وجہول تو ان صفات کے بحر بے کراں کا نہ شناور اور نہ ہی اس راہ عشق کا راہرو، قلم اٹھائے تو کس طرح سوچا کہ بقول خواجہ مجذوبؒ

عبث ہے جستجو بحر محبت کے کنارے کی

’’بس اس میں ڈوب کر مرنا ہی اے دل پار ہو جانا‘‘ پر عمل ہو جائے۔ لیکن اس ہمت کے لئے بھی عاشقانہ حوصلہ ہونا ضروری ہے جو ناپید ہے۔ خریداران سیدنا یوسف علیہ السلام میں شمولیت کا شوق رکھنے والی بڑھیا یاد آئی تو حقیقت ہے کہ اس نادار کے پاس تو وہ سوت کی اٹی بھی نہ تھی۔ آخر کسی سرپھرے صاحب جذب کا عزم یاد آیا۔

لوگ کہتے ہیں کہ تو اس کا سودائی ہے　　　اب تو ہوش میں آنا خود اس کی رسوائی ہے

لہٰذا اس مصنوعی جنون، مدہوشی میں قلم اٹھایا کہ ہر مرحلہ زندگی میں محسن ومربی تو تھے ہی، اور یہ بندہ جہول مستحق ومستعد نہ سہی، محتاج وممنون تو ہے۔ لہٰذا جو بے تکلفی اولاد کو اپنے شفیق والد سے ہوتی ہے یا ایک طالب علم کو اپنے انتہائی خیرخواہ استاد سے ہوتی ہے۔ اسی کا اظہار ہی ہو جائے۔ ورنہ یہ بندہ نہ تو شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ جیسا لکھاری اور نہ ہی برادر مکرم مولانا منیر احمد منور مدظلہ جیسا علوم شیخ کا امین وترجمان۔ تو سوانح الشیخ یا تذکرۂ محسن اعظم جیسا مشکل کام کیسے ممکن ہو۔ (لطیفہ)

کسی بے تکلف مسترشد نے قطب الارشاد شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ ہر شیخ طریقت اپنے شیخ کا ہر مجلس میں والہانہ تذکرہ کرتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا اس کثرت سے آپ تذکرہ نہیں فرماتے تو عجیب معصومانہ اداء سے ارشاد فرمایا کہ کافی غور کرنے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ کثرت سے اپنے شیخ کے تذکرے میں بھی چھپی ہوئی اپنی تعریف نکلتی ہے۔ سو اس کا مقصد اصحاب علم سمجھ چکے ہوں گے۔ امام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد مدح امامنا الاعظم: ''اعد ذکر نعمان لنا. ان ذکرہ المسک ما کررتہ یتضوع'' نے حوصلہ دیا اور ارشاد نبوۃ علی صاحبہا الف الف تحیہ ''من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ'' نے مہمیز لگائی۔ فقیہ النفس حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال پر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اظہار غم بعنوان ''یاد یاراں'' نے تھپکی دی کہ رقیبوں کے ڈر سے جیبوں کا ذکر کیوں چھوڑیں۔

۱۳۸۰ھ میں قدرے تاخیر سے پہنچنے کی وجہ سے بندہ دارالعلوم کبیر والا میں درجہ فارسی میں داخلہ سے محروم رہا تو دارالعلوم کی ہی قدیم شاخ مدرسہ محمدیہ نڑھال میں حضرت مولانا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ میانوالوی فاضل ڈھابیل (شاگرد رشید شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی اور عزیز نسبی خواجہ خواجگان مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ) کے ہاں داخلہ ملا جو بتوفیقہ تعالیٰ: ''عسیٰ ان تکرھو شیئًا وھو خیر لکم'' کا مصداق بنا کہ ہماری مختصر سی جماعت کو اس ایک سال میں نصاب دارالعلوم سے قریباً دوگنا کتب فارسی پڑھنے کا موقع ملا۔ جن کی تکمیل دارالعلوم میں ناممکن تھی۔ ہم بدوی طلباء کی یہ انتہائی خوش نصیبی تھی کہ سالانہ امتحان شعبان ۱۳۸۰ھ کے لئے مستقبل کے محسن و معظم مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم سے تشریف لائے۔ جن کا طریق امتحان بھی باقی اوصاف حمیدہ کی طرح ہمیشہ ممتاز رہا کہ ہمیشہ قوت حافظہ کا امتحان لینے کی بجائے کتاب دانی اور کتاب فہمی کا امتحان لیتے۔ بایں طریق کہ ہر تقریری امتحان میں طالب علم کو حصہ عبارت سپرد فرماتے کہ خوب غور کر کے اس کے متعلقہ مباحث کو بیان کریں۔ جس سے ہر طالب علم حسب استعداد و محنت خوب فائدہ اٹھا سکتا تھا۔

چنانچہ بتوفیق اللہ تعالیٰ، استاد جی رحمۃ اللہ علیہ نے جی بھر کے سنا اور دل کھول کر نمبر دیئے۔ ہر کتاب میں کل نمبر ۵۰ ہوتے تھے۔ غالباً چودہ کتابیں تھیں۔ اکثر کتب میں ۵۱، ۵۲ اور ۵۳ تک نمبر

بھی عطاء فرمائے۔ یہ پہلا نقش احسان تھا جو اس بدوی اور جھول کے دل پر ایک عظیم ہستی کی جانب سے ثبت ہوا۔ گو کہ اس جاہل طالب کو اس وقت تک اتنی تمیز ہی نہ تھی کہ حضرت الممتحن کتنی بلند و بالا شخصیت کے مالک ہیں۔ **فجزاهم الله احسن الجزاء وفی الآخرة الاولٰی وقد فعل!**

گزشتہ سال کے تجربہ کے پیش نظر بندہ نے شوال میں وقت سے بہت پہلے درجہ صرف ونحو میں داخلہ لے لیا۔ اس درجہ میں ہم کل گیارہ ساتھی تھے اور استاد محترم مولانا منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ محمدیہ نڑھال سے دار العلوم کبیر والا تشریف آوری کا یہ دوسرا سال تھا۔ اب تو حقیقت سے کہیں دور، مصنوعی فکری جولانیاں، جیسے ہر مدرسہ ابتدائیہ کو بھی عنوان جامعہ سے نیچے لانے کو تیار ہی نہیں۔ اسی طرح صرف ونحو میں قدرے مہارت رکھنے والا آج کا مدرس بھی عموماً امام الصرف والنحو کہلوانے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ حالانکہ کسی بھی فن کا فقط واضع ہی اس فن کا امام کہلانے کا حق رکھتا ہے۔ (واللہ علم)

لیکن بلاشبہ حضرت الاستاذ مولانا منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند بالخصوص صرف ونحو ومنطق میں افہام وتفہیم اور اپنے منفرد طرز تدریس کے اعتبار سے ایک مجتہدانہ شان کے حامل تھے۔ اس وقت اس درجے کے کسی طالب علم کے لئے بدبختی ہونا قریباً ناممکن تھا۔ بنابریں ہمارا وہ سال تو صرف ونحو میں انتہائی مشغولیت کی وجہ سے ''**بفضله یمیناً عن شمال**'' کا مصداق رہا اور استاذ مولانا منظور الحق کے علمی رعب ووجاہت کی وجہ سے کسی اور استاد محترم کے متعلق کسی بھی نوعیت کے تجسس وتجث کا سوال ہی نہ تھا۔ البتہ اس عاجز کو چونکہ حضرت امام لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بوجوہ طبعاً بے پناہ عقیدت تھی۔ (اور بفضلہ تعالیٰ اب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ باقی اکابر حقہ کی عقیدت کی طرح یہ عقیدت بھی تا قیامت باقی رکھے) اور استاذ مکرم مولانا عبدالمجید قدس اللہ سرہ کی مجالس میں اکابر واسلاف بالخصوص شیخ اسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، قطب الارشاد حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام اولیاء حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ مبارکہ بکثرت والہانہ انداز سے سننے میں آتا۔

لہٰذا کبھی کبھی برادر محترم مولانا عبدالرحمٰن ظفر کی معیت میں دوپہر کے وقت سلطان الاشجار کے سایہ میں تھوڑی دیر کے لئے حضرت استاذ مکرم کے ہاں حاضری کا موقعہ ملتا یا پھر کبھی بعد

نماز فجر درس ترجمہ قرآن میں شرکت کی سعادت حاصل ہوتی۔ گو کہ اس گلشن علم و کردار میں تنگی داماں کا ساماں بھی تھا۔ لیکن اس جھول و بدوی میں تو چند کلیوں کے چننے کی صلاحیت بھی نہ تھی تو بالکل دیہاتی فکر وعمل کا حامل یہ عاجز کتنا سا فائدہ اٹھا سکتا ہوگا۔''فیا حسرتا علیٰ ذلک''

چونکہ برادر محترم مولانا اللہ وسایا زیدہ مجدہ کی جانب سے فراش حریر میں ٹاٹ کے پیوند کی مانند اس بے جوڑ مضمون کے لئے شرط ہے کہ چھ صفحات سے متجاوز نہ ہوتو اس عظیم محسن کے ان گنت وہ احسانات کہ جن کی وجہ سے یہ بکریوں کا چرواہا بھی عظیم انسانوں میں بیٹھنے کے قابل ہوا کہ تذکرہ سمیٹتے ہوئے عرض گزار ہوں۔ اس عاجز کا دورۂ حدیث شریف کا آخری سال تھا اور ہر وقت یہ فکر غلطاں و پیچاں رکھتی کہ ان عظیم صلاحیتوں کے حامل علوم نبویہ کے بحر بے کراں کے شناور عظیم اساتذہ کی موجودگی میں میرے جیسا ناقص العلم والصلاحیت، دین متین کی کون سی خدمت سرانجام دے سکے گا۔ واضح رہے کہ وہ زمانہ دارالعلوم کے علمی ماحول کی عظمت کا شاہکار دور تھا کہ شیخ المنقول والمعقول مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ فاضل دیوبند، علامہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز استاذ کا نمونہ ہی رہا۔ لیکن اللہ کریم تو چونکہ اجود جوداً ہیں۔ لہٰذا اس ذات کریم نے اپنے بندہ ظلوم کی ضرورت واحتیاج کو خالص اپنے فضل وکرم سے ملحوظ رکھ کر وصف احسان وکرم کے وہ ابواب رحمت وفضل کھولے کہ باید وشاید ۔

ہم نے تو جہنم جانے کی بہت کی تدبیر لیکن اس کی رحمت نے گوارا نہ کیا

اس کے بعد حضرت استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے حکم ومشورہ سے بندہ اپنی علمی وتربیتی ماں یعنی جامعہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا کی گود شفقت میں تدریسی وانتظامی ذمہ داریوں کے نبھانے کی ٹوٹی پھوٹی سعی وکوشش میں رہا۔ جہاں ہر مرحلہ وہر لحہ حضرت استاذ مکرم رحمۃ اللہ علیہ ہی کی راہنمائی وتوجہ کریمانہ سے وقت گزرا۔ شیخ الادب مولانا علی محمد رحمۃ اللہ علیہ جیسے انتہائی مخلص ومتقی کا دور اہتمام تھا جو بندہ کے لئے بہرحال دور امتحان تھا کہ دونوں طرف میرے انتہائی محسن ومشفق استاذ تھے اور بندہ تعاون اہتمام ہی کے لئے حاضر ہوا تھا۔ لہٰذا حضرت استاذ مکرم مولانا عبدالمجید لدھیانوی قدس اللہ سرہ کی قدم بقدم فکری وعملی راہنمائی سے بفضلہ الکریم ان مع العسر القلیل سے الیسر الکبیر والکثیر کا نفع حاصل ہوا۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء!

بوجوہ دارالعلوم سے اپنے شیخ ومحسن کی غیر شعوری اتباع میں رخت سفر باندھنا پڑا تو جامعہ عثمانیہ شورکوٹ میں بھی استاذ مکرم کے حکم ومشورہ سے ہی چار سالہ مختصر قیام ہوا تو پھر ’’جامعہ خالد بن ولید‘‘ کے قیام و بفضلہٖ تعالیٰ بقاء کی صورت میں استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ کے احسانات کی کماً وکیفاً وہ موسلا دھار بارشیں ہوئیں کہ مضمون اس کی طوالت کو برداشت نہ کرسکے گا۔ استاذ مکرم کے ہر جاننے اور ماننے والا گواہی دے گا کہ جامعہ خالد بن ولید اوراس کے خدام کے ساتھ اس محسن اعظم کا ہر اعتبار سے وہ تعلق رہا کہ جامعہ باب العلوم کے علاوہ شاید اس کی مثال مل سکے۔ لہٰذا مضمون کو سمیٹتے ہوئے یہی عرض کروں گا کہ میرا فکر مسدود اور قلم محدود۔ اس متخلق باخلاق اللہ شخصیت عظمٰی کے اوصاف تو کیا بیان کرسکتا ہے۔ مختصراً یہ کہ استاذ جی رحمۃ اللہ علیہ دنیا میں جئے تو عزم ہمالیہ کی طرح مضبوط، دل آب زمزم کی طرح پاک وصاف، دماغ آسمان کی طرح بلند، نظر آفتاب کی طرح روشن، فکر دریاؤں کی طرح رواں دواں، علم سمندر کی طرح وسیع وعمیق، عقل چراغوں کی طرح نورافروز، کلام شہد کی طرح لذیذ وشیریں، مزاج پھولوں کی طرح نازک شگفتہ اور خالق حقیقی کے پیغام اجل پر لبیک کہتے ہوئے رخت سفر باندھا تو مجلس میں صاحب علم وکمال، پیشانی پر شرافت کا عکس، آنکھوں میں ایمان کا نور، کمر میں صبر کی تلوار، دوش پر شکر کی عباء، سینہ پر محبت کی آئینہ بندی، دل میں انسانیت کا درد اور زبان پر نعرۂ حق وپیغام امن دے کر یوں اتحاد واسلام کی راہ پر قربان ہوگیا۔

بہ چہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے   کہ بوقت جان سپردن بسرش رسیدہ باشی

یہ پھر یوں کہیئے ؎

دی اس خوشی سے جان دربیان دانم میں   لب پہ تبسم اور نظر یار کی طرف

فرحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃً. والحقہ اللہ تعالیٰ بالاکابر والصالحین.

اللھم متعنا بصفاتہ الحسنی واخلاقہ العلیا. برحمتک یا ارحم الراحمین!

تمت بالخیر

✿ ...... ✿ ...... ✿

www.amtkn.com

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوة

Aalmi Majlis Tahaffuz Khatm-e-Nubuwwat

kn apps	www.khatm-e-nubuwwat.com	www.khatm-e-nubuwwat.info	www.laulak.info	facebook.com/amtkn313
ختم نبوت ایپ	مرکزی ویب سائٹ	ہفت روہ ختم نبوت	ماہنامہ لولاک	فیس بک

kk Course	Online Course	E-Maktaba	Sitemap	Contact us
خط و کتابت کورس	خط و کتابت آن لائن کورس	ای مکتبہ	سائٹ میپ	رابطہ

/amtkn313 www.emaktaba.info
www.amtkn.com
ameer@khatm-e-nubuwwat.com
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوة